READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ماہنامہ
پاکیزہ
کراچی

نگرانِ اعلیٰ: معراج رسول
مدیرۂ اعلیٰ: عذرا رسول
مدیرہ: انجم انصار
معاون: آمنہ حماد

MEMBER APNS CPNE

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

ماڈل: نیناں بتول
میک اپ: روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی: موسیٰ رضا

شعبہ اشتہارات

منیجر اشتہارات محمد شہزاد خان 0333-2256789
نمائندہ کراچی محمد رمضان خان 0333-2168391
رانا اے حمید 0323-2895528
نمائندہ لاہور سید افراز علی نازش 0332-4214400

قیمت فی پرچا (پاکستان) 60 روپے
قیمت فی پرچا (سعودی عرب) 12 ریال یا مساوی متحدہ عرب امارات
زرِ سالانہ (اندرونِ ملک) 800 روپے ...... جلد 45 شمارہ 02 فروری 2017ء

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اداریہ

مجھے کچھ کہنا ہے — مدیرہ 15

سلسلے وار ناول

گمشدہ محبت — انجم انصار 22
یہ کہاں بجلیاں گرادے — رفعت سراج 88
امرت — شیریں حیدر 118

منی ناول

ہم کو عبث بدنام کیا — سیما رضا ردا 152

ناولٹ

من جا ج بازم — سحر ساجد 56
خزاں کے بعد — افسر سلطانہ 175
نیا سویرا — اُمِ ایمان 199

مکمل ناول

بے مشروط محبت کے سنگ — رفاقت جاوید 222

افسانے

سالگرہ کا دن آیا ہے — نفیسہ سعید 51
اک لمحہ آگہی — ثمینہ عظمت علی 83
سفید لباس — قرۃ العین سکندر 105
مامے نی — بشریٰ گوندل 109
اللہ مہمان — عاشقہ مسعود 147
مائی بیسٹ فرینڈ — شاھانہ بنتِ قمر 171
ساجن کی سہیلی — ہما بیگ 197
نیت شوق — ہاجرہ ریحان 217

خصوصی مضامین

اللہ اور آپ ﷺ کا نور — ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی 18
خوب صورت رفاقتیں — پروین قادر آغا 253
باتیں جو بہار و خزاں کی — قارئین 256
وہ آئے بزم میں — نزہت اصغر 258
سروے — شائستہ زریں 267
میری باجی...... — سلمیٰ غزل 272

پبلشر و پروپرائٹر: ذیشان رسول ● مقامِ اشاعت: گراؤنڈ فلور C-63 فیز II ایکس ٹینشن، ڈیفنس، مین کورنگی روڈ کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن ● مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ھاکی اسٹیڈیم کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مستقل عنوانات

دین کی باتیں	ادارہ	16
بہنوں کی محفل	مدیرہ	274
پاکیزہ ڈائری	عظمیٰ آفاق سعید	285
جلترنگ	انجم انصار	289
میں اکثر گنگناتی ہوں	صغریٰ زیدی	292
منتخب غزلیں	ادارہ	294
خوش ذائقہ	پاکیزہ بہنیں	295
بزم پاکیزہ	پاکیزہ بہنیں	297
حسن نکھار کے لیے	مہ جبیں	299
روحانی مشورے	ادارہ	300
ہومیو کلینک		302

Office: 63-C, Phase-II (Ext), D.H.A. Commercial Area, main Korangi Road Karachi.
Postal Address: Box No. 662, G.P.O. , Karachi-74200
Phone: (021)35895313, Fax: 35802551, E-mail address: jdpgroup@hotmail.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے کچھ کہنا ہے......!

یہ حقیقت ہے کہ ہر انسان سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے...... کبھی بڑی، کبھی چھوٹی...... کبھی دانستہ اور کبھی نادانستہ...... یہ بات بھی نہیں کہ غلطیاں صرف جاہلوں سے ہوتی ہوں، پڑھے لکھوں سے نہ ہوتی ہوں...... ایسا پیمانہ بھی نہیں بنایا گیا...... کہ غلطیاں صرف چھوٹوں سے ہوتی ہوں بڑوں سے نہ ہوتی ہوں، غلطی کسی سے بھی ہو سکتی ہے اور کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔

آپ نے ایسے بھی بہت لوگ دیکھے ہوں گے جو اپنی غلطی کو کسی صورت غلطی ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے ہیں...... اور اس غلطی کو صحیح منوانے کے لیے ایسے، ایسے جواز بیان کرتے ہیں جو انتہائی مضحکہ خیز بھی ہوا کرتے ہیں...... مگر وہ لوگ جو اپنی عزت کرنا اور کروانا جانتے ہیں، انہیں اپنی غلطی کا اعتراف کر لینے میں کبھی جھجک نہیں ہوتی۔ اگر ہم کوئی غلطی کر بیٹھتے ہیں تو خود سے یا دوسروں سے اس کا برملا اظہار ایک قسم کی خوشی مہیا کرتا ہے کیونکہ یہ ایک بوجھ ہوتا ہے جو اتر جاتا ہے...... پھر یوں بھی سوچیے کہ اگر آپ نے کوئی غلطی کی اور دوسروں کے سامنے اس کا اعتراف بھی کر لیا تو پھر دوسرے کے پاس کہنے کے لیے کیا رہ جاتا ہے...... وہ ناراض ہو سکتا ہے، نہ برا بھلا کہہ سکتا ہے...... زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا ہے خیر...... آئندہ ایسا نہ کرنا...... اور بس بات یہیں ختم ہو جاتی ہے۔

مگر آج ہمیں آپ سے یہ کہنا ہے کہ ہمیں اپنی غلطیاں دُہرانی ہرگز نہیں چاہئیں......اور دوسری بات یہ کہ ہمیں اپنی غلطیوں سے سبق بھی سیکھنا چاہیے...... تاکہ آئندہ غلطی کا امکان ہی باقی نہ رہے۔

اور غلطی کرنے کے بعد...... اگر معافی بھی مانگ لی جائے تو جس کا نقصان ہوا ہے وہ ازخود...... آپ کو محبت بھرے لہجے میں کہہ دیا کرتا ہے چلو کوئی بات نہیں......

اور دوسروں کا بھروسا اور یقین پانے کے لیے ہمیں ہمہ وقت محتاط ہو کر کام کرنا چاہیے...... چاہے ہم کہیں پر بھی کام کر رہے ہوں...... ٹھیک ہے ناں......!

مدیرہ
انجم انصار

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دین کی باتیں

آٹھ جوڑے (ہیں) جو اللہ نے پیدا کیے، بھیڑ کی قسم سے دُو، اور بکری کی قسم
سے دُو۔ تو پوچھ کہ کیا خدا نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ، یا یہ کہ مادیوں کے
پیٹوں (میں) جو (بچے) ہیں وہ (حرام ہیں)، اگر تم سچے ہو تو مجھے علم کے ذریعے سے
خبر دو۔ (۱۴۳) اور دُو اونٹ کی قسم سے، اور دُو گائے کی قسم سے، تم پوچھو کیا خدا نے
دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ، یا مادیوں کے پیٹوں میں جو (بچے) ہیں، وہ (حرام
ہیں)۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا۔ پس اس
سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ بہتان باندھے، تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے
گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کی قوم کی رہبری نہیں فرماتا۔ (۱۴۴)
(اے رسولؐ) کہہ دو کہ مجھ پر جو وحی آئی ہے میں تو اس میں کسی کھانے والے پر جو
(اشیائے مذکورہ میں سے) کچھ کھائے، کوئی چیز حرام نہیں پاتا، سوائے اس کے کہ وہ
مُردار ہو، یا اچھل کر نکلا ہوا خون، یا سؤر کا گوشت کہ یہ پلید چیز ہیں۔ یا نافرمانی کا
ذبیحہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ پس جو شخص حالتِ اضطراری میں ہو نہ بغاوت
کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا، تو یقیناً تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا بڑا رحم
کرنے والا ہے۔ (۱۴۵) اور ان لوگوں پر جو یہودی ہو گئے، ہم نے ہر ناخن والا
حرام کر دیا تھا۔ اور گائے اور بکری کی قسم سے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام
کر دیں، سوائے اس کے جو ان دونوں کی پشت سے چمٹی ہوئی ہو، یا آنتوں پر لپٹی
ہوئی یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں ان کی بغاوت کی سزا دی تھی۔ اور
ہم یقیناً سچے ہیں۔ (۱۴۶) پس اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم کہہ دو کہ تمہارا پروردگار وسیع
رحمت والا ہے۔ اور ان کا عذاب مجرموں کی قوم سے ٹلتا ہی نہیں۔ (۱۴۷) عنقریب
وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہی
ہمارے باپ، دادا۔ اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے
لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ (اے
رسولؐ) کہہ دو کیا تمہارے پاس علم میں سے کچھ ہے، (اگر ہے) تو اسے ہمارے
لیے نکالو، تو تم صرف گمان کی پیروی کرتے ہو۔ اور تم صرف انکل پچو باتیں ہی بناتے
ہو۔ (۱۴۸) کہہ دو کہ سب سے بڑھی ہوئی حجت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ پس اگر وہ
چاہے تو تم سب کو ضرور ہدایت کر دے۔ (۱۴۹) کہہ دو کہ تم اپنے ان گواہوں کو بلاؤ،
جو یہ شہادت دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔ پس اگر وہ گواہی دے
دیں تو تم ان کے ساتھ شہادت نہ دینا۔ اور تو ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر
جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔ اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اور وہ اپنے
پروردگار کے ساتھ (غیروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں۔ (۱۵۰)

(سورۃ انعام ۶، پارہ ۸۔ آیات ۱۴۳ تا ۱۵۰)

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دین کی باتیں

آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ ط

افضل الانبیا، ختمی مرتبت، سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام "سید نا شافع" بھی ہے جس کا مفہوم...... شفا دینے والے اور شفاعت والے کے ہیں۔

1۔ القرآن :ترجمہ: خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ، پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور ان کو خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ (آیت ۱۶۴۔ سورہ آل عمران)

2۔ الحدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجیے...... فرمایا۔ میں کر دوں گا...... میں نے عرض کیا...... یا رسول اللہ......! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں ڈھونڈوں...... فرمایا۔ پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا، میں نے عرض کیا...... اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں نہ پاؤں تو فرمایا۔ پھر میزان کے پاس ڈھونڈنا، میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس نہ پاؤں تو فرمایا...... پھر حوضِ کوثر کے پاس مجھے ڈھونڈنا کیونکہ میں ان تینوں جگہوں کو نہ چھوڑوں گا۔" (ترمذی)

3۔ الرائے : 1۔ انسانی وجود کو جو مقام حاصل ہوا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے پہلے کبھی بنی نوع انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ سچ پوچھیے تو حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں تاریکیاں ختم ہوئیں اور بنی نوع انسان دورِ جاہلیت سے نکل کر روشنی اور علم کے منطقے میں داخل ہو گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات انسان کو صرف اور صرف نیکی اور خیر کے کاموں پر آمادہ کرتی ہیں حسد، جھوٹ...... بے ایمانی اور انسان دشمنی کا قلع قمع کر کے انسان کے اندر سکون و اطمینان پیدا کرتی ہیں۔

(ایس پی اسکاٹ)

2۔ اس حقیقتِ کبریٰ کو جتنی مرتبہ دہرایئے کم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف ایک ایسے عظیم القدر مذہب کے پیغمبر تھے جس نے اس دنیا کی روحانی تسکین کا سامان فراہم کیا جو خالص توحید کے لیے پیاسی تھی بلکہ وہ ایک ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی مذہب کے علم بردار تھے جس کی نظیر تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ (جارج ریوری)

4۔ الفضائل : جو کوئی یہ چاہے کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اسے نصیب ہو تو وہ ہر نماز کے بعد 100 مرتبہ اس اسم پاک کو پڑھنے کا معمول بنا لے۔ انشاءاللہ...... شفاعت سے بہرہ مند ہو گا۔

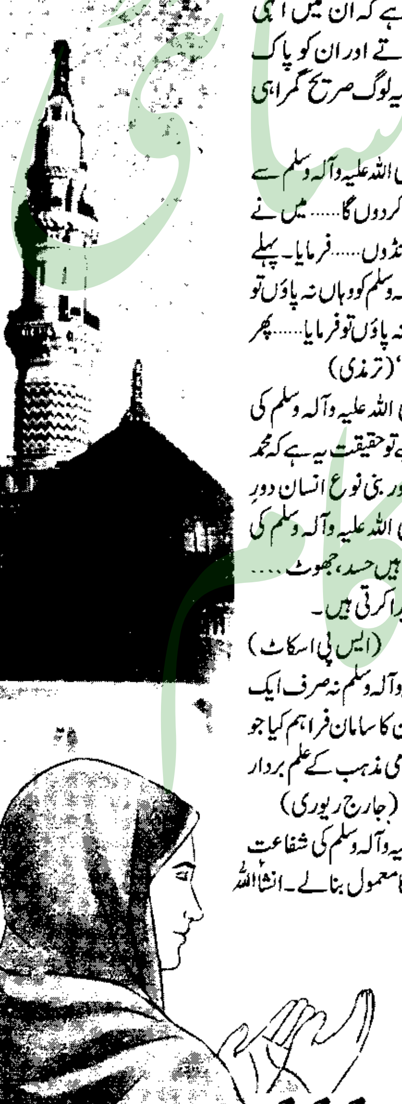

قیصرہ حیات کی کتاب انوار اسما النبی ﷺ سے اقتباس

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

اللہ اور انسان کا نور

قرآن پاک سے عشق کی پرنور داستان ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کے قلم سے

باب چہارم

جنتی لوگوں کی پہچان اور جنت کی زندگی

سورۂ طور 52 میں جنتی لوگوں کا احوال یوں درج ہے۔

جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ (17)

جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا، اس (کی وجہ) سے خوشحال ہیں اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ (18)

اپنے اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔ (19)

تختوں پر جو برابر، برابر بچھے ہوئے ہیں تکیے لگائے ہوئے اور بڑی، بڑی آنکھوں والی حوروں کو ہم ان کا رفیق بنادیں گے۔ (20)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ان (کے درجے) تک پہنچادیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ (21)

اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا، ہم ان کو عطا کردیں گے۔ (22)

وہاں ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے جس (کے پینے) سے نہ ہذیان سرائی ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات۔ (23)

اور نوجوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی ان کے آس پاس پھریں گے۔ (24)

اور ایک دوسرے کی طرف رخ کرکے آپس میں گفتگو کریں گے۔ (25)

کہیں گے کہ اس سے پہلے اپنے گھر میں (خدا سے) ڈرتے رہتے تھے۔ (26)

تو خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا۔ (27)

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔
بے شک وہ احسان کرنے والا، مہربان ہے۔ (28)
سورۂ رحمٰن (55) کے تیسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی نوازشات تفصیل سے بیان کی جارہی ہیں۔
اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اس کے لیے دو باغ ہیں۔ (46)
ان دونوں میں بہت سی شاخیں۔ (48)
ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔ (50)
ان میں سب میوے دو، دو قسم کے۔ (52)
(اہلِ جنت) ایسے بچھونوں پر جن کے استر اطلس کے ہیں، تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور دونوں باغوں کے میوے قریب (جھک رہے) ہیں۔ (54)
ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہلِ جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ (56)
گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ (58)
نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (60)
اور ان باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں۔ (62)
دونوں خوب گہرے سبز۔ (64)
ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں۔ (66)
ان میں میوے، کھجوریں اور انار ہیں۔ (68)
ان میں نیک سیرت (اور) خوب صورت عورتیں ہیں۔ (70)
(وہ) حوریں (ہیں جو) خیموں میں مستور ہیں۔ (72)
ان کو پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ جن نے۔ (74)
سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ (76)
تو تم اپنے پروردگار کی کون، کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (77) (یہ بات درمیان میں بار، بار دُہرائی گئی ہے)
سورۂ واقعہ (56) میں تین طرح کے لوگوں کا تذکرہ ہے۔ داہنے والے، بائیں والے اور آگے بڑھنے والے۔
اور جو آگے بڑھنے والے ہیں۔ (ان کا کیا کہنا)

وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ (10)
وہی خدا کے مقرّب ہیں۔ (11)
نعمت کی بہشتوں میں۔ (12)
(لعل و یاقوت وغیرہ سے) جڑے ہوئے تختوں پر۔ (15)
آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے۔ (16)
نوجوان خدمت گار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، ان کے آس پاس پھریں گے۔ (17)
یعنی آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔ (18)
اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔ (19)
اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں۔ (20)
اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان کا جی چاہے۔ (21)
اور بڑی، بڑی آنکھوں والی حوریں۔ (22)
جیسے (حفاظت سے) ترشے ہوئے (آب دار) موتی۔ (23)
یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ (24)
وہاں نہ بے ہودہ بات سنیں گے نہ گالی گلوچ۔ (25)
وہاں ان کا کلام سلام، سلام (ہوگا) (26)
اور داہنے والے (سبحان اللہ) داہنے والے کیا (ہی عیش میں) ہیں۔ (27)
(یعنی) بے خار کی بیریوں۔ (28)
اور تہ بہ تہ کیلوں۔ (29)
اور لمبے، لمبے سایوں۔ (30)
اور پانی کے جھرنوں۔ (31)
اور میوہ ہائے کثیرہ (کے باغوں) میں۔ (32)
جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ کوئی ان سے روکے۔ (33)
اور اونچے، اونچے فرشتوں پر۔ (34)
ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا۔ (35)
تو ان کو کنواریاں بنایا۔ (36)
(اور شوہروں کی) پیاریاں اور ہم عمر۔ (37)

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سورۂ حدید (57) جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی اور خدا کو (نیت) (اور خلوص سے) قرض دیتے ہیں ان کو دو چند ادا کیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا صلہ ہے۔ (17)

سورۂ ملک (67) اور جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ (12)

سورۂ دہر (76) جو نیکوکار ہیں وہ ایسی شراب نوش جان کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ (5)

یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے خدا کے بندے پئیں گے اور اس میں سے (چھوٹی، چھوٹی) نہریں نکالیں گے۔ (6)

یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں۔ (7)

اور باوجود یہ کہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (8)

(اور کہتے ہیں) ہم تم کو خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں، نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے (طلب گار) (9)

ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو) کریہہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطر کر دینے والا) ہے۔ (10)

تو خدا ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائے گا۔ (11)

اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) عطا کرے گا۔ (12)

ان میں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے نہ سردی کی شدت...... (13)

ان سے (ثمر دار شاخیں) اور ان کے سائے قریب ہوں گے اور میوؤں میں گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔ (14)

(خدام) چاندی کے باسن (برتن) لیے ہوئے ان کے اردگرد پھریں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔ (15)

اور شیشے بھی چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ (16)

اور ان کو وہاں ایسی شراب (بھی) پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ (17)

یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔ (18)

اور ان کے پاس لڑکے آتے ہوں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر آئیں گے۔ جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ (19)

اور بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمت اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھو گے۔ (20)

ان کے (بدنوں پر) دیبائے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (21)

یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (خدا کے ہاں) قبول ہوئی۔ (22)

اس کے علاوہ بھی بہت سی سورتوں مثلاً سورۂ طارق، سورۂ بینہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ صف، سورۂ تحریم، سورۂ غاشیہ، سورۂ محمّد وغیرہ میں اہلِ جنت کی زندگی کا تذکرہ ہے۔ ان تمام تفصیلات کو پڑھنے سے جنت کی خوب صورت زندگی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

قارئین! یہ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ یہ شان و شوکت مال و اسباب، سب فنا ہوجانے والی چیزیں ہیں۔ آئیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں اور نیکی کی راہ پر گامزن ہوجائیں۔ اپنے دل کو ہر برائی سے پاک کریں۔ یہاں تک کہ ہمارا نفس مطمئن ہوجائے اور پھر سورۂ فجر (89) کی آخری آیات میں دی گئی خوشخبری ہمارا مقدر بن جائے۔

اے (وہ شخص، وہ جان، وہ روح) وہ نفس جس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے اطمینان حاصل کرلیا ہے، تُو اپنے رب کی طرف واپس، چل اس طرح کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی...... پھر تو میرے (برگزیدہ) بندوں میں شامل ہوجا اور میری بہشت (نعیم) میں داخل ہوجا۔

آیات: (30,29,28,27)

جہنّم کے اندر دیے جانے والے عذابوں کی اقسام

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیے جنت کی بشارت ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان پر نہ کوئی مشکل آئے گی اور نہ پریشانی۔ انہیں زندگی کا ہر عیش و آرام مہیا ہوگا۔ جنت کی بہترین زندگی کے بارے میں قرآن حکیم میں بے شمار آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن جو لوگ کافر ہیں (یعنی) اہلِ کتاب اور مشرک وہ دوزخ کے عذاب میں (پڑیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں۔ (سورۃ بینہ - 98 آیت - 6)

دوزخ کے عذاب اور وہاں کی تکلیف دہ زندگی کے بارے میں قرآن حکیم میں لاتعداد آیات ہیں اور اس اذیت ناک خندق کا تفصیلی بیان موجود ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے طرح، طرح کے عذاب مقرر کیے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کو دیے جانے والے عذابوں کی بے شمار اقسام ہیں۔ اس کے علاوہ عذابِ قبر بھی ہے لیکن میں اس مضمون میں صرف ان عذابوں کا ذکر کروں گی جو جہنم میں پہنچ جانے والے افراد کے لیے ہوں گے اور جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ مدثر (74) کی آیت نمبر 30 اور 31 میں فرماتا ہے۔

اس پر انیس 19..... داروغہ ہیں اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں اور ان کا شمار کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں 19 حروف ہیں، کہتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے یہ 19 حروف دوزخ کے 19 فرشتوں پر ڈھال ہیں۔ اس لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔

میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر دوزخ کے اوپر 19 فرشتے مقرر کیے گئے ہیں تو یقیناً دوزخ کے اندر دیے جانے والے عذاب بھی 19 طرح کے ہوں گے۔ اس طرح ہر فرشتہ ایک خاص قسم کا عذاب پہنچانے کے لیے مخصوص کردیا گیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے تحقیق کر کے قرآن حکیم کے اندر بیان کیے گئے عذابوں کی لسٹ تیار کی۔

حیرت انگیز طور پر نتیجہ میری سوچ کے عین مطابق تھا۔ یعنی یہ کل 19 عذاب ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1	عذاب عظیم	(بڑا عذاب)
2	عذاب الیم	(تکلیف دینے والا عذاب)
3	عذاب مهین	(ذلیل کرنے والا عذاب)
4	عذاب مقیم	(ہمیشہ رہنے والا عذاب)
5	عذاب شدید	(سخت عذاب)
6	عذاب غلیظ	(سخت عذاب)
7	عذاب الحمیم	(کھولتے ہوئے پانی کا عذاب)
8	عذاب الجحیم	(دوزخ کا عذاب)
9	عذاب السعیر	(دہکتی آگ کا عذاب)
10	عذاب الحریق	(جلنے کا عذاب)
11	عذاب یوم عقیم	(سختی والے دن کا عذاب)
12	عذاب جهنم	(دوزخ کا عذاب)
13	عذاب النار	(آگ کا عذاب)
14	عذاب الخزی	(بے عزتی والا عذاب)
15	عذاب الهون	(ذلت کا عذاب)
16	عذاب من رجز الیم	(سخت قسم کے درد دینے والا عذاب)
17	عذاب یوم عظیم	(ہیبت ناک دن کا عذاب)
18	عذاب السموم	(آگ کے اندر سانس لینے کا عذاب)
19	عذاب سعداً	(ہمیشہ بڑھتے رہنے والا عذاب)

جاری ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

ہائے گم شدہ محبت

انجم انصار

انسان نہ کچھ کر سیکھتا ہے، نہ رو کر سیکھتا ہے، جب بھی سیکھتا ہے، یا کسی کا ہو کر سیکھتا ہے، یا پھر کسی کو کھو کر سیکھتا ہے... چونکہ لوگ دل کے امیر کم، کم ہوتے ہیں، اس لیے زندگی کی کتاب میں
اتنی غلطیاں نہ کرو کہ پنسل
سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے
اور توبہ سے پہلے
زندگی...

جو آنکھوں اوٹ ہے چہرہ اسی کو دیکھ کر جینا
یہ سوچا تھا کہ آساں ہے مگر آساں نہیں ہوتا
نہ بہلا وا نہ سمجھوتا، جدائی سی جدائی ہے
ادا سوچو تو خوشبو کا سفر آساں نہیں ہوتا

محبت کے انوکھے روپ سنوارتی ایک حسین تحریر......

آخری قسط

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اور پھر وہ لوگ بھی اجنبی سے بن گئے
جو کہتے تھے ان کو ہماری عادت سی ہوگئی

ندیم خان پریشان تھے..... کہ صبا اپنے ہاتھوں کو جھٹکے سے چھڑا کر تیزی سے بھاگنے والے انداز میں آفس سے باہر نکل گئی تھی اور جاتے سے اس نے، انہیں مڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ اسے فون کر رہے تھے.....تو ایسا لگ رہا تھا جیسے سارے فون..... بند کر دیے گئے ہیں۔

اگلے دن وہ آفس بھی نہیں آئی تھی۔

''تم پریشان مت ہو.....وہ واپس آجائے گی.....'' سر فرید اسے تسلی دے رہے تھے۔

''ایسا مجھے نہیں لگ رہا..... پتا نہیں کیوں..... مجھے یہ احساس ہو رہا ہے جیسے اب صبا واپس نہیں آئے گی۔''

''تم محبت کرنے والوں کے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی رہتا کہ ہمیشہ منفی باتیں سوچا کرتے ہو.....'' فرید بولے۔''اللہ کے بندے، اپنے کالم تو بڑے مثبت انداز سے لکھتے ہو.....مگر اپنی عملی زندگی میں مجال ہے کہ کبھی کوئی روشن پہلو کو مدِنظر رکھ سکو۔''

''میں بھی تو.....ٹوٹ گیا ہوں.....''

''کچھ نہیں ہوا تمہیں.....ویسے کے ویسے ہی ہو۔'' سر فرید مسکرائے۔

''میرے اخبار کے توسط سے تم دونوں ملے تھے.....اور دیکھنا..... میرا اخبار ہی تم دونوں کو پھر سے جوڑ دے گا۔''

''آپ کا اخبار نہ ہوا.....'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

اور اس کا ادھورا جملہ سن کر ہی فرید ہنس پڑے۔

''میرا ایارو واپس آرہا ہے۔اس کی شگفتگی کبھی ماند نہیں پڑے گی.....'' وہ دل میں سوچ رہے تھے۔

اور ندیم خان.....پریشانی کی حالت میں ہمیشہ کی طرح چشمہ اتار کر اسے ہاتھوں میں بلاوجہ گھمار ہے تھے۔

☆☆☆

کتاب زندگی کا میری وہ خوب صورت باب تھا
یوں حرف، حرف پڑھا جسے وہ شخص میرا نصاب تھا
سرِ راہ مجھے چھوڑ کر وہ کسی اور کے ہمراہ ہولیا
وہ شخص جسے چاہا میں نے بے حساب تھا

یہ سچ تھا.....ندیم کی محبت.....میرے خون کے ساتھ میرے جسم میں گردش کر رہی تھی.....مگر جب آفس میں انہوں نے میرے ہاتھ پکڑ کر مجھ پر اپنا حق جمایا.....تو.....تو میں جامد سی تو ضرور ہوگئی تھی.....مگر چونک کر اصل صورتِ حال کو ضرور سوچنے لگی۔

کیا اب میں اتنی ارزاں ہوں.....کہ ان کا دل چاہا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے.....اور.....اور اب حالات کو اپنی مٹھی میں لاکر پھر میری طرف یوں لوٹ آئے جیسے میں نے کون سا کہیں جانا تھا.....یا شاید میں ان کی چاہت کی بھوکی تھی.....اور ان سے ناراض ہونے کا شاید میرا حق تھا ہی نہیں.....ان کا ہر جواز صحیح تھا۔ان کا ہر عمل ٹھیک تھا۔ ساری کوتاہیاں، ساری غلطیاں صرف میری ہی ذات میں مزین تھیں۔

اگر میں ایسا نہ کرتی.....تو ویسا نہ ہوتا.....اور میں نے وہ سوچا..... جو کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔اور پھر وہ ہوگیا جو ہونا نہیں چاہیے تھا۔اور ہر پریشانی کی وجہ صرف میں ہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ندیم خان کی ہمت کیسے ہوئی...... کہ شادی رچانے کے بعد...... مجھ سے فلرٹ بھی آکر کرلے......'' جب سرفرید کا تیسری بار فون آیا تو میں نے نہایت کسیلے لہجے میں کہا۔

''اس کی شادی ختم ہوگئی ہے۔'' وہ بولے۔

''کیوں ختم ہوگئی ہے؟''

''اس کی بیوی نے خلع لے لی......''

''کیوں لے لی......؟''

''فابا...... کو ندیم پسند ہی نہیں...... وہ اس کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی۔''

''فابا نے انہیں دھتکارا ہے، تو وہ اس وجہ سے میرے پاس آئے ہیں۔''

''فابا نے ندیم کو تمہاری وجہ سے ہی چھوڑا ہے۔''

''مت جھوٹ بولیں سر...... نہ فابا نے مجھے دیکھا ہے اور نہ ہی میں نے اسے...... اب بیچ میں میرا ذکر کہاں سے آگیا؟''

''اگر...... میری بات تسلی سے سن لو...... تو زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔''

''جی کہیے......'' مجھے واقعی حیرت سی ہورہی تھی۔

''ندیم خان نے اپنی بیمار ماں کے اصرار پر فابا سے شادی تو ضرور کرلی...... مگر ان کے دل و دماغ میں تم ہی براجمان رہیں...... اور ایسا بھی بار ہا ہوا کہ جب ندیم نے فابا کو صبا کہہ کر پکارا۔ تب فابا نے اپنی نند کو فون کر کے تمہارے بارے میں پوچھا...... کہ ندیم کو تو ہر جگہ صرف صبا ہی نظر آرہی تھی۔ سبین نے الٹی سیدھی باتیں کیں...... اخبار کے آفس میں کام کرنے والی ایک لڑکی ان کے پیچھے پڑی ہوئی تھی...... اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے یہاں تک کہا کہ اب تو اس کی کسی اور جگہ شادی بھی ہوگئی ہے۔ اس لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ فابا کا جب میرے آفس فون آیا اور تمہارے بارے میں معلومات چاہی تو میں نے پوری صورتِ حال بتادی...... اور ندیم کی والدہ کے انتقال سے پہلے ہی اس نے علیحدگی حاصل کرلی...... کہ وہ کسی صورت ندیم کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی کہ جو پاس ہوتے ہوئے بھی اس سے دور تھا۔''

''اور اب وہ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد اس وجہ سے پاکستان آگئے کہ میں یہاں جیسے ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہوں۔''

''ندیم، میرے کہنے سے واپس آیا ہے۔'' سرفرید نے وضاحت دی۔

''ظاہر ہے اب سبین آپا بھی کچھ نہیں کہیں گی کہ فابا چلی گئی ہے۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''سبین کو کچھ کہنے کا حق بھی نہیں ہے...... ندیم کی اپنی زندگی ہے...... وہ جس طرح چاہے بسر کرے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں سر آپ...... میری بھی اپنی زندگی ہے۔ میں بھی کسی کے احسان تلے کی محبت میں رہنا نہیں چاہتی۔''

''مت بھولو کہ تم ندیم سے محبت کرتی ہو...... اور محبت کرنے والے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے ہیں۔''

''سر میں واقعی ندیم سے محبت کرتی تھی مگر اب نہیں...... اور ماضی کا بہت کم حال سے تعلق رہتا ہے۔''

صبا چلی گئی تھی...... اور سرفرید بڑبڑا رہے تھے۔

''کیسی بے وقوف لڑکی ہے یہ...... ماضی کا تعلق حال سے کہاں ٹوٹا کرتا ہے...... اور نہ ہی سچی محبتیں اتنی ناپائدار ہوتی ہیں کہ کسی سے محبت کرتے ہوئے اپنے آپ سے یہ جھوٹ بولو...... کہ اب ہمیں محبت نہیں رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔خیر...... مجھے کیا؟اب اگر کوئی سچی بات نہیں سمجھنا چاہتا......تو نہ سمجھے...... میں تو صرف سمجھا ہی سکتا تھا۔اب اگر......صبا کو......ندیم خان ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آرہا......تو کیا کر سکتا ہوں۔میرے یار کے نصیب میں اگر ویرانیاں لکھی ہیں تو میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا......''اب وہ تاسف سے سوچ رہے تھے۔

ندیم خان جیسا دوست انہیں بے حد پیارا تھا۔اور وہ اسے دکھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

☆☆☆

اس ماہ کوئی دوبار ایسا ہوا تھا......امی اپنے روٹین کے چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس گئیں یا باہر کسی کام سے......تو واپسی پر عامر نے انہیں ڈراپ کیا۔

امی کے کہنے کے باوجود وہ اوپر نہیں آیا......اور نیچے ہی نیچے سے چلا گیا۔

''یہ عامر تو بالکل بدل گیا ہے......''امی نے کہا۔

''آپ کو کیا ضرورت تھی......عامر سے لفٹ لینے کی......واپسی پر ٹیکسی سے آجاتیں۔''

''وہ اچانک ہی سامنے آگیا......تو کیسے منع کرتی۔''

''وہ کہیں چھپا کھڑا ہوگا،آپ پر احسان دھرنے کے لیے......''میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''ہر شخص میں صرف برائی ہی نہیں ہوا کرتی......''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ...... ہر شخص میں خوبیاں ہیں......سوائے میرے...... ہر بات صرف میری ہی غلط ہوتی ہے۔''

''تم ان دنوں ذہنی دباؤ کا شکار ہو اور بس......''

''ندیم خان سے شادی نہیں کرنی ہے تو نہ کرو......مگر پریشانیاں تو مت پالو......''

''مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی......''میں نے تنک کر کہا۔

''اپنی خالہ کی طرح زندگی گزارنا چاہتی ہو؟''

''خالہ تو کمزور ہو گئی تھیں......مگر میں ایسی نہیں ہوں......''

''بیٹا وقت کے تھپیڑے انسان کو کمزور کر دیا کرتے ہیں......''

''میں محبت کو بھیک میں ہرگز قبول نہیں کروں گی......اور ندیم سے بھی شادی نہیں کروں گی۔''

''بات یہ نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں وقت کی نزاکت کا احساس ہے۔تم......اب ندیم خان کو فابا کا شوہر سمجھ رہی ہو......اور اس کے سابقہ شوہر سے شادی کرنا نہیں چاہتی ہو؟''

''آپ چاہے جو کچھ کہیں مگر مجھے اب ندیم خان کو دیکھ کر کوفت ہو رہی ہے۔''

''اسی لیے تم نے آفس جانا بند کر دیا ہے کہ تم ندیم خان سے خوف زدہ بھی ہو گئی ہو۔''

''میں کیوں ڈرنے لگی کسی سے......اگر جانا ہوگا تو چلی بھی جاؤں گی......''

''تو پھر جاؤ......اور مضبوطی سے رہنا سیکھو......''

''ٹھیک ہے،جاؤں گی آفس......اور ندیم خان کو بتا دوں گی کہ ان کے بغیر بھی میں جی سکتی ہوں۔''

☆☆☆

''نہیں جی سکتی......وہ اکیلی......شادی تو اسے کرنا پڑے گی......چاہے وہ کسی سے بھی کرے......''عامر اپنی ماں کی بات کے جواب میں کسیلے لہجے میں انہیں سمجھا رہا تھا۔

''بیٹا،ایسی لڑکیوں سے کوئی شادی نہیں کیا کرتا،غصہ دیکھا ہے تم نے اس کا......ہر وقت ناک پر دھرا رہتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔ وہ لڑکیاں جن کی زبانیں ان کے کندھوں پر پڑی ہوئی ہوں ان کو کوئی پسند نہیں کرتا.....''

''مگر امی یہ بات بھی تو آپ ہی کہتی ہیں کہ شادی تو ہر لڑکی کی ہو جاتی ہے۔''

''ہاں پھر بھی..... صبو کی ہونا مشکل ہے۔''

''میرے ہوتے ہوئے بھی..... آپ ایسی بات تو نہیں کہیں.....'' وہ ہنسا۔

''بیٹا تم سے ہونا ہوتی تو کب کی ہو چکی ہوتی۔ اس لیے پھر تمہیں سمجھا رہی ہوں..... کہ تم کسی بھی لڑکی سے شادی کر لو مگر صبا سے مت کرنا۔ یہ تو تیز رفتار ہوا کے مانند ہے جس کے ساتھ نہ کوئی چل سکتا ہے اور نہ ہی یہ کسی کے ساتھ رک سکتی ہے۔''

ماں کی بات سن کر وہ ہنستا رہا۔

''بیٹا..... اس لڑکی سے کبھی ملنے کی کوشش بھی نہ کرنا..... مجھے وہ کبھی اچھی نہیں لگی۔''

رئیسہ بیگم اب مختلف وضاحتوں کے ساتھ اسے سمجھا رہی تھیں۔

اور وہ ماں کی باتوں سے بے خبر من ہی من میں گنگنا رہا تھا۔

ان سے ملنے کا کیا سوال عدم
وہ سدا میرے پاس ہوتے ہیں

☆☆☆

آفس کا ماحول وہی روایتی سا تھا..... وہی میٹنگز..... وہی کانفرنس ویسے ہی شور اسی طرح کے انٹرویوز..... میں باقاعدگی سے جاری تھی۔

ندیم خان کے عین سامنے بیٹھ کر اخبار کی پالیسیوں پر بحث کر رہی تھی..... اور اس وقت نہ میری زبان لڑکھڑاتی تھی..... اور نہ ہی میں کمزور پڑتی تھی۔ ندیم خان..... اخبار کے علاوہ اگر کوئی دوسری بات کرنا چاہتے تو میں کاندھے اچکا کر معذرت کر لیتی۔

''میں مصروف ہوں..... ان باتوں کے لیے میرے پاس اب ٹائم ہی نہیں رہا ہے۔''

فرید سر..... ہم دونوں کو جتنا قریب لانے کی کوششیں کر رہے تھے..... اتنی ہی میں ان سے دور بھاگ رہی تھی۔

ایک دن میں نے سنا..... وہ ندیم کو سمجھا رہے تھے۔

''اس کا تم پر ٹرسٹ ہی نہیں رہا ہے..... اس لیے وہ ایسی ہو گئی ہے۔ اور جب کسی کا اعتماد مجروح ہو جائے..... اسے کسی بات کا یقین نہیں آیا کرتا..... اور صبا اس وقت بے یقینی کے دور میں رہ رہی ہے۔''

''میرے گھر کے حالات تو اس کے سامنے ہی تھے..... کیا وہ یہ سب نہیں جانتی تھی؟ اور میں یہ بات بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتی.....''

''اس کے حالات بھی تو تمہارے سامنے تھے..... اور تم بھی تو اس کے بغیر نہیں رہ پا رہے تھے۔ اور وہ تو تم سے زیادہ پریشانیاں جھیل رہی تھی۔ کیا تم اسے اپنے سے زیادہ مجبور نہیں سمجھتے تھے؟'' سر فرید اسے سمجھا رہے تھے۔

ان کے کمرے کے باہر..... میں چند سیکنڈ کو رکی..... اور پھر لوٹ آئی..... کہ اب ان تمام باتوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔

پھر یوں ہوا کہ سر فرید نے مجھے ٹی وی کے ایک چینل پر مذاکرے میں حصہ لینے بھیج دیا۔

میں نے فوری طور پر انکار بھی کیا..... مگر پھر سر فرید کے کہنے پر چلی گئی..... کہ میرے نہ جانے پر ندیم خان خود

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جانا چاہ رہے تھے۔

''شاید، میں یہ ثابت کرنا چاہ رہی تھی کہ میں تمہارے جانے سے بالکل بھی نہیں ٹوٹی اور نہ ہی تمہارے آنے کے بعد...... تمہارے لیے بے کل اور بے چین ہوں۔ اور مجھے تم سے شاید...... اب کسی قسم کی بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔

خاتون اینکر مجھ سے بظاہر عام سے سوالات کررہی تھی۔ مگر...... ہر جواب شاید میرے دل کی آواز تھا۔ ندیم خان بھی آفس میں بیٹھے مسلسل پہلو پہ پہلو بدلتے ہوئے مجھے ضرور دیکھ بھی رہے ہوں گے اور سن بھی رہے ہوں گے۔

''آج کل رشتے ناتے کیوں اتنی جلدی ختم ہورہے ہیں، کیا وجہ ہے؟ اب تو یہ رشتے قدرتی موت مرتے نظر آتے ہیں۔''

''رشتے کبھی قدرتی موت نہیں مرتے، ان کو ہمیشہ انسان قتل کرتا ہے نفرت سے، نظر اندازی سے اور کبھی کبھی مکاری سے بھی۔''

''اچھا ایسے ٹوٹے پھوٹے رویّوں کے ساتھ، ساتھ ظاہر ہے ہمارے ہاں سچ بھی کوئی نہیں بولتا...... ہر جگہ جھوٹ بولنے والے اِن رہتے ہیں۔ بطور صحافی آپ کچھ کہنا چاہیں گی؟''

''جھوٹ اس لیے اِن ہے اور بک رہا ہے کیونکہ سچ خریدنے کی ہر ایک کی اوقات نہیں ہوا کرتی...... اکثر لوگ محبت کرتے ہوئے بھی سچائی سے دور رہا کرتے ہیں۔'' میں کہہ رہی تھی...... اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں اپنے سامنے کھڑے ندیم خان کو سنا رہی ہوں۔

اُدھر ندیم خان نے پانی کا گلاس چڑھایا...... اور اس دشمنِ جاں کو دیکھا...... وہ اینکر کے کسی سوال کے جواب میں بڑے دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''دنیا کی بہت سی مشکلوں میں سے ایک مشکل یہ بھی ہے کہ پڑھے لکھے اور قابل لوگ اپنے فیصلوں میں جتنے مشکوک رہتے ہیں جاہل لوگ اپنے فیصلوں میں اتنے ہی پُراعتماد ہوتے ہیں۔''

''ویری نائس......'' اینکر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آپ نے کسی سے محبت کی؟'' اینکر کا سوال سن کر آفس میں بیٹھے ندیم خان کا دل اچھل کر حلق تک آگیا۔

''ہاں جی......'' وہ مسکرائی...... اُدھر ندیم خان مزید ٹی وی کے قریب آگیا۔

''کس سے؟ نام بتانا چاہیں تو بتا سکتی ہیں۔''

''اپنے آپ سے کی ہے۔'' مسکرا کر کہا گیا۔

''زندگی کی راہ...... آپ کی نظر میں کتنی خوب صورت ہے؟''

''خوب صورتی یا بدصورتی کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی...... مگر بعض راستوں پر چلتے ہوئے...... پاؤں نہیں، دل تھک جاتے ہیں۔''

''اور اگر کوئی تھک جائے تو اسے کیسا لگا کرتا ہے؟'' یہ بھی ایک سوال تھا۔

''کچھ بھی نہیں...... ایسی تھکن تو ہر خوشی کو نگل لیا کرتی ہے۔''

''صبو، تم نہیں تھکیں...... تھکا تو میں ہوں......'' ندیم خان سوچ رہے تھے...... ''اور اللہ نہ کرے کوئی تھکن تمہاری کسی خوشی کو ختم کرے......''

اُدھر اینکر پروگرام کو سمیٹ کر اس سے اس کا پسندیدہ شعر سنانے کو کہہ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں سنا رہی تھی۔

''سہا ، سہا ڈرا سا رہتا ہے
جانے کیوں جی بھرا سا رہتا ہے

یہ گلزار کا شعر ہے اور مجھے بے حد پسند ہے......'' پروگرام ختم ہوگیا تھا......اور ندیم خان کی نظروں میں اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں گھوم رہی تھیں۔

بات، بات پر آنسو......اس کی آنکھوں میں آجایا کرتے تھے۔ آفس میں جب اس پر حملہ ہوا تھا......اور صبا نے اس کی کرسی پیچھے گرادی تھی......اور خود بھی لڑھک کر اس کے بازوؤں پر آگری تھی......تو آنکھیں آنسوؤں سے کس قدر بوجھل تھیں۔

اور جب بین آپا نے اسے فون کر کے کہا تھا......کہ وہ ندیم خان کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتی......کیوں ان کی زندگی کے پیچھے پڑی ہوئی ہے؟

تو وہ کیسے اس کے سامنے پھوٹ، پھوٹ کر روئی تھی اور اس سے بولی تھی کہ کوئی اپنی زندگی کو بھی نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔

''ندیم آپ تو میری زندگی ہیں پھر آپا نے ایسا کیوں کیا؟''

''پتا نہیں صبو......ہماری زندگی کو کس کی نظر اور کیوں لگی......جو ہم ایک ساتھ چلتے، چلتے......مختلف راہوں پر چلے گئے......اور اب پھر قریب آنے کے بعد ایک دوسرے سے دور ہیں اور مزید دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔''

ندیم سوچ رہا تھا اور صبا کی بھرائی ہوئی آواز اس کے کانوں میں گونجے چلی جا رہی تھی۔

سہا ، سہا ڈرا سا رہتا ہے
جانے کیوں جی بھرا سا رہتا ہے

''میں جانتا ہوں، تمہارا دل بھرا، بھرا سا کیوں رہتا ہے کہ بالکل ایسی ہی کیفیت تو خود میری اپنی بھی ہے......اور ہم دونوں کی یہ کیفیت بالکل ختم ہو جائے گی...... جب تمہارے دل کا تناؤ ختم ہو جائے گا اور تم پہلے والی صبو بن جاؤ گی۔''

☆☆☆

وہ شاید ہفتے کی شام تھی۔ صبا آفس سے جا چکی تھی بلکہ صبح کی شفٹ والے سب ہی جا چکے تھے۔ ندیم خان اپنے آفس سے باہر نکلے اور غیر ارادی طور پر صبا کے کیبن پر آکر رک گئے۔

''مجھ سے اتنے قریب آکر......وہ یہاں بیٹھا کرتی ہے مگر اب اس کا دل نہیں چاہتا کہ میری جانب رغبت سے نظر بھی ڈالے......''

کافی دیر تک وہ اس کے کیبن میں کھڑے رہے...... جانے سے قبل ایک مڑے تڑے کاغذ پر نظر پڑی......جو شاید گولا سا بنا کر پھینکا گیا تھا......اور وہ ڈسٹ بن میں جانے کے بجائے ندیم خان کے قدموں میں پڑا تھا۔ انہوں نے جھک کر کاغذ اٹھایا......اسے کھولا......صبا نے شاید کچھ لکھ کر بری طرح کاٹ دیا تھا۔

اپنے کمرے میں آکر انہوں نے اسے ہاتھ سے پریس کیا اور پڑھنا شروع کیا۔

یہ تم سے کہہ دیا کس نے
کہ تم بن رہ نہیں سکتے
یہ دکھ ہم سہہ نہیں سکتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چلو ہم مان لیتے ہیں
کہ تم بن ہم بہت روئے
کئی راتیں نہیں سوئے
مگر افسوس ہے جاناں
کہ اب کے تم جو لوٹے ہو
ہمیں تبدیل پاؤ گے
بہت مایوس ہو گے تم
اگر تم پوچھنا چاہو
کہ ایسا کیوں کیا ہم نے
تو سن لو غور سے جاناں
پرانی عہد رفتہ کی
روایت توڑ دی ہم نے
محبت چھوڑ دی ہم نے

آخری سطر پڑھتے ہی کاغذ ان کے ہاتھ میں کپکپایا اور اڑ کر دور چلا گیا۔

''محبت چھوڑ دی تم نے...... یہ بات تم کیسے کہہ سکتی ہو۔'' غیر ارادی طور پر انہوں نے موبائل پر اس کا نمبر ملایا۔

دوسری طرف سے فوراً ہی اٹھالیا گیا۔

''صبا، آپ نے...'' وہ کچھ کہتے کہتے رکے۔

''سر میگزین کی کاپی، آپ کی ٹیبل پر رکھی ہے...... آپ چیک کرلیں۔''

''تم نے کیا لکھا تھا...... احساس ہے تمہیں۔'' ان کا ذہن ابھی اسی چرمرے کاغذ کی جانب تھا۔

''سر آپ نے ہی تو میٹنگ میں کہا تھا...... اس مرتبہ مجھے معذور لوگوں کے بارے میں سروے رپورٹ تیار کرنا تھی۔ صفحہ نمبر دس پر آپ دیکھیں پوری رپورٹ موجود ہے۔''

''مگر تم نے تو وہ لکھا ہے جس سے دل ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔'' وہ گہرے گمبھیر لہجے میں بول رہے تھے۔ ان کا لہجہ جیسے دکھوں کے ساتھ غموں سے بھی لبریز تھا۔

''کس کا دل ٹوٹ گیا؟'' وہ بات کو سمجھے بنا بولی۔

''میرا......اور کس کا؟''

''جی......'' وہ حیرت سے صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

''تم تو کبھی روایتوں کی باغی لڑکی نہیں تھیں۔''

وہ خاموش ہی رہی کہ ابھی تک وہ جان ہی نہیں پائی تھی کہ اس کا ڈسٹ بن میں ڈالا جانے والا کاغذ ان کے پاس پہنچ چکا ہے۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم نے محبت چھوڑ دی یا مجھے چھوڑ دیا؟''

''سر آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ از خود چلے جانے کے بعد آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کہیں گئے ہی نہیں تھے۔'' اب وہ اپنے حواس پر قابو پاچکی تھی۔ اس لیے بڑی متانت سے بول رہی تھی...... اور بولتی چلی جارہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھی ندیم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا...... کہ وہ اس سے کیا بات کر رہی تھی۔ وہ شکایتیں کر رہی تھی۔ وہ احتجاج کر رہی تھی۔ اور یہ سب وہ کسی رشتے کو زک پہنچنے کے سبب کر رہی تھی۔

''صبا، میری ایک بات سنو گی؟''

''جی، فرمائیں...... اب بھی اگر کچھ کہنا باقی رہ گیا ہو تو......؟''

''کیا تلافی کا موقع مجھے نہیں ملنا چاہیے؟''

''آپ نہ کوئی ٹین ایجر ہیں اور نہ ہی شو بز سے تعلق رکھتے ہیں...... جو اِدھر اُدھر کی چمک دمک سے اپنی آنکھیں خیرہ کر بیٹھے ہوں۔''

''معافی تو مل سکتی ہے ناں......؟''

وہ لوگ بہت بڑے دل کے ہوتے ہیں...... جو معاف کرنا جانتے ہیں۔ اور میرا دل تو بہت چھوٹا سا ہے...... میں تو اپنے آپ کو معاف نہیں کر پا رہی تو آپ کو کیسے معاف کر سکتی ہوں۔''

صبا نے فون بند کر دیا...... تو انہیں ایسا لگا...... جیسے ہر کھڑکی بند ہو گئی ہو......

☆☆☆

کھڑکی سے باہر منہ نکالے وہ کھڑا تھا۔ گرمی تھی...... اور اس رات خاصا حبس بھی تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ صبا کے پاس جائے اور پوچھے......

''جس شخص پر تمہیں اتنا مان تھا وہ کیسے ٹوٹا؟ جس شخص کے زعم پر تم میری محبت سے منحرف ہو گئی تھیں آج وہ دوبارہ واپس آ کر بھی تمہارا اپنا نہیں بن سکا ہے۔ اس میں اگر وہ قصور وار ہے تو کچھ نہ کچھ قصور تو تمہارا بھی ضرور ہو گا۔

میری ماں تو خیر جاہل عورت تھی...... اسے تم سے بے وجہ کی نفرت ہو گئی تھی...... اور تمہاری اچھی بات بھی کبھی اچھی نہیں لگی۔ مگر سبین اور ان کی والدہ کا شمار تو تعلیم یافتہ خواتین میں ہوتا تھا۔ ان دونوں نے تمہیں کیوں آؤٹ کر دیا...... شاید تمہاری ہٹ دھرمی اور ضد انہیں پسند نہیں آئی ہو گی۔ یا شاید، انہیں ندیم کا تمہارا یوں عاشق بن کر رہنا ہی نہیں بھایا ہو گا۔''

عامر، خود ہی بول رہا تھا اور خود ہی جواب دے رہا تھا۔

مگر دلِ مضطر کو تسلی کسی صورت نہیں ہو رہی تھی۔

جب دل زیادہ گھبرایا...... تو گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ باہر کی جانب بڑھا۔

''اس وقت اتنی رات میں کہیں جا رہے ہو تم؟'' رئیسہ بیگم نے اسے جاتے دیکھا تو پوچھا۔

''ہاں امی، نیند نہیں آ رہی...... ذرا باہر گھوم کے آتا ہوں۔''

عامر نکل گیا...... اور رئیسہ بیگم بڑبڑاتی رہیں۔

''ہونہہ تمہیں نیند آتی کب ہے؟'' اور کروٹ بدل لی۔

☆☆☆

ندیم خان آفس سے دیر سے نکلے تھے...... رات خاصی گہری ہو چلی تھی...... انہیں پتا ہی نہیں چلا کہ گاڑی میں پٹرول ختم ہو گیا ہے۔ گاڑی بند ہوئی تو وہ چونکے...... گاڑی بند کر کے وہ سوچ رہے تھے آفس فون کر کے کسی کو بلائیں کہ ان کے پاس ایک گاڑی آ کر رکی اور اس میں سے عامر اتر کر ان کے پاس آیا۔

''آپ اس وقت، یہاں...... خیریت تو ہے؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''گاڑی بند ہوگئی ہے، سوچ رہا تھا گھر کیسے جاؤں۔''
''آئیں میں آپ کو ڈراپ کردوں......'' عامر نے کہا۔
اور ندیم اس کے ساتھ چل پڑے...... جیسے کہ واقعی اس کے ہی منتظر ہوں۔
''میں تو سوچ رہا تھا اب تو آپ دوبارہ شادی کر چکے ہوں گے۔'' وہ ان کی جانب کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔
لفظ دوبارہ سن کر...... وہ دل میں بھنائے ضرور مگر خاموش رہے۔
''صبا تو آپ کے اخبار میں ہی کام کررہی ہے ناں......؟''
''ہاں......'' وہ گہری سانس لے کر بولے۔
''سر...... پھر آپ اس سے شادی کیوں نہیں کررہے؟ اب تو میں بھی آپ کے راستے سے ہٹ چکا ہوں۔''
''وہ شادی ہی نہیں کرنا چاہتی ہے۔''
''اوہ......! تو یہ بات ہے۔'' وہ چپ ہوگیا۔
''آپ کی تو اپنی بیوی سے علیحدگی ہوچکی ہے...... پھر صبا کو آپ سے شادی کرنے میں کیا پریشانی ہے؟'' سگنل پر گاڑی رکی تو وہ پھر بولا۔
''اب اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو میں کیا کرسکتا ہوں۔'' ندیم خان کا لہجہ اکتایا ہوا سا تھا۔
وہ جس موضوع پر بات کرنا نہیں چاہ رہے تھے۔ انہیں اسی پر بات کرنا پڑ رہی تھی۔
''کتنی عجیب بات ہے...... وہ لڑکی جو ندیم خان کے لیے پاگل ہوئی جارہی تھی...... اور جسے ندیم کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا اور آج وہ انہیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی۔'' وہ عجیب سے انداز میں بولا۔
ندیم کا دل تو چاہا کہ عامر کی طبیعت صاف کردیں مگر کچھ بولے نہیں۔
''سر آپ دونوں کی تو منگنی بھی ہوچکی تھی اور آپ دونوں نے اس دور کو میرا مطلب ہے منگنی کے پیریڈ کو بہت پُرلطف بھی گزارا...... تو اس کے باوجود وہ آپ سے نالاں ہے...... اور......''
''عامر، گاڑی روک دو......'' ندیم اس کی بات کاٹ کر بولے۔
''سر آپ کا گھر تو ابھی انارکلی کے آخر میں آئے گا۔''
''میں یہاں سے واک کرکے گھر تک جانا چاہتا ہوں۔''
عامر نے گاڑی روک دی...... ندیم خان شکریہ کہہ کر اترے۔
''سر آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا......'' عامر نے اپنی مسکراہٹ داب کر ان سے پوچھا...... ندیم کی یہ دگرگوں سی حالت دیکھ کر آج عامر کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔
''بعض باتوں کے جواب نہیں ہوا کرتے......'' ندیم نے تلخ لہجے میں کہا اور سرعت سے آگے چل پڑے۔
''ہونہہ...... جواب ہر بات کا ہوتا ہے...... مگر ان کو دینے والے ہونٹوں پر جب تالے لگ جائیں تو وہ جواب نہیں دے پاتے۔'' عامر نے ایکسی لیٹر پر پاؤں رکھ کر گاڑی اس تیزی سے موڑی جیسے وہ کوئی گاڑی نہیں جیٹ طیارہ چلا رہا ہو۔
گاڑی بھاگ رہی تھی۔ سارے منظر بھاگ رہے تھے...... اور عامر کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب سے آگے ہو اور ہر چیز اس کے پیچھے چل رہی ہو۔ اس وقت وہ بہت خوش تھا...... اور اس کے لب گنگنا رہے تھے۔
ندیم اتنا ناامید ہوگا یہ اسے آج پتا چلا تھا...... ورنہ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اس کے آجانے کے بعد ان دونوں کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شادی میں کوئی وقت ہی نہیں ہوگی...... وہ محبت کرنے والوں کو فابا کا یوں چلے جانا دل سے پسند آیا ہوگا۔

''امی کی یہ بات کچھ، کچھ تو صحیح ہے کہ صبا بھی پاگل ہی ہے......لوگ مجھے بھی یہی نام دیا کرتے ہیں...... اچھا ہے۔ہم دونوں مل جائیں گے تو اچھا ہی رہے گا...... یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اب صبا کے دل میں میری محبت جاگ گئی ہو۔''

☆☆☆

ندیم خان کا خیال تھا اگلے دن وہ آفس نہیں آئے گی۔مگر......وہ آگئی تھی بلکہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہی اپنے کیبن میں موجود تھی۔

ابھی باقی اسٹاف کے آنے میں آدھا گھنٹا تھا...... پورے فلور پر خاموشی تھی۔

ندیم نے اسے اپنے روم میں بلایا......وہ فوراً ہی آگئی۔

''صبا، تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو......؟''

وہ جو ڈائری اور قلم لے کر عین اس کے سامنے نوٹس لینے کے لیے بیٹھی تھی......اس کے جملے سن کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''تم جانتی ہو......میں صرف تمہاری وجہ سے واپس کراچی آیا ہوں۔''

''جی نہیں...... آپ اپنی وجہ سے آئے ہیں...... فابا کے جانے کے بعد...... وہاں دبئی میں اکیلے کیا کرتے......؟''

''وہاں میرا بزنس سیٹ ہے......''

''اس کو کراچی سے بھی دیکھا جا سکتا ہے......اور پہلے بھی آپ اسے یہاں سے ہی دیکھا کرتے تھے۔''

''کیا تم سب بھول گئی ہو کہ تم میرے لیے کیا اہمیت رکھتی ہو......؟''

''اگر اہمیت رکھتی......تو آپ مجھے یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ کر نہ جاتے......''

''کیا واپس آجانے والوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوا کرتی۔''

''میری نظر میں تو واقعی......نہیں ہے۔''

''اپنے لیے......کیا سوچ رہی ہو پھر......مجھے بھی بتا دو......''

''میرے پاس تو کچھ سوچنے کے لیے رہا ہی نہیں......''

''اور میں کیا کروں......؟''

''آپ نے فابا کو طلاق تھوڑی دی ہے......جہاں تک میرے علم میں ہے......''

''اگر مجھے فابا کے ساتھ ہی رہنا ہوتا تو یہاں تک تو نوبت ہی نہیں آتی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس بیچاری کے ساتھ بھی برا ہوا۔''

''کوئی برا نہیں ہوا......اس نے اپنے کزن سے شادی کرلی ہے۔''

''چلو کسی کو تو کنارہ ملا......''

''صبا، میں تمہارا انتظار کروں گا......''

''کیوں کریں گے؟''

''یہ میرا دل کہہ رہا ہے......تمہیں پلٹنا ہوگا۔''

''سر......یہ ساری انٹ شنٹ باتیں ہیں کہ دل کیا کہتا ہے اور میں سچ بتاؤں......اب میں نے دل کی باتوں پر کان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دھرنا...... بالکل چھوڑ دیا ہے اور آپ بھی چھوڑ دیجیے...... سکون میں رہیں گے۔''

''میں تمہارا انتظار کروں گا صبو......'' وہ بڑے گھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

''اچھا......'' اور چونک کر گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''آج کی میٹنگ خاصی طویل ہوگئی...... اب میں چلتی ہوں۔''

اور وہ یوں مطمئن سی اٹھ کر چلی گئی...... جیسے اس نے اس سے کوئی خاص بات کہی ہی نہ ہو۔

''کہیں یہ پاگل تو نہیں ہوگئی ہے......'' یکبارگی ندیم خان نے سوچا...... اور ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

☆☆☆

موسم کچھ زیادہ ہی گرم تھا...... آفس کا کام میں ایڈوانس کر آئی تھی۔ اس لیے سرفرید کو فون کر کے دو دن کی چھٹی کر لی تھی۔

گو انہوں نے کہا تھا کہ میں ندیم خان کو بھی بتا دوں جس کے جواب میں، میں نے یہی کہا تھا۔

''میں نے آپ کو بتا دیا ہے، میرے لیے اتنا ہی بہت ہے...... آپ جانتے ہیں کہ میں ان سے دفتری امور کی گفتگو کے علاوہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''مس صبا...... یہ بھی دفتری بات ہے کہ آپ دو دن آفس نہیں آئیں گی۔''

''سر پلیز......'' میں نے اکتا کر کہا اور فون کاٹ دیا۔

''اب تو خیر سے امی کی طبیعت قدرے بہتر تھی تو وہ رمضان اور عید کے لیے شاپنگ کر رہی تھیں۔

''آپ روزانہ شاپنگ مال کیوں چلی جاتی ہیں؟''

''مجھے رمضان اور عید سے پہلے ساری تیاری کرنا اچھا لگتا ہے۔''

''ہم نے عید پر کہیں جانا ہے...... نہ ہمارے ہاں کوئی آئے گا...... اور خالہ کے بعد یہ عید کیسے منائیں گے۔ آپ کچھ نہ کریں عید کے لیے......''

''بیٹا...... عید تو روزوں کا انعام ہوتی ہے، سادگی سے ہی سہی مگر عید کا تہوار تو منائیں گے ہی۔''

''آپ تھک جاتی ہیں، مت گھومیں اتنا...... میں لا دوں گی۔''

''تم گرمیوں کے کپڑے اور رمضان کے لیے سامان لے آنا...... میں تو خیر ہلکی پھلکی شاپنگ کرتی ہوں...... اور مجھے اچھا لگتا ہے، گھر میں رہ کر بور ہو جاتی ہوں اس لیے مزہ آ رہا ہے مجھے۔''

چھٹی کے بعد میں آفس گئی تو اس روز آفس میں دیر ہوگئی۔

اور جب گھر آئی تو بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔

''امی کوئی آیا ہے کیا؟'' میں آواز دیتے ہوئے ان کے کمرے میں چلی گئی۔

دیکھا کہ کمرے میں شاپنگ بیگز بکھرے ہوئے تھے اور امی نیم بے ہوشی کے عالم میں بستر پر پڑی تھیں۔

''امی، امی......!'' میں نے انہیں آوازیں دیں۔

اور انہوں نے کوئی جواب دینے کے بجائے اپنی گردن ٹیڑھی سی کر لی...... اور مجھے یوں لگا جیسے اُن کی گردن ڈھلک سی گئی ہو۔

''امی، امی......'' میں نے ان کی گردن سیدھی کی...... انہیں پکارا۔ مگر میری کسی بھی بات کا وہ جواب نہیں دے رہی تھیں۔

خالہ نے بتایا تھا۔ اگر کوئی بے ہوش ہو جائے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارنے چاہئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں نے پانی کا پورا گلاس ان پر ڈال دیا۔
مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئیں۔
''امی کیا آپ بہت کمزوری محسوس کر رہی ہیں کہ آپ سے بولا تک نہیں جا رہا۔'' اب میں ان کے سرہانے بیٹھی......روتے ہوئے ان سے پوچھ رہی تھی۔
''اللہ کے واسطے امی......آپ مجھے کچھ تو بتائیں...... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پلیز امی......'' روتے، روتے میں پھر سہم کر انہیں چیک کرنے لگی۔
لگ رہا تھا......وہ باہر سے آتے ہی بستر پر جو گریں تو پھر اٹھ نہیں پائیں۔
کہیں، امی بھی خالہ کی طرح مجھے چھوڑ کر تو نہیں چلی گئیں۔
اس احساس نے ہی میرے مساموں سے پسینے کی جیسے بارش سی کر دی۔
''امی آپ......آپ کہاں ہیں؟'' میرے لبوں سے دھیمے سے نکلا۔
میں اب اپنی متورم آنکھوں سے انہیں دیکھے چلی جا رہی تھی۔
اور سوچ رہی تھی......
خالہ جب اپنے کمرے میں مردہ پائی گئی تھیں تو اُن کی گردن بھی تو اسی طرح ڈھلکی ہوئی تھی۔
''اُف امی بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔''
میں امی کے پاس بیڈ پر ہی گر گئی...... میں چیخ، چیخ کر رو رہی تھی......مگر امی کو اتنا احساس نہیں تھا کہ مجھے دلاسا ہی دے دیں۔
اور وہ کیونکر میرے آنسو پونچھ سکتی تھیں......وہ تو اب اس دنیا میں ہی نہیں رہی تھیں۔
یہ سوچ کر میں سرعت سے اٹھی۔ زمین پر پڑا موبائل اٹھایا۔
''اب کسی کو تو بلانا ہی تھا......امی کے آخری سفر کے انتظام کے لیے......
''ندیم خان کو فون کروں......؟'' دل میں خیال آیا۔
''نہیں......وہ کہے گا کہ مجھے اس کی ضرورت کتنی جلد پڑ گئی۔ کیا میں عامر کو بلا لوں......؟'' ذہن میں اس کا نام ابھرا۔
''ہاں، اسی کو فون کرتی ہوں......''
تیزی سے اس کا نمبر ملایا......اور اس نے فوراً ہی اٹھا لیا۔
''کیا بات ہے صبو......''
''عامر، تم آ جاؤ......فوراً آ جاؤ......'' میں آنسوؤں کو پی کر بول رہی تھی۔
اور میں یہ بھول گئی تھی......بعض دفعہ آنسوؤں کا بہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔
یہ نمکین پانی اگر انسان اپنے ہی اندر جذب کرنے کی کوشش کرے تو یہ پورے وجود میں آگ لگا دیتا ہے۔
''اوہ آخر......تم نے مجھے بلا ہی لیا......'' وہ شاید خوش ہو رہا تھا۔
''ہاں، پلیز......جلدی آؤ......'' میں کچھ بھی لفظ سننا نہیں چاہ رہی تھی۔
''گھر پر یا باہر کسی جگہ پر......؟'' وہ ہنس رہا تھا۔
''میرے گھر پر......'' آنسو میرے حلق میں گولے کی طرح اٹک رہے تھے۔
اور پھر جیسے وقت ٹھہر گیا......یا پھر میں ہی ٹھہر گئی......اس کا مجھے علم نہیں......

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں :-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایڈ فری لنکس

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں :-

Downloaded From Paksociety.com

میں شاید پتھر کی ہوگئی تھی......اور ایک جانب بیٹھی سارے بھاگتے ہوئے مناظر دیکھ رہی تھی۔

امی کا جنازہ......اس میں شریک لوگ......لوگوں کا ہجوم......

ندیم کا خاموشی سے آنا......اور عامر کا......ہر معاملے میں آگے......آگے اور بہت آگے ہونا۔

میں بغیر آنسو بہائے یہ سب دیکھ رہی تھی......کہ ندیم خان چپ چاپ آئے تھے......میرے پاس آئے تب بھی ایک لفظ نہیں کہا تھا اور پھر چپ چاپ چلے گئے تھے۔

وقت مزید بھاگ رہا تھا۔

''کب تک یوں تن تنہا سوگ مناتی رہوگی۔'' عامر نے مجھ سے کہا۔

''جب تک مناسکتی ہوں مناتی رہوں گی۔''

''کیوں نہ ہم دونوں مل کر......امی کی باتیں ہر روز کیا کریں۔''

''وہ تو کر ہی رہے ہیں ناں......''

''تم میرے گھر آجاؤ ناں......''

''آپ روزانہ یہاں آتو جاتے ہیں۔''

''مگر مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''کیوں......؟''

''لوگ کیا کہیں گے۔''

''تو پھر......؟''

''تو تم مجھ سے نکاح کرلو......پھر تو کوئی کچھ نہیں کہے گا ناں......''

''نہیں......''

اور یوں عامر کے ساتھ میرا نکاح ہوگیا۔

جب میں دلہن بن کران کے گھر پہنچی تو رئیسہ آنٹی نے کہا۔

''صبا، آخر تم نے تھوک کر خود ہی چاٹ لیا۔''

''کیا کہہ رہی ہیں آپ؟''

سسرال میں قدم رکھتے ہوئے یہ پہلی بات میری ساس نے مجھ سے کی تھی۔

''یہ بات تم نے ہی کہی تھی ناں......کہ اگر میں کبھی عامر سے شادی کروں تو آپ مجھ پر تھوک دیجیے گا۔''

''کہہ دیا ہوگا غصے میں۔''

''انسان سچی باتیں غصے میں ہی کہا کرتا ہے۔''

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟''

''تم نے عامر سے اس وقت شادی کی جب تم ہر طرف سے مایوس ہوچکی تھیں۔تم نے میرے بچے کی زندگی کا بہت سارا وقت تباہ کیا۔''

''اچھا یہ بات تو میں اب بھی نہیں جانتی۔''

عامر اپنی ماں کے مقابلے میں اچھا تھا......مگر جب کبھی......چڑچڑا سا ہوتا تو مجھ سے کہتا......

''صبا، مجھے یہ یقین کیوں نہیں آتا......کہ تم نے ندیم خان سے محبت کرنے کے باوجود شادی نہیں کی۔تمہیں تو مجھ سے نفرت تھی۔تم نے ندیم سے شادی کیوں نہیں کی؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بس میرا دل ہی نہیں چاہا تھا۔''
''منگنی کے بعد تو وہ تمہارے بہت قریب آگیا تھا۔تم دلہن بنی اس کے منہ میں نوالے دیا کرتی تھیں اور وہ تمہیں اپنے ہاتھ سے کھلاتا تھا۔پھر بھی تم نے اس کو چھوڑ کر مجھ سے شادی کر لی۔''
''یہ سب غلط ہے۔''میں چیخی۔
''خاموش،آواز نہ نکلے تمہاری......اب تم مجھ پر حاوی ہونے کی کوئی کوشش نہیں کرو گی۔''
''مگر یہ جھوٹ ہے۔''
''یہ سچ ہے،جب ہوٹل میں،میں نے تمہیں دیکھا تھا تو کیا تم ٹیکا نہیں لگائے ہوئے تھیں۔''
''اوہ......وہ......تو اس نے فرمائش کی تھی۔''
''اور کیا،کیا فرمائش کیا کرتا تھا وہ......یہ ہی تو پوچھنا چاہتا ہوں۔''
''کوئی خاص نہیں......''
''تم اس کے ساتھ کسی مذاکرے میں شرکت کرنے بیرون ملک یا بیرون شہر گئیں؟کسی ہوٹل میں اس کے ساتھ وقت گزارہ،کتنے دن،کتنی راتیں؟''
''آپ کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔''
''جب تم کو شرم نہیں آئی تو مجھے کیوں آئے گی؟دیکھو......یہ تصویریں میرے کسی دوست نے مجھے بھیجی ہیں۔''
میں نے لرزتے ہاتھوں سے موبائل تھاما......تو میری اور ندیم خان کی آفس کی تصویریں تھیں......جو کسی نے غلط کیپشن کے ساتھ عامر کو بھیجی تھیں۔
''یہ تو اخبار کے آفس کی تصویریں ہیں......''
''بڑی فری تھیں تم......ندیم خان سے۔کس قدر بے تکلفی سے باتیں بنا رہی ہو......اور وہ تمہیں کتنی چاہت سے بلکہ کس بے غیرتی سے دیکھے چلے جا رہا تھا۔''
''آپ تو جانتے تھے......ندیم خان میرا منگیتر تھا۔''
''کسی زمانے میں تم بھی تو میری منگیتر تھیں......میں تو تم سے بھی اس حد تک فری نہیں تھا۔''
''آپ ثابت کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟''میں الجھ کر بولی۔
''یہی......کہ تم خاصی بے غیرت لڑکی تھیں......دیکھو اس تصویر میں تمہارا دوپٹا تمہاری گود میں پڑا ہے......اور تم......ایک غیر مرد کو اپنے جلوے دکھا رہی ہو......''
''عامر،پلیز......آپ ایسی باتیں مت کریں......جس سے مجھے اذیت ہو......''
''اوہ......یہ بھی خوب رہی......میں تنہا ایسی تمام اذیتیں خود ہی جھیلوں......؟''
''آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی......اگر میں کوئی اچھی لڑکی نہیں تھی......تو......؟''ایک دن اس کی کڑوی کسیلی جب بہت ہی بڑھ گئیں تو میں نے اس سے کہا۔
''تمہیں تمہاری اوقات بتانے کے لیے......''
''آپ کو مجھ سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔''
''اگر میں تم سے شادی نہ کرتا......تو ندیم خان تم سے شادی کر لیتا......اور تم بالآخر اس کی باتوں میں آ جاتیں۔''
''تو آپ نے مجھے ندیم خان سے چھینا ہے؟''میں نے تمسخر سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم ندیم خان سے پہلے میری منگیتر تھیں...... میں نے تمہیں ندیم خان سے نہیں چھینا بلکہ ندیم خان نے یہ حرکت کی تھی...... اور پھر تم اس پر ایسی فدا ہوئیں کہ میرے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ مجھ سے منگنی کرنا، مجھ سے محبت کرنا...... اور میرا انتظار کرنا...... تمہاری زندگی کی سب سے فاش غلطیاں تھیں۔''

''تو کیا آپ نے مجھے سزا دینے کے لیے مجھ سے شادی کی ہے؟''

''کچھ بھی سمجھ لو......''

''مجھے چھوڑ دو عامر، مجھے چھوڑ دو......'' وہ چیخ اٹھی تھی۔

''نہیں، ایسا تو میں مرتے دم تک نہیں کروں گا۔''

''تو میں تمہیں چھوڑ دوں گی، تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو۔''

''تم فابا نہیں ہو...... جس نے بڑی آسانی سے خلع لے لی۔''

''کیا مطلب ہے...... تمہارا......؟''

''یہاں سے باہر نکلو گی تو کچھ کروں گی ناں...... تم یہاں سے کہیں جا ہی نہیں سکتیں۔''

''تو کیا میں یہاں قید ہوں؟'' عامر تم ایسا نہیں کر سکتے۔''

''میں ایسا ہی ہوں۔'' وہ ہنسا۔ ''تم مجھے نہ جانی ہو اور نہ ہی پہچانی ہو۔ تم نے مجھے...... پاگل کہا تھا ناں...... تو واقعی میں تمہارے لیے اتنا پاگل ہوا...... کہ اصل میں ہی پاگل ہو گیا...... ریئلی میڈ اور ندیم خان کے ساتھ تمہاری وارفتگی دیکھ کر...... میرا ہر لڑکی پر سے اعتماد ہی اٹھ گیا...... صبو تم وہ ہو ہی نہیں جو نظر آتی ہو۔''

''پھر تم اپنا علاج کراؤ......''

''علاج تو میں اب تمہارا کروں گا...... اور ایسا کہ جان جاؤ گی کہ کس سے پالا پڑا ہے تمہارا۔''

جون 2017ء کا دلفریب شمارہ
خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ
مزید
خطوط کی محفل، محفلِ شعر و سخن اور ملک صفدر حیات کی تفتیش

غرق محبت
محبت کے دل آزار معاملات...... جہاں کوئی راز پوشیدہ نہیں رہتا مگر حال دل کسی پر کھلتا بھی نہیں۔ آخری صفحات پر طاہر جاوید مغل کا شاہکار

شکن در شکن
سلطان محمود غزنوی کے عہد کا اگلا پڑاؤ جب بادشاہت اگلی نسل میں ایک الگ ہی دھارے پر چل نکلی۔ تاریخی صفحات پر ڈاکٹر ساجد امجد کا منفرد انداز

شیش محل
پاکستان کے ابتدائی حالات کے تناظر میں بدلتے اور چونکا دینے والے واقعات کا تسلسل...... اسماء قادری کے قلم کی روانی

وقت
وقت کے دلچسپ نشیب و فراز...... اور حالات کے گھاؤ میں لپٹی انوکھی داستان...... حسام بٹ کے خیالات کی پرواز

اس کے علاوہ
سلیم انور، کبیر عباسی، منظر امام، تنویر ریاض، علی اختر اور نعمان اسحاق کی خوبصورت کہانیاں آپ کی منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مجھے مارنا ہے تو مار لو...... میرے لیے تو کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔ اچھا ہے، میں بھی خالہ اور امی کے پاس چلی جاؤں، میں مرنے سے نہیں ڈرتی۔''

''نہیں صبو، ابھی تو تمہیں حساب دینا ہے اور بہت زیادہ۔''

''کیسا حساب؟''

''جب دو گی، تب پتا چلے گا۔''

یہ شخص کیا چاہتا ہے اور کیا چاہ رہا ہے، میں واقعی لاعلم تھی۔ میرا ہر دن اس کی اذیتوں کے ساتھ بسر ہو رہا تھا۔

حیرت کی بات یہ تھی...... رئیسہ آنٹی کو اپنے بیٹے کا ہر اقدام دل سے پسند آ رہا تھا۔

''صبا رحیم صاحبہ ... آج تم بہت اچھا تیار ہو گی......'' ایک دن وہ سرشار سا آیا اور مسکرا کر بولا......

''کیوں......؟ کوئی خاص بات ہے۔''

''ہاں، آج کچھ دوستوں نے ہماری شادی کی دعوت کی ہے۔''

''شادی کی تو ہر دعوت...... آپ نے منع کر دی تھی۔ پھر یہ کیوں قبول کی؟''

''مگر اس دعوت کو قبول کر لیا کہ میرا یہاں جانے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''مگر جانا کہاں ہے؟''

''ہوٹل میں...... تم اگر شادی کا کوئی بھڑکدار جوڑا پہن لو تو......'' اس نے فرمائش کی۔

''اچھا پہن لوں گی۔''

''دیکھو میں تمہارے لیے یہ میکسی لایا ہوں تم پر اچھی لگے گی۔'' اس نے نگوں سے سجی ڈارک میرون کلر کی میکسی دکھاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو کسی دلہن کا ولیمے کا جوڑا لگ رہا ہے۔'' میں ہنسی۔

''تو کیا تم میری خاطر یہ ڈریس نہیں پہن سکتیں؟

''پہن لوں گی......''

''اور جھومر اور ٹیکا بھی پہن لینا۔''

''عامر...... یہ کیا مذاق ہے۔''

''یہ بات تم سے ندیم خان نہیں کہہ رہا...... تمہارا شوہر کہہ رہا ہے۔'' وہ بولا۔

''آپ جو چاہتے ہیں وہی ہو گا...... مگر سب احکام ایک ساتھ ہی بتا دیں۔''

اور جب میں بھاری بھرکم جوڑے میں ملبوس زیورات میں لدی پھندی ہوٹل پہنچی تو استقبال کرنے والوں میں سرفرید کے ساتھ ندیم خان بھی کھڑے ہوئے تھے۔

''معاف کرنا صبا...... تمہاری شادی کی دعوت ہمیں پہلے کرنی چاہیے تھی...... مگر جب عامر نے فون کر کے ہمیں احساس دلایا تو ہم سب کو واقعی شرمندگی ہوئی...... آخر تمہارا میاں کیا سوچ رہا ہوگا...... جس اخبار میں، تم آخر وقت تک جاب کرتی رہیں، وہاں سے تمہارے اعزاز میں ایک ڈنر بھی نہیں دیا جا رہا۔''

''یہ ڈنر، آپ لوگوں کی طرف سے ہے؟'' میں نے ندیم خان کی طرف ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر پوچھا۔

''کیا تمہیں اس کا علم نہیں؟'' سرفرید نے حیرت سے مجھ سے پوچھا۔

''مجھے معلوم ہے سر...... بالکل معلوم ہے......'' اب میں اپنے جملے خود ہی جوڑ رہی تھی جو میرے لبوں پر شاید چ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی نہیں رہے تھے۔
اب عامر، میرا ہاتھ تھام کر یوں چل رہے تھے جیسے ان سے بڑا کوئی عاشق ہو ہی نہیں سکتا۔
''سوئٹی، تمہاری پسند کے ہوٹل میں اس ڈنر سے تمہاری تو بہت سی یادیں تازہ ہوگئی ہوں گی......'' وہ قصداً ندیم خان کو سنا رہا تھا۔
''ہماری ولیمے کی تقریب جلد بازی میں بے حد گھریلو سی ہوگئی تھی۔ کوئی مہمان بھی باہر سے نہیں بلایا تھا...... میری صبو...... دلہنوں کی طرح تیار نہیں ہو سکی تھی...... اس لیے آج اس نے دل بھر کے ارمان نکالے ہیں، ہے ناں صبا......!'' اور میں قصداً شرما رہی تھی۔
''صبا آپ کو دلہنوں کا بہت زیادہ سجنا پسند نہیں تھا...... مگر جب خود اس تجربے سے گزریں...... تو سارے فلسفے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ ماشاء اللہ بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' سر فرید مجھے چھیڑ رہے تھے۔
''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... ہر بیوی اپنے شوہر کے لیے سجنا چاہتی ہے۔'' عامر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
ندیم خان آفس کے دیگر لوگوں کے ساتھ آئے تو ضرور تھے مگر کسی تبصرے میں حصہ لینے سے گریز کر رہے تھے۔
''ندیم بھائی، آپ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ صبا کنواری تو مر سکتی ہے مگر مجھ سے کبھی شادی نہیں کرے گی .مگر دیکھیے وہ مجھ پر کیسے مر رہی ہے۔''
''پرانی باتیں تو دھول بن جایا کرتی ہیں اور آپ ابھی تک دھول مٹی کو ساتھ لیے پھر رہے ہیں......'' ندیم نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔
''نہیں میرے بھائی، انسان کا ماضی اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا کرتا...... میں ماضی میں صبا سے محبت کرتا تھا۔ اس لیے صبا نے میرا انتخاب کیا...... میں اس کے لیے دھول نہیں بلکہ ہیرا ہوں اور اگر صبا کو ذرا یہ اندازہ ہو جاتا کہ مجھ سے زیادہ آپ صبا سے محبت کرتے ہیں...... تو آج صبا میرے ساتھ نہیں بلکہ آپ کے ساتھ ہوتی...... ہے ناں صبا......!''
''عامر صاحب...... یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں...... صبا آپ کی بیوی ہے اور بس...... اس سے زیادہ آپ کو کوئی بات ہی نہیں کرنی چاہیے۔''
''اچھا، میں تو آج بہت سی باتوں کو بے باق کرنے آیا تھا...... اور آپ کو بتانے بھی آیا تھا...... کہ صبا کے دل میں آپ کے لیے کتنی نفرت ہے۔''
''آج کی یہ دعوت...... آپ کی خوب صورت زندگی کے لیے ہم سب کی جانب سے ایک دعا بھی ہے کہ آپ دونوں ہمیشہ خوش و خرم رہیں اور ساتھ، ساتھ رہیں۔'' سر فرید نے ایک تلخ گفتگو کو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا تھا کہ انہیں عامر کی باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔
کھانا بہت لذیذ تھا...... مگر عامر کی باتیں سن کر میرے حلق میں تو پانی بھی پھنس رہا تھا...... کیسی چھچھوری باتیں کر رہا تھا وہ......!
مگر عامر...... سب کے سامنے اپنے ہاتھوں سے میرے منہ میں نوالے دے رہا تھا...... جن کو نگلنا میرے لیے دو بھر ہو رہا تھا۔ سر فرید اور دیگر مہمان یہ سب حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا یہ دعوت کسی طرح ختم ہو...... اور میں یہاں سے بھاگ کر کہیں چلی جاؤں...... مگر یہ دعوت تو شیطان کی آنت کی طرح لمبی تھی...... جس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کی ایک، ایک ساعت مجھ پر گراں گزر رہی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر...... سر فرید نے گولڈ کا لاکٹ سیٹ مجھے تحفے میں دیا اور اسی ڈیزائن میں عامر کے لیے کُرتے کے چاندی کے بٹن تھے۔

''سر آپ کا یہ تحفہ...... مجھے واقعی دل سے پسند آیا ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ بندیا ضرور دیں گے۔ صبا کو بے حد پسند ہے۔ اور آپ لوگ تو ایسے تحائف اسے اس کی سالگرہ تک پر دیتے رہے ہیں۔'' عامر کے پاس کیا نہیں تھا کہاں سے ایک، ایک بات کی رپورٹ پہنچی ہوئی تھی۔

''اللہ آپ کے گھر میں مزید خوشیاں لائے...... ہم بندیا بھی دے دیں گے۔ صبا ہماری ایسی بہن اور ایسی آفس ورکر ہے جسے ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔''

سب کے جانے کے بعد بھی میں ہراساں سی کھڑی تھی...... جیسے یہاں آ کر میں نے تذلیل سی اٹھائی ہو۔

''تم پر مرنے والے دفع ہو گئے...... چلو گھر اب۔'' وہ میرا بازو پکڑ کر یوں چل رہا تھا جیسے مجھے کھینچتا ہوا لے جا رہا ہو۔ ''فرید کا بچہ کہہ رہا تھا کہ وہ بھی تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا...... تمہارا تو سارا آفس ہی تم پر فدا تھا...... بہت اچھی ورکر تھیں ناں تم......''

''ہاں وہ تو میں تھی۔'' میں نے کہا۔

''عامر تمہیں یہ بتانا چاہیے تھا کہ یہ دعوت سر فرید کی جانب سے تھی۔''

''پھر تم آنے سے جو انکاری ہو جاتیں۔''

''میں کیوں نہ آتی...... میرے ادارے کی جانب سے دعوت تھی...... جہاں میں جاب کرتی تھی...... میں تو خوشی سے آتی۔''

''اپنے سابقہ محبوب جو آخری وقت تک تم سے شادی کرنے کی کوششیں کرتا رہا...... اس کی موجودگی کیا تمہیں دل سے پسند آئی ہے...... جو ایسی خوشی کا اظہار کر رہی ہو۔''

''عامر میری شادی ہو چکی ہے...... اور شادی کے بعد کیا لوگوں سے میل ملاپ ختم کر دینا چاہیے۔''

''ہاں کر دینا چاہیے...... کیونکہ تمہارا دامن صاف نہیں ہے۔''

''عامر، آپ غلط کہہ رہے ہیں۔''

''اب کیا تم مجھ سے لڑو گی...... اس بات کے لیے۔''

''ہاں، اپنے کردار کی بات پر میں خاموش نہیں رہ سکتی۔''

''زبان چلاؤ گی کیا مجھ سے...... یہ بتانا چاہتی ہو کہ تم چونکہ ڈبیٹر رہ چکی ہو اسی لیے خاموش رہنا نہیں بلکہ خاموش کروانا جانتی ہو۔''

''عامر، تم مجھے ایک لوز کریکٹر کی لڑکی ثابت کرنا چاہ رہے ہو...... جو میں کبھی نہیں رہی......''

''تم ہو ایسی لڑکی...... اگر تم جیسی لڑکی سے میں نے شادی کر لی...... تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارے اوصاف ہی تبدیل ہو جائیں گے۔'' وہ چیخ کر بولا۔

''آپ جھوٹ بول رہے ہیں...... آپ جانتے ہیں کہ میں کیسی لڑکی رہی ہوں۔'' میں بھی پوری توانائی سے چیخی۔

اور اس نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر مارا۔

بھاری بھرکم ہاتھ...... پوری طاقت سے میرے منہ پر پڑا تو میرا سر گھوم گیا۔

اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں کہاں تھی...... میرے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میں تاریکیوں میں سفر کر رہی ہوں۔

ایم آر آئی کراتے ہوئے جیسے پورا جسم ایک مشین میں جاتے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے ہم کسی قبر میں جا رہے ہیں...... ایسا ہی احساس مجھے اس سمے ہو رہا تھا...... قبر کی جانب تیزی سے کوئی سفر چل رہا ہے۔

باہر کا شور، آوازیں...... بہت دور سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

اور پھر امی کی آواز بھی سنائی دی تو ایسے لگا جیسے وہ بھی میرے اریب قریب ہی ہیں۔

پھر شور بڑھا...... مختلف آوازیں، میرے ساکت وجود میں جھٹکے سے پیدا کرنے لگیں۔

اور جب میں نے اپنی آنکھیں کھولیں...... تو میں کتنے سارے لوگوں میں گھری ہوئی تھی۔

''میں کہاں ہوں......؟'' کمزور سی آواز میں، میں نے پوچھا۔

''اسپتال میں......'' ڈاکٹر نے میرے پاس آکر کہا۔

''مگر میں اسپتال میں کیوں ہوں......؟'' مجھے پھر عامر کا رویہ یاد آیا۔

''آپ ایک ہفتے سے بے ہوش تھیں...... الحمدللہ آج آپ کو ہوش آیا ہے۔''

''میں بے ہوش کیوں ہوئی تھی؟''

''آنٹی بے ہوش ہو گئی تھیں...... ان کو دیکھ کر تم بھی بے ہوش ہو گئیں...... مگر اللہ کا شکر ہے کہ بے ہوش ہونے سے پہلے تم مجھے فون کر چکی تھیں۔'' عامر نے پاس آکر کہا۔

''میں نے آپ کو بلایا تھا؟''

''ہاں، حالانکہ میں حیران بھی تھا...... ندیم خان کو فون کرنے کے بجائے مجھے کیوں فون کر دیا گیا؟'' وہ قدرے ہنس کر اور قدرے زعم سے بولا۔

''ہاں آنٹی بہت خوش ہوئیں...... جب انہیں پتا چلا کہ تم نے مجھے بلایا تھا۔''

''امی کہاں ہیں......؟''

''وہ تمہیں ہوش میں آتا دیکھ کر شکرانے کے نفل ادا کر رہی ہیں۔''

کچھ دیر میں امی بھی میرے پاس تھیں۔ اور بار، بار مجھے چوم رہی تھیں۔

''اللہ کا شکر...... میری بچی...... کو ہوش آ گیا...... اگر اس کو کچھ ہو جاتا تو میں جی کر کیا کرتی......''

''امی...... میں شاید کسی لمبے سفر پر چلی گئی تھی۔''

''کیسا سفر......؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''پتا نہیں...... آگہی کا سفر تھا شاید......''

''تم میں تو کوئی عقل نہیں...... تو آگاہی کیسے ہوگی۔'' عامر نے دلچسپی سے یہ سب دیکھتے ہوئے قدرے شوخ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ یہ بات تو عامر ٹھیک کہہ رہے ہیں، مجھ میں واقعی عقل نہیں ہے۔''

''دیکھا آنٹی...... ہوش میں آتے ہی پہلے میری بات سے اتفاق کیا ہے...... یہی بات میں نے آپ سے کہی تھی ناں......''

عامر ہنس رہا تھا...... اور میں خاموشی سے اپنا تجزیہ کر رہی تھی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہمیشہ ہی نہیں رہتے کبھی چہرے نقابوں میں
سب ہی کردار کھلتے ہیں کہانی ختم ہونے پر

اسپتال سے ڈسچارج ہوکر میں نے پہلا فون ندیم خان کو کیا تھا اور دوسرا فون عامر کو......

میں نے عامر کو فون کیوں کیا تھا...... چلیں...... بعد کی بات پہلے بتا دیتی ہوں...... وہ میرا فون سن کر چہک کر بولا۔

''طبیعت بالکل ٹھیک ہے ناں......؟''

''ہاں الحمدللہ......اور آپ کا شکریہ...... آپ نے نہ صرف امی کی دیکھ بھال کی بلکہ مجھے اسپتال تک پہنچایا۔''

''یہ تو میرا فرض تھا...... جب تم نے مجھے پکارا تھا...... تو مجھے ہی آنا تھا...... اب کوئی دوسرا تو میری جگہ لینے سے رہاناں......!'' اب وہ ہنس رہا تھا۔

''عامر جب میں نے آپ کو فون کیا...... تو آپ کو حیرت ہوئی تھی؟''

''حیرت سے زیادہ...... اچنبھا ہوا تھا...... کہ تم آفس میں ندیم خان کے ساتھ ہوتی ہو اور فون مجھے کر رہی ہو...... اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ زندگی کسی اچنبھے کے ساتھ نہیں گزارنی چاہیے...... کہ بار، بار حیرت کے جھٹکے لگتے رہیں۔ میرے پاس ندیم خان سے زیادہ دولت ہے...... تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی......'' (میری بات کا مطلب وہ سمجھ گیا تھا)

''اور دل کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''وہ تو میرا بہت بڑا ہے...... ایک کروڑ سے زیادہ مالیت کے زیورات تمہیں دے کر بھول گیا...... کبھی میں نے ایک مرتبہ بھی تم سے کہا...... کہ اگر تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو کم از کم ہمارے زیورات تو واپس کردو......!''

''اوہ...... آنٹی نے آپ کو کچھ بتایا ہی نہیں؟ ویری سیڈ......'' مجھے واقعی تعجب ہوا تھا۔

''کیا کہنا چاہتی ہو......؟'' اب حیران ہونے کی اس کی باری تھی۔

''آنٹی سے ہماری جب ملاقات ہوئی تھی تو وہ کچھ دنوں بعد ہی آپ کی خالہ کے ساتھ آکر تمام زیورات لے کر جا چکی تھیں۔''

''مت جھوٹ بولو...... ایسی کوئی بات ہوتی تو مجھے پتا ہوتی۔''

''مجھے تو آنٹی کے مکر جانے کا احساس تھا...... اس لیے زیورات کی تفصیل کے ساتھ ان کی وصولی کی تصویر کے ساتھ ان کے دستخط بھی لے لیے گئے تھے۔'' (موبائل کی وجہ سے بہت آسانی ہوگئی تھی)

''مکاری اور جعلسازی میں ہر کام کرلیا جاتا ہے۔ صاف بات بتاؤ کہ کیا کہنا چاہتی ہو...... مجھے فون کرنے کی کوئی خاص وجہ......؟''

''آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا اور آپ کو بتانا تھا...... کہ اب میں واقعی ندیم خان سے شادی کرنے جارہی ہوں۔''

''ضرور کرلو...... مگر مجھ جیسا محبت کرنے والا تمہیں اس دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ملنے والا......'' لہجے میں تمسخر مزین تھا۔

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... اور میری دعا ہے کہ آپ کو آپ جیسی ہی کوئی بے حد اچھی لڑکی ملے...... کہ میں تو اس کیٹیگری میں واقعی نہیں آتی۔''

عامر نے بک جھک کر فون بند کردیا تھا...... اور میں نے جب طمانیت کے ساتھ نظریں اٹھائیں تو...... ندیم خان چپ چاپ، اداس سے گھر میں داخل ہورہے تھے۔ وہ حیران تھے انہیں گھر میں کیوں بلایا گیا ہے۔

''میں نے آفس سے چھٹی لی تو...... آپ بھی چھٹی لے کر بیٹھ گئیں......'' وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ظاہر ہے..... آپ کی حرص تو کرنی ہی تھی.....'' ان کی بات سن کر میرے لبوں پر مسکراہٹ سی پھیل گئی۔
''کیا مطلب.....؟'' نظریں جھکائے، جھکائے پوچھا گیا۔
''بعض باتوں کے نہ معنی ہوتے ہیں، نہ مطالب.....مگر وہ باتیں پھر بھی اچھی لگتی ہیں.....دلوں کو مسحور کر دیا کرتی ہیں.....'' میں نے ان کے ہی جملے دُہرائے۔
''مگر کیوں.....؟'' ابرو چڑھا کر پوچھا گیا۔
''اس لیے..... باتیں کرنے والے جو اچھے لگا کرتے ہیں۔'' میں نے انہیں دیکھ کر کہا۔
''اچھا، اچھا.....'' بے دلی سے کہا گیا..... میں سمجھ گئی تھی کہ وہ کچھ نہیں سمجھے۔
''آپ کو پتا ہے، میں امی کو دیکھ کر خود بھی بے ہوش ہوگئی تھی۔''
''آنٹی کیوں بے ہوش ہوگئی تھیں؟''
''ان کا شوگر لیول کم ہوگیا تھا۔''
''اور آپ کیوں بے ہوش ہوگئی تھیں؟''
''امی کو دیکھ کر..... میں سمجھی کہ وہ بھی خالہ کی طرح مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔''
''تو کیا مجھے فون کر کے بلا نہیں سکتی تھیں؟''
''آپ پر تو غصہ تھا ناں..... کیسے بلاتی.....؟''
''اوہ، یہ بات تھی.....'' وہ مزید چپ سے ہوگئے۔
''آپ کو پتا ہے میں ایک ہفتے بے ہوش رہی.....''
''مجھے کوئی بتاتا تو پتا چلتا ناں.....'' وہ بے چین سے لہجے میں بولے۔
''آپ تو دبئی میں بیٹھ کر میرے احوال سے باخبر رہا کرتے تھے۔''
''ہاں رہتا تھا.....''
''تو پھر اب اتنے بے خبر کیوں ہوگئے؟''
''پچھلے ایک ہفتے سے میں بیمار تھا..... آفس بھی نہیں آرہا تھا..... تو مجھے کیسے پتا چلتا۔''
''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''
''میں تو ٹھیک ہوں..... تمہارے سامنے بیٹھا ہوں..... اب تم اپنی طبیعت بتاؤ.....''
''میں بھی ٹھیک ہوں..... اور اسی لیے تو آپ کو بلایا ہے کہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔''
''کیا مطلب.....؟'' وہ چونکتے ہوئے بولے۔
''اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟''
''کیسا پروگرام.....؟'' وہ حیرت سے مجھے دیکھے جا رہے تھے..... کہ پتا نہیں کیا دھماکا کرنے والی ہوں۔
''اب کیا یہ بات بھی مجھے ہی کہنی ہوگی کہ آپ سادگی سے بارات لے کر کب میرے گھر آرہے ہیں؟''
''صبا، کیا واقعی.....؟'' وہ بیٹھے سے کھڑے ہوگئے۔
''میرا مطلب ہے کہ تم مان گئی ہو؟'' اب وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے پوچھ رہے تھے۔
''ہاں، ندیم.....'' میں قدرے شرما کر بولی۔
''اللہ کا شکر.....'' وہ سرشار لہجے میں بولے۔
''آپ پوچھیں گے نہیں..... میرے اندر یہ بدلاؤ کیوں آیا.....؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں...... مجھے تم سے کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''
''پھر بھی کچھ تو پوچھنا چاہیے...... مجھ سر پھری لڑکی سے۔''
''نہیں صبو...... مجھے کچھ نہیں پوچھنا...... میرے لیے یہی بہت ہے...... اللہ نے تمہارے دل میں میری محبت کو قائم رکھا۔''
''بچھڑنے کے بعد دلوں میں غلط فہمیاں اور بدگمانیاں بھی تو پیدا ہو جاتی ہیں...... آپ کے دل میں اگر کچھ ایسا ہے تو پلیز کہہ دیں۔''
''نہیں صبو...... نہ کوئی بدگمانی، نہ غلط فہمی...... زندگی کی راہ میں تم مجھ سے بچھڑ ضرور گئی تھیں مگر ہماری محبت نہیں کھوئی تھی۔ اور سچی محبتیں کبھی گم شدہ نہیں کہلاتیں۔''
''پھر بھی کچھ تو پوچھو...... عامر کے بارے میں سوالات...... میری بے ہوشی میں اس نے مجھے اسپتال پہنچایا...... امی کی علیٰحدہ دیکھ بھال کی...... مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر وہ بے حد خوش بھی ہوا...... عامر کے بارے میں کوئی تفتیش کرنی ہو تو......''
''کیسی باتیں کر رہی ہو تم...... عامر جیسا بھی ہے مگر اس میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں...... اور جب میرا عامر سے کوئی واسطہ ہی نہیں تو میں عامر کے بارے میں کیوں پوچھوں گا؟''
''اس نے مجھے بہت ستایا بھی تھا۔''
''معاف کر دو...... کہ زندگی میں ہمارا ہر طرح کے لوگوں سے سابقہ پڑا کرتا ہے...... تو ہمیں اپنے ہی طریقے سے زندگی بسر کرنی ہوتی ہے...... ان کی باتوں کے جواب ان کے انداز میں نہیں دے سکتے۔''
''ہاں، یہ تو ہے......'' میری آنکھوں میں پتا نہیں کیوں آنسو آ گئے تھے۔
''صبا تم میرا حال ہو...... اور میرا مستقبل...... ہمارے پاس باتیں کرنے کے لیے بہت کچھ ہے...... تو پھر ہم عامر کی باتیں کیوں کریں گے بلکہ اس موضوع پر تو شاید کبھی بات ہی نہیں ہوگی...... ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں......'' وہ میرے جھکے ہوئے سر کو اٹھا کر بولے۔
''جی......'' میں نے دھیمے لہجے میں کہا۔
''تم نے خواہ مخواہ مجھے اتنا انتظار کروایا...... کیا یہ بات پہلے نہیں کہہ سکتی تھیں......'' اب وہ شوخ ہو رہے تھے۔
''ندیم! ہر بات کا وقت مقرر ہے...... اور ہر کام میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوا کرتی ہے...... میری طویل بے ہوشی ایک ایسی آگاہی تھی جو میرے اندر کسی چھپے ہوئے خوف کو شاید زائل کرنے کے لیے تھی۔''
''ہو سکتا ہے...... اصل زندگی میں ایسا کچھ نہ ہوتا...... مگر زندگی کو خوف، ڈر اور وسوسوں کے ساتھ بسر کرنے سے کہیں بہتر ہے اسے ہم سرشاری سے آزادانہ طور پر اور محبت کے ساتھ بسر کریں۔''
''اور اس کے لیے اللہ نے میرے لیے آپ کو ہی منتخب کیا تھا۔''
''ہاں...... اپنی کوتاہیوں اور خامیوں سمیت میں صرف تمہارا ہوں......'' وہ مسکرا رہے تھے۔
چشمہ آنکھوں سے اتار کر ہاتھ میں لے لیا تھا......
اور میں سوچ رہی تھی...... ذہنی رفاقت سے بڑھ کر بڑی رفاقت کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔
اور ندیم خان سے مجھے واقعی سچی محبت تھی...... اور جسے میں اب واقعی کھونا نہیں چاہتی تھی۔

(ختم شد)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

سالگرہ کا دن آیا ہے

نفیسہ سعید

****

''میں سوچ رہی ہوں اس دفعہ اپنی سالگرہ دھوم دھام سے مناؤں......'' شفا کے الفاظ تھے یا کوئی بلاسٹ...... جو کمرے میں موجود تمام افراد کے آس پاس زوردار آواز سے ہوا ہر فرد اسے آنکھیں پھاڑ کر ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی آسمانی مخلوق ہو۔

''تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا، ہوش میں ہو تم، بلاوجہ اول فول بکے جا رہی ہو۔'' سب سے پہلے آگے بڑھ کر اسے ہوش میں لانے کی جرأت تارا نے کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

''ارے، اس میں دماغ خراب ہونے والی کون سی بات ہے...... سالگرہ کیا پاگل لوگ مناتے ہیں۔ پتا نہیں تم لوگوں کے دماغ اتنے چھوٹے کیوں ہیں جو بلاوجہ ہر بات کا بتنگڑ بنالیتے ہو۔''

''آہستہ بولو آہستہ، ابا جی ساتھ والے کمرے میں ہی موجود ہیں انہوں نے جو سن لیا تو سمجھو قیامت آجائے گی۔'' تارا نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے سمجھانا چاہا......

''اُفوہ ایک تو تم لوگ پتا نہیں کیوں ہر بات میں ابا جی سے خوف زدہ ہوجاتے ہو سالگرہ منانا کوئی گناہ کا کام تو نہیں جس پر ابا جی میرے کافر ہونے کا فتویٰ جاری کردیں گے۔''

''تم اچھی طرح جانتی ہو انہیں سالگرہ جیسی خرافات قطعی ناپسند ہیں ویسے بھی ہمارے مذہب میں سالگرہ کا کوئی تصور موجود نہیں اور اسلامی نقطۂ نظر سے یہ قطعی غلط عمل ہے۔''

''اچھا پھر ایک کام کرو قرآن یا حدیث کی رو سے مجھے ثابت کر کے دکھاؤ کہ سالگرہ منانا یا اپنی کسی خوشی کا اہتمام کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے تائب ہوجاؤں گی اور آئندہ کبھی سالگرہ منانے کا سوچوں گی بھی نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی قرآنی آیت دکھاؤ یا کوئی حدیث کیونکہ اس کے بغیر سنی سنائی باتوں کو میں نہیں ماننے والی۔''

''یہ انگریزوں کا طرزِ عمل ہے جس پر عمل کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔'' تارا کے پاس سوائے اس کے کوئی دلیل نہ تھی لہٰذا اس نے سالگرہ کو انگریزی عمل قرار دے کر شفا کو روکنا چاہا......

''پیاری بہنا تم شاید بھول گئیں انگریزوں کے دیے ہوئے بہت سارے کام ایسے کام ہیں جن پر ہم کھلے دل سے عمل کررہے ہیں مثلاً چھری کانٹے کا استعمال، کھڑے ہو کر کھانا کھانا، الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے پیدائش سے قبل جنس جاننا...... انگریزی تعلیم کو اپنے لیے ترقی کا ضامن سمجھنا۔ پزا اور نوڈلز بھی اسلامی کھانے نہیں ہیں، یہ بھی انگریزوں سے ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ایسا ہم استعمال کررہے ہیں جس کا تعلق اسلامی معاشرے سے بالکل نہیں پھر صرف ایک سالگرہ ہی کیوں جسے لے کر بلاوجہ کا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے بہر حال پچھلے ہفتہ زارا نے اپنی سالگرہ منائی تھی اور اگلے ماہ میں بھی منانے والی ہوں اور اس سلسلے میں، میں کسی کی کوئی بات نہیں سننے والی...... سمجھیں......'' اتنا کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں بلکہ کھٹ، کھٹ سیڑھیاں چڑھتی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے اس لڑکی کا...... تم چھوڑ دو باپ کو پتا چلا تو خود ہی سیدھا کردیں گے۔'' شفا کے منظر سے غائب ہوتے ہی امی بھناتے ہوئے بولیں۔

''ارے اسے تو ہر کام کا ایسے ہی جوش چڑھتا ہے جب گھر میں کوئی اس کی باتوں پر توجہ نہیں دے گا تو خود ہی سیدھی ہوجائے گی۔''

یہ رائے دادی اماں کی تھی جو شاید یہ بھول گئی تھیں کہ اس بار ان کا سامنا شفا سے ہوا ہے تارا سے نہیں جو ہر بات میں جلد ہی ہار مان جانے کی عادی تھی۔

☆☆☆

وقت گزرنے کے ساتھ گھر والوں کو لگا شاید شفا اس دن جو کہہ رہی تھی وہ مذاق تھا مگر ایسا نہیں تھا جس کا اندازہ امی کو اس شام ہوا جب ٹیوشن پڑھانے والے بچوں کی فیس آتے ہی اس نے سامان کی ایک چھوٹی سی لسٹ اسمٰعیل کے حوالے کردی۔

''یہ کیا سامان ہے آپا؟'' لسٹ میں موجود کچھ چیزیں اسمٰعیل کی سمجھ میں بالکل نہیں آئیں تو وہ جلدی سے پوچھ بیٹھا۔

''کیک بنانے کے اجزا ہیں جو صرف فلاں سپر مارکیٹ سے ہی ملیں گے۔''

شفا کی بات سنتے ہی مشین چلاتی امی کا ہاتھ یک دم رک گیا انہیں یاد آیا دو دن بعد دس مئی ہے یعنی شفا کا یومِ پیدائش...... مطلب کہ وہ اپنی سالگرہ والی ضد پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ابھی تک قائم تھی۔

’’ایک منٹ رکو اسمعیل ......‘‘

ماں کے پکارتے ہی باہر نکلتا اسمعیل رک گیا۔

’’یہ تم کیک کس کے لیے بنا رہی ہو؟‘‘

شفا نے ابھی کچھ عرصہ قبل ہی آن لائن کیک بنانا سیکھا تھا۔اور کیونکہ بیکنگ اس کا شوق تھا لہٰذا وہ بہت جلد اس میں ماہر بھی ہوگئی تھی، یہ ہی وجہ تھی جو وہ شام میں محلے بھر کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی اور اس سے جو رقم حاصل ہوتی تو اپنا بیکنگ کا شوق پورا کرنے میں صرف کردیتی۔

’’کمال ہے اماں میں کون سا پہلی بار کیک بنا رہی ہوں جو آپ کسی ایمان دار تفتیشی افسر کی طرح فوراً تحقیقات میں مصروف ہوگئیں۔‘‘

بیٹی کی بات...... سنتے ہی رحیمہ بیگم شرمندہ ہوگئیں......

’’اب پلیز یہ مت کہہ دیجیے گا کہ کیک بھی چونکہ انگریزوں کی روایت ہے اس لیے اسے بنانا اور کھانا دونوں مسلمانوں پر حرام ہیں۔‘‘

’’دیکھو بیٹا، میری بات دھیان سے سنو اور سالگرہ منانے والی ضد چھوڑ دو، تمہارے ابا نے سنا تو بہت خفا ہوں گے۔ وہ سالگرہ کو شیطانی عمل قرار دیتے ہیں۔ اور تم جانتی ہو انہیں انگریزی روایتوں سے کس قدر نفرت ہے جس کی بنا پر وہ کوئی بھی ایسا کام پسند نہیں کرتے جو انگریزوں سے مسلمانوں کی ثقافت میں شامل ہوا ہو اور سچی بات تو یہ ہے کہ بیٹا کے سالگرہ والے دن ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوجاتا ہے تو پھر سوچو بھلا سال کم ہونے کی خوشی کیوں منائی جائے۔‘‘

’’اپنی، اپنی سوچ ہے امی...... ورنہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ ہر سال اپنی پیدائش والے دن اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس کی بدولت ہم نے یہ دنیا دیکھی اور امید کرنی چاہیے کہ اگلے سال بھی ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب ہو......‘‘

بات تو درست تھی مگر یہاں......سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ یہ بات فرقان احمد کو کون سمجھائے جن کی پشتوں میں کبھی سالگرہ جیسی خرافات شامل نہ تھیں اور نہ ہی ان

کی جاناں میں کون؟

کوئی کہتا ہے خاک مجھے کوئی کہے خاشاک
کوئی کہے مجھے پاگل، مجنوں کوئی کہے آفاق
مجھ کو علم و عمل سے پیار اور نہ کچھ میں جانوں
کوئی سمجھے مجھے سیدھی سادی کوئی سمجھے چالاک
مجھ کو اپنے کام سے پیار ہے کام ہی بس ہے پیارا
کوئی کہے مجھے اچھی قائد کوئی کہے خوش اخلاق
ہر فن مولا بننا چاہوں ہر ہنر میں سیکھوں
کوئی کہے مجھے ہر فن مولا کوئی کہے بے باک
کام کروں میں دھیرے، دھیرے کچھوے کی چال چلوں
کوئی کہے مجھے سست، نکمی، کوئی کہے ہے طاق
نام ہی کچھ میرا ایسا ہے خیر ہی خیر دیکھی
کوثر تو بس مانگے ہے ہاں ’’کوثر‘‘ کی املاک

شاعرہ: کوثر خالد، جڑانوالہ

کے خاندان میں ایسی روایات کو پسند کیا جاتا...... وہ سب تو خاصے دین دار مذہبی لوگ تھے جن میں جانے کیسے شفا جیسی لبرل لڑکی پیدا ہوگئی جو بلاشبہ نماز، روزے کی پابند تھی مگر کسی سنی سنائی بات پر عمل کرنا جیسے اس کی شان کے خلاف تھا...... جب بھی مذہبی حوالے سے کوئی بات کی جاتی وہ فوراً قرآن و حدیث کا حوالہ مانگ لیتی، یہ ہی سبب تھا جو اس کے سامنے کوئی بھی بات کرتے ہوئے گھر کے تقریباً سارے ہی افراد محتاط رہتے...... عجیب لڑکی تھی جب کسی کی مدد کرتی تو مذہب نہ دیکھتی اس کا کہنا تھا کہ صدقہ و خیرات مذہب دیکھ کر نہیں کیا جاتا اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر کافر اور غیر مسلم کا رزق بند کردیتا اور جب وہ کافر و غیر مسلموں کو رزق دے رہا ہے تو پھر ہم کون ہوتے ہیں اس کی مخلوق میں فرق کرنے والے...... اسی سبب وہ ہر سال رمضان میں اپنے بچائے ہوئے پیسوں سے جو راشن لیتی وہ بِنا مذہب کی تفریق کے کسی بھی جگہ لے جا کر مانگنے والوں میں تقسیم کر آتی۔ حالانکہ دادی جان نے کئی بار سمجھایا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صدقہ، خیرات صرف مسلمانوں کے لیے ہے مگر مجال ہے جو وہ مجھتی الٹا سوال کرتی اگر صرف مسلمان اللہ کی مخلوق ہیں تو پھر دوسرے انسان اس زمین پر کیوں ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ انہیں رزق کیوں دے رہا ہے؟

''دادی ماں، غریب تو صرف غریب ہوتا ہے جسے دو وقت پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے روٹی درکار ہے اسے بھلا مذہب سے کیا لینا دینا۔''

''ارے لڑکی توبہ کرو، بلاوجہ کی کفریہ باتیں ہر گز اچھی نہیں لگتیں۔'' دادی ماں کو شفا کی گفتگو ذرا نہ بھائی اور وہ ہمیشہ کوشش کرتیں کہ بلا ضرورت اس کے منہ نہ لگیں مگر اس بار جو دھما کا اس نے کیا تھا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ہر فرد اس کے متھے لگ رہا تھا جس کی... فی الحال شفا کو کوئی پروانہ تھی اور وہ تن تنہا ہی اپنی سالگرہ کی تیاریوں میں پورے جوش و خروش سے مصروف تھی ایسے جیسے اسے گھر کے کسی فرد کی کوئی فکر نہ ہو اور یہ بات یقیناً خاصی خطرناک تھی۔

☆☆☆

''اماں.....'' رات کھانا کھاتے ہی صفیہ ساس کے پاس آ بیٹھیں۔

''کل شفا نے شام پانچ بجے اپنی کچھ سہیلیوں کو گھر بلایا ہے۔'' آہستہ آہستہ انہوں نے تمہید باندھی۔

''اے دلہن صاف، صاف کہو لڑکی باغی ہوگئی ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر کل کیک کاٹنے والی ہے۔''

''جی.....'' صفیہ بیگم نے حلق میں آیا تھوک..... بہ مشکل نگلا۔

''تم نے فرقان احمد کو بتایا کہ اس کی اولاد کیا گل کھلانے جا رہی ہے۔'' اماں نے تسبیح لپیٹ کر تکیے کے نیچے رکھی اور خود سیدھی ہو بیٹھیں۔

''نہیں اماں، مجھ میں اتنی ہمت نہیں جو میں اس بات کا تذکرہ اُن سے کروں۔ اس سلسلے میں، میں آپ کے پاس آئی تھی کہ ہو سکے تو آپ ان سے بات کریں، بچی ہے کیا فرق پڑتا ہے جو زندگی میں ایک بار اپنی کوئی خوشی منالے۔ کل کو سسرال جا کر یہ چونچلے کون کرتا ہے سب اپنی زندگی کی الجھنوں میں گم ہو جاتے ہیں۔''

صفیہ آخر ماں تھیں جو یہ جان چکی تھیں کہ سالگرہ منانا شفا کے دل کی ایک ایسی خواہش بن چکی تھی جسے مزید دبانے کی صورت میں وہ زیادہ ابھر کر باہر آتی جیسے کوئی لاوا پھٹا ہے اس لیے انہوں نے بہتر سمجھا کہ اس سلسلے میں ساس اور شوہر کو آمادہ کرنے کی کوشش کریں۔

''دیکھو دلہن ماں، باپ کا کام اولاد کو اچھا اور برا سمجھانا ہوتا ہے نہ کہ ان کے غلط فیصلے کی حمایت کر کے اسے صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنے پاس سے دلیلیں گڑھ لی جائیں۔''

اماں کا جواب سن کر صفیہ کو اندازہ ہوگیا کہ وہ پہلے ہی مرحلے پر ناکام ہو چکی ہیں، اب فرقان احمد سے مزید کوئی بات کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا جہاں ایک طرف بیٹی کی ضد تھی وہاں دوسری طرف میاں کی طرف سے لگائی گئی پابندیاں...... انہیں کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کریں کس کا ساتھ دیں۔ جانتی تھیں کہ کوئی بھی ان کی بات نہ سنے گا...... اس لیے اللہ پر سارا معاملہ چھوڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

☆☆☆

آج دس مئی تھی، شفا صبح سے ہی کچن میں مصروف تھی۔ دوپہر میں ایک اچھا سا کیک تیار کر کے اس نے فریج میں ٹھنڈا کرنے کے لیے رکھ دیا تھا۔ عید کا سوٹ نکال کر استری کر کے ہینگ کر دیا نہ چاہتے ہوئے بھی تارا نے اسے ایک اچھا سا عطر بطورِ تحفہ لا دیا جبکہ امی نے خاموشی سے اس کی دوستوں کے لیے بریانی اور شامی کباب تیار کر لیے اور دادی ناک پر چشمہ دھرے صبح سے ہی تینوں ماں، بیٹیوں کو اپنی، اپنی کارروائیوں میں مصروف دیکھ رہی تھیں مگر خاموش تھیں...... انہیں بیٹے کا انتظار تھا جو عام طور پر عصر کی نماز کے بعد گھر کا ایک چکر ضرور لگاتے اور پھر مغرب کے لیے جو باہر نکلتے تو عشا کے بعد ہی واپسی ہوتی اور آج تو دادی دل سے چاہ رہی تھیں کہ فرقان احمد گھر آئیں اور دیکھیں کہ کس طرح اُن کی لاڈلی بیٹی کیک کاٹنے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تیاریوں میں مصروف ہے۔

شفا کی تین چار سہیلیاں تھیں جو شام پانچ بجے ہی گھر آ گئی تھیں شومئی قسمت زارا اپنے ساتھ غباروں کی ایک تھیلی بھی لے آئی جو انہوں نے آتے ہی پُھلا کر دالان کی سامنے والی دیوار پر لگا دیے ساتھ ہی رنگ برنگے ربن تھے جن سے دیوار کو مزید سجاوٹ بخش دی گئی پھر شفا کی دو تین طالبات بھی تحائف لے کر آ گئیں۔ صفیہ دل ہی دل میں بہت گھبرا رہی تھیں اور ان کے لبوں سے مسلسل یہ دعا جاری تھی کہ آج فرقان احمد کو کوئی کام یاد آ جائے اور وہ عشا کے بعد ہی گھر آئیں مگر وہ جو کہتے ہیں کہ ناں کہ ہونی کو کوئی نہیں روک سکتا تو اس وقت بھی ایسا ہی ہوا اور پونے چھ بجے دروازے پر ہونے والی مخصوص دستک سے انہیں علم ہوگیا کہ فرقان احمد گھر آ گئے ہیں۔ اب جو بھی تھا انہیں دالان سے گزر کر ہی اپنے کمرے میں جانا تھا اور پھر ایسا ناممکن تھا کہ سامنے سجی ہوئی دیوار پر ان کی نظر نہ پڑتی اور تھوڑی دیر بعد ہی کیک کاٹنے کے ساتھ ہونے والا شور بھی لازمی ان کے کانوں تک پہنچنا تھا۔

''یا اللہ کچھ ایسا ہو جائے کہ آج ہماری عزت رہ جائے، فرقان احمد گھر آئی مہمان بچیوں کے سامنے کہیں بے عزتی نہ کر دیں۔''

دل ہی دل میں دعا مانگتی وہ مسلسل بیرونی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں جب اسے دھکیلتے ہوئے فرقان احمد اندر داخل ہوئے‘ ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا ڈبا تھا صفیہ کو قطعی نظر انداز کرتے وہ دالان کی جانب بڑھ گئے۔ صفیہ بھی تیزی سے ان کے پیچھے لپکیں‘ انہوں نے دیکھا سامنے تخت پر بیٹھی اماں کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ جھلک رہی تھی جو غالباً ان ماں بیٹیوں کی ہونے والی متوقع بے عزتی کے تصور سے مزید گہری ہوگئی۔

''السلام علیکم ابا جی......'' تارا انہیں دیکھتے ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''السلام علیکم انکل......'' ہر بچی نے باری، باری انہیں سلام کیا جس کا سر کے اشارے سے جواب دیتے وہ شفا کی جانب بڑھے۔

''پیدائش کا دن مبارک ہو بیٹا، اللہ تعالیٰ تمہیں ہر سال یہ دن دیکھنا نصیب فرمائے اور یہ تمہارا تحفہ......'' اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتے انہوں نے ڈبا شفا کی جانب بڑھا دیا۔

''اوہ بہت، بہت شکریہ......'' ڈبا کھول کر دیکھتے ہی وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ اس میں ایک خوب صورت چاکلیٹ کیک تھا جس پر سالگرہ مبارک کے الفاظ لکھے تھے۔

''شکریہ میرا ادا کرو بچی، جس نے تمہارے اس پروگرام کی اطلاع فرقان احمد کو دی ورنہ تم ماں، بیٹیاں تو سب کچھ چھپا کر کرنے جا رہی تھیں۔'' آگے بڑھ کر دادی نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

''بہت شکریہ دادی ماں......'' یقیناً آج وہ دل سے خوش تھی جس کا اندازہ اس کی آواز سن کر بخوبی لگایا جاسکتا تھا اور بیٹی کو ملنے والی اس معمولی سی خوشی نے فرقان احمد کو بھی اندر تک شانت کر دیا...... سچ تو یہ ہے کہ زندگی میں خوشیاں سمیٹنے کے لیے اگر ان خاص دنوں کا خیال رکھا جائے اور ایک حد کے اندر رہ کر اگر عید تہوار کے ساتھ، ساتھ ایسے ہی کچھ دن بھی منا لیے جائیں تو شاید کوئی حرج نہیں...... اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھاتے فرقان احمد کے کان گانے کے بول سن کر کھڑے ہوگئے انہوں نے پلٹ کر دیکھا شفا کی چھوٹی سی شاگرد بڑی تندہی سے گا رہی تھی۔

''جنگل میں منگل تیرے ہی دم سے......
سب نے یہ شور مچایا ہے
سالگرہ کا دن آیا ہے''

ہلکا سا مسکراتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں داخل ہوگئے اور شفا نے اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر کیک کاٹتے ہوئے آج کے اس دن کو اپنی زندگی کے یادگار دنوں میں شامل کر دیا جس کا انتظار اسے مزید ایک سال تک پھر کرنا تھا......

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

ناولٹ

من جانباز م

سحر ساجد

آٹھواں حصہ

"موی تمہیں تیمور کے فوجی ہونے پر اعتراض ہے ناں..... تو اگر وہ فوج کی نوکری چھوڑ دے تو.....؟" موی نے حیرت سے چاچو کو دیکھا، یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔

"ایسا ہو سکتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بالفرض ایسا ہو جائے تو.....!"

"تو.....!" موی نے کندھے اچکائے یوں جیسے سمجھ نہ پائی ہو۔ "تو اعتراض ختم....."

چاچو نے ایک گہری سانس لی۔

"تم جانتی ہو ایسا نہیں ہو سکتا، یہ ممکن ہی نہیں۔ میں اب کیا خالد بھائی کو یہ بولوں کہ تیمور کی فوج کی نوکری چھڑوا دیں..... تب ہم اپنی بیٹی کا رشتہ دیں گے۔ موی! ایسا کبھی ہوا ہے؟ کسی نے کیا بھی ہے؟"

"تو پھر آپ انکار کر دیں ناں..... بڑی سیدھی سی بات ہے جسے آپ سب لوگوں نے mess (مسئلہ) بنا رکھا ہے۔" وہ چڑی تھی۔

"ہاں! ہم نے mess بنا رکھا ہے کیونکہ ہمیں یہ پروپوزل بھی غنیمت نظر آتا ہے۔ باپ نہیں ہے تمہارا موی..... اور سرپرست میں ہوں..... میں ہی ہوں اور یہ..... یہ میرے ہاتھوں کی طرف دیکھو....."

حبیب نے جذبات سے کہتے ہوئے یک دم اس کے آگے ہاتھ جوڑے تھے..... اور یہ ڈراما نہیں تھا، وہ واقعی میں مجبور ہوئے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

گل ششدر رہ گئی تھیں اسے ایموشنل بلیک میل کرنا طے ہوا تھا..... ایسا کرنا طے نہیں ہوا تھا۔ ہرگز بھی تو نہیں ...... وہ بے اختیار اونچی آواز سے رو پڑی تھیں۔ عائلہ وہاں نہیں تھی ..... ورنہ اس کی حالت زیادہ بری ہوتی۔

موی، ایک لئے محض ایک لمحے ..... کے لیے ساکت ہوئی اور پھر چبھتی سرد نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ یک دم اس نے اپنی گردن کے گرد لپٹا اسٹول کھولا اور اسے چاچو کے قدموں میں زور سے گرایا تھا۔

گل کا رونا تھما..... دل کو کسی نے مٹھی میں کس کر جکڑا..... حبیب کا چہرہ بے اختیار سرخ ہوا تھا۔

”مجھے مجبور نہ کریں، میرا باپ نہیں تو آپ سب لوگوں کو حق حاصل ہوگیا ہے کہ مجھے مجبور کریں؟ آپ میرے ولی ہیں..... لیکن شادی کے لیے زبردستی نہیں کرسکتے..... آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے ..... بالکل بھی نہیں..... اور اگر یہ زبردستی کی گئی تو جان لیں ”ہاں“ کسی صورت نہ ہوگی..... آپ کے ہاتھ میرے سامنے جڑے ہیں..... میرا دوپٹا آپ کے پیروں میں ..... فیصلہ خود کیجیے گا..... کہ کیا چیز زیادہ طاقتور ہے۔“ ٹھنڈی بے تاثر آواز میں کہہ کر وہ رکی نہیں بلکہ بھاگ کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ گل اور حبیب..... اپنی، اپنی جگہ ساکت تھے یوں جیسے حرکت کرنا حرام ٹھہرا دیا گیا ہو..... گناہ قرار دے دیا گیا ہو۔

”حبیب مجھے معاف کرنا..... معاف کر دینا یہ سب میری وجہ سے.....“

اور حبیب نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ جھک کر نم آنکھوں کے ساتھ پیروں میں پڑا اس کا اسٹول اٹھایا اور اسے منہ کے قریب لے جا کر چوما تھا۔ مرے، مرے قدموں کے ساتھ وہ گل کی طرف بڑھے تھے۔

”وہ ہم سے زیادہ بڑی کھلاڑی ہے بھابی..... وہ بہت ذہین ہوا کرتی تھی..... اور آپ نے دیکھ لیا۔ ذہانت کو کوئی آنچ نہیں آتی..... اسے چھوڑ دیں..... یہ ہی واحد حل ہے..... اس کے لیے سب کچھ کرنے والا اللہ ہے..... میں اور آپ کچھ نہیں..... جو کرے گا، اب وہی کرے گا اور ہم صرف انتظار کریں گے..... میرا اللہ کافی ہے، وہ ہی کافی ہے، میری بیٹی کے لیے.....“ اس کا اسٹول گل کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولے تھے۔

”اس کا باپ نہیں..... اور میں اس کا ولی ہوں..... مگر اس کو مجبور کیسے کرسکتا ہوں..... کیسے؟“

پھر گل نے وہ دکھ بھری بڑبڑاہٹ سنی تھی۔ اور موی کے اسٹول کو سینے میں بھینچ کر وہ گھٹ گھٹ کر رو پڑی تھیں۔

کسے حق تھا کہ اس سے وہ حق چھینتا جو اس کے رب نے اسے دے رکھا تھا..... ہاں کسے تھا حاصل یہ حق.....؟

☆☆☆

وہ جب کمرے میں آئی تو کوئی چیز فشارِ خون کو بلند کرنے کا سبب بن رہی تھی۔ کیا..... وہ نہیں جانتی تھی۔

لیکن..... وہ..... وہ دکھ تھا، اندر کا دکھ تھا۔ سرخ ہوتا چہرہ..... ناک کے نتھنے پھڑ پھڑاتے ہوئے اور سب سے پہلی چیز جو ہاتھ لگی وہ سائڈ ٹیبل پر پڑا ٹیلی فون سیٹ تھا..... اس نے سیٹ اٹھا کر دیوار پر دے مارا..... بیڈ کی شیٹ کھینچ کر اتاری..... اور گول مول کر کے زمین پر پٹخی ... تکیوں نے ہاتھوں کے وار سہے تھے۔ الماری میں سے سب کپڑے نکال کر اس نے نیچے فرش پر پٹخے تھے۔ دیوار پر لگی کلاک کو اپنا جوتا دے مارا..... کھڑکی پہ پڑے پردوں کو اس وحشیانہ انداز میں کھینچا تھا کہ ان کی راڈ ٹیڑھی ہوگئی۔

اور یہ کافی عرصے بعد ہوا تھا.....

مجیب عالم کے دکھ کے بعد..... اسے آج پھر کچھ محسوس ہوا تھا۔ ویسا ہی دکھ..... اسے رونا نہیں آیا کرتا تھا..... اس کے ساتھ یہ ہی ہوا کرتا تھا۔ غم محسوس نہ ہوتا تھا ایگریشن بن کر نکل جاتا..... بہہ جاتا، کمرے میں سے اب بھی چیزیں پٹخنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

ہر دفعہ کسی چیز کے ٹوٹنے یا پٹخنے پہ گل بے ساختہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنکھیں بند کرلیتیں اور جسم ایک جھٹکا کھاتا تھا..... لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں تھیں۔

حسیب بھی غم کا بوجھ کندھوں پر لیے اپنے کمرے میں بیٹھے وہ آوازیں سن رہے تھے۔ عائلہ نے اوپر کمرے میں جانا چاہا پر.... حسیب نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور وہ حیرت سے حسیب کو تکنے لگی۔

اسے کیا معلوم کہ کیا ہوا تھا..... کیا ہو چکا تھا۔ اور سب کچھ بکھرنے، ادھیڑنے اور فرش و دیوار پر دے مارنے کے بعد وہ تھک کر زمین پر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے بیٹھی تھی۔ یقیناً..... حسبِ معمول بی پی ہائی ہو چکا تھا۔ اس کا سرخ چہرہ یہ بتا رہا تھا اور بہت اچھی طرح سے بتا رہا تھا۔

آوازوں کا شور خاموش ہوا تو گل نے نظریں اٹھا کر کمرے کی جانب دیکھا۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر وہ بے حد تھکے سے انداز میں اٹھی تھیں۔

ایک ہاتھ میں اس کا اسٹول تھا اور دوسرے ہاتھ سے ریلنگ کا سہارا لے کر وہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔ کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھولا۔

وہ کمرے کے بیچوں بیچ سر کو دونوں ہاتھ سے تھامے بیٹھی تھی۔

گل آہستہ قدموں سے آگے بڑھیں جھک کر اس کا اسٹول اس کے کندھے پر رکھا اور بڑھ کر دراز سے اس کی میڈیسن تلاشنے لگی تھیں۔ وہ بے حس و حرکت اسی حالت میں بیٹھی رہی تھی۔

چند لمحوں بعد انہوں نے میڈیسن اسے پکڑائی تھی۔ اس نے دیکھے بنا میڈیسن پکڑی..... پانی کے بغیر ٹیبلیٹ نگلی اور فرش پر کمر سیدھی کر کے لیٹ گئی تھی۔

''مجھے اکیلا چھوڑ دیں.....'' گل نے اسے کہتے سنا تھا۔

انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اسی بے حد تھکاوٹ زدہ سے انداز میں کمرے سے باہر نکل کر دروازہ بھیڑ دیا تھا۔ اور کمرے کے اندر وہ زمین پر چت لیٹی..... چھت کو گھورے جا رہی تھی۔

معلوم نہیں یہ تکلیف کی کون سی حالت تھی.....؟ جو بھی تھی..... بیان نہیں کی جا سکتی تھی..... وجہ نہیں ڈھونڈی جا سکتی تھی..... کوئی لاجک نہیں دی جا سکتی تھی۔

☆☆☆

وہ وطن سے دور تپتے صحراؤں، ریگزاروں کی سرزمین پر تعینات تھا۔

وہ ایک گرم دن تھا..... دور آسمان پہ سورج کی زرد اور تیز چمکیلی دھوپ تلے..... ایک چیل اپنی کریہہ آواز نکالتے ہوئے چکر کاٹ رہی تھی۔

وہ سب ابھی ابھی ایک کامیاب کارروائی کر کے لوٹے تھے۔ وہ ہنس رہے تھے، وہ مگن تھے، وہ مسرور تھے اور..... موت نے اپنی چادر پھیلائی تھی..... اپنے پنجے کھول دیے۔ ایک فوجی قافلہ چلا جا رہا تھا۔

ایک فوجی ٹرک اور اس کے آگے ایک فوجی جیپ' کیپٹن حیدر علی جیپ چلا رہا تھا۔ میجر نوید سندھیلہ نے اس کے کان میں کچھ کہا۔

حیدر ہاتھ کی الٹی مٹھی ہونٹوں پر رکھ کر مسکرایا یا پھر شاید مسکراہٹ ضبط کی تھی اور..... اور وہ ہی مسکراہٹ اچک لی گئی' دھماکا ہوا..... آگ بلند ہوئی..... چیخ و پکار..... جلتے بھڑکتے وجود اور اب اس کا وجود ایک نشیبی علاقے میں بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ ایک فوجی جوان رسے کی مدد سے ہیلی کاپٹر سے ڈیپلائی کیا گیا..... اس کے قدموں نے ایک دھپ کی سی آواز پیدا کرتے ہوئے زمین کو چھوا..... خاک اڑی، گرد بکھری..... وہ جوان تیزی سے اس بے حس و حرکت وجود کی طرف بڑھا تھا۔

اس کا جسم کیا مردہ تھا؟ کیا اس میں سانسیں تھیں یا جسم اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا؟ کیا زندگی اپنی آخری ہچکی لینے کو تھی.....؟ زندگی.....؟ ہاں..... یہ بس آخری ہچکی لینے کو تھی۔ پسینے میں شرابور، گندے چہرے والا جسم..... وردی پہ جابجا خون اپنا رنگ جما چکا تھا..... اس کے ایک پاؤں میں خاکی رنگ کا بوٹ تھا..... دوسرا نہ جانے کدھر گیا..... اور وہ لمبا..... چوڑا..... وجود... جو کتنا بڑا لگتا تھا ناں..... یوں بیچارگی سے بے حس و حرکت لیٹے ہوئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تو ایک فوجی کو لینے موت اسی طرح سے آتی ہے۔نو پروٹوکول نو پریولج......''

جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو، بس تیار ہو جاؤ...... ریڈی، گیٹ ریڈی۔ خاک میں اٹا چہرہ...... گندی وردی...... بڑھے ہوئے گندے ناخنوں والے ہاتھ...... جن پہ نہ جانے کون سی کالک جمی تھی...... اور وہ ایک غیر ملک کی زمین پہ...... مٹی میں لتھڑا پڑا تھا...... بے حس و حرکت، ساکت...... اس نے جان ملک کے لیے دینے کا سوچ رکھا...... مگر کسی غیر ملک میں یوں...... بے سرو سامانی کی حالت میں بنا فائٹ کیے، لڑے بنا، وہ چپ چاپ جان دے دے گا؟ ایسے یہ کبھی نہیں سوچا تھا...... نہیں...... کبھی نہ سوچا تھا۔

اور وہ ایک گرم دن تھا......

آسمان پہ پھیلی سورج کی زرد روشنی کے تلے ایک چیل اپنی کریہہ آواز نکالے چکر کاٹ رہی تھی۔

اور وہ آواز محض آواز تھی کیا؟

کیا وہ موت کا سندیسہ نہیں تھی؟

☆☆☆

وہ 1 ستمبر 2009ء کا دن تھا...... فضاؤں میں حبس اب بھی اپنے پورے معنوں کے ساتھ موجود تھا...... سانس معلوم نہیں کیوں کھینچ کھینچ کر لینی پڑتی تھی۔

یہاں تو اِک حبس کا سا موسم تھا اور لگتا تھا کہ ٹھہر گیا ہے......

گرمی اب بھی ختم نہیں ہوئی تھی...... اتنے سارے، بہت سے گزر جانے والے دنوں میں...... اِک دن کو بھی حیدر سے رابطہ نہیں ہوا تھا۔ اس کی آواز سننے کو نہیں ملی تھی۔ بس اِک خیریت کی اطلاع کسی کے ذریعے آجایا کرتی تھی اور وہ تیزی سے گردش کرتے ہوئے اس تک پہنچ جاتی تھی جواباً اس کی نظریں سوال کرتیں......

''وہ خود کب آئے گا......؟'' اور جواب کسی کے پاس نہیں تھا...... اور جن کے پاس ہونا چاہیے تھا...... ان کے پاس بھی نہ تھا...... ہنیا نے دو سال لگا کر جو سمجھ بوجھی تھی...... وہ ان چند دنوں میں بھک سے اڑی اور اڑ کر غائب ہوگئی، معدوم ہو کر رہ گئی تھی۔ اب حال پچھلے دو سالوں جیسا نہیں تھا...... اب غصہ تھا حالانکہ کرنل صاحب اسے سب بتا چکے تھے...... مگر پھر بھی اسے غصہ تھا کوئی یوں بھی کرتا ہے...... یوں بھی......؟ بنا بتائے کوئی تسلی، کوئی دلاسا دیے بنا...... وہ اسے سوتا چھوڑ کر چلا گیا تھا اور اس طرح سے گیا تھا کہ آواز تک کا رابطہ نہیں رہا...... وہ آلے ذرا...... بات تک نہ کرے گی...... شکل تک نہیں دیکھے گی...... اب کہ...... اب وہ اسے معاف نہیں کرے گی...... دو سال کی 'جدائی' اس نے معاف کردی...... چند دن کا ہجر بھاری تھا اور اس قابل نہ تھا کہ معاف کیا جاتا...... اب کی بار وہ آئے تو سہی...... تو ہنیا اسے بتائے گی کہ وہ ہے کون......؟ وہ کیا سمجھتا ہے خود کو؟

ٹھیک ہے ڈیوٹی کال تھی...... اسے جانے کی جلدی ہوگی...... ایمرجنسی ہوگی...... لیکن...... لیکن...... ایک چند سیکنڈز کی کال...... ایک چند جملوں پہ مشتمل میسج تو وہ اسے کر ہی سکتا تھا ناں...... اب اگر وہ آکر کہے بھی کہ نہیں میرے پاس تو اتنا بھی ٹائم نہیں تھا، جھوٹ...... فضول بات...... وہ نہ مانے گی...... بالکل بھی نہیں مانے گی...... تو وہ اب یہ بہانہ بنائے گا...... اسے ہنیا، ہنیا کے لیے چند سیکنڈز نہ ملے...... اوہ کم آن...... وہ بچی تو نہ تھی...... جو بہل جاتی......

تو اب کی بار وہ ایک دفعہ آئے تو سہی......

آتو لے ذرا...... تب وہ جان لے گا کہ ہنیا نام کس شخصیت کا ہے۔

''دن جب گن گن کر گزارنے پڑتے ہیں تو بتاتے ہیں......'' وہ بھی انگلیوں پہ دن گزار رہی تھی...... اور ہر بیت جانے والے یوم پہ اس کا دکھ، غصہ، درد، کرب کچھ اور بڑھ جاتا......

دو سال اور چند ماہ پہلے...... وہ اگر اتنا پریکٹیکل ہونے کا مظاہرہ نہ کرتا تو ان کی شادی ہو چکی ہوتی۔

''مگر یہ فوجی...... الٹی کھوپڑی کے...... کھڑوس، خر دماغ thick skinned وہ ہی کرتے ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جواُن کی سمجھ میں آتا ہے..... مجال ہے جو کسی دوسرے کی بات بھی سننا گوارا کریں.....'' جب غصہ اور تکلیف حد سے بڑھتا تو وہ سیل فون نکالتی..... نہایت ہی طیش سے ایک میسج اس کے نمبر پر بھیج دیتی..... جب وہ سیل آن کرے گا تو جانے گا کہ ہر دن کتنا تکلیف دہ تھا...... خوف کے معنی اوڑھے ہوئے تھا۔ وہ کب آئے گا...... آئے گا بھی یا.....؟

اور وہ گھبرا جاتی..... پھر سے غصے سے بھرا میسج اس کے بند نمبر پر بھیجنے لگتی..... 'I hate you' کے الفاظ اسے بھیجتی..... اور یہ انتہا تھی..... بے بسی کی..... بیچارگی کی وہ اور کیا کرتی.....؟ ہاں بھلا کیا کرتی؟

اس دن آسمان پر عجب زرد، اداس دھوپ پھیلی تھی..... اتنا عجیب سا، بیزار سا دن طلوع ہوا تھا..... دل ہر فون بیل پر دھڑک اٹھتا..... دروازہ کھٹکنے پر اس کی جان ہوا ہو جاتی..... امی اس کا نام پکارتیں تو ایک زبردست سی جھرجھری اس کے پورے بدن میں جاگ اٹھتی......

یہ کیسا عجیب دن تھا..... کیسا عجیب..... ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ ان دو سالوں میں بھی نہیں اور آج سے پہلے گزرنے والے دنوں میں بھی نہیں.......

کتنے دن ہو چکے کہ حیدر کی کوئی اطلاع نہ آئی تھی۔ اور وہ کئی غصے والے طیش سے پُر الفاظ والے میسجز اس کے بند نمبر پر سینڈ کر چکی تھی۔

اس دن نماز پڑھتے ہوئے بھی عجیب کیفیت...... ذہن حاضر نہ تھا..... بھٹک، بھٹک جاتا تھا...... سنبھلنے میں آتا تھا نہ سمجھنے میں..... یہ ہو کیا رہا تھا اور یہ تو اس کی آخری سوچ بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ مر کر بھی یہ گمان نہیں کر سکتی تھی کہ حیدر کو کچھ ہو گیا تھا۔

وہ ہی کچھ جس کے اندیشے نے اسے ہر دن اپنی گرفت میں لیے رکھا تھا۔

برے خیال آتے پر وہ جھٹک دیا کرتی کہ خیال تو خیال ہے..... حقیقت سے اس کا کیا واسطہ..... کیا تعلق.....؟ کہاں کا ربط؟ کیسا ناتا؟ لیکن نہیں جانتی تھی کہ خیال اپنی بدتر حقیقت سے جا ملا تھا۔ واسطہ قائم ہو چکا اور تعلق بن چکا......

اور اس سب سے بے خبر بنیا ذوالفقار اس عجیب سے دن میں اپنی عجیب تر حالت کو سمجھنے سے قاصر نظر آتی تھی۔ کیا اس کے لیے تقدیر نے سازش کر دی؟ قسمت نے غدر مچا دیا تھا......

محبتیں جب شمار کرنا تو سازشیں بھی شمار کرنا
جو میرے حصے میں آئی ہیں وہ اذیتیں بھی شمار کرنا
جلائے رکھوں گی صبح تک میں تمہارے رستوں میں اپنی آنکھیں
مگر کہیں ضبط ٹوٹ جائے تو بارشیں بھی شمار کرنا
جو حرف لوحِ وفا پہ لکھے ہوئے ہیں ان کو بھی دیکھ لینا
جو رائگاں ہو گئیں وہ ساری عبارتیں بھی شمار کرنا
یہ سردیوں کا اداس موسم کہ دھڑکنیں برف ہو گئی ہیں
جب ان کی یخ بستگی پرکھنا، تمازتیں بھی شمار کرنا
تم اپنی مجبوریوں کے قصے ضرور لکھنا وضاحتوں سے
جو میری آنکھوں میں جل بجھی ہیں وہ خواہشیں بھی شمار کرنا

☆☆☆

یہ صبح صادق کا وقت تھا...... جب ایک ائر ایمبولینس نے بے نظیر انٹرنیشنل ائرپورٹ اسلام آباد کے رن وے پہ لینڈ کیا تھا۔ باڈی کو فوری طور پر ائرایمبولینس سے نکال کر باہر لایا گیا اور اس سے بھی کہیں تیزی کے ساتھ اسے ایمبولینس وین...... میں منتقل کیا گیا تھا۔ اطلاع ملتے ہی کرنل صاحب ائرپورٹ پہنچ چکے تھے..... عادل سوات میں تھا..... اور ابھی راستے میں تھا۔ انہوں نے ہی باڈی کو ریسیو کیا تھا۔

ایک آرمی مین کو باپ بنتے کتنی دیر لگتی ہے..... یہ انہوں نے جان لیا تھا۔ وہ ایمبولینس وین میں اس کے ساتھ نہیں بیٹھ سکے تھے۔ وہ آگے بیٹھے تھے......

وہ گیا کیسے تھا، اور آیا کس طرح دکھ رگوں کو کاٹ رہا تھا..... تکلیف جان لینے کے درپے تھی، یہ اب جان لے ہی لے تو اچھا ہے۔

عمر رسیدہ باپ..... جوان بیٹوں کو ایسے کیسے دیکھ سکتے ہیں بھلا؟ چاہے وہ ایک فوجی ہی کیوں نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو...... کتنا بھی مضبوط سہی...... کتنے بھی قوی اعصاب سہی...... جگر جتنا بھی بڑا سہی...... دل جیسا بھی سخت سہی...... ایک آرمی مین کو باپ بنتے دیر نہیں لگتی...... نہیں لگی تھی۔ انہوں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا۔

''حید...... رر...... حیدر...... ر......'' وہ نام نہیں تھا...... سسکیاں تھیں۔

''دو سال ہوگئے ہیں آرمی کی جنت میں رہتے ہوئے...... ذرا ssg کی دوزخ کا مزہ بھی چکھنے دیں......''

''آپ نے کبھی محبت کی ہے...... کر کے دیکھیں پاپا...... بلیومی...... اچھے ذائقے والی چیز ہے......''

''اچھی بیوی کا مطلب کسی کرنل کی بیٹی ہی نہیں ہوتا پاپا......'' یادیں جملوں کے تیروں کی صورت برس رہی تھیں...... اور وہ صرف نڈھال نہیں، ختم نظر آئے تھے۔ ان کا شیر جوان بیٹا...... آہ...... کہ ان کا شیر جوان بیٹا...... ایمبولینس کا بھدا سائرن...... کانوں کے پردے پھاڑ دینے کو تھا۔

یہ آواز دل کو عجیب طرح سے جکڑتی تھی...... ہراساں کرتی تھی...... اور یہ سائرن محض سائرن نہیں ہوتا یہ موت کی آواز ہے...... موت کا الارم...... ایمبولینس وین کا رخ اب سی ایم ایچ راولپنڈی کی طرف تھا۔

☆☆☆

"arrhythmia" اس کی حالت کو اسی ایک لفظ میں بیان کیا جانا ممکن تھا۔ قریب کوئی آٹھ بجے فون کی بیل نے پورے گھر کو جھنجوڑا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی...... لیکن یوں جاگی جیسے اسی ایک کال کی آس میں حواسوں کو جگا رکھ چھوڑا ہو...... وہ بستر سے اتری...... ننگے پاؤں کمرے سے باہر کی جانب بھاگی، دوپٹا ندارد، کھلے بال اور برہنہ پیروں کے ساتھ جب وہ ٹیلی فون اسٹینڈ تک آئی تو امی فون ریسیو کر چکی تھیں۔

وہ بے تابی کے ساتھ ان کے چہرے کو دیکھنے لگی...... فون سنتے، سنتے امی نے یک دم منہ پر ہاتھ رکھا۔

''آہ......'' منہ سے ایک آواز نکلی اور وہ رو پڑیں۔

''حیدر...... حیدر......'' فون رکھ کر امی نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ان سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔

''حیدر ICU میں ہے۔'' وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھیں۔

''ذوالفقار...... ذوالفقار......'' اور پھر روتے ہوئے ہنیا کے ابو کو پکارتے، پکارتے وہ وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔

اور ہنیا......

''آئی سی یو...... حیدر......؟'' انتہائی بے یقینی حد سے گزری حیرت کے ساتھ وہ بڑبڑائی۔

یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کیونکر یہ ممکن ہوا......؟ اور پھر وہ پیروں مڑی، ہنسی تھی...... بھاگی تھی...... دھڑ دھڑ کرتے سیڑھیاں چڑھی تھی اور کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ یک دم ساکت ہوئی۔ ایک دم سے ذہن سے ہر چیز بھک کر کے اڑی تھی۔ وہ کیا کرنے آئی تھی؟ کیا......؟

وہ کیوں کمرے میں اس طرح بھاگتی آئی......؟

کیوں؟ اس نے مڑ کر اپنے پیچھے سیڑھیوں کو دیکھا وہاں سیڑھیوں کے اختتام پہ عنبرین کھڑی تھیں جنہوں نے پکار کر اسے جلدی آنے کا کہا تھا۔

اور آنکھوں کے سامنے ایک زبردست روشنی کا جھماکا ہوا...... اس نے تیزی کے ساتھ حرکت کی...... چابیاں اٹھائیں...... دوپٹا لیا اور جوتا پہننا بھول گئی، وہ اسی طرح برہنہ پیروں کے ساتھ نیچے آئی تھی۔ پورچ میں جا کر وہ گاڑی کا لاک کھولنے لگی تھی۔

مگر چابی کی ہول میں جا ہی نہیں پا رہی تھی...... وہ بھول چکی تھی کہ اک بٹن دبانے سے لاک کھل جاتا ہے۔ لاکھ کوششوں کے بعد بھی چابی کی ہول میں نہیں جا رہی تھی...... اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ پیچھے سے آکر ذوالفقار صاحب نے نرمی سے اس کے ہاتھ سے چابی لی اور دروازہ کھول کر اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا تھا۔ جب وہ مڑ کر ڈرائیونگ سیٹ کی جانب جانے لگے تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یک دم ان کی نظر اس کے پیروں پر پڑی تھی۔ ہونٹ بھینچ کر انہوں نے رخ بدلا تھا۔

''عنبر...... عنبرین...... ہنیا کا جوتا لے آؤ......''

پیچھے آتی بیوی کو انہوں نے کہا تھا۔

عنبرین نے آکر اس کے پیروں میں جوتا پہنایا...... اس کے لمبے بالوں کو یوں ہی جوڑے میں باندھا۔

''اللہ سب بہتر کرے گا......'' پھر اس کے سر پر بوسا دیتے ہوئے کہا تھا۔

وہ اسی کیفیت میں بیٹھی رہی......

بے یقینی، حیرت، کپکپاتا وجود...... بدن اور جان کا تعلق ،ٹوٹتا ہوا، بے جان ہوتا ہوا...... خاک بنتا ہوا جسم...... یہ کیسے ہو گیا...... کیسے؟ تو ایسا ہونا بھی لکھا تھا؟ تقدیر کی سازش...... قسمت کا غدر...... ہا ہائے......

☆☆☆

جب فوجی جوان عین اس کے بے حس و حرکت وجود کے پاس اترا تو زندگی اپنی آخری ہچکی لینے کے واسطے تیار تھی......اس نے فوراً اسٹریچر نیچے پھینکنے کو کہا تھا۔

جب تک اسٹریچر نیچے پھینکا جاتا وہ دونوں ہاتھوں کا دباؤ عین اس کے سینے پر ڈال کر پش کرتا رہا اور ساتھ ہی اس کو اپنے منہ کی مدد سے آکسیجن بھی فراہم کرتا رہا تھا۔

جب اسٹریچر نیچے آیا تو سیفٹی بیلٹس کی مدد سے حیدر کی باڈی کو اسٹریچر کے ساتھ باندھ کر اوپر اٹھایا گیا تھا......ہیلی کاپٹر میں defibrillator کی مدد سے الیکٹرک شاک دیا گیا تھا۔ وہاں مکمل ابتدائی طبی سامان موجود تھا۔الیکٹرک شاک ملنے کی وجہ سے اس کی سانس بحال ہوئی اور نبض چلنے لگی۔

وہیں سے اسے جدہ کے ایک اسپتال میں منتقل کیا گیا تھا۔ ابتدائی رپورٹس کے مطابق اس کی ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ کومے میں تھا۔ اس حادثے میں اس کے علاوہ چار اور لوگ بھی شامل تھے مگر وہ واحد بچ جانے والا پاکستانی تھا۔ضروری

میں سے تم

اکثر یوں بھی ہوتا ہے
جب یاد تمہاری آتی ہے
اور
میری نیند چراتی ہے
آنکھوں میں نمی بھر جاتی ہے
میں دور کہیں کھو جاتی ہوں
اور
میں سے تم ہو جاتی ہوں

از: ارم کمال، فیصل آباد

جادو

لوگ بھی اچھے ہوتے ہیں اگر مشکل وقت نہ آئے تو کیونکہ مشکل وقت دنیا کا سب سے بڑا جادو ہے۔ جو ایک لمحے میں آپ کے چاہنے والوں کے چہروں سے نقاب ہٹا دیتا ہے۔

داخلہ

ادب، احترام اور حسنِ اخلاق کی دنیا بہت بڑی وشاندار ہے۔

لیکن......اس کا دروازہ اتنا چھوٹا وتنگ ہوتا ہے کہ اپنا سر جھکائے بغیر اس میں داخلہ ممکن ہی نہیں......

از: فرح طاہر قریشی، ملتان

پیارا رشتہ

☆زندگی کتنی بھی مصروف کیوں نہ ہو جائے، کچھ لوگوں سے ہمارے دھیان کا ایسا پکا رشتہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری یادوں اور دعاؤں سے کبھی دور نہیں ہوتے......ایسا ہی پیارا رشتہ میرا پاکیزہ، اراکینِ پاکیزہ اور قارئینِ پاکیزہ کے ساتھ ہے......پروردگار اس رشتے کو سدا تازہ رکھنا......(الہٰی آمین)

از طرف، نگینہ ضیا بنگش، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ٹریٹمنٹ دینے کے بعد حیدر کو پاکستان بھیج دیا گیا تھا۔

اور اب...... وہ تھا اور مشینیں تھیں...... اور ایک یخ بستہ آئی سی یو ہوش و حواس سے بیگانہ...... وہ لمبا وجود...... اس بے بسی کے ساتھ لیٹا تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ شیر جوان بیٹے یوں...... اس طرح موت و حیات کے بیچ میں لٹکنے کے لیے پیدا کیے جاتے ہیں، نہ پروان چڑھائے جاتے ہیں۔ کوئی ان کو بتائے کہ وہ یوں زخم خوردہ چہرے کے ساتھ لیٹے ہوئے بالکل بھی نہیں اچھے لگتے۔

وہ دوڑتے، گنز چلاتے...... اپنے بوٹوں سے خاک اڑاتے...... دشمن کو للکارتے اور چوڑے سینوں کے ساتھ لڑتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔ وہ مرتے ہوئے کب اچھے لگتے ہیں؟ نہیں لگتے بالکل بھی نہیں لگتے...... کوئی تو انہیں بتائے کہ ان کے تابوت کتنے بھاری ہو جاتے ہیں...... کہ کاندھوں پہ اٹھانے سے بھی نہیں اٹھائے جاتے۔

یہ اسی وقت پہ کیوں چلے جاتے ہیں جبکہ جوانی ہنس پڑنے کو بے تاب ہوتی ہے...... کیوں؟ آخر کیوں......؟ اور وہ حیدر......

وہ کتنا برا لگتا تھا ان نالیوں...... مشینوں اور آلات کے جال میں جکڑا ہوا...... پیلے زرد چہرے کے ساتھ...... نیم جان وجود لیے وہ ایسے تو بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا...... بالکل بھی نہیں...... لیکن کون اسے بتائے گا کون......؟

☆☆☆

وہ ایک لمبا سفید ٹائلز والا کاریڈور تھا...... دیواروں اور چھت پر سفید ہی پینٹ کیا گیا تھا...... ہر چار قدم کے فاصلے پر ٹیوب لائٹس تھیں جو کہ جل رہی تھیں...... پورا کاریڈور سفیدی میں نہایا ہوا تھا۔ جس سے عجیب سی یخ بستگی کا احساس...... اِک ٹھٹھرا کر رکھ دینے والی کیفیت...... سرد سا ماحول...... اس لمبے سفید کاریڈور میں وہ سرمئی دوپٹے کو شانوں کے گرد لپیٹے...... بھاگنے کے سے انداز میں چل رہی تھی۔ جوڑا ڈھلک کر گردن سے آ لگا...... لٹیں دائیں بائیں پریشان حال سی بکھری ہوئیں...... اس کے پیچھے عنبرین اور ذوالفقار تھے۔

آئی سی یو کے باہر پہنچتے ہی وہ کسی کو بنا دیکھے بنا سنے اور بنا اجازت لیے اندر چلی گئی۔

ملازم اس کے پیچھے آیا تھا۔ وہ اردگرد مریضوں کے انجان چہروں میں ایک شناسا چہرہ ڈھونڈنے کی کوشش میں تھی۔

''میڈم آپ باہر چلیں یوں اندر......''

''حیدر کہاں ہے؟'' اور اس نے مڑ کر تیزی سے ملازم کی بات کاٹی۔

''جی......''

''حیدر کہاں ہے؟'' وہ پہلے سے بھی زیادہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

''آپ شور...... مت کریں...... آپ کا پیشنٹ اُدھر ہے۔'' ایک ڈیوٹی نرس نے ناگواری سے کہتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے بتایا تھا۔ اسی نے ملازم کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

''دوسرے بھی مریض ہوتے ہیں، ان کے آرام کا خیال کرنا چاہیے آپ کو......'' وہ نرس اب بھی ناگواری سے کہہ رہی تھی۔ مگر سن کون رہا تھا اور وہ یک دم ہی ہنیا سے ''سنگی مجسمہ'' ہو گئی تھی۔

''آپ نے اپنے پیشنٹ کو دیکھنا ہے یا نہیں......؟''

نرس کی کرخت آواز پر وہ بری طرح سے چونکی۔

آہستگی سے...... مگر خوف سے پُر کیفیت کے ساتھ اس نے قدم آگے بڑھائے تھے۔

اور...... مشینوں کی بیپ کی آواز اس کے کھلے منہ سے خارج ہوتی تیز سانس کی آواز...... دور کہیں کوئی کمپیوٹر کی پیڈز پر انگلیاں چلا رہا تھا اور باقی سب سکوت میں تھا...... سب سکوت میں...... اس کے سامنے لیٹا وجود بھی...... اور وہ خود بھی...... اِک حالت سکوت اور اندر تک چھا جانے والا۔ گہرا اندھیرا سناٹا رگوں میں کوئی چیز لہر کی صورت دوڑنے لگی تھی اور وہ چیز خون کو منجمد کر دینے...... جما کر رکھ دینے کی صلاحیت سے مالا

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

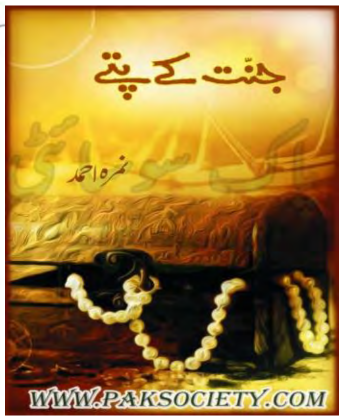

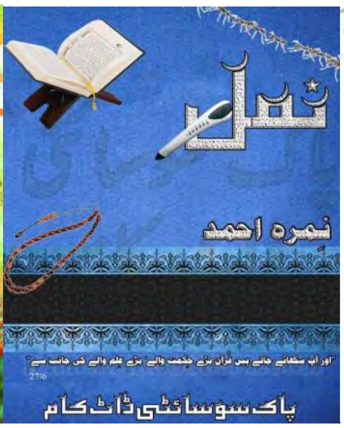

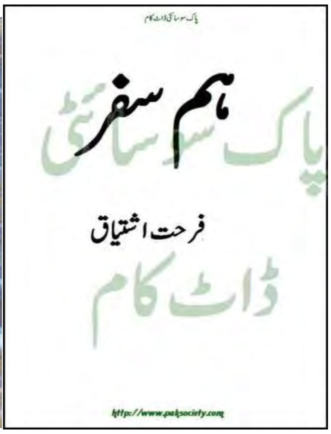

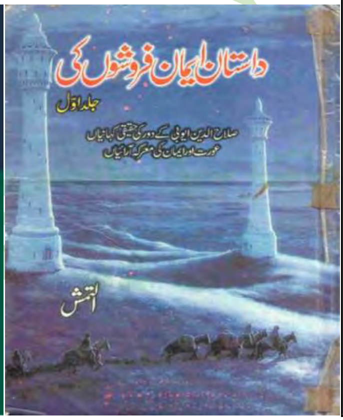

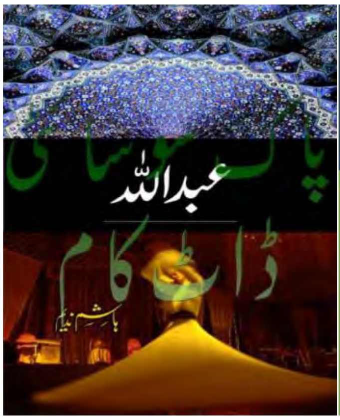

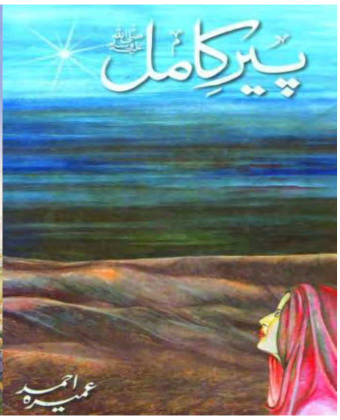

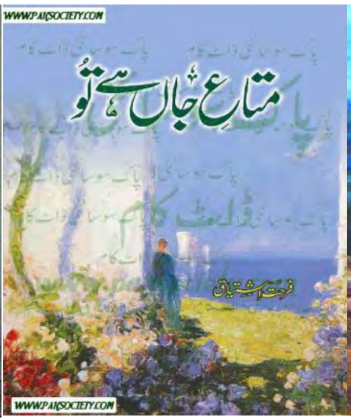

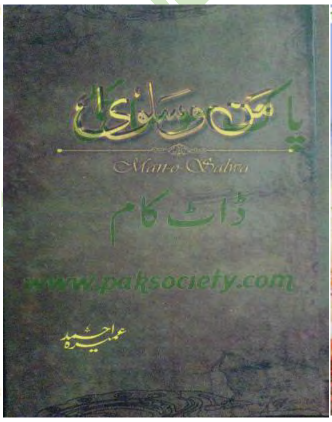

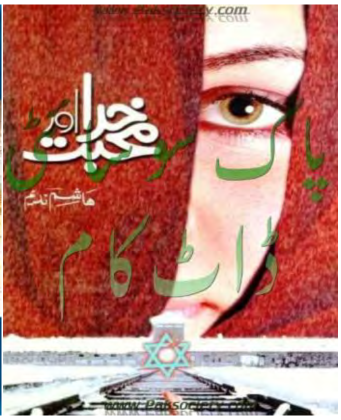

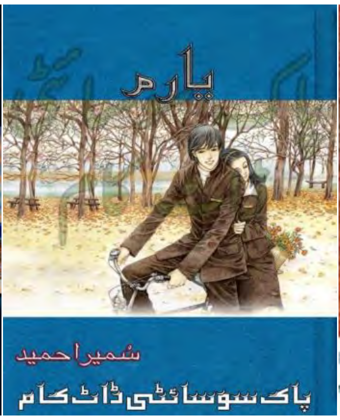

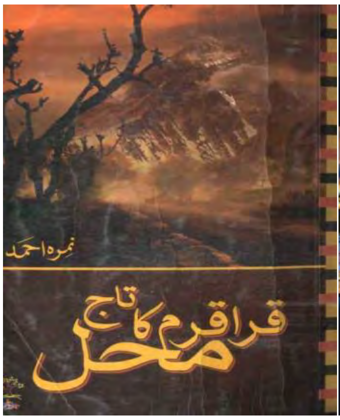

Downloaded From Paksociety.com

مال تھی۔

چشم نم نہ ہوتی...... یہ کیسے نہ ہوتا......

وہ بہہ نہ پڑتی...... یہ ممکن نہ تھا۔

وہ چند قدم اور آگے بڑھی...... یہ یقین کرنے کے لیے آیا وہ حیدر ہی تھا......؟ ہاں...... وہ...... وہ ہی تھا...... منہ پر آکسیجن ماسک...... آنکھیں بند...... پلکیں جڑی ہوئی۔ ہونٹ ملے ہوئے...... یوں جیسے اب کچھ نہ کہنا چاہتے ہوں...... نچڑا ہوا سفید چہرہ......

''میں نے تو تم پر غصہ اتارنا تھا۔'' اور آنکھ سے آنسو لکیر کی صورت بہتا چلا گیا۔

''تم سے لڑنا تھا حیدر......'' اس نے بیڈ کے کناروں کو پکڑ کر جھک کر کہا۔

''اور تم کو تو ابھی اپنا سیل فون آن کرنا تھا...... اسے چیک کرنا تھا...... ان باکس دیکھنا تھا۔ کیا تم نے دیکھا اسے...... ؟ اسے دیکھو ناں حیدر...... اور جان لو کہ مجھے کتنا غصہ ہے......'' وہ باقاعدہ کپکپاتی آواز میں بول رہی تھی۔

''کتنے دن ہوگئے...... کتنے دن...... کیا تم جانتے ہو؟ کتنے دن ہوگئے کہ میں نے تم سے بات نہیں کی...... تمہاری آواز تک نہ سنی...... اور یہ...... یہ کیا، کیا تم نے......؟ کیا؟ یہ ظلم ہے حیدر......'' وہ چیخ اٹھی تھی۔

''زیادتی ہے......'' اس کی آواز پھٹ گئی تھی۔

''سنا تم نے...... یہ زیادتی ہے۔'' اس نے بیڈ کے کناروں کو ایک جھٹکا دے کر کہا تھا...... وہ جھٹکا اِک لہر کی صورت حیدر کے جسم میں منتقل ہوا اور اس کا جسم لرز اٹھا مگر اس نے تب بھی نہ سنا...... تب بھی نہ آنکھیں کھولیں...... نرس اور ڈیوٹی بوائے اس کے سر تک آن پہنچے تھے۔

''حیدر، یہ زیادتی ہے۔'' وہ اب بیڈ کو پکڑے نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔ اور آواز ٹوٹتی جارہی تھی۔

''آپ کیا کررہی ہیں...... اٹھیں یہاں سے...... باہر چلیں......'' نرس نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا۔

''یہ ظلم ہے...... ظلم......'' وہ ایک دفعہ پھر سے مڑ کر چیخی۔

''میرے خدا......''

''رفیق چاچا...... رفیق چاچا......'' نرس نے حواس باختہ ہوکر باہر دروازے پر موجود ملازم کو آواز دی تھی۔

''بی بی باہر چلو...... کیا حماقت ہے اور لوگوں کے بھی مریض ہوتے ہیں۔''

نرس غصے اور سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھسیٹ کر باہر لائی۔

''کون ہے اس بی بی کے ساتھ...... سنبھالیں اسے۔'' ایک جھٹکے سے اسے آگے کرتے ہوئے اس نے آئی سی یو سے باہر کھڑے لوگوں کو مخاطب کیا تھا۔

ہنیا ایک لمحے کے لیے وہاں بے حس و حرکت کھڑی رہی اور پھر کسی کو بھی دیکھے بغیر...... وہ باہر کی طرف چلنے لگی تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ میں ہوتی بھی کیسے، وہ چلتی چلی گئی۔ دونوں بازوؤں کو سینے پہ باندھے مخالف سمت سے انہیں ہاتھوں میں پکڑ رکھا تھا۔ شانوں کے گرد لپیٹے دوپٹے کا ایک سرا کھل کر...... بازوؤں پہ آن گرا...... بال کچھ اور ڈھیلے ہوئے تھے۔ باہر آتے ہوئے کتنے لوگ اس سے ٹکراتے، ٹکراتے بچے...... کتنوں نے اسے حیرت سے دیکھا......؟ کتنوں نے ترحم سے...... اور کتنوں نے رک کر اس سے ہمدردی سے کچھ پوچھنا چاہا۔ یوں ہی چلتے، چلتے وہ یک دم کھلے آسمان تلے چمکتے سورج کی روشنی میں آگئی تھی...... بھیگا چہرہ...... لرزتے ہونٹ اور عجیب بیچارگی سی کیفیت...... سورج کی تمازت...... پہلا احساس تھا جو اس نے محسوس کیا تھا...... آنکھیں اٹھا کر سورج کو دیکھنا چاہا اور بے اختیار آنکھیں میچیں، وہ یوں ہی آنکھیں بند کیے...... سورج کی روشنی کو چہرے پر پڑتے محسوس کرتی رہی...... کہ کس میں زیادہ آگ تھی؟ سورج میں یا اس کے دل میں...... اور پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد...... وہ یہ بھی بھول گئی کہ وہ کیا محسوس کرنے وہاں کھڑی ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور اب...... اب وہ ایک سنگی بینچ پہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے...... چپ چاپ خشک آنکھوں، خشک ہونٹوں کے ساتھ...... ایک جامد کیفیت میں جکڑی بیٹھی تھی...... پلکوں پر ہلکی سی نمی یوں جیسے جم کر رہ گئی تھی۔ یہ جتلانے کے واسطے کہ محبت نے مار ڈالا تھا...... ڈھا دیا تھا اسے...... کون کہتا ہے کہ آج بھی زندہ وجود دیواروں میں نہیں چنے جاتے...... لو بھلا؟ کیا تم نہیں جانتے؟ کہ محبت کے تقاضے بادشاہوں کے حکموں سے زیادہ بربریت لیے ہوتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے......؟ نہیں کیا؟ تو اب جان لو کہ محبت کے تقاضے کیا ہوتے ہیں اور کیا کرتے ہیں......

☆☆☆

سمیعہ مسلسل جائے نماز پہ تھیں...... منزہ نے رو، رو کر برا حال کر رکھا تھا...... نہ سنبھالنے سے سنبھلتی تھی...... نہ سمجھانے سے سمجھتی تھی اور افضل......

وہ جب کیپٹن صاحب کو ICU میں دیکھنے گیا تو خوشی سے دونوں ہاتھ باندھے کھڑا ہوگیا۔ اور ایک دم وہ یہ سیکھ گیا کہ نظروں سے باتیں کیسے کی جاتی ہیں۔ اس کی نظریں کیپٹن صاحب کے چہرے پر تھیں۔ اور وہ کہتی تھیں۔

"اللہ کا واسطہ کیپٹن صاحب اٹھیں ... اور میرے دونوں گھٹنوں پہ اپنے بوٹ سے ضرب لگائیں...... مجھ پر پستول تان لیجیے...... کہتے ہیں تو میں یہاں ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جاتا ہوں اور میری ماں مرے جو میں کسی کو کچھ بتاؤں لیکن آپ کو اللہ کی قسم ہے اٹھ جائیں...... اٹھ جائیں......"

اور کیپٹن صاحب اپنے پیاروں کی تکلیف ان کی دعاؤں کے سننے کے قابل ہوتے تو اِک لمحے کی تاخیر بھی جرم گردانتے...... مگر یہ نہ پیاروں کے بس کی بات تھی...... نہ کیپٹن صاحب کی استطاعت میں آئی تھی۔

یہ نصیب کا حصہ تھی...... وہ چیز تھی...... جس نے اپنی مقررہ ساعت پر ہو کر رہنا تھا۔

ہنیا اس دن کے بعد سے اسپتال نہیں آئی تھی......

وہ آ ہی نہیں سکی تھی...... وہ ابھی تک یقین کرنے میں متامل تھی، مصلے پر کھڑے ہو کر نماز کے نام پر جانے کیا پڑھتی...... ذہن سمجھ نہیں پاتا تھا۔ عقل احاطہ نہ کر پاتی، وہ کھڑی ہوتی تو کھڑی رہتی...... بیٹھی ہوتی تو کئی، کئی لمحے یوں ہی بیٹھے، بیٹھے گزار دیتی۔

یہ کیا ہوگیا تھا...... کیا؟ یقین کیسے آتا، آخر کیسے؟ اور کبھی یوں بھی ہوتا...... یہ جامد حالت چیخ کر ٹوٹتی...... اور وہ سجدے میں گر کر بلک، بلک کر ساری دعائیں آنسوؤں کے الفاظ میں مانگ لیتی۔

"میرے ساتھ یوں نہ کریں...... میرے اللہ یوں نہ کریں...... میں اس قابل نہیں...... اتنی طاقت نہیں ہے میری...... یہ دکھ...... یہ غم...... میری ہمت سے بالاتر ہے...... میں سنبھال نہیں سکوں گی...... میں اپنی طاقت کو ختم پاتی ہوں...... مجھ پر رحم کریں...... رحم...... وہ ہی جو آپ کی صفات میں سب سے خوب صورت صفت ہے...... وہ ہی صفت جو آپ کے قہر آپ کے غصے کو ڈھانپ لیتی ہے...... مجھے معاف کر دیں اور رحم کی نظر سے مجھے دیکھیں...... یہ میری برداشت سے زیادہ ہے...... کہیں زیادہ...... مجھے حوصلہ عطا کر دیں...... وہ ہمت، وہ طاقت دے دیں جو مجھے اپنے پیروں پہ کھڑا کر سکے...... میرے اللہ، کون ہے جو میری سنے...... سوائے آپ کے کون ہے جو سننے والا ہے...... جو سنتا ہے۔ جو مجیب الدعوات ہے...... میں سات آسمانوں تلے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں نوری سالوں کے فاصلے پر ہوں...... اور پھر بھی میں یہ کیسے یقین کر لوں کہ آپ نہیں سنتے...... کہ فاصلے معنی رکھتے ہیں؟ آپ سن رہے ہیں ناں میرے خدا...... آپ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں تو رحم کر دیجیے...... میرے اللہ رحم...... رحم میرے اللہ رحم کر دیجیے......"

اور یہ آنسوؤں کی زبان تھی...... سب سے طاقت ور...... زور آور زبان......

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم نے تو کہا تھا کہ یہ نہیں بچے گا...... تم نے دیکھا کہ ڈاکٹر اب کیا کہتے ہیں...... وہ امپروو کررہا ہے۔'' سسٹر نے ڈیوٹی بوائے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ اور لہجہ ایسا تھا جیسے اسے شرمندہ کرنا چاہا ہو۔

''ہاں، امپروو کررہا ہے، زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے مگر دعا کرو کہ زندگی ساتھ صحت کے ہو...... ورنہ معذوری......'' ڈیوٹی بوائے اب بھی زیادہ پُر امید نہیں تھا۔

''بد فال مت بکو...... برے لفظ کیوں منہ سے نکالتے ہو...... اس کی ماں کو دیکھا ہے؟ باپ اور بھائی کی حالت ملاحظہ کی تم نے......؟ شیر جوان بیٹوں کو مائیں اس لیے تو جوان نہیں کرتیں ناں۔'' سسٹر کو ڈیوٹی بوائے کی بات تیر کی طرح لگی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا کہ یہ اب ٹھیک ہو پائے گا۔'' وہ اداسی سے مسکرایا۔ اور سسٹر ایک کرخت مگر غصے بھری نظر اس پر ڈال کر پیشنٹ فائل کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جس میں اسے روز مرہ کی ریڈنگز لکھنی تھیں۔

☆☆☆

وہ spinal cord injuries کا شکار ہوا تھا۔ ایم آر آئی کے بعد جو چیز سامنے آئی تھی وہ یہ بتاتی تھی کہ اس کے جسم کا بایاں حصہ مفلوج ہوچکا تھا۔ وقتی طور پر spinal cord compress ہونے کی وجہ سے وہ کوما میں تھا اور فی الحال اس کے دونوں بازو اور ٹانگیں کام کرنا چھوڑ چکی تھیں۔ اس کے بائیں بازو کو کنٹرول کرنے والا نرو (nerve) مجروح ہوگیا تھا...... ریڑھ کی ہڈی میں فریکچر اس کے علاوہ تھا...... اور جو زخم آئے وہ الگ ...... بایاں پیر بری طرح سے مڑ چکا تھا۔

اس کی پہلی سرجری spinal cord کو de compress کرنے کے لیے کی گئی تھی۔ یہ اتنا severe تھا کہ non surgical علاج ممکن ہی نہیں تھا...... سرجری کے دوران گھر والوں کو جیسے آگ کے انگاروں پر کھڑا رہنے کا حکم ہوچکا تھا۔

عادل واپس جاچکا تھا...... اسے لمبی چھٹی نہیں مل سکی تھی۔ سمیعہ کو تو ہوش ہی نہیں تھا۔ سارا گھر نوکروں پر...... خود وہ اسپتال...... اس کی بیڈ کی پائنتی سے جڑی یوں جیسے ان کو اس پائنتی سے باندھ کر رکھ دیا گیا ہو...... منزہ آتی جاتی رہتی تھی...... کرنل صاحب کے بھی دن اب اسپتال میں ہی گزرنے تھے...... ہنیا کے گھر والے بھی چکر لگاتے رہتے...... نہیں آتی تھی تو اب وہ نہیں آتی تھی۔ وہ کیسے اس حالت میں اس کو دیکھتی...... کیسے......؟ اور جس دن وہ ہوش میں آیا۔ وہ سر کے بل چل کر اسپتال گئی تھی...... بھلا کیسے نہ جاتی...... گھر والوں کے چہروں پر اتنے دنوں بعد خوشی اپنی جگہ بنا سکی تھی...... عادل سوات میں فرنٹ لائنز پہ تھا اس کو یہ خبر کافی دیر کے بعد ملی تھی۔ اور جب ملی تو کراس فائرنگ ہو رہی تھی...... عادل نے وہیں پہ گن فائر روک کر سجدہ کیا تھا۔

اک لمحے کا تعطل اور پھر سے گن اٹھا کر وہ جوابی کارروائی میں مشغول ہوگیا تھا۔ کیونکہ ڈیوٹی از ڈیوٹی......

اور ہنیا جب اسپتال آئی تو...... پرائیویٹ کمرے کے باہر اک تاننا بندھا ہوا تھا...... وہ بعد از دوپہر کا وقت تھا...... ہنیا خاموشی سے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو کر ان آنے جانے والے لوگوں کو دیکھتی رہی...... وہ کیا چاہ رہی تھی؟ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ شاید وہ اسے اکیلے میں دیکھنا چاہتی یا پھر شاید وہ اب سب کے سامنے ایکسپوز ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے امی اور ابو بھی اندر کمرے میں موجود تھے اور وہ کمرے کے اندر باہر جانے والے افراد میں سے کرنل صاحب کو بھی دیکھ سکتی تھی مگر خود میں ہمت نہ پاتی کہ اندر داخل ہو سکے۔

''ہنیا......'' وہ حیرت بھرا لہجہ سمیعہ کا تھا۔ وہ کمرے سے باہر کسی کام کے واسطے نکلی تھیں۔ اور نظر بلا ارادہ ہی اس پر پڑی...... شکن زدہ لباس...... بے ترتیب بال...... دوپٹے کا سرا زمین کو چھوتا ہوا دیوار سے ٹیک لگائے، سر جھکائے کھڑی وہ اپنے ناخن

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چبارہی تھی۔ اس حیرت بھرے لہجے میں پکارا جانا بھی اسے متوجہ نہ کرسکا تھا۔

''اندر کیوں نہیں آئیں بیٹا......؟'' قریب آکر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر پوچھا گیا۔

اس نے چونک کر سر اٹھایا...... چند لمحے ان کے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر یک دم ان کے گلے آلگی تھی۔

''ارے......'' وہ مسکرادیں۔

''اب تو وہ ٹھیک ہے......'' انہوں نے اسے پچکارا...... مگر وہ کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح اُن سے چمٹی رہی......

''آؤ...... اندر آؤ......'' خود سے زبردستی الگ کر کے وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے کی طرف بڑھی تھیں۔

مگر ہنیا...... وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''ہنیا؟'' اب کی بار انہوں نے یوں اسے پکارا جیسے کہتی ہو...... ''کیا مسئلہ ہے بھئی؟''

''میں نہیں جاسکتی......'' اس نے بیچارگی ظاہر کی...... اس کے امی، ابو کرنل صاحب، منزہ اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی کمرے میں موجود تھے۔ وہ ان سب کے سامنے ضبط نہیں کھونا چاہتی تھی۔

''میں پھر آؤں گی...... میں سب کے سامنے......'' اور اس کی آواز یک دم بھرّا گئی تھی۔ سمیعہ نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا۔

''میں بتادوں گی اسے...... اور تمہیں بھی ٹیکسٹ کردوں گی ٹھیک......'' جواباً اس نے آہستگی سے سر ہلایا تھا۔ پھر وہ مڑ کر باہر کی طرف چلنے لگی تھی...... اس کی پشت اب سمیعہ کی طرف تھی...... اور سمیعہ پہلے کے برعکس اب تشویش، پریشانی اور دکھ سے اس کی پشت کو دیکھ رہی تھیں۔

جب اسے معلوم ہوگا کہ اس حادثے میں اس کے جسم کا بایاں حصہ ناکارہ ہوچکا، مفلوج ہوچکا تو تب... ٹھیک تب وہ کیا کرے گی؟ کیا......؟

☆☆☆

اور اس نے سوچا کہ وہ دوبارہ آجائے گی۔ لیکن وہ سارا وقت اسپتال کے لان میں بیٹھی رہی۔ امی، ابو نے اسے گھر میں نہ پاکر کال کی......

''ہنیا کہاں ہو بیٹا......؟ اسپتال بھی نہیں آئیں...... اور اب ٹائم تو دیکھو ذرا......'' امی کے لہجے میں محسوس کی جانے والی پریشانی تھی۔

''دوست کی طرف ہوں امی......'' اتنی دیر چپ بیٹھے رہنے کی وجہ سے گلا اب بولنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔

''ثنا کی طرف......؟ لیکن وہ تو دبئی میں؟''

''نہیں، میں ایک اور دوست کی طرف ہوں...... آجاتی ہوں ابھی......''

''شام ہورہی ہے بیٹا...... ڈرائیو دھیان سے کرنا......'' فکرمندی سے کہہ کر انہوں نے کال منقطع کی تھی۔ اور ہنیا نے ایک گہری سانس بھر کر آسمان کو دیکھا جس کی نیلاہٹ کو اب شام کا سرمئی پن، افق کی سرخی ڈھانپ رہی تھی...... وہ آسمان پر چمکنے والے غروبِ آفتاب کے بعد سب سے پہلے نکلنے والے ستارے کو دیکھ رہی تھی کہ ہاتھ میں پکڑا سیل یک دم تھرتھرایا تھا۔

اس نے چونک کر سر نیچے کیا...... روشن اسکرین کو دیکھا...... سمیعہ آنٹی کا میسج تھا۔

اور اب بھی وہ خود میں ہمت نہ پاتی تھی کہ اٹھ کر اندر جاسکے...... اس کا سامنا کرسکے......

چند لمحے اسی بے بسی کی کیفیت میں گرفتار رہنے کے بعد وہ ایک دم اٹھی تھی۔ مختلف راستوں...... لوگوں کے درمیان سے جگہ بنا کر گزرتی ہوئی وہ اِک ایسی کیفیت کا شکار ہوکر چلتی تھی کہ یوں جیسے وجود حالتِ توازن میں رہنا بھول چکا ہو...... ذہن کسی ایک نقطہ پر مرکوز نہ ہو پارہا ہو...... جسم خلا میں ڈول رہا تھا تو قدم ایسے تھے جیسے ساتھ پتھر باندھ دیے گئے ہوں...... پیر بھاری تو جسم ہلکا...... وہ دو الگ، الگ متضاد کیفیات کا شکار ایک وقت میں ہوئی تھی اور اِک عجب مشکل میں خود کو پاتی تھی۔

اور پھر وہ اس کے کمرے کے دروازے کے باہر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پہنچ کر بالکل میکانکی انداز میں رک گئی تھی۔ یوں جیسے کسی نے وہ کمرا، اس کمرے کا راستہ، کمرے کا نمبر، اس کی لوکیشن سب کچھ اس کے دماغ میں فیڈ کر کے رکھ چھوڑا تھا۔

اور یوں رکنے کی وجہ سے اس کا دل دھک کر کے رہ گیا تھا۔ اس نے ذرا سے توقف کے بعد ہلکا سا ناک کیا۔ حیدر شدید کمزوری کا شکار تھا...... فی الحال وہ اپنے سیدھے ہاتھ اور پاؤں کو بھی مشکل سے ہی ہلا پا رہا تھا۔ اس کی گرفت چیزوں کو پکڑنے میں اتنی مضبوط نہیں تھی، ابھی وہ ہلنے جلنے کے لیے بھی سہارے کا محتاج ہو چکا تھا اور جس وقت کمرے پہ دستک ہوئی۔ کرنل صاحب اس کے سر کے نیچے تکیہ اونچا کر رہے تھے۔

''ہنیا ہے......'' سمیعہ نے کہا۔ حیدر کے چہرے پر یک دم کوئی تاثر ابھرا...... سمیعہ اور کرنل صاحب نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کرنل صاحب اس کا کندھا تھپتھپا کر باہر کی طرف نکل گئے تھے۔

سمیعہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے...... اس کے ہاتھ پہ تھپکی دی...... اس نے آہستگی سے سر ہلکا سا ہلا کر جواب دیا۔

اور جب کرنل صاحب کمرے سے باہر نکلے تو ہنیا ذرا سا گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی...... کرنل صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور آگے بڑھ گئے...... سمیعہ بھی پیچھے ہی تھیں۔ انہوں نے اس کے گال پر پیار سے ہاتھ رکھا...... اور پھر اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا۔

''رونا مت...... اسے تکلیف ہوگی...... وہ آکورڈ فیل کرے گا......'' اور ہنیا نے گیلی آنکھوں کے ساتھ سر ہلا کر جواب دیا۔

جیسے ہی سمیعہ آگے بڑھیں...... اس نے بہت سارے آنسو اندر اتارے اور چند کو بہا دیا...... گلا بار، بار رُندھ رہا تھا۔

اس نے گلے پہ ہاتھ رکھ کر کچھ نیچے اتارا......

ایک گہری سانس لی...... دونوں ہاتھوں سے گالوں کو صاف کیا...... ایک لمبی سی شوں کی...... آنکھوں کو مسلا دروازے کی ناب پہ ہاتھ رکھا...... اور ...... اور یہ آنکھیں اور ان کے آنسو......

''یا اللہ......!'' وہ بے بس تھی۔

تھوڑا سا وقت اسے اور لگا تھا۔ اور پھر اس نے ناب کو گھما کر ہلکے سے دروازہ کھولا۔ سامنے بیڈ تھا...... اور وہ اس بیڈ پر نیم دراز تھا...... ان کی نظریں ملیں......

ہنیا کے ہاتھ کی گرفت ناب پہ یک دم بڑھی تھی۔

وہ پلکیں جھپکائے بنا اسے دیکھ رہی تھی۔

سوجا ہوا چہرہ...... neck brace مشین ہاتھ پہ لگا کینولا اور اس میں لگی ڈرپ...... ہنیا کی اب تک کی جمع کی گئی ساری ہمت دھڑام سے گری اور زمیں بوس...... اس نے بے اختیار، بے خیالی میں دروازے کی ناب کو چھوڑا...... دروازہ اس کے پیچھے ایک آواز کے ساتھ بند ہوا اور وہ بری طرح سے چونکی تھی...... حیدر خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستگی سے اس نے حرکت کی...... جھکے سر، جھکی نظروں کے ساتھ وہ اس کے بیڈ کے ساتھ رکھے اسٹول پر جا بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھ گود میں...... چہرہ جھکا ہوا اور لب خاموش...... عجیب سوگوار سا انداز......

اور وہ...... وہ اسے دیکھتا رہا...... خموشی ایک دھویں کی طرح اٹھ، اٹھ کر سوگواری کی شکل میں پھیل، پھیل جاتی تھی۔

دونوں کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا...... کچھ بھی نہ تھا۔ گھڑی کی سوئیوں نے اتنا سارا فاصلہ طے کر لیا...... مگر وہ دونوں کچھ بولتے ہی نہ تھے......

اور پھر...... پھر اچانک......

ہنیا نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپا...... اس کا جھکا سر...... بے اختیار مزید جھکتے، جھکتے بیڈ کے کنارے پر جا ٹکا...... اور...... اب...... اب وہ بلک، بلک کر رو رہی تھی۔ اور حیدر سختی سے ہونٹ بھینچے...... تکیے پر سر ٹکائے جامد تاثرات کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ روتی رہی اور پہلی بار...... اب تک کے گزرے ساتھ میں پہلی بار اس کے رونے پہ وہ غصہ ہوا ......نہ اسے سمجھایا...... نہ ڈانٹا...... وہ بس بے حسی کے ساتھ اسے دیکھتا رہا...... دیکھتا رہا...... یوں جیسے وہ ہنیا نہ تھی، کوئی ایکس، وائے زیڈ لڑکی تھی......

☆☆☆

گو کہ ابھی چیزوں کو پکڑنے میں اسے مشکل کا سامنا تھا...... مگر فزیوتھراپی کی وجہ سے وہ اس مشکل پہ کافی حد تک قابو پا چکا تھا۔ جسم کا بایاں حصہ تو کام ہی نہیں کرتا تھا...... دایاں حصہ بھی اسپائنل انجری کی وجہ سے وقتی طور پر متاثر ہوا تھا۔

لیکن وہ ٹھیک ہو جاتا تھا...... تھوڑا سا وقت گزرتا، اتنا کہ زخم مندمل ہو جاتا تو دائیں حصے بالکل اسی طرح فنکشن کرنا تھا جیسے کہ کسی بھی عام انسان کے اعضا فنکشن کرتے ہیں تو...... گو کہ چیزوں پہ گرفت کرنا مشکل تھا...... مگر پھر بھی وہ کوشش ضرور کیا کرتا تھا۔

اس کا سیل فون اسے دیا گیا تھا۔ اور اب اتنے بہت سارے، دنوں کے بعد وہ اسے آن کر رہا تھا۔ بٹنز کو پش کرنے میں دقت کا سامنا تھا مگر اس نے سیل فون آن کر ہی لیا تھا اور جیسے ہی آن کیا تھا...... ایک کے بعد ایک...... دھڑا دھڑ...... لگاتار...... مسلسل میسجز آنے لگے تھے۔

اور زیادہ تر وہ ایک ہی نمبر سے ریسیو ہو رہے تھے۔ وہ ہی نمبر جو کہ ہنیا کے نام سے saved تھا اور وہ حیرت کا شکار ہو کر ان آنے والے میسجز اور ان کی تعداد کو دیکھ رہا تھا۔ اس حادثے کے بعد سے تو جیسے وہ سب بھول ہی گیا تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہا کہ اس کے یوں چلے جانے سے ہنیا کس کیفیت کا شکار رہی ہوگی...... اور اب ان میسجز نے کسی خاموش فلم کا سا کام کیا تھا۔ ان میسجز کو دیکھتے ہوئے ان حرفوں کو لفظوں کو پڑھتے ہوئے وہ بالکل ٹھیک، ٹھیک پتا سکتا تھا کہ کس پیغام کو ٹائپ کرتے ہوئے وہ رو رہی تھی...... کس پیغام کو لکھتے ہوئے وہ کتنے غصے میں تھی اور کس پیغام کو بھیجتے ہوئے وہ خوف کا شکار ہوئی تھی۔

اور یہ...... اس دن...... اس کے بیڈ کے ساتھ سر ٹکا کر اس کے رونے سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ وہ ایک دفعہ پھر سے ان تمام پیغامات کو پڑھ رہا تھا...... اور

اس کے بعد اس نے یہ کام کئی دفعہ کیا...... کئی بار یہ عمل دُہرایا...... کئی پیغامات کو پڑھتے ہوئے تکلیف سے مسکرایا بھی تھا۔ رنج سے ہنس بھی دیا تھا...... اور دکھ سے بڑبڑا کر کہا تھا......

”پاگل...... بے وقوف کہیں کی...... big cry baby“ یہ کیسا موڑ...... کیسا فیز...... کیسے دن اور کیسی راتیں آگئی تھیں ان دونوں کے تعلق میں...... خدا کی قسم...... ایسا تو ان دونوں نے نہیں سوچا تھا۔ ہاں...... وہ اسے سوچنے، سمجھنے کے لیے وقت دے کر گیا تھا اور جب وہ ایسا کر رہا تھا...... تو نہیں جانتا تھا کہ اسے سوڈان سے خاص طور پر ایک آپریشن میں حصہ لینے کے لیے بلایا جائے گا...... اور جب وہ اس آپریشن کے لیے نکلا تھا...... تو یہ ہی سوچ کر نکلا تھا کہ اب واپس آکر وہ جلد از جلد...... جتنی بھی جلدی ہو سکے وہ شادی کرلے گا۔

یہ دیر اب زیادتی...... سی بنتی جا رہی تھی...... ہنیا کے ساتھ...... لیکن...... وہ نہیں جانتا تھا کہ جب وہ یہ سب پلان کر رہا تھا تو عین اسی وقت ٹھیک اسی وقت ایک حادثہ اس کا انتظار کر رہا تھا...... وہ ہی حادثہ جس نے ان کی زندگیوں کو پیندے سے پکڑ کر الٹا کر کے رکھ دیا تھا۔ سب کچھ گڈ مڈ...... اُدھڑا ہوا...... یوں جیسے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے گئے ہوں...... وہ جانتا ہوتا تو یقیناً وہ دو سال ان کی زندگی میں نہ آتے...... مگر...... سارا مسئلہ نہ جاننے کا ہی تو ہے...... یہ قسمت ہے، تقدیر ہے...... نصیب ہے...... بالکل اندھا...... یہی تو غیب کا علم ہے...... جس پہ قدرت صرف اللہ کی...... اور وہی ہے جو انسانوں کے پُتلوں کی رسیاں ہلاتا ہے...... چلاتا ہے...... روک لیتا ہے یا پھر ساکت کر دیتا ہے۔ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور سب سے اوپر..... ہاتھ بھی اسی کا......
نصیبوں کے لکھے ہوئے کو قبول کرنا پڑتا ہے......
تمام تر تکلیف، دکھ، درد کے باوجود بھی......
یہ سہنا پڑتا ہے..... یہ کرنا ہی پڑتا ہے..... اور کوئی چارہ..... بھی تو نہیں ہوتا......

☆☆☆

ہنیا اس کے بعد ایک دفعہ اور اسپتال آئی تھی۔
مٹی بن کر قدموں میں ڈھے پڑنے والی ہمت کو یکجا کر کے سر پر اٹھا کر..... پھر سے وہ اس کے پاس آئی تھی۔ اور غلط موقع پر آ گئی تھی۔
اب کی بار جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا تو..... تو..... آرمی نے اسے دو اٹینڈنٹ دیے تھے۔ جو کہ ہمہ وقت اس کے ساتھ ہی ہوا کرتے تھے۔
اور ابھی شاید وہ واش روم سے آیا تھا..... اور وہیل چیئر پر تھا..... اس کے جسم کا دایاں حصہ اب قدرے بہتر طور پر کام کر رہا تھا۔ ابھی وہ دونوں اٹینڈنٹ اسے اٹھا کر بستر پر منتقل کر رہے تھے۔
اور اب کی بار جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا تو..... تو..... زندگی کا ایک تکلیف دہ منظر اس کے سامنے تھا۔ یوں اتنے لمبے، چوڑے وجود کو جو بھی مضبوطی سے زمین پر چلا کرتا تھا..... یوں، یوں اس طرح سے معذور دیکھنا..... کیا یہ وہ ہی حیدر تھا وہی.....؟ ہنیا کے پیٹ میں ایک دم بل پڑے تھے۔ وہ تینوں ہی اس کی طرف متوجہ نہیں تھے اور آج تو وہ نسبتاً تیار ہو کر آئی تھی..... ہاتھوں میں سرخ گلابوں کا بکے تھا..... وہ تو ساری ہمت کو اٹھا کر لے آئی تھی اور..... اور یہ کیا ہو گیا تھا..... کیا ہو رہا تھا۔
ان دونوں نے جس طرح سے اسے بیڈ پر منتقل کیا ہنیا نے بے ساختہ آنکھیں بند کر کے رخ بدل کر چہرہ جھکایا..... آنسو پھسل کر گالوں کو نم کرنے لگے..... بکے ہاتھ سے گر پڑا..... حیدر مسکرا کر کچھ اپنے اٹینڈنٹ سے کہہ رہا تھا..... اس اٹینڈنٹ کی پشت ہنیا کی طرف تھی اور وہ اس کے اور حیدر کے درمیان حائل تھا..... اور جیسے ہی وہ پلٹا..... حیدر کی نظر ہنیا پر پڑی..... اور وہ..... وہ اسے دیکھے بغیر مڑ کر تیز قدموں کے ساتھ باہر کی طرف نکل گئی تھی۔
حیدر کو وہ دروازے کے بند ہونے تک نظر آئی اور پھر اوجھل..... اور اس نے گہری سانس بھر کر زاویۂ نگاہ بدلا تھا۔ سرخ گلابوں کا بکے نیچے پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک اور سانس بھری..... اور کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ اور ہنیا گاڑی میں بیٹھ کر اسٹیئرنگ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے..... اور ان ہاتھوں پر سر رکھے جب رو رہی تھی تو اس کے ماتھے کے بائیں جانب کسی چبھن کا احساس موجود تھا۔ اور جب یہ احساس شدید ہوا تو..... اس نے یک دم سر اٹھا کر بائیں ہاتھ کو دیکھا..... وہ اس کے ہاتھ کی انگلی میں موجود انگوٹھی کی چبھن تھی..... اور وہ ساکت نظروں سے اس رنگ کو دیکھتی رہی..... آنکھوں کے پار..... پلکوں تلے اِک پتھر لمحہ زندہ ہوا..... خوشبو کی طرح اس کے چاروں طرف پھیل سا گیا تھا..... اور وہ خوشبو حواسوں کو معطل کر دینے کی طاقت رکھتی تھی مگر..... حقیقت زیادہ زور آور تھی..... تعفن زدہ تھی اور اپنے اندر ایک سڑاند رکھتی تھی..... اور یہی سڑاند ناک کے نتھنوں میں کسی تیز چیز کی طرح گھسی تھی اور اسی سڑاند نے خوشبو کو چند لمحے پھیلنے کی اجازت بھی نہ دی تھی..... پھر اسی حقیقت نے ہنیا کو اتنا مجبور کیا کہ اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کی..... اسے سینے میں بھینچا اور ایک دفعہ پھر سے پھوٹ، پھوٹ کر رو پڑی تھی۔
ہاں اسے..... اب رونا ہی چاہیے تھا کہ رونا......
اب ہے آج سے مقدر ٹھہرا......

یوں نہ مل مجھ سے خفا ہو جیسے
ساتھ چل موجِ صبا ہو جیسے
زندگی بیت رہی ہے دانش
ایک بے جرم سزا ہو جیسے

☆☆☆

ایک سیاہ سوک..... ہنیا کے گھر کے پورچ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مجھ سے ملیے

ماہنامہ پاکیزہ چودھویں کے چاند کے مانند ہے۔اور تمام رائٹرز اور قاری بہنیں اس چاند کے گرد روشن ستاروں کے مانند ہیں۔

جی ہاں ہم بھی ہیں پاکیزہ اسٹار! مجھ سے ملیے، میں ہوں یاسمین اقبال، نک نیم گوگی ہے...... 12 ستمبر کو لاہور میں پیدا ہوئی۔ ماشاء اللہ سے ہم سات بہن، بھائی ہیں۔ اور میرا نمبر دوسرا ہے۔ ہماری کاسٹ مغل ہے اور میں خود کو مغل شہزادی ہی سمجھتی ہوں۔ (اللہ رے خوش فہمی) بہت کم پڑھی لکھی ہوں۔ مگر بڑی سے بڑی کتاب جھٹ پٹ پڑھ لیتی ہوں، کتابوں سے تو گویا عشق ہے لکھنے میں کافی سست ہوں، مہینوں بعد کوئی غزل، نظم اور انجم کو خط لکھتی ہوں مگر صدقے جاؤں ان کی محبت کے وہ ہمیشہ روز اول کی طرح ہی ویلکم کرتی ہیں (جس کے لیے میں تہ دل سے ان کی شکر گزار ہوں) اپنی عمر کی گولڈن جوبلی منا چکی ہوں...... بچپن میں بہت شرارتی ہوا کرتی تھی لگتا ہے بچپن کے بعد پھر سے بچپن شروع ہو جائے گا کیونکہ میرے اندر کا شرارتی بچہ اب بھی باہر آنے کو بے چین ہے۔ فی الحال تو اپنے کیوٹ سے دو سالہ پوتے محمد حمدان کی شرارتوں کو خوب انجوائے کر رہی ہوں۔ سادہ ہوں سادگی کو پسند کرتی ہوں، فیورٹ کلر بلیک ہے۔ میرے فیورٹ شاعر امجد اسلام امجد ہیں خود ہی ٹوٹی پھوٹی شاعری کرتی ہوں، میں اپنا یہ شعر اکثر گنگناتی ہوں۔

حیات اب تو تمام ہونے والی ہے
زندگی کی دھوپ کی شام ہونے والی ہے

لاکھوں کی تعداد میں شعر پڑھے ہیں اور پسند بھی بہت ہیں اپنا ایک پسندیدہ شعر حاضرِ خدمت ہے۔

آ کر رکی تھی...... ذوالفقار صاحب خود ڈرائیو کر رہے تھے...... ساتھ میں عنبرین تھیں باریک شیفون کا دوپٹا سر سے اوڑھے ہوئے...... شانوں کے گرد شال، کانوں میں پرلز کے ٹاپس...... وہ معمول سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہی تھیں...... بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ دونوں ہی معمول سے زیادہ خاموش اور سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ گاڑی جب رکی تو وہ دونوں فوراً نہیں اترے تھے...... اتر ہی نہیں سکے تھے...... وہ حیدر کو وزٹ کر کے آ رہے تھے اور آج ہی یہ خبر ملی تھی کہ حیدر کے جسم کا بایاں حصہ مکمل طور پر مفلوج ہو چکا ہے۔ ٹھیک ہوتا ہے یا نہیں...... کچھ کہنا ابھی قبل از وقت تھا۔

ذوالفقار صاحب نے ایک گہری سانس بھر کر اپنی طرف کا دروازہ کھولا تھا...... عنبرین بھی چند لمحوں کے وقفے کے بعد گاڑی سے اتری تھیں۔ یہ ایک تکلیف دہ خبر تھی اور وہ دونوں ہی بے حد آزردہ تھے۔

''ہنیا کہاں ہے؟'' بیڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے ذوالفقار صاحب نے پوچھا تھا۔

''اپنے کمرے میں ہی ہوگی اور کہاں ہونا ہے۔''

''اسپتال نہیں جاتی......؟''

''نہیں......''

''کیوں......؟'' اور اس کیوں میں حیرانی تھی۔

''معلوم نہیں...... عجیب طرح سے ری ایکٹ کر رہی ہے...... کچھ سمجھ نہیں پا رہی میں اسے......'' عنبرین پریشان تھیں۔

''اس نے کب اتنی تکلیفیں دیکھی ہیں عنبر...... کب اتنا سخت وقت سہا ہے...... کسی کلی کی طرح تھی وہ...... جسے میں نے یوں...... یوں ہتھیلی کا چھالا بنا کر پالا......'' ذوالفقار صاحب نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر کہا۔

عنبرین کی آنکھیں یکبارگی نم ہوئیں۔

''ہماری اکلوتی اولاد...... اور اتنا بڑا دکھ...... کتنی اٹیچڈ ہے ناں وہ حیدر سے...... اس کے حال کا اندازہ لگائیں...... اس کو ملنے بھی نہیں جاتی اب...... دیکھنے بھی نہیں گئی...... کیسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زندگی یوں لٹا دی ہم نے
باپ کی کمائی ہو جیسے

کھانے میں سب کچھ پسند ہے کوئی نخرہ نہیں ہے..... زندہ رہنے کے لیے کھاتی ہوں..... اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرتی ہوں۔
بے حد حساس ہوں، پنکھے سے ٹکرا کر زخمی ہو جانے والی چڑیا کے لیے بھی کئی دنوں تک افسردہ رہتی ہوں۔
کھانا بہت اچھا بناتی ہوں، سب میرے ہاتھ کا بنا شوق سے کھاتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں سلیقہ طریقہ، کھانا بنانا انہی ڈائجسٹوں سے سیکھا۔ میری تمام بہنوں سے درخواست ہے اپنی بچیوں کو پاکیزہ ضرور پڑھنے کے لیے دیں۔ بجائے اس فساد بک کے (بھئی فیس بک) میری فیورٹ رائٹرز کی لسٹ بہت لمبی ہے۔ آج کل میں نایاب جیلانی کو پڑھ رہی ہوں۔ انجم آپی کا جلترنگ میرا فیورٹ ہے۔ کھانے کے بعد جس طرح میٹھا ضروری ہے۔ پورا پاکیزہ پڑھنے کے بعد جلترنگ سوئٹ ڈش کا مزہ دیتا ہے۔ تاریخ سے بہت دلچسپی ہے تارڑ صاحب کے سفرنامے بہت پسند ہیں۔ اسلامی موضوع پر لکھی قیصرہ حیات، ذکیہ آپا اور اختر شجاعت کی تحریریں بہت اچھی لگتی ہیں۔ مجھے اپنی کلاس فیلو حمیرا عفت نگین، فردوس، تسلیم، ریحانہ اور امبر عذرا بہت یاد آتی ہیں۔ کاش ان میں سے کوئی میرا تعارف پڑھے اور مجھ سے رابطہ کرے۔
اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی......
''اے اللہ میں تجھ سے مغفرت کی طلب گار ہوں۔ اور تیرے حضور توبہ کرتی ہوں، میری توبہ قبول کر لے اور مجھے بخش دے، آمین۔''

جائے؟ کیسے دیکھے اور یہ سب برداشت کرے.....''
پہلے ان کی آواز بھرائی اور پھر وہ رو پڑی تھیں۔
''اللہ بہتر کرے گا.....'' ذوالفقار صاحب نے بیگم کا کندھا تھپتھپا کر تسلی دی تھی۔ وہ اب ٹشو سے اپنی آنکھیں صاف کر رہی تھیں۔
''اب کیا ہوگا ذوالفقار.....؟'' اور جب وہ یہ سوال کر رہی تھیں تو ہراساں نظر آتی تھیں۔
''ہونا کیا ہے..... عنبر..... وقت بڑا مرہم اور اللہ سب سے بڑا کارساز ہے..... وقت خود ہی تمام معاملات سیٹل کر دے گا.....'' وہ کوٹ کے بٹن کھول کر اتارتے ہوئے بولے۔
''پھر بھی ذوالفقار یوں.....''
''بس.....'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر ان کی بات کاٹی..... ''کچھ مت کہنا..... کچھ مت بولنا..... کوئی بات منہ سے مت نکالنا عنبر..... کہا ناں وقت بڑا مرہم اور یہ خود ہی تمام چیزوں کو تمام معاملات کو سیٹل کر دے گا..... تمام الجھے ہوئے دھاگوں کی گرہیں کھول دے گا۔ just wait and see''

☆☆☆

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی..... سورج کو ڈوبتا ہوا دیکھ رہی تھی..... سورج عین اس ریڈش براؤن ٹائلز والے گھر کے پیچھے غروب ہو رہا تھا..... وہ لحہ بہ لحہ اس کی بلندی کو کم سے کم تر ہوتا محسوس کر رہی تھی کہ یک دم اس کی سماعتوں کو کسی چیز کے گھسٹنے کی آواز نے متوجہ کیا تھا..... کوئی ریڑھی؟ نہیں..... شاید پہیوں کی آواز..... وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔
وہ ایک خوبرو نوجوان تھا مگر وہیل چیئر پر تھا۔ وہیل چیئر کو نسوانی نوجوان ہاتھوں نے تھام رکھا تھا۔ وہ دونوں اس وقت انہی ریڈش براؤن گھر کے دروازے کے باہر موجود تھے۔ دور سے ان کے تاثرات تو نہیں دیکھے جا سکتے تھے..... ہاں البتہ اس نوجوان کا وہیل چیئر پر ہونا..... متوجہ کرتا تھا۔ لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ بجایا۔
دروازہ کھلا..... اس نے چوکیدار سے کچھ کہا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیکھے بنا پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

چوکیدار دروازے سے باہر نکلا...... اور اب وہیل چیئر کو اس نے تھام رکھا تھا۔

وہ لڑکی وہیں کھڑی چوکیدار کو اسے اندر لے جاتا دیکھتی رہی اور پھر...... دروازہ بند ہو گیا تھا۔

لڑکی چند لمحے سر جھکائے...... بند دروازے کے پار کھڑی رہی......

مومنہ کو لگا وہ رو رہی تھی...... وہ رو رہی تھی یا نہیں...... یہ اتنی دور سے واضح نہ ہو سکتا تھا۔

اور پھر وہ لڑکی مڑ کر گھر کی بیرونی دیوار کے ساتھ کھڑی گاڑی تک گئی تھی۔

اِک جھٹکے سے اس نے دروازہ کھولا اور پھر بے حد بری طرح سے ڈرائیو کرتے ہوئے...... وہ گاڑی وہاں سے نکال لے گئی تھی۔

مومنہ کو وہ سارا منظر کچھ عجیب سا یا پھر...... یا پھر کچھ سوگوار سا محسوس ہوا تھا۔

اور اب وہ الجھن بھرے تاثرات کے ساتھ اس گھر کے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

وہ کون تھا اور وہ کون تھی......؟ مومی کی دلچسپی اچانک ہی بڑھی تھی...... وہ جو کوئی بھی تھے...... عجیب سے لگتے تھے...... معمول سے ہٹ کر کچھ محسوس کرواتے تھے۔ مومی نے کھڑکی سے آگے جھک کر گاڑی کو نظروں کی گرفت میں لینا چاہا...... مگر وہ گاڑی کی ریڈ بیک لائٹس بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔

تو وہ لڑکی جا چکی تھی...... مگر وہ اس طرح سے کیوں گئی تھی؟ مومنہ الجھی تھی...... یہ نارمل انداز نہیں تھا۔ وہ محسوس کر سکتی تھی۔

''مجھے کیا......؟'' چند لمحوں کے بعد وہ کندھے اچکا کر سوچتے ہوئے کھڑکی سے ہٹ گئی۔

مومنہ مجیب عالم نہیں جانتی تھی کہ وہ لڑکی...... کون تھی۔ مومنہ مجیب عالم یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ ریڈش براؤن ٹائلز والا گھر اس کی توجہ اپنے architecture کی وجہ سے کھینچنے والا وہ گھر......

کرنل صاحب کا تھا...... وہ ہی کرنل صاحب جن کا بیٹا حیدر علی ایک آپریشن کے دوران ہونے والے حادثے میں معذور ہو چکا تھا...... اس کے جسم کا بایاں حصہ کام کرنا چھوڑ چکا تھا اور وہ وہیل چیئر پر تھا...... یہ ہی زندگی ہے...... یہی تو زندگی ہے۔

☆☆☆

کیسا ہوتا ہے یہ احساس...... کیسا کہ اپنے پیروں سے زمین کی خاک اڑاتے، قدموں کی دھمک سے زمین کو پریشان کرتے ہوئے...... اپنے زورِ بازو سے پانی کا سینہ چیرتے ہوئے، گولیاں برساتے ہوئے ایک دن ایک دم اچانک...... آپ کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں...... کسی بے بس اور معذور کی طرح ایک عدد وہیل چیئر پہ منتقل ہو جائیں...... آپ کو زندگی کے انتہائی ضروری کاموں کے لیے بھی کسی کی مدد درکار ہو اور ہاتھ کسی چیز کو گرفت کرنے کے قابل نہ رہیں...... چیزیں ہاتھ سے پھسل، پھسل جائیں اور زندگی کے تمام مفہوم، تمام معنی کسی اندھے، گہرے کالے، سیاہ اندھیرے کی نذر ہو جائیں۔ روشنی کہیں بھی نہ رہے اور اس کا امکان تک معدوم ہو جائے۔ وہ سوئمنگ کا عادی تھا۔ وہ بلاناغہ جاگنگ اور جم جانے کا عادی تھا۔ اور اب...... اب کیا......؟ وہ محتاج ہو چکا تھا وہ یہ سب اب کبھی نہ کر پائے گا، اس کے اندر گرم، گرم لاوے جیسے اُبال اٹھتا اس کی ماں جب اسے کھانا کھلایا کرتی جب اس کے اٹینڈنٹ اس کے انتہائی ضروری کاموں میں مدد کیا کرتے تھے تو اسے اِک توہین سی محسوس ہوتی مگر یہ کہ مجبوری بڑی بری بلکہ خبیث چیز ہے...... بے حد خبیث...... اور ان سب مجبوریوں نے مل کر حیدر کو بھی بدل ڈالا...... اس کا مزاج، شخصیت، برتاؤ سب کچھ بدل کر رہ گیا تھا۔ اب وہ ایک معذور شخص تھا۔ اسے نفرت تھی ان نظروں سے جو ہمدردی بن کر اس کی جانب اٹھتی تھیں۔ اسے برے لگتے تھے وہ لوگ جو اس کے سامنے زمین پر اپنی دو ٹانگوں پر اکڑ، اکڑ کر چلا کرتے تھے۔ ہمت کسی معجزے سے کم نہیں ہوتی اور......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فی الوقت یہ معجزہ وقوع پزیر ہوتا دکھائی نہیں دیتا تھا۔

☆☆☆

''ہمایوں سے ملیں آپ......؟'' وہ سعد تھا اور چھٹیوں میں گھر آیا ہوا تھا۔

''ہاں...... ملی ہوں......'' مومی کچن شیلف کے اوپر چڑھ کر بیٹھی ہوئی تھی اور سعد کچن میں موجود ڈائنگ ٹیبل کی کرسی کی پشت پر دونوں بازو ٹکائے کھڑا تھا۔

''کافی معقول انسان ہیں......'' کہتے ہوئے سعد نے جھک کر ڈائنگ ٹیبل پر رکھی فروٹ باسکٹ میں سے سیب اٹھایا اور مومی کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہے تو معقول ہی......'' بولتے ہوئے مومی نے سیب مہارت سے کیچ کیا۔

''مجھے یقین ہے ان کی رائے آپ کے بارے میں سیم (same) نہیں ہوگی۔'' مومی اب سیب کا بائٹ لے رہی تھی اس بات پہ ہاتھ روک کر بے ساختہ ہنس پڑی۔ اور پھر بائٹ لیتے ہوئے کندھے اچکائے...... یوں جیسے کہتی ہو۔ ''مجھے کیا......؟''

''ممی کی پریشانی اب بھی دور نہیں ہوئی۔'' اور اس بات کا جواب یقیناً خاموشی ہی تھا۔

سعد نے بے اختیار ایک سرد آہ بھری تھی...... آخر وہ مومی سے سر پھوڑنا کیوں نہیں بند کر دیتا تھا...... کیوں نہیں...... ہمایوں کا تعلق ایک سویلین گھرانے سے تھا۔ ایک میچ میکر کے توسط سے یہ پرپوزل آیا تھا اور یہ کام بھی گل کو محض مومی کی وجہ سے کرنا پڑا تھا۔ ان کے خاندان، دوست، احباب، ملنے والے......سب کا تعلق آرمی سے تھا تو ایسے میں انہیں یہ ہی کرنا پڑا...... پرپوزل معقول تھا اب بھی اس پر سوچ بچار جاری تھی۔

مگر گل اپنے دل کا کیا کرتیں...... جو کہیں ٹھہرنے میں ہی نہیں آتا تھا۔ اور دل تو سعد کا بھی نہیں مانتا تھا جبھی تو وہ سر پھوڑنے سے باز نہیں آتا تھا۔

ایک سرد آہ بھرنے کے بعد وہ مومی کو دیکھتا رہا اور پھر سیب کھاتے ہوئے اس تک آیا تھا۔ اس نے ادھ کھایا سیب شیلف پر رکھا اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے زانوؤں پر رکھے......

''مومی......!''

اور مومی جو اس کے قریب آنے پر ہی منہ چلانا بند کر چکی تھی ایک سانس بھر کر اسے دیکھا۔

''خوشیاں کیا مشروط ہوتی ہیں؟ آپ کسی فوجی سے شادی نہیں کریں گی تو آپ خوش رہیں گی؟''

''بلیومی سعد اس ایک بات کے چانسز زیادہ ہیں۔'' وہ آہستگی سے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے بولی تھی۔

سعد نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا۔ اور ذرا پیچھے ہٹا......

''آپ سمجھتی کیوں نہیں...... مانتی کیوں نہیں...... آپ کے سینے میں دل نہیں ہے کیا......؟'' وہ زچ تھا اور یہ صاف نظر آتا تھا۔

''بلیومی...... نہیں ہے۔'' مومی اب شرارت سے مسکرائی۔

''کسی بات کو تو سیریس لیا کریں۔'' اب کہ اسے غصہ آیا تھا۔ اور اس نے مومی کے زانو پر بے ساختہ ہاتھ مارا تھا۔ اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

''چھوڑو بھی سعد...... کہاں سر پھوڑ رہے ہو...... چھٹیاں انجوائے کرو جسٹ چل یار...... مومی جانے اور اس کے مسئلے...... تم کیوں اپنا دماغ خراب کرتے ہو۔'' اس کے اس حد درجہ نان سیریس انداز پر سعد کو اور تپ چڑھی۔

''مجھ سے لکھوالیں آپ کبھی خوش نہیں رہیں گی......کوئی ماں کے دل کو آزردہ کر کے بھی خوش رہا ہے بھلا؟'' وہ بھڑک کر بولا۔

مومی مسکرا کر اسے دیکھتی رہی اور پھر یک دم اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

''خوشی کے لیے شادی کون کر رہا ہے سعد؟'' اور پھر ذرا سی دیر بعد اس نے سنجیدہ آواز میں کہا۔...... اور اس کی آواز...... سیدھی سعد کے دل پر جا کر لگی......

خوشی، ہاں...... خوشی...... یہ کہاں تھی مومنہ کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زندگی میں کہاں......؟ کیا خوشی نام کی چیز اب اس کی زندگی میں کبھی آنی بھی تھی یا نہیں......

☆☆☆

کمرے میں آتے جاتے، روزمرہ کے مختلف کام سرانجام دیتے ہوئے اس کی نظر لاشعوری طور پر کھڑکی سے اس گھر تک کا سفر طے کرتی تھی۔

اس دن کے بعد سے وہ نوجوان اسے نظر نہیں آیا تھا...... وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی شاید...... یا پھر یہ جاننا چاہتی تھی کہ اسے ہوا کیا تھا کہ یوں...... اتنی بھری جوانی میں...... وہ وہیل چیئر پر آ گیا تھا یا پھر شاید وہ پیدائشی طور پر...... نہیں...... ایسا لگتا تو نہیں...... لیکن کیا پتا......

وہ منظر اور وہ نوجوان۔ جیسے اس کی آنکھوں میں کھب کر رہ گیا تھا۔ سوچنے پر اکساتا، کچھ جاننے پر مجبور کرتا...... وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون تھا...... مگر جاننا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

اب بھی وہ سوچوں میں گم...... اس گھر کو دیکھے جا رہی تھی کہ......

''مومی......!'' نیچے سے عائلہ کی آواز آئی تھی۔

''ڈائننگ ٹیبل پر صرف آپ کی کمی ہے۔'' وہ شگفتہ سا طنز اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ سب اس کے انتظار میں تھے۔

''آ رہی ہوں......'' ایک آخری پُرسوچ نظر اس گھر پر ڈالتے ہوئے اس نے اونچی آواز میں جواب دیا تھا۔ اور پھر مڑ کر دھڑ، دھڑ کرتی ایک وقت میں دو، دو سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اتری تھی۔

''السلام علیکم......!'' حسبِ عادت اس نے سلام کیا۔

''تو یہ ہے...... آپ اوپر کون سا مسئلہ فیثا غورث حل کر رہی تھیں جو نیچے آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔'' سعد اسے دیکھتے ہوئے خفگی سے بولا...... وہ ابھی تک چڑا ہوا تھا۔

''تم سے مطلب......؟'' مومی نے اسے اور چڑایا۔

''اوں ہوں...... کھانا کھاؤ خاموشی سے......''

حسیب نے ان دونوں کو ٹوکا تھا۔

''یہ ہاسٹل والے تمہیں کھانا نہیں دیتے...... شکل دیکھی ہے اپنی کیسی ہو رہی ہے۔'' وہ بس ذرا سی دیر کو خاموش رہ سکی اور پھر سعد پہ سوال داغا گیا۔

''تو کیا کریں...... ہاسٹل کے کھانوں سے صحت تھوڑی بنتی ہے...... ان سے تو پیٹ بھی نہیں بھرتا اور پھر اتنی سخت روٹین ہے کہ......''

''تو کس نے کہا تھا کہ گھر سے اتنی دور جا کر پڑھائی کرو......'' تیکھے چتونوں کے ساتھ سعد کی بات کاٹ کر کہا گیا اور...... اور اس بات پر سب نے اچانک ہاتھ روک کر بیک وقت اسے دیکھا تھا۔ وہ بے طرح سے گڑبڑائی...... گلا کھنکھارا...... گلاس اٹھا کر پانی پیا اور لیجیے وہی ڈھیٹ مومی حاضر ہے۔

''چاچو......!'' کمال تجاہلِ عارفانہ کے ساتھ سب کی چبھتی نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے حسیب کو مخاطب کیا گیا تھا۔

''یہ جو سامنے والی لین میں ریڈش براؤن ٹائلز والا گھر ہے، وہ کس کا ہے؟''

چاچو کے متوجہ نہ ہونے کے باوجود بھی پوچھا گیا۔

''کرنل علی کا ہے، ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔''

''اچھا، ان کے گھر میں، میں نے کسی کو وہیل چیئر پر دیکھا تھا۔''

''ہاں، وہ ان کا بیٹا ہے، کیپٹن حیدر...... ایک آپریشن کے دوران زخمی ہو کر معذور ہو گیا تھا۔'' چاچو کھانا کھاتے ہوئے مصروف سے انداز میں جواب دے رہے تھے جبکہ اس بات پر اس کے حرکت کرتے ہاتھ اچانک ہی ساکت ہوئے تھے۔ اور بات ختم ہونے پر بھی اس کے ہاتھ حرکت کرنے کے قابل نہ ہوئے تھے۔

یک دم وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھی تھی۔

''کیا ہوا......؟'' گل نے حیرت سے سوال کیا۔

''کچھ نہیں...... بس کھا لیا......'' سرد سا انداز...... اس نے نیپکین سے منہ صاف کر کے اسے ٹیبل پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پھینکنے کے انداز میں گرادیا تھا۔

اس کے اس عمل کو گل نے حیرت سے دیکھا تھا۔ مگر اسے پروا کس کی تھی...... وہ کھانا چھوڑ کر وہاں سے جا چکی تھی۔

☆☆☆

عصر سے کچھ دیر پہلے وہ واک کرنے کے ارادے سے ہی نکلی تھی...... رخ سوسائٹی کے پارک کی طرف تھا...... موسم سرد تھا...... راتیں لمبی اور دن چھوٹے...... ایسے میں سورج کی حدت بڑی بھایا کرتی...... وہ کچھ سست سی ہو رہی تھی...... اور وجہ فلو؟

اسی سستی کی وجہ سے وہ واک نہیں کر پائی تھی اور وہیں بینچ پر ٹھس ہو کر بیٹھی رہی...... پارک میں اس وقت بہت زیادہ لوگ موجود نہیں تھے ویسے وہاں بہت زیادہ لوگ ہوا بھی نہیں کرتے تھے۔ وہ ایک چھوٹا سا پارک تھا ہاں البتہ ویک اینڈز پر رجحان معمول سے الٹ ہوتا تھا۔

بینچ پر بیٹھی ایک ہاتھ سے پیشانی کو مسلتی وہ لاشعوری طور پر سر درد سے ریلیف حاصل کرنا چاہ رہی تھی کہ ایک نامانوس سا شور اطراف میں ابھرا۔

موی نے چونک کر سر اٹھایا اور...... اور......

''یا میرے خدا......'' وہیل چیئر پر موجود وہ نوجوان اس کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اکیلا تھا اور گود میں کتاب بند پڑی تھی۔ یہ والی وہیل چیئر موٹر ائزڈ تھی جسے وہ خود سیدھے ہاتھ کی مدد سے چلا رہا تھا اور بایاں بازو بے حس وحرکت گود میں رکھا تھا۔

موی کے وجود میں ایک بجلی دوڑی اور وہ کرنٹ کھا کر اٹھی تھی۔ وہیل چیئر کا رخ پارک کے دروازے کی جانب تھا۔

وہ تیز، تیز قدموں سے چلتے ہوئے فاصلہ کم کرنے کی کوشش میں تھی...... مگر وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ فاصلہ زیادہ ہونے لگا تو موی کو بھاگنا پڑا...... اور بھاگتے، بھاگتے وہ ایک دم عین اس کے سامنے جا کر رکی تھی۔

حیدر نے بے اختیار وہیل چیئر کا لیور زور سے اٹھا کر اسے روکا تھا۔ غصے اور حیرت سے سامنے موجود لڑکی کو دیکھا...... صاف رنگت پر سرخ ہوتی ناک، گھٹنوں تک آتا سفید ڈھیلا ڈھالا سا کرتا...... نیلی جینز اور جینز کے ہم رنگ ہی گلے میں لپیٹا اسٹول، بال بے ترتیبی سے بندھے ہوئے تھے۔

"what the hell is this?" حیرت اور غصے سے ذرا اونچی آواز میں ناگواری سے پوچھا گیا۔

جواب سرد مگر چبھتی ہوئی نظروں کے ساتھ آیا تھا۔

''آپ کو کس نے کہا تھا کہ آرمی جوائن کریں......؟'' تیکھے لہجے میں کہا گیا۔

''دیکھ لیا کہ آرمی کیا حال کرتی ہے؟ اچھی بھلی زندگی کو برباد کر ڈالا...... آرمی میں نہ ہوتے تو یہ حادثہ بھی نہ ہوتا آپ کے ساتھ......''

اور وہ ہکا بکا ہو کر اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ملنے والوں میں سے...... جاننے والوں میں سے وہ پہلی تھی جس کا سوال اتنا غیر متوقع تھا۔ نہ صرف سوال بلکہ تاثرات بھی......

چہرے پر ہمدردی، دکھ یا ترس نہیں تھا، غصہ تھا......

''کیا مطلب ہے آپ کا......؟''

''میں نے تو سیدھی سی ایک بات کی ہے...... آرمی نے دیکھیں ذرا...... آپ کے ساتھ کیا، کیا ہے......؟'' وہ اب اشارہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اوپر سے نیچے کرتے کہہ رہی تھی۔

''آپ کا مطلب ہے میرے ساتھ یہ آرمی نے کیا؟'' اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

''جی...... اگر آپ کیپٹن کے بجائے ڈاکٹر' انجینئر یا کچھ اور ہوتے تو ابھی آپ زمین کے اوپر اپنے، پیروں کے ساتھ چل رہے ہوتے...... یوں معذور نہ ہوتے......''

حیدر چند لمحوں کے لیے کچھ بول نہیں سکا تھا۔ وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ وہ کیا چیز تھی...... تھی آخر کیا؟

''یہ جو حادثہ میرے ساتھ ہوا ناں یہ یہاں، یہاں لکھ دیا گیا تھا۔'' ذرا سی دیر بعد اس نے اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیشانی پر سیدھا ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''میر، ڈاکٹر، انجینئر یا جو بھی ہوتا...... اور اگر یہ حادثہ میرے نصیب میں لکھا ہوا تھا تو یہ میرے ساتھ ہی ہوتا...... یہ محض آرمی کا کیپٹن ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا...... کچھ چیزیں طوق کی طرح گلے میں پہنادی جاتی ہیں، وہ ہو کر رہتی ہیں اور یہ ہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ میرے ساتھ ہی ہونا تھا محترمہ...... چاہے میں کچھ بھی ہوتا......'' وہ اب تلخی سے بولا تھا۔

''غلط......'' مومنہ نے ذرا سا آگے جھک کر چبھتے ہوئے انداز میں نفی کی تھی۔

''ایسے حادثات کے ساتھ آپ کا خاندان بھرا ہوگا...... آپ کے فادر کے ساتھ بھی کچھ ہوا ہوگا یا ان کے فادر کے ساتھ یا پھر مے بی...... آپ کے گرینڈ گرینڈ، فادر کے ساتھ بھی...... آرمی خاندانوں کے ساتھ یہ ہی کرتی ہے۔''

حیدر چپ کر کے اسے سنتا رہا اور جب وہ بات ختم کر چکی تو تب بھی چپ رہا...... اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا۔

''میں اپنے خاندان کا وہ واحد فرد ہوں جس کے ساتھ کوئی بھی حادثہ ہوا......'' اور پھر ٹھنڈے لہجے میں اس کو جواب دیا۔ مومی یک دم لاجواب ہوئی تھی۔

''آپ کی فیملی کا تعلق آرمی سے نہیں رہا ہوگا...... آپ پہلے ہوں گے جو......''

''ہم پشتوں سے پاک آرمی سے وابستہ ہیں......'' اس کی بات کو پھر سے سخت انداز میں کاٹا گیا...... اور مومی......؟ وہ یک دم خاموش ہو کر ایک الجھن کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔

یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اس کے پاس جواب نہیں تھا...... پہلی بار ایسا ہوا کہ اس کے مفروضات اتنے بودے ثابت ہوئے تھے۔ وہ اِک ناسمجھ سی کیفیت کا شکار ہو کر کھڑی رہی۔

''آپ سامنے سے ہٹیں گی؟'' بے تاثر سی کھردری آواز...... وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی......

حیدر نے وہیل چیئر کو چلانا چاہا مگر...... مگر یہ کیا اس کا لیور جیم ہو گیا تھا۔ اور یہ یک دم لیور کو ایک جھٹکے سے کھینچ کر روکنے کی وجہ سے ہوا تھا۔

''ڈیم اٹ......'' بے ساختہ اس نے سیدھا ہاتھ وہیل چیئر کے arms پہ مارا تھا اور سیل فون تو خیر سے وہ خود گھر جان بوجھ کر چھوڑ کر آیا تھا...... وہ کچھ دیر سکون سے مکمل تنہائی میں رہنا چاہتا تھا۔ وہ بنا بتائے نکلا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ کتنا خطرناک تھا۔ اور مومی یہ سب دیکھ رہی تھی...... بے عقلی تو نہ تھی جو سمجھ نہ پاتی کہ کیا ہوا، کیوں ہوا اور کس کی وجہ سے ہوا؟ وہ دبے پیروں کے ساتھ اس کے پاس سے گزری...... ڈرتے ہوئے وہیل چیئر کو تھاما اور آگے کو پش کیا...... حیدر نے ترنت گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''چھوڑیں......'' وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

''میں گھر پر چھوڑ دیتی ہوں آپ کو......''

''کوئی ضرورت نہیں......''

''یہ سب میری وجہ سے ہوا۔''

''ہاں تو......؟''

''تو میں اپنی سروسز کے ذریعے آپ کا ہونے والا loss (نقصان) بھر رہی ہوں۔ سمجھیں کہ pay کر رہی ہوں۔''

''مجھے ضرورت نہیں......''

''سو واٹ......'' اور وہ بے ساختہ چپ ہوا۔

''اٹس او کے، ابھی کوئی نہ کوئی آ ہی جائے گا مجھے دیکھتا ہوا......'' پہلے کے برعکس اب لہجہ ذرا سا نرم ہوا۔

مومی چپ رہی اور وہیل چیئر کو دھکیلتی رہی...... اور حیدر اپنے اندر ایک ناگوار سے جذبے کو دباتا رہا۔ یہ کسی بھی مرد کے لیے اچھے محسوسات نہیں ہوتے سو اس کے لیے بھی نہیں تھے۔ اسے حیرت نہ ہوئی کہ وہ اس کے گھر کا راستہ بھی جانتی تھی...... جب اتنا کچھ جانتی تھی تو گھر بھی معلوم ہی ہوگا......

(باقی آئندہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

اک لمحہ آگہی

ثمینہ عظمت علی

ناصر بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اسے دراصل بوا کی بات پر بہت غصہ آیا تھا۔ پوری رات وہ ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا۔

"یہ درست ہے کہ میرے مالی حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں ایک بیوہ اور دو بچوں کی ماں سے شادی کرلوں...... اور اب تو نوکری کا بھی پکا آسرا ملا ہے۔" اس نے کچن میں جا کر چائے بنائی۔ ایک کپ امی کو دیا اور خود بھی بیٹھ کر پینے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

ھار .... گل رعنا

کرسی پہ بیٹھا وجود کسی مجسمے کے مانند لگ رہا تھا۔ پاؤں سامنے دیوار سے ٹکائے کسی آرٹ کا نمونہ۔ واحد چیز جو زندگی کا پتا دے رہی تھی وہ ان کے بال تھے۔ ہوا کے زور پہ اڑتے بال جو چہرے کو عیاں کر دیتے۔

میری آہٹ پہ انہوں نے مسلسل ہلتی چیئر کو روکا۔ وقت شاید وہیں رک گیا۔

ہاں وقت...... یہی وقت تھا یہی چیئر تھی۔ ایسے ہی ہل رہی تھی ایسے ہی بال نہیں بلکہ لمبے، ریشمی بال...... اور چہرہ، شاداب کِھلا، کِھلا سا......

پر میری چال یہی نہیں تھی۔ میں اکڑتا ہوا سامنے آیا تھا۔ شفیق سے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھ کر رکا پر اگلے ہی لمحے وار کر دیا۔

"ماں اب میں یہاں نہیں رہ سکتا۔"

مسکراہٹ غائب ہوئی۔ آنکھوں میں بے یقینی در آئی۔ مجھے انہیں چھوڑنا تھا میرا مستقبل نہیں بنتا تھا ان کے ساتھ۔

انہوں نے میری آنکھوں میں دیکھا۔ بہت کچھ نظر آ گیا تھا شاید انہیں۔

وہ خاموش ہو گئیں۔ جیسے تالا لگا دیا گیا ہو۔ اور نظریں چابی کی منتظر۔ ایسا تالا جس کی چابی پھر نہیں ملی۔ واحد چیز جس نے میرے قدموں کو ڈگمگایا تھا وہ ان کا سر پہ ہاتھ رکھنا اور آنکھوں کا آنسوؤں سے بھرنا تھا۔ یکا یک ان کے چہرے سے شادابی غائب ہوتے دیکھی تھی میں نے۔

لگا۔

"لگتا ہے تمہیں بوا کی بات بہت بری لگی ہے؟" امی نے آہستہ سے کہا۔

"تو کیا نہ لگتی......؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

امی نے ایک آہ بھری اور خاموش ہو گئیں پھر ذرا توقف کے بعد بولیں۔

"جو تمہاری مرضی بیٹا......! میں تو چاہتی ہوں کہ تمہارا گھر بس جائے میرے بعد......"

"اللہ نہ کرے، امی......!" ناصر نے تڑپ کر اُن کی بات کاٹی اور ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ناصر نے باہر جا کر دیکھا تو اس کا دوست طارق کھڑا تھا۔ ناصر کو قدرے ناگواری کا احساس ہوا۔ وہ طارق سے اجتناب برتنے لگا تھا کیونکہ وہ غلط صحبت میں بیٹھنے لگا تھا اور بری عادتوں کا شکار ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا بھئی......؟" طارق اندر آتے ہوئے بولا۔

وہ جانتا تھا کہ ناصر کی بہنوں کی شادی ہو گئی ہے اور ایک بوڑھی بیمار ماں ہے جو اپنے کمرے میں ہی ہوتی ہیں لہٰذا بے تکلفی سے اندر چلا آیا۔

"چائے تو پلا دو یار......" اس نے کرسی پر دھپ سے خود کو گراتے ہوئے کہا۔

"کہاں سے آ رہے ہو؟" ناصر کچن سے کپ میں چائے لاتے ہوئے بولا۔

طارق نے جینز کے ساتھ مسلی سی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ آنکھیں قدرے سرخ تھیں اور اب اس نے سگریٹ سلگا لیا تھا۔

"بتاؤں گا تو مارو گے......" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چھوڑ کیوں نہیں دیتے یہ حرکتیں......؟" ناصر نے ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''صائم آگے بڑھنے کے لیے چھوڑ جانا ضروری نہیں ہوتا۔ پر بیٹا مجھے تمہاری ہار کبھی نہیں پسند۔ میں انتظار کروں گی۔''

بس اِک لمحے کو میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ زیادہ دیر دیکھ لیتا تو شاید لمحے آسانی سے گزر جاتے۔

میں وہ لمحہ ساتھ لے آیا...... باقی سب چھوڑ آیا، آدھا ادھورا۔ شاید واپسی کے لیے......

ان کا لمحہ وہیں تھم گیا۔

ان کے لبوں پہ قفل اسی روز پڑ گیا۔ ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے......

ان کی وہیل چیئر پہ بیٹھا وجود وہی ہے۔ عجیب بات تھی کہ فالج نے ان کی زبان پہ اثر کیا تھا......

میرا حال بنا اور مستقبل تاریک ہو گیا اور محض پانچ سال بعد میں اس سے بھی گیا جو میرے پاس تھا۔ قدرت کے سزا دینے کا اپنا طریقہ ہے۔

میں انہی کے پاس چلا آیا۔

پر زندگی معافی کا انتظار تو نہیں کرتی ناں۔

آنکھیں جو اٹھی تھیں میرے قدموں کی شکستگی دیکھ کر شاید حسرت سے مسکرائیں...... میرے انتظار میں تو تھیں وہ...... میں قدموں میں گر پڑا...... سر جھکایا۔ اور میرے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے سے پہلے ہی ان کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ سر پیچھے کو ڈھلک گیا۔

مجھے یاد آیا...... انہیں میری ہار کبھی پسند نہیں تھی۔

''پھر؟ کیا کروں......؟ تمہارے جیسی زندگی گزاروں۔'' اس نے ایک تمسخرانہ نگاہ اس کے اجڑے ہوئے ویران گھر پر ڈالی۔

''شادی کیوں نہیں کر لیتے...... گناہ سے بہتر ہے کہ......''

''شادی......؟ ہاہاہا'' طارق نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''شادی یعنی رشتہ، لوازمات، منگنی، انگوٹھی، کھانا، عید، تحفے، گھر، کمرا، فرنیچر، زیور، ولیمہ، ہنی مون، ملبوسات، لین دین۔'' وہ تلخ لہجے میں کہتا چلا گیا۔

''بات یہ ہے پیارے......'' اس نے سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ ''شادی بہت مہنگی ہے اور گناہ بہت سستا ہے۔'' اس نے سگریٹ کو فرش پر پھینکا، جوتے سے مسلا اور چائے پیے بغیر چلا گیا۔

ناصر وہیں بیٹھا سگریٹ کی راکھ کو دیکھتا رہا......

اسے لگا جیسے کسی نے اسے راکھ بنا کر جوتے سے مسل دیا ہو۔

☆☆☆

ناصر کی ماں کا اس کے بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی لیکن پروین ایک روایتی سوتیلی ماں ثابت نہ ہوئی۔

اس نے ناصر کو بالکل اپنے سگے بچے کی طرح پالا۔ ناصر کو بھی ان سے ایسی ہی محبت تھی۔ پروین کی دو بیٹیاں ہوئیں اور سب نے بہت پیار و محبت سے وقت گزارہ...... ان کے مالی حالات اتنے اچھے نہیں تھے، مزید ستم یہ ہوا کہ ابھی ناصر زیرِ تعلیم ہی تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور ماں اور دو بہنوں کی ذمے داری اس کے اوپر آ گئی۔ اس نے تعلیم جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا اور گھر چلانے کے لیے تگ و دو کرنے لگا...... اسی دوران اس کی زندگی میں زارا آئی لیکن وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی اس نے اپنے خواب ناصر کی غربت اور ذمے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

داریوں پر قربان کرنے کے بجائے اپنی راہ ہی بدل لی۔ کوئی پروفیشنل ڈگری نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی مناسب جاب حاصل کرنے میں ناکام رہا اور مختلف چھوٹی موٹی جابز کرتا رہا۔ جوں توں کر کے بہنوں کی شادیاں بھی ہوگئیں اب امی کی خواہش تھی کہ ناصر کی شادی بھی ہو جائے وہ خود بھی بیمار رہنے لگی تھیں اور گھر سنبھالنا ان کے لیے دشوار ہو گیا تھا۔

زارا کے بعد ناصر کو کسی سے محبت نہ ہوئی البتہ اس کی یہ خواہش ضرور تھی کہ کسی اچھے گھرانے کی پڑھی لکھی لڑکی سے اس کی شادی ہو...... بوا جس گھرانے میں ناصر کی بات چلاتیں، وہ لوگ ناصر کے مالی حالات جان کر رشتہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر بوا نے ایک نوجوان بیوہ کا ذکر کیا جس کے جواں سال شوہر کی اچانک موت واقع ہوگئی تھی اور اس کے دو چھوٹے بچے تھے اور اس کا کوئی نہیں تھا۔ اس پر ناصر بری طرح چڑ گیا۔

☆☆☆

شام کو اس کی دونوں بہنیں آگئیں...... ایک پلاؤ بنا کر لائی تھی اور دوسری شامی کباب۔ ناصر نے کئی دن بعد مزے سے مزیدار کھانا کھایا۔

''بھائی جان، اب آپ کی شادی ہو جانی چاہیے۔ امی جان بھی بیمار رہنے لگی ہیں۔''

''شادی؟ مجھ سے کوئی کرے بھی تو......''

''کیوں، اتنا اچھا تو ہے میرا بھائی......'' سیما تڑپی۔

''صرف اچھا ہونا کافی نہیں اور بھی بہت کچھ چاہیے۔''

سیما چپ ہوگئی۔ اس نے اپنے شوہر سے ناصر کے لیے اپنی نند کی بات کی تو اس نے ایسا کوئی امید افزا جواب نہیں دیا بلکہ اعتراض کیا کہ ناصر کے پاس کوئی مستقل ملازمت نہیں ہے اور گھر بھی کرائے کا ہے لیکن اس نے بھائی کو کچھ نہیں بتایا۔ اس کے پاس کچھ پیسے تھے۔ وہ امی کی دوا لینے چلا گیا۔ واپس آیا تو راحیلہ اور سیما کی باتیں سن کر ٹھٹک گیا۔

''سب افسانوی باتیں ہیں، کبھی کسی غریب لڑکی کے لیے شہزادہ نہیں آتا۔'' راحیلہ نے کہا۔

ناصر چونک گیا۔ راحیلہ کا شوہر ایک قدرے مناسب سا آدمی تھا۔ امیر نہیں تھا لیکن ایسا غریب بھی نہیں تھا۔ بس ٹھیک ٹھاک ہی تھا۔

''تو کیا راحیلہ نے کسی شہزادے کے خواب دیکھے تھے؟'' ناصر سوچنے لگا۔

کیا اس کی بہنوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اسے تو یوں ہی لگتا تھا کہ ان کے حالات کے حساب سے بہنوں کی شادیاں اچھی جگہ ہوگئی ہیں۔

''اور شہزادیاں بھی جھونپڑیوں میں نہیں آیا کرتیں۔'' سیما نے تلخی سے کہا۔

یہ جملہ ناصر کے دل میں ترازو ہوگیا۔ وہ کس برتے پر کسی شہزادی کے خواب دیکھ رہا تھا؟

راحیلہ اور سیما کے جانے کے بعد گھر میں سناٹا ہوگیا۔ اس نے ماں کو دوائی کھلا کر سلا دیا اور خود باہر گلی میں نکل آیا اور اِدھر اُدھر گھومنے لگا۔ اس کا دل اداس اور بوجھل تھا۔ رات گئے تک وہ باہر پھرتا رہا پھر گھر آ کر سونے کی کوشش کرنے لگا...... رہ رہ کر ذہن میں طارق کا جملہ گونجتا۔

''شادی مہنگی ہے اور گناہ سستا ہے۔'' پھر سیما کا جملہ...... ''شہزادیاں جھونپڑیوں میں نہیں اترا کرتیں۔''

صبح وہ امی کو ناشتا کروا رہا تھا کہ رشتے والی بوا آگئیں۔

''تو پھر تم نے کیا سوچا بیٹا؟'' اس نے آتے ہی ناصر سے پوچھا۔

وہ چپ چاپ امی کا منہ دیکھنے لگا۔

آخر کار اس کی ماں ہی بولیں۔

''بوا، کیا خرابی ہے، میرے بیٹے میں، پڑھا لکھا ہے، خوش شکل ہے۔ کما بھی لیتا ہے۔ اللہ مستقل روزگار کا بندوبست بھی کر دے گا۔ کوئی مناسب لڑکی ہو......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہم کب کہتے ہیں کہ کوئی شہزادی ہو۔‘‘

’’برا نہ ماننا بھئی...... ہر لڑکی اپنے گھر کی شہزادی ہی ہوتی ہے۔ لڑکی کم پڑھی لکھی اور کم حیثیت والے گھر کی ہو تو وہ بھی چار چیزیں دیکھتے ہیں۔ میں تو کہتی ہوں کہ یہ بچی بڑی اچھی ہے۔ گورنمنٹ اسکول میں ملازمت بھی کرتی ہے، عمر بھی کم ہے۔ بیچاری کی قسمت میں چھوٹی عمر میں ہی بیوگی لکھی تھی۔ دو چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے اور دنیا میں کوئی نہیں ہے۔‘‘ بوا جذبات میں بولتی چلی گئیں۔

’’لیکن......‘‘ ناصر ہچکچایا، وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔

’’تمہارے بھلے کو کہتی ہوں میاں، تمہاری ماں سے پرانی دوستی ہے میری ورنہ......‘‘ یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔

ناصر سوچ میں ڈوبا رہا...... پھر جیسے اچانک چونکا۔

’’امی، آپ نے ابو سے شادی کیوں کی تھی؟‘‘

’’ہمارے زمانے میں اور ہمارے گھرانوں میں جہاں ماں، باپ شادی کرواتے تھے وہیں ہو جاتی تھی۔‘‘ امی نے آہستہ سے کہا۔

’’آپ نے ہاں کیوں کی؟‘‘

’’میں اوسط درجے کی لڑکی تھی، شکل صورت بھی عام سی تھی...... اور بہنیں بھی تھیں۔ ماں، باپ غریب تھے، تمہارے ابو کا رشتہ تو بہت اچھا تھا۔ اور بیٹا اُن کی عمر بھی اتنی زیادہ نہیں تھی، بیوی حیات نہیں تھی اور ایک چھوٹا بچہ وہ بھی اتنا پیارا......‘‘ امی نے محبت و شفقت سے ناصر کو دیکھا۔

’’اور خدا گواہ ہے بیٹا، میں آج تک اپنے فیصلے پر نہیں پچھتائی۔

ناصر نے محبت سے انہیں گلے لگا لیا۔

’’جب آپ ایک بن ماں کے بچے کی ماں بن سکتی ہیں تو میں دو معصوم اور یتیم بچوں کا باپ کیوں نہیں بن سکتا۔ آپ بوا کو بلوا کر میرے رشتے کے لیے ہاں کہہ دیں۔‘‘

غزل

خوشی کی بات ہے یاد کھ کا منظر دیکھ سکتی ہوں
تیری آواز کا چہرہ میں چھو کر دیکھ سکتی ہوں

ابھی تیرے لبوں پر ذکرِ فصلِ گل نہیں آیا
مگر اک پھول کھلتے اپنے اندر دیکھ سکتی ہوں

مجھے تیری محبت نے عجب اک روشنی بخشی
میں اس دنیا کو اب پہلے سے بہتر دیکھ سکتی ہوں

کنارہ ڈھونڈنے کی چاہ تک مجھ میں نہیں ہوگی
میں اپنے گرد اِک ایسا سمندر دیکھ سکتی ہوں

وصال و ہجر اب یکساں ہے وہ منزل ہے چاہت کی
میں آنکھیں بند کر کے تجھ کو اکثر دیکھ سکتی ہوں

ابھی تیرے سوا دنیا بھی ہے موجود اس دل میں
میں خود کو کس طرح تیرے برابر دیکھ سکتی ہوں

کلام: پروین شاکر

پیاری دوست کے نام

تیرا بخت ستارہ چمک اٹھے
تجھے خوشیوں کا سامان ملے

گل پوش ہو تیری ہر منزل
تجھے ہر رستہ آسان ملے

تیرے ساتھ رہے ابر رحمت
تجھے سایۂ قرآن ملے

ہر دیکھنے والا رشک کرے
تجھے ہر جگہ وہ مقام ملے

از طرف: فرح طاہر، ملتان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

......یہ کہاں آ بچیں کہ دل ہے

رفعت سراج

بنی اسرائیل کا سونے کا بچھڑا آج ڈالر، پونڈ، یورو، درہم و دینار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔
دل جذبات کا استعارہ ہے مگر اب وہ دل کہاں . . .
سونے کے بچھڑے میں دل بھی سونے کا ہے . . .
دل کو رویا جاتا ہے، جگر کو پیٹا جاتا ہے . . .
کبھی ناقدروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، یاریاں ٹوٹ جاتی ہیں۔
الزام تراشیوں کا ایک طوفان بد تمیزی برپا ہو جاتا ہے۔
دل سے دل کو راہ بھی ہوتی ہے . . .
آج کا انسان بہ راہ سٹیلائٹ کے ذریعے search کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
دل اور سونے کا بچھڑا . . .
عبادات، معاملات . . .
جنتِ گم گشتہ کے بے دخل باسیوں کی ازلی کہانی . . .

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
غم اگرچہ جاں گسل ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا، غمِ روزگار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

قسط 10

زارا کی تمام حسیات ایک نکتے پر مرکوز تھیں...... اس کو اندازہ ہو گیا کہ ساحل کی نظر کہیں اور مرکوز ہے...... اس نے لاشعوری طور پر پلٹ کر دیکھا تھا۔
سفینہ سوالیہ نظروں سے ساحل کی طرف دیکھتی پائی گئی۔
''اوہ سفینہ، یہ ہمارے آفس میں ایمپلائی ہیں۔ I do'nt know what is his job'' اس نے منہ بنا کر ساحل کی طرف دیکھا......
ابھی تک ساحل کے خلاف غم و غصہ دل میں کینہ بن کر پل رہا تھا...... شکل دیکھتے ہی موڈ خراب ہو گیا تھا۔
اس نے اس سے زیادہ الفاظ خرچ کرنے کا تکلف نہیں کیا اور گھوڑی کی طرح دھپ، دھپ کرتی بے ڈھنگی چال سے کچن کی طرف چلی گئی تا کہ وہاں اپنی پسند کی چیزوں پر ہاتھ صاف کرے، بھوک سے بری حالت ہو رہی تھی۔ اس پر مستزاد خالی پیٹ ساحل کو دیکھ لیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

Downloaded From paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

''مجھے میم نے بھیجا ہے، ان کے بیڈ روم میں بلیک ہارس کمپنی کی فائل ہے، میم کو ارجنٹ ضرورت پڑ گئی ہے۔ آپ فون پر میم سے کنفرم کر سکتی ہیں۔'' ساحل اپنا ''concern'' بتاتے ہوئے بہت توجہ سے حسنِ سادہ و معصوم کا دیدار بھی کر رہا تھا۔

یک نہ شد...... دو شد......

دو لڑکیاں...... دو انتخاب...... دو آپشنز...... ایک fish اگر سلپ ہو بھی جائے دوسری تو قابو کی جا سکتی ہے۔ خوب صورت دونوں بہت ہیں...... مگر اس میں کچھ ''خاص'' ہے...... ساحل کو فنکارانہ مزاج فطرت نے عطا کیا تھا...... اور فنکارانہ مزاج کے حامل لوگ اکثر دل پھینک بھی پائے جاتے ہیں...... اصل میں انہی کے لیے تو شاعر نے کہا ہے۔

یہ اعجاز ہے حسنِ آوارگی کا
جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

''have a seat please میں بھجواتی ہوں۔'' سفینہ نے اپنے مخصوص باوقار انداز میں کہا اور فوراً ہی وہاں سے چلی گئی۔

''بھجواتی ہوں...'' یعنی خود بنفسِ نفیس نہیں لائیں گی محترمہ...... ''سفینہ کے جانے کے بعد ساحل نے بیٹھتے ہوئے سوچا۔

''یہ شکل شاید ابھی اس قابل نہیں کہ کوئی ایک بار کے بعد دوسری بار دیکھنا چاہے۔'' ساحل نے اپنے پیدائشی احساس کمتری کے زیر اثر بہت دکھی ہو کر سوچا اس لیے کہ ہر پل ایک تمنا مچلتی رہتی تھی کہ کاش کسی مال دار حسینہ کی نظرِ کرم ہو جائے...... اور وارے نیارے ہو جائیں۔

''لیز کار......'' لینا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ بیس ہزار مہینہ قسط بہت آرام سے دے سکتا تھا...... چم چم کرتی کرولا یا اکارڈ کو انجوائے کر سکتا تھا...... مگر مسئلہ یہ تھا کہ ''کار'' دکھا کر گرل فرینڈ تو پھنسائی جا سکتی ہے...... مال دار لڑکی سے شادی نہیں کی جا سکتی...... کیونکہ شادی کے بعد ساری پول کھل جاتی ہے۔

آرزو تو یہی تھی کہ کوئی مال دار لڑکی اسے پھٹیچر بائیک کے ساتھ قبول کر لے...... اس کی ذات کو قبول کر لے...... اس کے ظاہر سے دھوکا نہ کھائے اور اتنی ذہین ہو کہ اس پر یوں ترس کھائے کہ ''ٹیلنٹ'' ضائع ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس سے شادی کر کے اسے boost کرنے کا موقع ضرور دینا چاہیے...... اس وطنِ عزیز کی ذہین اور مال دار لڑکیوں کا فرض بنتا ہے کہ اپنے باصلاحیت ہم وطن سے نکاح فرما کر انہیں اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع فراہم کریں۔ کتنے ہی باصلاحیت نوجوان گوریوں کے ہتھے چڑھ چکے ہیں...... جو ہم زبان نہ ہونے کی وجہ سے بیگم کو ڈھنگ سے بے بھاؤ کی بھی نہیں سنا سکتے...... لغت کی کمزوری کی وجہ سے ''گالی'' ''دعا'' بن کر بھی لگ سکتی ہے۔ اور غصے کی شدت میں تو اپنی زبان کے مناسب الفاظ نہیں سوجھتے پرائی زبان میں تو تو، میں، میں کرنا کوئی مذاق ہے؟ اسی لیے بیچارے پاکستانی کو کئی فلاپ شادیوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔

قصور تو پھر ہم وطن مال دار مغرور لڑکیوں کا ہوا ناں...... اس سے پیشتر مزید فلسفہ نازل ہوتا...... نوکر فائل لے کر آ گیا...... ساحل نے ایک آہِ سرد کے ساتھ فائل تھام لی...... اور غائرانہ نگاہ سے اطراف کا جائزہ لیا......

عالیشان، پُرشکوہ وسیع و عریض گھر اور دور تک پھیلی خاموشی...... ایک آہِ سرد سینے سے آزاد ہوئی۔

''آنے والے کو کم از کم ایک گلاس پانی تو پوچھ لیتے ہیں...... مگر بھئی اب تو پانی بھی پیسوں کا ملتا ہے...... ہونہہ...... کنجوس، بخیل لوگ......'' وہ سلگتا کڑھتا پورچ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆

پرنس نے بے دھیانی میں زارا کا رف اسکیچ اٹھا لیا تھا...... اور بلا ارادہ مسکرایا بھی...... چند ثانیے غور سے دیکھا......

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

''اچھی لڑکی...... مجھے معاف کر دینا...... تمہارے اسکیچ پر میرا برش رقص نہیں کر سکتا۔'' اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا اور شیٹ کے ٹکڑے، ٹکڑے کر کے ڈسٹ بن میں ڈال دیے۔

اور سفینہ کا ادھورا اسکیچ ایزل پر چڑھا کر چند ثانیے غور سے دیکھتا رہا......

''رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے......'' وہ مسکرایا اور پھر گنگنایا بھی......

''رات خواب میں تمہاری بند آنکھوں کی پلکوں پر سچے موتی چمک رہے تھے۔ میں نے چاہا اپنے ہونٹوں میں جذب کر لوں...... پھر تمہاری حیا کا خیال آیا...... پھر میں نے تمہارے چہرے پر مہین آنچل پھیلا دیکھا۔

آنچل میں چھپا تمہارا چہرہ کھلے چہرے سے سوگنا زیادہ حسین لگ رہا تھا۔ میں اسی حجاب آلود اس چہرے کو paint کروں گا...... مجھے یقین ہے میری یہ پینٹنگ ماسٹر پیس ہوگی...... آج تک خیالات، رویے، حادثات پینٹ کرتا رہا ہوں...... چہرہ پہلی بار پینٹ کروں گا...... چاہے Painting دس سال میں مکمل ہو...... مگر یہ میرے رومانس کا کلائمکس ہوگی۔''

وہ ادھورے اسکیچ کو مختلف زاویوں سے جانچ رہا تھا۔ وہ تصور میں رنگوں کا انتخاب بھی کر رہا تھا۔

عورت چھپے ہوئے خزانے کی طرح ہو تو اسے بازیافت کرنے کو جی چاہتا ہے......

''واللہ تم ایک راز کی طرح پُراسرار ہو...... میں تمہاری آواز اپنے دل میں سنتا ہوں...... مگر نگاہ میں کوئی پیام نہیں پڑھا...... میری توجہ ماحول سے زیادہ اپنے دل پر رہتی ہے...... میں وہم و توہمات، آئیڈیاز یا اندازوں سے کھیلنے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

قائل نہیں...... تم میرے دل کے گنبد میں ایک صدا کی طرح گونجتی ہو...... تم مجھ سے وہ باتیں کرتی ہو...... جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنیں...... جب یہ تصویر مکمل ہوگی تو کمال کی خطیب ہوگی...... اور میں لاجواب ہو جاؤں گا......''
پرنس نے برش اٹھالیا اور چوم لیا۔

☆☆☆

''رات کو تو تم نے شیو رخوب انجوائے کیا ہوگا۔'' زارا کچن میں ڈٹ کر ناشتا کر رہی تھی کہ سفینہ بھی ایک کپ کافی بنانے کی نیت سے کچن میں چلی آئی...... اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کچن میں زارا سے مڈبھیڑ ہو جائے گی......
وسیع وعریض کچن کے مرکز میں بڑی سی گول ڈائننگ ٹیبل کے گرد چھ کرسیاں پڑی تھیں جن میں سے ایک پر زارا ''متمکن'' نظر آرہی تھی۔ بٹلر اوون کے پاس کھڑا زارا کی کوئی فرمائش پوری کر رہا تھا...... ماحول میں ''چھن من'' کی آوازیں بھی پھیل رہی تھیں۔
''oh yes...... میں نے اور ماہین نے بہت انجوائے کیا...... یار کیا فینٹسی ہے اس ماحول میں...... لگتا تھا کہ ہم تو کسی اڑن طشتری میں داخل ہو گئے ہیں...... ماڈرن اور اینٹکس کا کیا کمال کا بی نیشن ہے...... amazing''
اب بس ہو گئی تھی...... چند گھنٹے کی گھٹن اور ذہنی دباؤ سے چھٹکارا پانے کا راستہ یوں ملا جیسے غار کے دہانے سے سورج نکلنے کا پتا چلتا ہے...... سفینہ کو ''بخارات'' نکالنے کا یہی راستہ مناسب لگا...... کیونکہ اس کے علاوہ تو پھر دیواروں ہی سے بات کی جاسکتی تھی۔ جیسے پانی ڈھلان کی طرف بہتا ہے...... سفینہ کے جذبات بھی راہ پا کر بہہ نکلے...... وہ زارا کو چڑا نہیں رہی تھی...... نہ اس کا دل دکھانے کی نیت رکھتی تھی۔ وہ تو بس یہ چاہ رہی تھی کہ اس کی شکستگی کی خبر اس کے فرشتوں کو بھی نہ ہو...... کجا کہ زارا کوئی بھید پا جائے......
زارا الجھی، الجھی نظروں سے سفینہ کی طرف دیکھ رہی تھی...... سفینہ کا انداز بڑا انوکھا، نرالا اور غیر معمولی تھا۔
وہ ایک، ایک لفظ تول کر بولنے کی عادی تھی مگر اس وقت زارا کو یوں لگا گویا اخبار کی کوئی خبر نظریں اٹھائے بغیر پڑھتی جا رہی ہو...... سفینہ بٹلر کو آرڈر دینے کے بجائے خود ہی کافی تیار کرنے کی نیت سے کافی مکسر کا پلگ لگا رہی تھی اب اس کی پشت زارا کی طرف خود بخود ہو گئی تھی۔
زارا پلکیں جھپکائے بغیر اس کی پشت کو گھور رہی تھی...... غیر حاضر دماغی کی کیفیت تھی...... پتا نہیں کیوں اسے وہم ہو رہا تھا کہ سفینہ جان بوجھ کر بڑھا چڑھا کر بول رہی ہے......
''مس صاحبہ آپ ناشتے میں کیا لیں گی......؟'' بٹلر مؤدبانہ پوچھ رہا تھا...... بلکہ اچھا خاصا گھبرایا ہوا لگ رہا تھا...... آج گھر کی دونوں لڑکیوں نے کچن پر ''ہلّہ'' بول دیا تھا...... زارا تو مہینوں میں کچن کو اندر سے دیکھ پاتی تھی......
سفینہ ویسے ہی ہاسٹل لائف گزار رہی تھی...... دو چار دن چھٹیاں گزارنے آتی تو نیندیں پوری کرتی...... ضروری شاپنگ کرتی...... چھٹیاں ختم ہو جاتیں...... گھر میں اِدھر اُدھر جانے کا وقت ہی نہیں مل پاتا تھا......
اور آج دونوں ایک ساتھ کچن میں نظر آرہی تھیں...... بٹلر چوری، چوری کچن میں نظر بھی دوڑا رہا تھا کہ کہیں کوئی گندگی تو نظر نہیں آرہی جس کی شکایت ''ہیڈ کوارٹر'' پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہو جائے۔
''میں ابھی ناشتا نہیں کروں گی......'' سفینہ نے مکسر میں کافی ڈالتے ہوئے کن انکھیوں سے زارا کی طرف دیکھا۔
''لگتا ہے بہت جم کر ڈنر کیا تھا اس لیے ناشتے کا موڈ نہیں......'' زارا نے بظاہر مسکرا کر کہا۔ اندر ایک طوفان و ہنگام برپا تھا۔
''ہاں...... اتنی ساری ڈشز تھیں تھوڑا، تھوڑا بھی بہت ہو گیا...... خاص طور پر ماش کی دال کے دہی بڑے تو اتنے مزیدار تھے کہ بس دل چاہتا تھا کہ آج تو بس دہی بڑے کے علاوہ اور کچھ نہ کھاؤں...... مگر پرنس کی دادی کچھ نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

کچھ میری پلیٹ میں ڈالتی رہیں۔‘‘

’’دادی......؟ تم نے پرنس کے پیرنٹس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔‘‘ زارا کو اچانک خیال آیا۔

’’شاید میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پرنس کے پیرنٹس نہیں ہیں...... مجھے یہ بات ماہین سے پتا چلی تھی...... پرنس کی فیملی میں صرف ان کی دادی ہیں بلکہ پردادی......‘‘ سفینہ نے مکسر کے شور کی وجہ سے اونچی آواز میں بات کی۔

’’پردادی......؟‘‘ زارا کی حیرت دیدنی تھی۔ ’’یُو mean۔‘‘

’’یُو means پرنس کے فادر کی دادی...... پرنس کے پیرنٹس اور دادی کی death ہو چکی ہے۔‘‘

’’oh my god اس وقت ان کی کیا ایج ہو گی...... 100 سال کی تو ہوں گی؟‘‘ زارا کی حیرت سوا ہو گئی......

’’نہیں ابھی سو سال کی تو نہیں ہوئیں...... سیکنڈ ورلڈ وار کے دوران ان کی شادی ہوئی تھی اس وقت وہ پندرہ سال کی تھیں...... اب ان کی عمر کا اندازہ لگا لو۔

’’میں نے ہسٹری نہیں پڑھی۔‘‘ زارا نے کندھے اچکائے۔ ’’بائی دا وے...... سیکنڈ ورلڈ وار کو کتنا ٹائم ہو گیا......؟‘‘ زارا نے ہاتھوں میں پکڑے سینڈوچ سے ایک بائٹ لیا۔

’’یہ تو مجھے بھی یاد نہیں...... مگر ہیروشیما پر ایٹم بم 1946ء میں گرایا گیا تھا۔ اس کے بعد جنگ ختم ہو گئی تھی......‘‘ سفینہ مگ میں کافی انڈیلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

’’وہ تو oldest woman ہیں...... senses ٹھیک سے کام کرتے ہیں؟ وہیل چیئر use کرتی ہوں گی؟‘‘ زارا کچھ دیر پہلے کی تمام کیفیات سے باہر آکر مسلسل حیرت کی کیفیت سے دوچار تھی۔

’’نہیں بھئی...... وہ تو بہت ایکٹو اور اسمارٹ ہیں...... میموری تو زبردست ہے...... اور......‘‘ سفینہ ایک دم بولتے، بولتے رک گئی۔ اسے لیڈی صوفیہ کا اچانک زور شور سے رونا یاد آگیا تھا......

’’اور......؟‘‘ زارا سوالیہ نظروں سے سفینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

’’کچھ نہیں...... بس بالکل فٹ ہیں...... بہت مزے کی باتیں کرتی ہیں...... بہت ویل ڈریسڈ ہیں...... میک اپ بھی کرتی ہیں...... جیولری بھی پہنتی ہیں......‘‘ سفینہ باہر نکلنے کے ارادے سے مگ اٹھاتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔

’’اس ایج میں؟‘‘ زارا کی حیرت اتنی بڑھی کہ اس نے بقایا سینڈوچ پلیٹ میں رکھ دیا۔

’’کتنی عجیب سی لگتی ہوں گی......؟‘‘ زارا نے سفینہ کو خاموش پا کر پھر کہا۔

’’بہت شاندار لگتی ہیں۔‘‘ سفینہ یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

’’شاندار لگتی ہیں؟‘‘ زارا سابقہ کیفیت میں مبتلا بڑبڑائی تھی۔ سفینہ نے تو سوچ کا دھارا ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆

’’جب اللہ کسی کو دینے پر آتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے...... میرا دل کہتا ہے کہ چھپر پھٹنے والا ہے۔‘‘ ساحل نے پرنٹر سے ہارڈ کاپی نکال کر جائزہ لیتے ہوئے سیتا کو مخاطب کیا جو بتا رہی تھی کہ اس کے ہزبینڈ کی اچانک حالت بگڑ گئی تھی اور ایک رات میں پانچ ہزار خرچ ہو گئے اب بجٹ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔

’’آپ کا دل کہتا ہے تو چھپر آپ کا پھٹے گا...... میرا چھپر تو stone (پتھر) کا ہے...... کسی دن گرے گا تو ہمارا سر ہی پھٹے گا......‘‘ سیتا خاصی تھکی ہوئی لگ رہی تھی چڑچڑے پن سے گویا ہوئی۔

’’پہلے تمہاری سیکنڈ کزن آشا یہاں کام کرتی تھی...... اسے اچانک گلف سے آفر آگئی، وہ آج دینار کما رہی ہے...... تم اس کی جگہ پر آکر پہلے سے جاب کر رہی ہو...... چھپر میں چھوٹا سا سوراخ ہو گیا...... پانچ ہزار کے بجائے بیس ہزار گرنے لگے...... انشاء اللہ ایک دن ڈالرز بھی گرنے لگیں گے...... مایوسی گناہ ہے avoid کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرو......'' ساحل نے بڑے خلوص و ہمدردی سے چور لہجے میں تسلی دی۔

''کدھر سے ڈالر گرے گا...... وہاں تو آل ریڈی قانون سخت ہو گئے ہیں۔'' سیتا نے جل بھن کر جواب دیا۔

''queen بہت اچھی ہے...... asian,s کی زبردستی کی اماں بن چکی ہے...... تم یو کے کے لیے ٹرائی کرو......'' ساحل نے پرنٹر سے پے در پے پانچ چھ کا پیز نکالتے ہوئے بڑی اپنائیت سے مشورہ دیا۔

''میں بہت ڈپریسڈ ہوں اور آپ جوک کر رہے ہو۔'' سیتا رونے کو ہو گئی۔

''بندہ گڑ نہ دے...... گڑ جیسی بات تو کرے...... میں تمہیں سہانے سپنے تو دکھا سکتا ہوں۔''

''سپنے تو سپنے ہوتے ہیں...... سپنے کب اپنے ہوئے مسٹر امیر الدین......!'' سیتا دل گرفتہ کیفیت میں بولتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور لاکر سے متعلقہ فائل نکالنے لگی۔

"oh excellent" ساحل نے ٹیبل پر قدرے زور سے ہاتھ مارا...... سیتا کے ہاتھ سے فائل گر پڑی...... پلٹ کر حیرت سے ساحل کی طرف دیکھا۔

''کیا خوب صورت ٹائٹل ہے، سپنے کب اپنے ہوئے...... یار کوئی انویسٹر مل جائے تو ایک فلم بنائی جائے...... اگر فلم ہٹ ہو گئی تو ٹین پرسنٹ تمہارا۔'' ساحل نے شاہانہ انداز میں دونوں ہاتھوں کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔

''ٹین پرسنٹ...... کتنے اماؤنٹ کا ٹین پرسنٹ؟'' سیتا کا ڈپریشن ہوا ہونے لگا۔

''ایک کروڑ کا...... کروڑ کا ٹین پرسنٹ دس لاکھ بنے گا۔'' ساحل نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''ٹائٹل آپ کو میں نے دیا...... اور مجھے صرف ٹین پرسنٹ ملے گا؟'' ستیا کو ساحل کی طرف سے بدنیتی کی بُو آنے لگی۔

''ٹین پرسنٹ تمہارے...... تھرٹی پرسنٹ میرے باقی سکسٹی پرسنٹ انویسٹر کے...... سمپل!''

''آپ تھرٹی پرسنٹ کس خوشی میں لیں گے......؟'' سیتا کو سخت اعتراض تھا۔

''انویسٹر کو تم پھنساؤ، تھرٹی پرسنٹ تم لے لینا۔'' ساحل نے کھلے دل کا مظاہرہ کیا۔

''بہت مشکل ہے، ہم کو پھنسانا نہیں آتا...... ہم تو خود ہی پھنس جاتا ہے۔'' سیتا کی آزردگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

''investor سکسٹی پرسنٹ کیوں لیتا ہے......'' سیتا کو ساحل نے صحیح کا کام سے لگا دیا تھا۔ پرلے درجے کی سیدھی سادی...... تاجور اگر نرم دل نہ ہوتیں تو شاید اسے یہاں جاب ہی نہیں ملتی......

''بھئی چھپر تو investor کا پھٹتا ہے ناں...... جس کا چھپر پھٹتا ہے، سکسٹی پرسنٹ اسی کا ہوتا ہے۔'' ساحل نے بہت سنجیدگی سے سمجھانے کی کوشش کی...... عین اسی وقت انٹرکام پر تاجور نے اسے اپنے روم میں طلب کر لیا تھا۔ سیتا گھبرا کر فائل فرش سے اٹھا کر اپنی سیٹ کی طرف بھاگی تھی۔

☆☆☆

پرنس لاشعوری طور پر جیسے آج لیڈی صوفیہ سے چھپتا پھر رہا تھا...... کئی گھنٹے تو سفینہ کو اپنی روح کے روشن، چمک دار رنگ ہدیہ کرتا رہا...... پھر خود کو روک لیا۔ اسے محسوس ہوا وہ اب قوتِ ارتکاز کھو رہا ہے...... برش رکھ کر فریش ہونے کی نیت سے اپنے سیلون چلا گیا...... سر کا اور پاؤں کے تلوؤں کا مساج کرایا۔ مساج کے بعد اس نے وجود میں توانائیاں دوڑتی ہوئی محسوس کیں...... وال کلاک میں وقت دیکھا ظہر کی نماز میں گھنٹا باقی تھا۔ سیلون میں ہی تازہ اخبار کا تفصیلی مطالعہ کیا پھر شاور لینے اور تیار ہونے میں گھنٹا گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا۔ سفید جھک، جھک کرتا کرتہ پاجامہ زیب تن کر کے بالوں پر خوب صورت سفید ٹوپی جمائی۔

سنتے ہیں کہ مل جاتی ہے ہر چیز دعا سے
ایک روز تمہیں مانگ کے دیکھیں گے خدا سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

یادداشت کے کسی کونے سے جانے کب کا پڑھا ہوا شعر جھانک کر مسکرایا مگر خفیف مسکراہٹ آناً فاناً ہونٹوں سے محو ہوگئی۔

ایک لازوال تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی......

''ثوبان......!'' اس دن کے بعد وہ دوبارہ مسجد میں نظر نہیں آیا تھا مگر جب وہ یکسو ہو کر اسے سوچتا تو دل کہتا وہ آئے گا ضرور......اس الٹرا ماڈرن ماں کے تصور کو وہ فوراً جھٹک دیتا تھا......کسی کی منکوحہ پر غور و خوض کرنا اس کے نزدیک ایک اخلاقی جرم تھا۔

اسے کسی سے کیا لینا دینا......اس کا دل تو ثوبان سے دوستی کے لیے مچلتا تھا۔ ایک تجسس جس پر ایک کمال قابو تھا اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا کہ اس روز وہ رو، رو کر دعا میں کیا مانگ رہا تھا......اس کا تعلق جس طبقے سے تھا وہاں بچوں کو آنکھ کھولتے ہی انواع و اقسام کے کھلونے بیڈ روم میں سجے نظر آتے ہیں......کسی کھلونے کی فرمائش ہو تو سالگرہ پر ٹل جاتا ہے۔

کھلونے کے لیے کون مسجد میں آکر روتا ہے......ہاں جن کے دل کھلونا جان کر توڑ دیے جاتے ہیں، وہ سجدے میں گر کر بلا ارادہ رو سکتے ہیں۔

''جب جماعت ختم ہوتی ہے تو وہ اسکول سے گھر آتا ہے......'' وہ مسجد جانے کی نیت سے باہر نکلتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

''سفینہ، ثوبان......!'' زندگی میں اچانک کیسی ہلچل سی ہوگئی ہے۔ جیسے پُرسکوں تالاب کی سطح پر کسی نے یونہی پتھر دے مارا ہو......چلچلاتی، چمکتی دھوپ میں اسے پیدل چل کر مسجد جانا بہت اچھا لگتا تھا......جب لوگ گرمی کی شدت سے گھبرا کر تیز رفتار ہو جاتے تھے اس کی نرم روی اور آہستہ خرامی میں کوئی خلل واقع نہ ہوتا تھا۔

اور اب تو پانچ وقت پیدل چلتے ہوئے اس کی نگاہ بلا ارادہ ثوبان کے گھر کی طرف ضرور اٹھتی تھی۔ مسجد ابھی دس پندرہ قدم کے فاصلے پر ہی تھی کہ ثوبان کے گھر کے بڑے سے گیٹ سے ایک لگژری کار بڑی تیزی سے بیک ہوتی باہر آئی......اور پھر برق رفتاری سے سیدھی ہوگئی......کار چلانے والا جو بھی تھا غیر معمولی انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا۔

پھر پرنس نے دیکھا کہ کار جیسے ہی سیدھی ہو کر آگے بڑھی چلتی کار کا ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والا دروازہ کھل گیا......اس کے ساتھ ہی بریک لگا، وہیل چرچرانے کی آواز فضا میں بلند ہوئی۔

پرنس کو اپنے آپ پر لاکھ قابو سہی مگر منظر ہی ایسا تھا کہ وہ معصوم بچے کی طرح ٹھٹک کر دیکھنے لگا۔

کھلے دروازے سے باہر نکل کر اپنے گھر کے گیٹ تک دوڑ کر جانے والی یقیناً ثوبان کی ماں تھی۔

نوکر بھی گھر کا بھیدی اور ''ہائی الرٹ تھا'' گیٹ ابھی تک کھلا ہوا ہی تھا یا جیسے نوکر کو پتا تھا کہ مالکن واپس آنے والی ہے اور وہ اسی کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ فضا میں کار کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔

ثوبان کی ماں گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی نظروں سے اوجھل ہوگئی......پھر پرنس نے دیکھا کار بیک ہوئی اور واپس گیٹ میں داخل ہوگئی۔ گیٹ بند ہوتے ہی پرنس نے اپنی رکی ہوئی سانس سینے سے آزاد کی اور اپنی نماز کی حفاظت کے لیے تیز رفتار ہوا۔

مگر ایک کانٹا سا کہیں گڑ گیا تھا......مسلسل خلش کا احساس تھا۔

☆☆☆

''میں انٹیلیکچوئل لوگوں کی بہت قدر کرتی ہوں......آپ نے لاسٹ ویک "agenda" کو جو tree کی فارم

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں ترتیب دیا تھا۔وہ بہت یونیک ہے...... عام طور سے تو لوگ سوفٹ ویئر سے ہارڈ کاپی نکال کر باس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔'' کاشی فیوجی'' کی مینجمنٹ نے بھی بہت سراہا تھا۔ ''I am proud of you''
تاجور کو جاپانی فرم کی طرف سے بہت اچھا رسپانس آیا تھا، بہت خوش نظر آرہی تھیں...... اور سرخوشی کی کیفیت میں دل کھول کر ساحل کی تعریف کر بیٹھی تھیں...... اور یہ بہت خلاف مزاج عمل تھا کہ وہ تعریف بہت محتاط انداز میں کرنے کی عادی تھیں۔
''bundle of thanks'' ساحل مارے عاجزی کے دُہرا ہونے لگا...... دل کی کلیاں کِھل کِھل گئیں...... جیسے دل کھول کر تعریف نہ کی گئی ہو...... خزانوں کا منہ کھول دیا گیا ہو۔
''میم...... میں نے ایک logo بھی بنایا ہے۔آپ اپروو کریں گی تو اٹیچ ہو سکتا ہے۔'' ساحل بے پایاں مسرت سے سرشار اپنی مزید پرفارمنس جھاڑنے لگا۔
''دکھائیں مجھے......'' تاجور نے پُر اشتیاق فرمائش کی...... درحقیقت وہ خود کو بین الاقوامی سطح پر منوانے جا رہی تھیں...... ساری عمر کی ریاضتوں کا صلہ ملنے جا رہا تھا۔
''میم...... میں آپ کو فارورڈ کر دوں گا...... ابھی میرے پاس اس کا رف اسکیچ ہے؟''
فائل ساحل کے ہاتھ میں تھی...... فوراً تاجور کی طرف بڑھا دی...... جو تاجور نے یوں تھامی جیسے مقدس صحیفہ تھام رہی ہوں...... وہ خوش تو تھیں مگر ساتھ، ساتھ آج اپنی جوہر شناسی پر بھی نازاں تھیں، چھوٹی سی تنخواہ پر کام کرنے والا کروڑوں کے بزنس کا راستہ سجھا رہا تھا۔تاجور نے فائل اپنے سامنے رکھ کر دیکھنا شروع کی...... ساحل اطمینان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔
ساحل منیجر تھا اس کا کام سارے سسٹم کا انتظام دیکھنا تھا۔سسٹم کے تمام پرزوں کو رواں رکھنا تھا...... مگر وہ کمال ہوشیاری سے اضافی کارگزاری اس لیے دکھاتا تھا کہ باس کو پتا چلے وہ کتنے کام کا ''بندہ'' ہے۔

''شبِ غم کی صبح نہیں ہوتی
صبح ہو جائے تو شام نہیں ہوتی
اِک وعدۂ شب ہوا تھا کبھی
سوئے نہیں کب سے رات نہیں ہوتی
محبت کھویا ہوا زیور تو نہیں
گم ہو جائے تو تلاش نہیں ہوتی
آئے تو سہی بتائے اپنی مجبوریاں
الگ بات محبت مجبور نہیں ہوتی
کل بارش کی طرح برسی تھی خوشی
آج کسی بات سے خوشی نہیں ہوتی
زمان و مکان کی قید سے آزاد
محبت خوشبو کی طرح پابند نہیں ہوتی
(زارا نام کے پتھر کے نام)

تاجور حیرت کی انتہا پر لب بستہ تھیں۔ نگاہیں حروف میں گڑی ہوئی تھیں۔ پلکوں پر کوئی بوجھ آدھرا تھا...... ساحل کی طرف دیکھنا کوہِ گراں اٹھانے جیسا تھا...''ز...... انز...... زارا......''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

حیرت کیا تھی...... کائنات کی اولین صبح اور اول انسان کی معصومانہ حیرت جسے گندم اگانے کی قید بامشقت کی سزا سنا کر زمین پر اتارا گیا تھا...... علم سے خالی...... اندازے لگانے کی صلاحیت سے بے بہرہ...... جسے اس وقت تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اللہ کی نظر میں ظالم اور جھگڑالو بھی قرار پانے والا ہے...... باقاعدہ ایک زمانے میں "یہ سند" بھی جاری کردی جائے گی۔

ٹھکانے والی حیرت...... ماردینے والی حیرت...... ذہن نے تو جیسے کام کرنے سے ہی معذرت کرلی تھی...... حیرت تھی اور وہ تھیں...... تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

تیر انداز سکون سے بیٹھا تھا...... تیر چل چکا تھا...... دھند سے آگے جاچکا تھا...... دھند چھٹنے کے بعد ہی پتا لگنا تھا کہ نشانے پر لگا ہے یا ضائع گیا ہے۔

لیکن وہ کسی احمق جواری کی طرح جان پر کھیل کر جوا کھیل رہا تھا۔

"مسٹر امیر الدین...... یہ...... کیا ہے؟" تاجور نے ناتوانی محسوس کرتے ہوئے بہ مشکل فائل بند کی...... ساحل کی طرف براہِ راست دیکھنے سے گریز کررہی تھیں، اعلیٰ درجے کی حیرت کا جھٹکا تھا...... دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔

اس گھڑی کا اس نے تڑپ، تڑپ کر انتظار کیا تھا...... کہ کب باس خوش اور ممنونِ احسان ہو اور وہ "کارڈ" کھیلے......

"اوہ...... I am sorry mam.. شاید میں نے آپ کو غلط فائل دے دی...... ایک منٹ میں سبجیکٹ فائل لے کر آتا ہوں۔ kindly...... یہ مجھے دے دیجیے......" ساحل کرسی سے اٹھا اور ہاتھ بڑھا کر فائل لینا چاہی...... لاجواب عاجزی و شرمندگی کا اظہار بھی ہورہا تھا...... یا شرمندگی کی بھرپور اداکاری ہورہی تھی۔

وہ خود تسلیم کرتا تھا کہ بیڈ لک کی وجہ سے چانس نہیں ملتا ورنہ وہ پچیس ہزار روپے یومیہ کمانے والا آرٹسٹ بن سکتا تھا۔

"نہیں...... یہ فائل یہیں رہنے دیں...... اور ابھی کوئی اور کام کریں جب مجھے ضرورت ہوگی آپ کو بلالوں گی...... فی الحال جاسکتے ہیں......" پل بھر میں تاجور نے آنکھوں پر ٹھیکرے رکھ لیے تھے...... لہجہ بہت سنگین اور بے مروت تھا۔

ساحل شرمندہ، شرمندہ انداز میں سر جھکا کر جانے کے لیے پلٹا...... کھیل تو شروع ہوا تھا...... وہ ہار ماننے کی عجلت میں ہرگز نہیں تھا۔

☆☆☆

پرنس اور لیڈی صوفیہ نماز کے بعد لنچ کرتے تھے۔ لیڈی صوفیہ کا لنچ تو برائے نام ہی ہوتا تھا سلاد اور تازہ مشروب، کبھی پتلی کھچڑی پودینے کی چٹنی کے ساتھ البتہ پرنس کے لیے میز پر اہتمام ہوتا تھا وہ جوان بندہ تھا دوپہر ڈھائی بجے اسے زبردست بھوک لگی ہوتی تھی۔

آج بھی سامنے مٹن بریانی، مٹن ہی کا آلو گوشت، دو تین قسم کے سلاد، ٹرائفل سادہ اور تازہ دہی دھرا تھا مگر بھوک محسوس ہی نہیں ہورہی تھی۔

موسم کی مناسبت سے لیڈی صوفیہ نے لنچ ٹائم میں ہلکے آسمانی پھولوں سے بھری سفید ساڑی پہنی ہوئی تھی اور سچے موتیوں کی لڑی گلے میں جگمگارہی تھی، کانوں میں سچے موتیوں ہی کے ٹاپس اور انگلیوں میں تین انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھیں۔ ساڑی سے بڑی جانفزا مہک اٹھ رہی تھی۔ پتلے باریک ہونٹوں پر پیازی لپ اسٹک لگی ہوئی تھی...... آنکھوں میں ہمیشہ ایک خاص سرمے کی لکیر نمایاں ہوتی تھی۔ پلکوں پر مسکارے کی ہلکی تہ بھی دور ہی سے پتا چل جاتی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''پرنس...... میں محسوس کر رہی ہوں تمہاری توجہ لنچ پر بالکل بھی نہیں ہے۔ خیریت ہے، طبیعت ٹھیک ہے؟''
پرنس اپنے دھیان سے چونک پڑا...... خفیف سا مسکرایا۔

"I am absolutely all right...so fine"

''پھر مجھے کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ تم اس وقت کچھ پریشان ہو...... تمہارا ذہن کہیں اور ہے...... کیا آج کی ڈیٹ میں تمہاری اس لڑکی سے بات چیت ہوئی ہے؟'' وہ بہت غور سے پوتے کی شکل دیکھ رہی تھیں۔
''لڑکی......؟ کون لڑکی مام...... کیا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میری کسی لڑکی سے بات چیت ہوتی ہے۔'' پرنس اچھا خاصا الجھ گیا تھا۔
لیڈی صوفیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ انگلیوں میں پکڑا ہوا کانٹا پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔
"oh...no" ان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔
''مجھے دل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ تم اس لڑکی کو ہرگز نہیں چاہتے مگر مجھے وہ لڑکی اس لیے عزیز ہوگئی ہے کہ وہ تمہیں پیار کرتی ہے جیسا کہ تم نے بتایا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ایک ٹشو پیپر کھینچا اور نفاست سے ہونٹوں پر رکھ کر دبانے لگیں۔
''اوہ......'' پل بھر میں پرنس کے تمام خوابیدہ حواس جاگ پڑے۔
''یس...... آف کورس...... آپ کو یقین بھی ہونا چاہیے کہ میں آپ سے جھوٹ نہیں بولتا......'' پرنس کو اپنی آواز ساتویں آسمان پر قائم نادیدہ گنبد سے آتی محسوس ہوئی، وہ مراقبے کے ذریعے زمان و مکان کی قید سے آزاد دنیا کے عجائب وغرائب دیکھنے کا خوگر ہو چکا تھا۔
اسے یوں لگا آناً فاناً اس کے سر پر دوزخ کے فرشتے مسلط ہوگئے ہوں اور آگ کے گُرز پکڑے شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھور رہے ہوں اس نے یوں چپ سادھ لی جیسے اب کرنے کو کوئی بات نہیں ہو۔
اور لیڈی صوفیہ کے مزید سوالات سے بچنے کے لیے ضرورت سے زیادہ سالن اور سلاد پلیٹ میں نکال لیا جیسے انہیں لاشعوری طور پر یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہو کہ زبردست بھوک لگ رہی ہے۔
''رات میں نے ایک بہت اچھا خواب دیکھا مام...... صبح بتانا یاد ہی نہیں رہا۔'' اس نے لیڈی صوفیہ کی توجہ زبردستی کسی اور طرف مبذول کرانے کی شعوری کوشش کی تھی۔
خواب تو سچا بتا رہا تھا مگر وہ کئی دن پہلے دیکھا تھا......
''حالانکہ میں تمہیں کئی مرتبہ تاکید کر چکی ہوں کہ اچھا خواب فجر کی نماز کے فوراً بعد بیان کر دینا چاہیے...... اچھی تعبیر یقینی ہو جاتی ہے اور برا خواب بھلا دینا چاہیے...... تم بھولے تو نہیں ہو......؟ برا خواب دیکھ کر آنکھ کھل جائے تو فوراً اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر دائیں کاندھے پر تھوتھو کرنا چاہیے اور دیوار سے بھی اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے...... اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور وہ بے معنی بن جاتا ہے۔'' لیڈی صوفیہ کڑے تیور سے اسے آنک رہی تھیں...... آنکھوں میں اندیشے بھی تھے۔
''میں کبھی نہیں بھولتا...... مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے...... یو ڈونٹ وری......''
''میں صبح کا انتظار نہیں کر سکتی...... اس لیے کہ اس عمر میں مجھے یقین نہیں ہوتا کہ آج شام تک میں زندہ بھی رہوں گی یا نہیں...... اس لیے میں تمہارا خواب ابھی سنوں گی...... بتاؤ کیا دیکھا تم نے......؟'' وہ ہر طرح کی تسلی کر لینے کے بعد بہت اشتیاق سے پوچھ رہی تھیں۔
''میں نے دیکھا...... آسمان پر بادلوں کے سفید ٹکڑے ہیں...... جو ہلکے نہیں ہیں بہت گھنے گہرے اور بوجھل محسوس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو رہے ہیں۔'' پرنس سر جھکائے خواب بیان کر رہا تھا لیڈی صوفیہ ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں...... ہمہ تن گوش تھیں۔

''میں نے غور سے دیکھا تو ہر بادل کے ٹکڑے میں جگنو کی طرح چمکتی روشنی تھی...... جو بادل کے حرکت کرنے کی وجہ سے وقفے، وقفے سے جھلک رہی تھی...... یعنی اسے مسلسل اور ''one go'' میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔''

پرنس نے وضاحت کی...... لیڈی صوفیہ دم سادھے سن رہی تھیں۔ پرنس جب بھی خواب بیان کرتا تھا وہ بہت ٹھہراؤ کے ساتھ پورا خواب سنتی تھیں۔ کیونکہ وہ اس خیال پر مستحکم تھیں کہ خواب سنتے ہوئے منہ سے کوئی بھی بے ربط لفظ نہیں نکلنا چاہیے...... وہی تعبیر بن جاتا ہے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ بچے، حاسد، پاگل، جاہل کے سامنے بھی خواب بیان نہیں کرنا چاہیے۔

انہوں نے ایک برا خواب نانی کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ بقول ان کے اس کی تعبیر سے آج تک نجات نہیں ملی...... دل و جان سے پیارے شریکِ سفر کا غم رگوں میں خون بن کر دوڑتا رہتا ہے۔

''پھر میں نے دیکھا بادلوں کا رنگ گلابی ہو گیا...... چمک کی جھلک اب بھی تھی...... اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام بادل اکٹھے ہو گئے اور پھوار پڑنے لگی...... میں نے اس پھوار میں خود کو بھیگتے دیکھا۔''

"God bless you" اب لیڈی صوفیہ نے فرطِ مسرت کے عالم میں بے ساختہ کہا۔

''میں خوابوں کی تعبیر کا باقاعدہ علم نہیں جانتی مگر خواب سنتے ہوئے اپنی فیلنگز پر توجہ کرتی ہوں...... اور خواب کے اچھا یا برا ہونے پر ایک خیال جم جاتا ہے۔

گلابی رنگ، محبت اور رومانس کا ترجمان ہوتا ہے جیسے زرد رنگ نفرت کا...... سرخ رنگ جوش اور ایڈونچر کا...... سفید پاکیزگی اور معصومیت کا......''

''آپ basic گرین کلر کو بھول گئی ہیں۔'' پرنس نے ٹوکا۔

''اوہ یس...... گرین کلر ذہانت اور لاجک کا ہے...... اورنج کلر میں اظہار کی بے تابی ہے......'' یہ کہہ کر لیڈی صوفیہ دھیرے سے مسکرائیں۔

پرنس نے سکون کی سانس لی۔ وہ لیڈی صوفیہ کا ذہن ادھر اُدھر کرنے میں ہمیشہ کی طرح کامیاب ہو چکا تھا...... اب سامنے بھری پلیٹ کی طرف دیکھ کر شش و پنج میں تھا کہ یہ مرحلہ کیونکر طے ہو گا۔

''اور ہاں...... بلیو کلر کا نمبر سرِ فہرست ہے...... یہ روحانیت و مراقبے کا ہے...... خیال یکسو ہو کر رنگین ہو جائے تو چاہت مادی وجود میں ظاہر ہو جاتی ہے جیسے دعا کا قبول ہونا کہتے ہیں۔''

لیڈی صوفیہ اب ایک ڈگر پر چل پڑی تھیں خود کلامی میں مبتلا تھیں اور اب پرنس کو ان کی سوچ کا دھارا بدلنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی...... اس کا ذہن مسلسل C-51 کی چار دیواری میں چکرا رہا تھا۔

آج جو دیکھا...... وہ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

نہ خواب میں نہ حقیقت میں......

اسے ثوبان کے آنسوؤں کا ترجمہ کرنا آسان لگا......

'' I am sorry اب میں بیٹھ نہیں سکتی...... باتوں میں تمہارا لنچ رہ گیا...... مگر تم ٹھیک سے لنچ کرو...... میں چینج کر کے کچھ دیر ریسٹ کروں گی......'' یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھی دانت کے دستے والی چھڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا جس پر چاندی کا خول چڑھا ہوا تھا۔

پرنس کو یوں لگا جیسے کھن کھن کی آوازوں سے زنجیریں ٹوٹی ہوں۔

''sure...... لنچ کے بعد آرام تو آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔ ورنہ آپ کی طبیعت خراب ہو جاتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔'' پرنس نے کھڑے ہو کر لیڈی صوفیہ کو اٹھنے میں مدد دی...... لیڈی صوفیہ نے چھڑی کو دو تین مرتبہ فرش پر ٹھک، ٹھک کیا اور ان کی خاص ذاتی خادمہ بن بوتل کی ''جننی'' کی طرح حاضر ہوگئی......

"stay blessed always my beloved son" خادمہ نے ان کو تھاما اور وہ دعا دیتی آگے بڑھ گئیں......

''آج میں ثوبان سے ملنے کے لیے اللہ سے خصوصی دعا کروں گا...... وہ عام بچہ نہیں ہے...... اسے ابھی سے رب سے رابطے کا سلیقہ آتا ہے...... یہ کوئی معمولی بات نہیں...... میں اور سفینہ اس بچے سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔'' وہ سوچتے ہی چونک پڑا......

''سفینہ......'' لمحوں میں شناسائی کا سفر طے ہوگیا...... ''یہ کیا سوچ لیا میں نے......؟ میں اور سفینہ...... سفینہ اور میں...... حالانکہ ابھی تو اسے محبت نامہ بھی نہیں بھیجا...... بس برش سے اس کی زلفیں ضرور سنواری ہیں۔''

☆☆☆

تاجور اپنے کاموں سے رہ گئی تھیں...... دھیان بار، بار اس غزل کی طرف جاتا تھا جو ساحل کی فائل میں تھی۔

''زارا نام کے پتھر کے نام......''

سیدھا، سیدھا مطلب تھا زارا اس تمام معاملے سے بے خبر ہے تب ہی تو اسے ''پتھر'' کا لقب دیا گیا ہے۔

سوچ یہاں تک آئی تو روح میں سکون سا اترنے لگتا...... انہوں نے اپنی بیٹیوں کو شیر کی نگاہ سے دیکھا تھا اور سونے کا نوالہ کھلایا تھا۔ وہ ہوش سنبھالتے ہی ہر طرح کی سہولتوں سے لطف اندوز ہوئی تھیں۔ جس کھلونے کی طرف اشارہ کیا، وہ ان کی دسترس میں آگیا...... کھانا ہمیشہ اپنی پسند کا کھایا لباس کے معاملے میں کبھی سمجھوتا نہیں کیا...... branded تعلیمی اداروں میں پڑھتی آرہی تھیں۔ ان اداروں میں رئیس ابن رئیس کی اولاد ہی تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔ جتنی تنخواہ میں پاکستان کا عام شہری پورا مہینہ چلاتا ہے۔ اتنی رقم تو ایک بیٹی کی ایک مہینے کی فیس بنتی ہے۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی بیٹی کسی درمیانے طبقے کے نوجوان سے متاثر ہو جائے۔

''مگر اس لڑکے کی اتنی جرأت و جسارت......؟'' غم و غصے کی لہریں یوں اٹھتی و ڈوبتی تھیں جیسے مچھلیاں کبھی سطح پر آتی ہوں۔ کبھی گہرائی میں غوطہ کھاتی ہوں۔

''یہ لڑکا تو بہت خطرناک ہے...... بہت اونچے خواب دیکھتا ہے...... اور مڈل کلاس لڑکے اخلاقی لحاظ سے کتنے ہی پُرکشش کیوں نہ ہوں ان کے complexes پیچھا نہیں چھوڑتے...... بہت محدود سوچ و نگاہ کے حامل ہوتے ہیں...... کبھی سمندر پار سفر کرکے وقت نہیں گزارہ ہوتا، کبھی فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ، ڈنر کرکے ویٹر کو بھاری ٹپ دینے کا لطف حاصل نہیں کیا ہوتا...... گلی کوچوں میں فاسٹ فوڈ کھا کر ویٹر کو دیر تک غرور خوش کرکے بیس روپے ٹپ دے کر رعونت و خود پسندی میں مبتلا ہو جاتے ہیں...... کبھی لاکھ کے صفر سے آگے لکھنا پڑ جائے تو دوران خون میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ کبھی نصیب کی یاوری سے دولت مند بیوی مل جائے تو آرام سے صبح شام کرنے کے بجائے ساری زندگی justification دیتے رہتے ہیں کہ کسی کا کوئی احسان یا خوبی نہیں، وہ اتنے مہان ہیں کہ یہ سب ان کا حق بنتا تھا...... بیوی کی ذرا سی روشن خیالی کو بہتان طرازی تک لے آتے ہیں۔'' تاجور نے سوچ کر... جھرجھری سی لی۔

''لاحول ولاقوۃ......!''

اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بغیر محنت کی دولت پا کر ہر طرح کی عیش و عیاشی میں پڑ جاتے ہیں...... دولت مند بیوی کی حیثیت ڈیبٹ ویزا کارڈ سے زیادہ نہیں ہوتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

ہر وقت بجٹ میں توازن لانے کی کوششوں کی وجہ سے شکل سے ہی سرکاری اسکول آڈیٹر لگتے ہیں...... جتنا گن سکتے ہیں اتنا ہی شکل پر بھی نقش ہو جاتا ہے۔

look نہیں ہوتی...... کلاس نہیں ہوتی...... دور سے ہی پیوند کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔

حالانکہ کلاس تو ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو بہت اچھا وقت گزارنے کے بعد اللہ کی طرف سے کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں...... افلاس میں بھی امارت ٹپکتی ہے...... مہذب انداز میں دستر خوان بچھا کر دال روٹی کھاتے ہیں...... لباس رفو کر کے پہنتے ہیں...... حال پوچھنے پر بڑے وقار سے اللہ کا شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

اس خیال سے ہی حیا کرتے ہیں کہ کوئی ان کے حال کا بھید پا کر انہیں ضرورت مند نہ سمجھ لے...... بھرم سے رہتے ہیں، سفید پوشی پر شرمندہ و نادم نظر نہیں آتے...... بہترین زبان و اخلاق اعلیٰ درجے کا تحمل نہ مشکل میں دیوانوں کی سی وحشت، نہ آدھے پیٹ کھا کر ماتمی صورت، شکر، صبر، برداشت، حیا...... درحقیقت یہی لوگ مال دار رئیس ہوتے ہیں...... اس لیے پرانے کپڑے پہننے کے باوجود بھی شکل سے کلاس نظر آتی ہے۔

غربت و افلاس کی وہاں انتہا ہے جہاں ھل من مزید سے آگے سوچ ہی نہیں جاتی...... سات پشتوں کے لیے جمع کرنے کے بعد بھی حرص و طمع سے جان نہیں چھوٹتی۔

اگر ایسے لوگوں کی شکلیں غور سے دیکھی جائیں تو ان کے ہر انداز میں عجلت و جلد بازی ہوتی ہے...... وہ سامنے والے کی بات اسی صورت میں سننے میں دلچسپی لیتے ہیں جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ اس بات چیت سے چار پیسوں کا کوئی آسرا بن رہا ہے۔

سکون سے بیٹھتے ہیں، نہ سکون سے کھاتے ہیں، نہ سکون سے صلۂ رحمی ادا کرتے ہیں...... نمازِ جنازہ پڑھ کر مسجد سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ میت کا آخری حق یعنی آخری آرام گاہ تک اسے کندھا دینا ادا نہیں کرتے......

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

مئی کی کھٹی میٹھی سوغاتیں
جاسوسی کی مہکتی عنایتیں

اولین صفحات — زندگی اور موت کی جنگ میں سرپٹ دوڑتے دوست دشمن کی محاذ آرائی۔ ایچ اقبال کے قلم کی معرکہ آرائی

انگارے — شریف آدمی کو بدمعاش بننے پر مجبور کر دینے والے قانون شکن عناصر کی یکجائی جنم لینے والا ہولناک سلسلہ طاہر جاوید مغل کے قلم سے

آوارہ گرد — چلچلاتی دھوپ میں بے آسرا و تنہا مسافر کی آبلہ پائی عبدالرب بھٹی کی طبع آزمائی

سرورق کی کہانیاں

پہلا رنگ — محبت اور نفرت کے گھروندے تعمیر کرنے والوں کا خطرناک احوال...... پہلے رنگ کی مسافتیں

دوسرا رنگ — دولت و شہرت کی دلداری میں تخریب کاری کا ارتکاب جرم...... دوسرے رنگ کی قیامتیں

آپ کے تبصرے... مشورے... محبتیں... شکایتیں... اور نئی دلچسپ باتیں... کتھائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوائی جہاز میں بیٹھ کر بھی بار، بار گھڑی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کوئی سلام کر بیٹھے تو دیکھ کر سوچتے ہیں اسے مجھ سے کیا کام ہے......؟ خیرات دے ہی بیٹھیں تو کئی دن سوچتے ہیں...... حالانکہ دینے کے عمل سے روحانی سکون ملتا ہے مگر ان کا سکون کئی دن کے لیے برباد ہو جاتا ہے......

تاجور نو دولتیوں سے اللہ کی پناہ مانگتی تھیں......

ان کا خیال تھا کہ یہ دانش اور روحانی مسرتوں سے محروم لوگ ہوتے ہیں۔ حرص وطمع، شکر کی کیفیت پیدا نہیں ہونے دیتے......

انہوں نے اپنی بیٹیوں کے لیے شہزادوں کے خواب نہیں دیکھے تھے مگر وہ اللہ سے دعا کرتی تھیں کہ ماں، باپ کے فرمانبردار بیٹے ان کے داماد بنیں کیونکہ ماں، باپ کی فرمانبرداری کا جسے شعور مل گیا اس کے تمام معاملات خوب صورت اور قابل ہو جاتے ہیں اس لیے کہ جو ماں، باپ کا فرمانبردار ہوتا ہے فرشتوں کے دفتر میں اسے شاکر لکھا جاتا ہے...... خوش حال گھرانوں کے سلجھے ہوئے ماں، باپ کے فرمانبردار...... بس اس کے علاوہ تو انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ ان کی بیٹیاں ان گھروں میں جائیں جو لباس کی طرح گھر کی آرائش تبدیل کرتے ہیں...... حرام، حلال کا کوئی فرق نہیں ہوتا...... دولت کے انبار جمع کرنے کے لیے ضمیر، رشتے، وطن سب کچھ بیچنے کو تیار......

اس روز جب انہوں نے ساحل کو گھر بھیجا اور کہا کہ وہ ان کی گاڑی لے جائے تو اس کے چہرے کی دمک قابلِ دید تھی۔

اسی سے لگتا تھا کہ ''تربیت'' کی کمی ہے۔

مردوں کی طرح بزنس چلا رہی تھیں...... جہاندیدہ نہ ہوتیں تو بزنس مافیاز سے کیسے گزرتیں اور سکون سے کیسے بیوپار کرتیں۔

''میرا خیال ہے اسے نظر انداز کر دینا چاہیے...... شکریے کے ساتھ فائل واپس کر دینی چاہیے۔ کیونکہ جب ہم کوئی موضوع زیرِ بحث لاتے ہیں تو اسے اہم بنا دیتے ہیں۔ نظر انداز کرنے سے بڑی سزا کوئی ہو نہیں سکتی۔'' اب ان کے ذہن کو سکون اور دل کو قرار مل گیا......

''بہت اچھا فیصلہ ہے۔'' انہوں نے خود کو شاباش دی۔

☆☆☆

''مسٹر امیر الدین، موسی کہتی تھی بیٹھ کے سپنے دیکھتے ہیں تو انڈا ہاتھ سے سلپ ہو جاتا ہے...... پولٹری فارم کا سپنا بس سپنا ہی رہ جاتا ہے۔''

سیتا پرنٹر کی صفائی کرتے، کرتے پلٹی تو ساحل کو بند آنکھوں کے ساتھ مسکراتا پایا۔

''موسی......؟ کون موسی یہ موسی کیا ہوتی ہے......؟'' ساحل ایک دم چونکا......

"mosi is mother's sister"

''اوہ آئی سی...... میں سمجھا پھپھو ہوتی ہے۔'' ساحل اپنی خجالت مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے بہت اسمارٹ بن کر سوال کر رہا تھا۔

''پھپھو کو تو ہم پتی ماں بولتے ہیں۔ ویسے تو آج کل آنٹی سے سب کام چل جاتا ہے۔''

سیتا پرنٹر میں پیپرز سیٹ کرتے ہوئے ساحل کی طرف دیکھے بغیر جواب دے رہی تھی۔

''ان کا انڈا ٹوٹ گیا تھا...... کوئی دوسرا انڈا لا کر نہیں دے سکتا تھا...... مرغی کا انڈا تھا سونے کا تو نہیں تھا......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سونے کا ہوتا تو ٹوٹتا ہی کیوں......؟''

''انڈا کون سا اتنا مہنگا آتا ہے...... بیچاری موسی کو کوئی دوسرا انڈا لاکر نہیں دیا جا سکتا تھا...... یعنی کہ کنجوسی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ایک انڈے کی ویلیو ہی بھلا کیا ہو......''

''مسٹر امیر الدین میرے روم میں تشریف لائیں۔'' ساحل کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا......

تاجور کے سکون و رسانیت سے وہ کسی حد تک خوش فہمی کا شکار ہو چلا تھا۔ کیونکہ آپا سمیت بہت سوں سے سنا تھا کہ بیٹیوں کی مائیں ہر وقت اچھے لڑکے کی تلاش میں رہتی ہیں۔

خوف و امید کی عجیب ملی جلی کیفیت تھی۔

''اتنا زیادہ انڈا...... انڈا...... نہیں کرتے بھنڈا ہو جاتا ہے......'' سیتا اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش میں ہونق بنی جاتی تھی......

ساحل اسے گھورتا ہوا آگے بڑھا۔

☆☆☆

تاجور تمام مراحل مرتب کر کے پُرسکون ہو چکی تھیں...... ساحل ڈرتے، ڈرتے اندر داخل ہوا تو دل کے چور نے احتیاط سے بے بہرہ کر دیا...... پٹ کھلی آنکھوں سے تاجور کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

''یہ آپ اکرم صاحب سے ڈسکس کر لیجیے...... اور یہ ذاکر صاحب کا منیجر آئے گا تو اسے ہینڈ اوور کر دیجیے گا۔ اور جو پلان آپ نے ابھی تک ادھورا چھوڑا ہوا ہے اسے آج ہی مکمل کر لیجیے۔'' وہ مشینی انداز میں بولتی ہوئی پروفیشنل باس سے بھی کچھ زیادہ لگ رہی تھیں۔

''اوکے......؟'' اب انہوں نے ایک سرسری نگاہ کی۔

''یس میم......!'' وہ اپنی حیرانی پریشانی چھپا کر جواب دے رہا تھا۔

"now you can go" یہ کہہ کر وہ اپنے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گئیں...... ساحل اس سے پیشتر کے کمرا چھوڑ دیتا...... پشت سے تاجور کی آواز آئی......

''مسٹر امیر الدین......'' وہ یوں پلٹا...... گویا پکارے جانے کا منتظر تھا۔

تاجور کے ہاتھ میں اس کی فائل تھی۔

''سوری، میں یہ دینا بھول گئی۔ میری اردو یعنی جو لکھنے پڑھنے والی ہوتی ہے بہت ویک ہے...... میں نے یہ سوچ کر رکھ لی تھی کہ اس میں آپ کی کچھ اور شعر و شاعری بھی ہو گی...... مگر اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے...... فضول سے کچھ lyrics ہیں...... اور بس......'' وہ سپاٹ بے تاثر چہرے کے ساتھ فائل اسے تھما رہی تھیں...... ساحل نے فائل یوں تھامی...... گویا عین مصروف شاہراہ پر اس کی بائیک بند ہو گئی ہو اور وہ گھسیٹتا ہوا سائڈ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

☆☆☆

''اگر اس لڑکی نے عشق کا دعویٰ نہ کیا ہوتا تو میں کل ڈنر پر آنے والی حماد حسین کی بیٹی کی دوست...... کیا نام ہے اس کا......؟'' لیڈی صوفیہ اپنی پیشانی دبا کر نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ پرنس کا دل کسی اتھاہ میں اتر رہا تھا۔

''سفینہ......'' یہ تو وہ یا اس کا اللہ ہی جانتا تھا کہ اس نے کس طرح حواس قابو کیے اور دادی کی مدد کی......

''اوہ یس...... سفینہ whats a poetic name...... good name'' وہ اپنے مخصوص انداز میں خود کلامی کرنے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پرنس پلکیں جھپکانا بھول گیا تھا۔
''وہ کم عمر ہونے کے باوجود کتنی گریس فل ہے..... خوب صورتی تو میری ڈیمانڈ ہے مگر وہ باتونی نہیں ہے...... اس لیے بہت زیادہ خوب صورت لگتی ہے...... کاش میں اس لڑکی سے پہلے ملی ہوتی۔'' لیڈی صوفیہ نے ایک آہ بھری۔
پرنس شاید زندگی میں پہلی بار اوسان کھو رہا تھا...... اس نے دو تین مرتبہ یوں پلکیں جھپکیں گویا کوئی ضروری کام زبردستی انجام دے رہا ہو......
''لیکن میں آزاد ہوں...... "commited" نہیں ہوں...... اگر آپ کو سفینہ اتنی زیادہ پسند آئی ہے تو ہم بات آگے بڑھا سکتے ہیں۔'' پرنس نے یوں بے تابی سے کہا مبادا اسے خوف ہو کہ لیڈی صوفیہ کے خیالات اچانک پلٹا کھا جائیں۔
''مگر...... وہ لڑکی جو تمہارے عشق میں دن رات کر رہی ہے اسے بھی تو اگنور نہیں کیا جا سکتا......''
پرنس کا جی چاہا فوراً کہہ دے کہ گولی ماریں اس لڑکی کو...... مگر یہ ظالمانہ جملہ وہ بول نہیں سکتا تھا۔
''گرینڈ ماما آپ کے بیڈروم میں William Thackray کی ایک کتاب ہمیشہ سائڈ ٹیبل پر پڑی رہتی ہے کبھی شیلف میں نہیں جاتی، میرا خیال ہے آپ نے اسے بے شمار مرتبہ پڑھا ہے...... آپ کو زبانی یاد ہو گئی ہو گی......''
''اوہ...... یس...... آف کورس...... مگر تمہیں اس وقت کیوں یاد آ گئی......؟'' لیڈی صوفیہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔
''اصل میں اس میں ایک جگہ ولیم نے لکھا ہے کہ to love and win is the best thing (محبت کرنا اور جیتنا بہترین چیز ہے...... to love and lose, the next best لیکن محبت کر کے کھو دینا اس سے زیادہ بہترین ہے)''
''اسٹاپ اٹ! کتابیں ہماری دوست ضرور ہوتی ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آتھر (مصنف) کو اجازت دیں کہ وہ ہمیں اپنی فیلنگ کے زیر اثر لے کر چلے۔ محبت کر کے کھو دینا...... کوئی مذاق ہے؟ یہ روز کی موت ہے...... اور جس کی عمر طویل ہو سوچو وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی ہزاروں بار موت کا ذائقہ چکھ چکا ہے...... کچھ سمجھے......'' لیڈی صوفیہ آناً فاناً غضب ناک ہو چکی تھیں۔
''آپ کو اس لڑکی سے زیادہ جسے آج تک آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے، میری فکر ہونی چاہیے۔ ہم باتیں کر رہے تھے...... باتوں، باتوں میں بس یونہی اس کا بھی ذکر ہو گیا......''
''تمہارے خیال میں اس کے جذبات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے......؟'' لیڈی صوفیہ کا موڈ ہنوز آف تھا۔
شام کے سائے سمٹ رہے تھے...... لان میں روشنی کا دلفریب نظارہ حسِ لطیف کو تسکین دینے لگا۔
کیاریوں میں نصب رنگ برنگی روشنیاں رات کے استقبال میں محورقص ہونے لگیں۔
مغرب کی اذان میں چند منٹ ہی رہ گئے تھے۔ پرنس نے اپنی رسٹ واچ پر سرسری سی نگاہ کی اور دادی کی طرف دیکھا وہ اسی کی طرف متوجہ تھیں......
''اگر آپ کو یہ یقین آ جائے کہ میں سفینہ سے محبت کرنے لگا ہوں...... کل اس سے میری پہلی ملاقات نہیں تھی...... پہلے بھی مل چکا ہوں...... یہ جاننے کے بعد آپ اب کس طرح سوچیں گی؟''
جھوٹ سے نجات کا ایک سنہری موقع خود بخود ہاتھ آ گیا تھا...... وہ یہ موقع کسی صورت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔
"oh no" لیڈی صوفیہ کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا...... کرسی کے ہتھے پر دھرا ہاتھ پھسل کر اُن کی گود میں جا گرا تھا۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

وہ حیدر بھائی سے پورے دس برس چھوٹی تھی۔ حیدر بھائی ڈبل ایم اے اور ایم فل کے بعد اب پی ایچ ڈی کر رہے تھے جبکہ اس کی تو کالج لائف کا یہ آغاز ہی تھا۔ وہ محض انہی کے سہارے اپنے دور افتادہ گاؤں سے یہاں شہر پڑھنے آئی تھی اور حیدر بھائی کی بدولت ہی اسے یہاں کافی آسانی ہوگئی تھی۔ وہ بالکل سگے بھائیوں کی طرح رابی کا خیال رکھتے تھے۔ وہ اگرچہ اس کے چچازاد بھائی تھے مگر چھوٹی بہن سمجھتے تھے۔

سفید لباس

قرۃ العین سکندر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

یہاں شہر کی رنگینی دیکھ کر وہ کچھ بوکھلا سی گئی تھی۔ لڑکیوں کے فیشن زدہ حلیے اور بے باکانہ اندازِ گفتگو...... کبھی کبھار تو وہ گھبرا کر نظریں پھیر لیتی تھی۔ فطرتاً وہ ایک شرمیلی سی لڑکی تھی۔ اسے اپنی مذہبی اور اخلاقی قیود کی پاسداری کرنا آتا تھا۔ یہ بابا جانی کی تربیت کا اثر تھا جو ہر قدم پر اس کی رہنمائی کرتی۔

وہ اپنے والدین کا سر فخر سے اونچا رکھنا چاہتی تھی۔ یہاں کی زندگی اس کے قصبے کے ماحول سے یکسر مختلف تھی۔ رابی کی روم میٹ اکثر اسے احساس دلاتی رہتیں کہ وہ دنیا سے کس قدر پیچھے رہ گئی ہے اور یہ کہ اسے دنیا کے ساتھ، ساتھ چلنا چاہیے۔ رابی کو اپنی فرسودہ سوچ اب بدل لینی چاہیے۔ دوبدو زمانے کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کو اپنا حلیہ بھی بدل لینا چاہیے۔

لڑکیاں اکثر اسے آپا جان اور ملانی جی کا خطاب دے ڈالتیں اور اس سے دوستی سے بھی گریزاں رہتیں...... کالج میں اگرچہ وہ پڑھائی کے معاملے میں خاصی معتبر ٹھہری تھی...... اس روز سر رحمان نے ایک اسائنمنٹ دی تھی۔ جسے صرف چار دن میں مکمل کر کے لازمی جمع کروانا تھا۔ رابی بے حد پریشان ہوئی کیونکہ اس میں نیٹ کا استعمال لازمی تھا اور اس کے پاس یہ سہولت نہ تھی اس کی پریشانی دیکھ کر اس کی روم میٹ سوہا علی ہنس دی۔

''دیکھو رابی...... میں تمہیں اپنا سیل فون تو دے دیتی...... مگر عامر صرف میرے ایک میسج ریپلائی نہ کرنے پر ایک طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔'' سوہا علی نے ایک ادا سے کہا۔

''مگر تم خود لے لو ناں' یہ تو یوں بھی اب ایک عام سی ضرورت ہے۔'' سوہا علی کی بات پر وہ سوچ میں گم ہوگئی۔ واقعی یہ ایک اہم ضرورت تھی۔ اس کے پاس اس وقت ایک معقول رقم بھی تھی...... وہ بہ آسانی لے سکتی تھی۔ بابا جانی نے جو رقم اس کو دی تھی اس کو استعمال کرنے کی تو نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اس کو باقی لڑکیوں کی طرح نہ شاپنگ کا کریز تھا اور نہ ہی ہوٹلنگ کا چسکا......

پھر اس نے سوہا علی کے ساتھ جا کر نئے ماڈل کا ایک سیل فون لے لیا۔ جس میں انٹرنیٹ کی تمام سہولیات میسر تھیں۔ سوہا نے اسے کافی حد تک گائڈ بھی کر دیا تھا۔ پھر اس نے تین روز میں بڑی دلجمعی سے اسائنمنٹ بنائی اور سر رحمان نے جب اس کا عمدہ کام دیکھا تو ساری کلاس کے سامنے اس کے نام کو سراہا...... اور بطور مثال پیش کیا، کچھ لڑکیوں نے تو رسماً اس کو مبارک باد دی مگر اکثر نے اس پر بھی تضحیک کا نشانہ بنایا، تمسخرانہ انداز اپنایا۔

''ملانی صاحبہ مبارک ہو......'' کھی کھی کرتی لڑکیاں آپس میں اس کے باپردہ حلیے کو دیکھ کر معنی خیز اشارے کرتیں، وہ سب سمجھتی تھی مگر خاموش رہتی۔ دوسری جانب وہ خوش بھی تھی کہ وہ یہاں حصولِ علم کے نیک ارادے سے آئی تھی جو بخوبی پورا ہو رہا تھا۔ اب وہ ہر طرح کے مطالعے کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کرنے لگی تھی۔ ایک دن اس نے اپنی دوستوں کے اصرار پر فیس بک اکاؤنٹ بھی بنا ڈالا...... اگلے دن اسے بہت سی فرینڈز ریکوئسٹ موصول ہوئیں۔ اس نے محض ایک لڑکی کو جو خاصی مذہبی خیالات کی معلوم ہوتی تھی اپنی فرینڈ بنا لیا۔ اور کبھی کبھار اس سے بات کر لیا کرتی...... باقی کسی کو بھی فرینڈ کے لیے اوکے نہیں کیا...... مگر ایک دن سوہا علی نے اس کا فون استعمال کیا اور عادل نامی ایک لڑکے کی ریکوئسٹ کو اوکے کر دیا...... رابی اس بات سے قطعی لاعلم تھی اگلے دن جب اس لڑکے کی اس کی پوسٹ پر لائکس ملیں تو وہ بہت حیران ہوئی۔ پھر اسے یاد آیا کہ کل فلاں وقت سوہا نے اس سے فون مانگا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ یہ حرکت سوہا علی کی ہی ہے۔ اسے بے حد غصہ آ گیا۔ جب وہ اس پر خفا ہوئی تو وہ ڈھٹائی سے ہنس دی۔

''ریلیکس تم تو یوں پریشان ہو رہی ہو جیسے وہ تمہیں ایف بی سے نکل کر کھا جائے گا۔ دیکھو برا نہ منانا مگر دنیا داری کے لیے سہی تم کو اس سے دوستی کر لینی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاہیے اور یہ تم پر جو آپا جان کا لیبل لگا ہوا ہے وہ بھی ہٹ جائے گا...... اس میں قباحت ہی کیا ہے اور پھر کون سا تم اس سے مل رہی ہو۔'' سوہا کی بات پر وہ فقط اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

وہ گہری سوچ میں گم تھی۔ کسی نتیجے پر نہ پہنچ جا رہی تھی۔ پھر عادل کے ان باکس میں میسج آنے لگے کہ وہ کون ہے؟ اور کیا کرتی ہے؟ اس کی پسند ناپسند کیا ہے؟

شیطان کا کام ہے ورغلانا اور ایک کامیاب انسان بلکہ سچے مسلمان کا کام ہے اپنی اصل جہت پہچان کے اس پر ثابت قدم ہو کر بنا متزلزل ہوئے چلتے جانا...... بسا اوقات انسان دل و دماغ کی کشمکش میں الجھ بھی جاتا ہے۔ یہی دل و دماغ کی کھینچا تانی کیا سے کیا کروا ڈالتی ہے۔

رابی کو اگرچہ یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ مگر دوستوں کے ورغلانے میں آ کر اس نے جواب دے دیے...... نہ جانے کتنے بین تھے جو اس کی اس حرکت پر فضا میں گھل گئے تھے اور ہر جانب سوگواری کے گہرے بادل چھا گئے ہوں جیسے...... رابی کو تنہائی نے یہ قدم اٹھانے پر آمادہ کیا تھا۔ وقتی طور پر وہ پریشان ہوئی مگر پھر وہ غیر محسوس طریقے سے عادل کی باتوں کی عادی ہوتی چلی گئی۔ رفتہ رفتہ وہ عادل سے اپنی ہر چھوٹی بڑی بات شیئر کرنے لگی۔ عادل اس کی تمام تر زیست پر حاوی ہو چکا تھا۔ رابی نے پری کے نام سے اپنی آئی ڈی بنائی تھی۔ عادل جب اس سے پوچھتا۔

''میری پری کیسی ہے؟'' تو رابی کا دل دھڑک سا جاتا کسی کی اتنی توجہ اور التفات انسان کو خوش گمانی کا شکار کر دیا کرتی ہے۔ اور پھر رابی کو تو محض طعنے ہی ملے تھے، اسے یہ محبت بھرے الفاظ بے حد خوش کن لگتے...... وہ پھولی نہ سماتی......

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ عادل کا نہ تو کوئی میسج آیا اور نہ ہی اس نے میسج کا رپلائے ہی دیا۔ رابی بے حد پریشان ہوئی...... اس کا عادل سے مکمل رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ رات بھر وہ بے کلی کا شکار رہی پھر دو دن گزر

دعا

☆ دعا نصیب سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے کیونکہ جب زندگی میں سب کچھ بدل جائے تو تب انسان کے پاس صرف دعا ہی ایک ایسی چیز بچتی ہے جو نصیب بدل دیتی ہے۔

☆ دعاؤں کے گلدستے بانٹنے سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہر دم لوگوں کو اپنی دعاؤں کی خوشبو کے حصار میں رکھو۔

☆ دعا ایک ایسا خوب صورت عمل ہے، جس میں مانگنے والا اپنی پریشانیاں اور مشکلات اللہ پاک کے حوالے کر دیتا ہے اور اللہ پاک اس کے جواب میں اپنی رحمتیں، فضل اور کرم مانگنے والے کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔

از: فرح طاہر قریشی، ملتان

توبہ کا انعام

میں کتنا ہی طاقتور بن جاؤں لیکن ہر شام کو زندگی کا ایک دن کم ہو جاتا ہے اور میں اسے روک بھی نہیں سکتا ...... لیکن...... وہ میرا مہربان رب مجھے پھر سے ایک نئی صبح دے کر مہلت دے دیتا ہے کہ شاید میرا بندہ توبہ کر لے اور میں اسے بخش دوں۔

یاد رکھو

☆ نرم دل لوگ بے وقوف نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں لوگ ان کے ساتھ کیا، کیا کھیل، کھیل رہے ہیں لیکن وہ پھر بھی نظر انداز کرتے ہیں۔ کیونکہ...... ان کے پاس ایک خوب صورت دل ہوتا ہے۔

☆ اچھے کے ساتھ اچھا اور برے کے ساتھ برا بننا کوئی کمال نہیں...... کمال تو جب ہے جب تم برے کے ساتھ بھی اچھے بنے رہو۔

از: فضہ بتول، بہارہ کہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئے اور اس کی رو، رو کر آنکھیں سوج گئیں...... وہ رات بھر روتی رہی تھی۔ پھر تیسری رات عادل کا میسج آ گیا کہ وہ اپنے کزن سے ملنے دوسرے شہر گیا ہوا تھا...... وہ بلک، بلک کر رو دی، اسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ عادل سے اس قدر قریب ہو چکی تھی۔ اس نے روتے، روتے اس کی جدائی میں بتائے جانے والے ایک، ایک پل کا احوال گوش گزار کر دیا۔ عادل بے حد خوش ہوا اور ساتھ ہی اس سے ملنے کی فرمائشیں کر ڈالی۔ مزید یہ کہ اگر وہ کل فلاں وقت پر فلاں پارک میں نہ آئی تو وہ اس سے کبھی بات نہیں کرے گا...... عادل اس کی کمزوری جان چکا تھا اور اب شاید اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ ہاتھ آئے موقع سے کون فائدہ نہ اٹھانا چاہتا ہوگا۔

عادل نے اسے کہا کہ وہ وائٹ ڈریس پہن کر آئے گا اور ریڈ روز ہاتھ میں ہوگا۔ مقررہ مقام پر اس کا منتظر ملے گا۔ مزید یہ کہ رابی بھی سفید لباس زیب تن کر کے آئے۔

سوہا علی نے رابی کو اس قدر پریشان اور گم صم دیکھا تو وجہ پوچھی اور رابی نے اسے تمام صورتِ حال صاف، صاف بتا دی......

''تو مسئلہ کیا ہے؟ تم ساری باتوں کو چھوڑو اور محض اتنا بتاؤ کہ تمہارا ملنے کا دل کر رہا ہے کہ نہیں؟''

سوہا علی بے حد بولڈ لڑکی تھی اور اس نے دوٹوک انداز میں اس سے پوچھا تو وہ گڑبڑا سی گئی پھر تھوڑا سا مسکرائی۔ تو سوہا علی اس کے مسکرانے پر ہنس دی۔

''تم بے فکر ہو جاؤ میں خود تمہارے ساتھ چلوں گی، تم اکیلی نہیں ہوگی وہاں...... اور پھر میں بھی تو دیکھوں موصوف کو......''

اس کی بات پر رابی خاموش سی ہو گئی۔ اگلی شام وہ خوب دل لگا کر تیار ہوئی۔ آج وہ بے حد اچھا لگنے کی خواہاں تھی۔ سوہا علی نے خود اس کا میک اپ کیا اور جب وہ حجاب سر پر لینے لگی تو سوہا علی نے اس کا عبایا ایک طرف اچھال دیا۔

''یہ تم آج رہنے ہی دو، کیا تم وہاں آپا جان بن کر جاؤ گی؟ یوں تو تم اسے کبھی اچھی نہیں لگو گی...... اور اپنے یہ خوب صورت بالوں کو کھول دو...... اتنے لمبے گھنے بال ہیں، وہ دیکھے گا تو بس دیکھتا چلا جائے گا۔''

سوہا نے کہا اور کیچر سے اس کے بال آزاد کر دیے...... اس کے بال اس کے کندھوں پر ڈھلک سے گئے اور کچھ لٹیں اس کے چہرے کو چھونے لگیں۔ وہ اگرچہ یہ سب اچھا محسوس نہیں کر رہی تھی۔ مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی۔

جب وہ دونوں مقررہ وقت پر پارک پہنچیں تو ان کو وائٹ ڈریس میں کھڑا ایک شخص دکھائی دیا جس کی پشت انہی کی طرف تھی۔ رابی کا دل زور، زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ دونوں اس کے بالکل قریب آ چکی تھیں۔

''ہیلو مسٹر عادل یہ آ گئی ہے محبت آپ کی۔'' سوہا علی کی بات پر وہ مسکرا کر پلٹا تھا۔ بے قراری سے۔

مگر یہ کیا......؟ وہاں تو حیدر بھائی سرخ گلاب تھامے کھڑے تھے۔ دھواں، دھواں ہوتا چہرہ لیے رابی کا رنگ لباس کے رنگ کے مانند ہو چکا تھا۔ رابی کا سر شرم سے جھک گیا تھا اور تاعمر اب جھکا ہی رہنا تھا۔

''آ گئی ہے جی آپ کی امانت...... بے حال ہو رہی تھی آپ سے ملنے کے لیے...... ہر وقت عادل، عادل کرتے نہیں تھکتی ایسا کون سا جادو کیا ہے آپ نے اس پر...... اب تو یہ پڑھائی سے بھی گئی ہے۔''

سوہا علی اصل حقیقتِ حال سے بے خبر مسلسل بول رہی تھی اور اس کے الفاظ طمانچہ بن کر عادل اور رابی کے چہرے کو لال کر رہے تھے۔ حیدر بھائی کسی اور منصوبہ بندی کے ساتھ یہاں آئے تھے اور سامنے اپنی ہی بہن کو کھڑا پا کر اور وہ بھی یوں بے حجابی کے ساتھ اپنی ہی نظروں میں اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے تھے۔ ان کا عظیم مقام جو رابی کے دل میں تھا ایک بت کی طرح ڈھے چکا تھا۔ حسبِ وعدہ وہ سفید لباس میں ملبوس تھی مگر سفید لباس میں ملبوس ہو کر بھی وہ آلودہ روح تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

مائے نی

بشریٰ گوندل

کچھ لوگوں کو نصیب بھی ورثے میں ملتے ہیں۔ دکھ سکھ کی تقسیم بھی وراثتی ہوتی ہے قطار در قطار...... نسل در نسل...... جیسے کچھ بیماریاں موروثی ہوتی ہیں، ایک نسل سے اگلی نسل میں لازمی...... اسی طرح قسمت کے کھیل بھی بعض اوقات موروثی ہوتے ہیں۔

نصرت آپا کی بیٹی نیہا جب شادی کے چوتھے مہینے میں ہی طلاق یافتہ ہو کر ماں کی دہلیز پر واپس آ گئی تو لوگوں کو اس بات پر صد فیصد یقین ہونے لگا کہ جیسی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

ماں بدنصیب ویسی ہی بیٹی...... اور نصرت آپا جیسے دنگ رہ گئی تھیں حیرت، صدمہ، دکھ، اذیت کون، کون سے آزار نہ تھے جو دل کو چیر رہے تھے کون، کون سے زخم نہ تھے جو نئے سرے سے تکلیف دے رہے تھے۔ ساری عمر کی کم مائیگی زخم اُدھیڑنے لگی خود پر جھیلے گئے پُراذیت دنوں کا احساس تازہ ہونے لگا اور پھر ماں تو چاہتی ہے کہ اس کی موجودگی میں اولاد کو گرم ہوا بھی نہ چھو کر گزرے، دکھ کا کوئی کانٹا بھی نہ لگے۔ اولاد کے حصے کے دکھ وہ خود جھیل لینا چاہتی ہے، اولاد کے حصے کی تکلیف اور اذیت خود بھوگ لینا چاہتی ہے۔ وہ تکلیف اور اذیت جو وہ خود جھیل آئی تھی وقت نے آج ان کی بیٹی کو بھی ویسے ہی چرکا لگایا تھا۔

وہ کبھی اپنے نصیبوں کو روتی تو کبھی دکھ سے لبریز دل نصیب بنانے والے سے شکوہ کناں ہوتا......

وہ حیرت سے گنگ اس ہلتے ہوئے پردے کو دیکھ رہی تھیں جہاں سے ابھی، ابھی ان کی بیٹی باہر نکلی تھی اپنے خیالات کا اظہار کر کے...... اور وہ اس کے خیالات جان کر حیران رہ گئی تھیں۔ وہ آج کی لڑکی تھی، آج کی بہادر لڑکی...... جو زیادہ دیر تک دکھوں کی چادر اوڑھ کر نہیں بیٹھے رہنا چاہتی۔ وہ آنسو بہا کر دہاڑیں مار، مار کر اپنے حوصلوں کو پست نہیں کرتی بلکہ حوصلے سے ہمت اور استقامت سے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتی ہے جو اپنے اندر صبر کے وصف پیدا کرتی ہے اور شکر کے ننھے منے دیے جلا کر اندھیری زندگی میں روشنی کا سامان کرتی ہے۔ وہ خسارے کے مرقد پر بیٹھی آنسوؤں کے چراغ نہیں جلاتی رہتی...... گویا کتنا فرق تھا...... دکھ اگرچہ ایک جیسا تھا مگر حوصلوں کا تضاد تھا۔

نصرت ہاتھ پر ہاتھ رکھے ان دنوں کو سوچ رہی تھیں جن کو وہ کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچنا چاہتی تھیں لیکن سوچیں ایسا منہ زور اور بپھرا ہوا دریا ہیں جن کی طغیانی پر ہر کوئی بند نہیں باندھا جا سکتا...... وہ دن حافظے میں ابھی تک کل کی طرح زندہ تھے۔

کوئی ٹریجڈی فلم کے ٹریجڈی مناظر تھے جو آنکھوں کے پار چل رہے تھے عکس در عکس...... ایک منظر کے بعد دوسرا منظر...... مناظر اگرچہ بدل رہے تھے لیکن دکھی اور ٹریجڈی سین زیادہ تھے، زندگی کی اس کہانی میں اور خوشی کے کسی لمحے کا گزر تو پل بھر کے کسی خواب اور خیال جیسا بھی نہیں تھا۔ خوشی کی کوئی ننھی سی کونپل بھی نہیں تھی کہ پھول کھلنے کی آس لگائی جاتی...... سکھ کا کوئی ننھا سا جگنو بھی نہیں تھا کہ اماوس کی کالی سیاہ رات جیسی اندھیری زندگی میں کچھ روشنی تو ہو جاتی۔

وہ ایک ایسی عورت تھی ایسی حرماں نصیب عورت...... جس کو اس کے شوہر نے شادی کی پہلی رات ہی یہ کہہ کر ٹھکرا دیا تھا کہ وہ اس کے معیار پر پوری نہیں اتری...... وہ اس کے آئیڈیل جیسی نہیں ہے...... اب خدا جانے اگلے کا معیار، آئیڈیل کیسا تھا۔

حیرت اور صدمے کی زیادتی نے اس کی زبان گنگ کر دی تھی ورنہ وہ سامنے والے کا معیار ضرور پوچھتی اور اپنے ارمان، خواب اور خواہش بھی بتاتی۔ ٹھکرائے جانے سے بڑھ کر باعثِ ذلت اور باعثِ آزار بات اور کیا ہو سکتی ہے ایک لڑکی کے لیے جو دل میں سو سو ارمان اور امیدیں لے کر والدین کی دہلیز پار کر کے یکسر اجنبی ماحول میں آتی ہے...... چاہے جانے کی چاہت بھلا کس دل میں نہیں ہوتی لیکن پہلے قدم پر ہی جس کو ان چاہا کر کے بے مول اور ارزاں کر دیا گیا ہو مزید پزیرائی کی توقع کیا رکھتی۔

واجبی سی تعلیم کے بعد اسے گھر بٹھا دیا گیا تھا کہ کیا ضرورت ہے مزید تعلیم کی، کون سا نوکری کرنی ہے......

اس نے بہت واویلا کیا، شور مچایا لیکن تعلیم جاری رکھنے کی اجازت تو کیا ملتی، بیاہ کا سندیسہ مل گیا اور وہ رو دھو کر چپ کر بیٹھی کہ ہونا بالآخر وہ ہی تھا جو گھر والے چاہتے اگرچہ وہ کوئی ان چاہی بیٹی نہیں تھی۔ تین بھائیوں کی اکلوتی اور لاڈلی بہن تھی، باپ دنیا میں نہیں تھے، ماں کی آنکھ کا تارا تھی، خوب صورتی میں اگر بے مثال نہیں تھی تو بہت سوں سے بہت اچھی شکل صورت، اخلاق و کردار میں یکتا ایک سمجھدار اور باحیا لڑکی تھی۔ پھر اس کا خاندان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی حیثیت و مرتبے میں سسرالی خاندان سے کم نہیں تھا۔ اپنی حیثیت اور خاندانی و معاشرتی رواج کے مطابق وہ جہیز بھی ٹھیک ٹھاک لائی تھی۔

پھر نہ جانے کمی کہاں ہوئی تھی کہ وہ ان چاہی قرار دی گئی۔ ٹھکرائے جانے کے اذیت ناک احساس کے ساتھ اس نے وہ پوری رات رو کے گزاری تھی اور اس کے بعد آنے والی کئی ان گنت، بے حساب راتیں بھی......

رتجگوں کا ایک سلسلہ تھا جو چل نکلا تھا...... اذیتوں کے تیز نشتر تھے کہ اسے اپنی رگ، رگ کٹتی محسوس ہوئی...... ہوئی۔ کانٹوں کا سفر درپیش تھا کہ پاؤں لہو، لہو ہوئے، آنکھیں بنجر ہوئیں، دل ویران......

وہ ایک ان چاہی بیوی اور ان چاہی بہو رہی...... اسے اس گھر کے فرد کا درجہ نہ مل سکا۔ ظاہر ہے جب شوہر نے دو کوڑی کا کر کے ایک کونے میں پھینک دیا تھا تو گھر کے باقی افراد اس کی اہمیت و حیثیت کو کیوں تسلیم کرتے۔ ہر، ہر قدم پر اس کی تضحیک کی جاتی، اس کا تمسخر اڑایا جاتا۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتی کسی کا موڈ خراب نہ ہو، کسی کو اس سے شکوہ نہ ہو، کسی کی حکم بجا آوری میں تاخیر نہ ہو جائے لیکن پھر بھی جانے کیوں ہر الزام اسی کے سر لگتا، سارے قصور اسی کے کھاتے میں لکھے جاتے...... بلاجواز وہ موردِ الزام ٹھہرائی جاتی۔

"یہ کس احمق اور بدھو کو آپ نے میرے پلے باندھ دیا ہے امی...... جسے نہ سلیقہ ہے نہ طریقہ اور نہ ہاتھ میں ذائقہ...... دنیا جہاں کی لڑکیاں مرگئی تھیں کیا جو یہ پھوہڑ اور جاہل میرے لیے ڈھونڈی آپ نے...... اس سے تو اچھا تھا میں کنوارا ہی رہتا۔ شادی شدہ ہو کے کون سے خزانے پا لیے ہیں میں نے۔" اکثر و بیشتر زبان سے نکلنے والا یہ زہر اس کی رگوں میں اترتا رہتا۔

"بس بیٹا تمہارے اپنے نصیب......" ساس ایسی ٹھنڈی ٹھار آہ بھرتیں کہ ہر کوئی فریز ہو جاتا۔ "تمہاری قسمت ہی خراب تھی ورنہ کون ماں یہ چاہتی ہے کہ اس کے بیٹے کے ساتھ برا ہو۔ جب سے آئی ہے گھر سے برکت ہی اٹھ گئی ہے۔" وہ ہاتھ ملتیں دن بھر لوگوں کی بہوؤں کی مثالیں رہتیں اور یہی روزمرہ کی گفتگو ہوتی جیسے پورے گھر کے پاس صرف موضوعِ گفتگو وہی ہے جب بھی بات ہوتی اسی کی ذات سے شروع اسی پر ختم جیسے کرنے کو اور کوئی بات ہی نہیں رہ گئی ہو۔ اور اسے لگتا وہ خود آہستہ، آہستہ ختم ہو رہی ہے۔

"لوگوں کو گھر بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی بہویں خدا جانے کیسے مل جاتی ہیں، ہم نے تو بیٹا بیاہ کر اپنے نصیب ہی پھوڑے اور بیٹا بھی ایسا ہیرا...... ہاہ، مٹی میں رول دیا۔"

"اچھا، دیکھنے میں تو بڑی معصوم سی لگتی ہے۔" پڑوسن حیرت سے ناک پر انگلی رکھ لیتی۔

"ہاہ......" ساس ٹھنڈی آہ بھرتیں۔ "کھانے کے دانت اور دکھانے کے اور...... بس بہن ہم بھی شکل دیکھ کے ہی دھوکا کھا گئے تھے۔ بظاہر معصوم لگتی ہے مگر اندر سے پوری ہے، چپ رہ کر اپنا مطلب پورا رکھتی ہے۔ شوہر کے دل پر راج کرنے کے خواب دیکھتی ہے کبھی بن سنور کے اس کے آگے پیچھے پھرتی ہے تو کبھی طرح، طرح کے کھانے پکا، پکا کر اس کے معدے سے دل کے رستے تلاش کرتی ہے جیسے میں نے تو اسے محض ہوا کھلا کے بڑا کیا ہے ناں......" ساس حقارت سے ٹھٹے لگاتی...... "شوہر کے دل پر راج کرے گی' یہ اس کی بھول ہے میرا بیٹا بھی سمجھدار ہے۔ ایسی چالبازیوں میں نہیں آئے گا۔ جوتی کی نوک پر رکھتا ہے اسے ہر وقت آٹھ، آٹھ آنسو بہاتا ہے کہ امی آپ نے کہاں پھنسا دیا۔ کچھ تو دیکھا بھالا ہوتا...... اور آج تک قسم لے لیں آپ جو کبھی سسرال کی دہلیز پر قدم بھی رکھا ہو اس نے، سہرا باندھ کے ہی گیا تھا اور ایسا بددل ہوا کہ پھر قسم اٹھالی۔" یہاں وہاں روزمرہ کے کام نمٹاتی وہ ساس کے فرمودات سنتی رہتی اور خون کے آنسو اس کے اندر ٹپ، ٹپ گرتے رہتے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس کی ماں اس سے ملنے نہیں آسکتی تھی اس کے بھائی اس کی چوکھٹ پر قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ وہ فون تک پہ ان سے بات نہیں کر سکتی تھی، ہاں ان کی انتہائی مہربانی اور شکریہ یہ کہ وہ کبھی کبھار ماں سے ملنے جا سکتی تھی۔ وہ جب ماں سے ملنے جاتی ان کی گود میں سر رکھ کر روتی رہ جاتی اور شکوے کیے جاتی۔

''اماں...... آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا...... کتنا ظلم کیا آپ نے میرے ساتھ، زندہ درگور کر دیا مجھے...... کیسے جلتے بلتے برزخ میں پھینک دیا آپ نے...... میں نے کتنا واویلا کیا تھا کہ ابھی کچھ وقت ٹھہر جائیں، مجھے مزید پڑھنے دیں۔ کیا ہو جاتا، میں کہیں بھاگی تو نہیں جا رہی تھی...... آپ نے ایسی جلدی مچائی کہ میری زندگی عذاب بنادی، مسلسل عذاب...... مجھے لگتا ہے کہ آپ کی سگی اولاد نہیں تھی اگر سگی ہوتی تو آپ اتنا ظلم نہ کرتیں۔'' نامساعد حالات کا سارا الزام وہ ماں کو دیتی۔ سارے کا سارا ملبہ ماں کے اوپر ڈال دیتی۔

روتی، گریہ زاری کرتی ہوئی اجڑی، اجڑی بدحال اور نڈھال بیٹی کو دیکھ کر ماں دکھ کے گہرے پاتال میں جا اترتی۔

''اس سب میں میرا کیا دوش...... کون ماں چاہے گی کہ اس کی بیٹی دکھ اور اذیت بھری پُرآزار زندگی گزارے...... اس روئے زمین پر کوئی ماں بھی ایسی نہیں ہوگی بیٹی......''

''لیکن اماں...... لوگ سوچ بچار بھی تو کرتے ہیں...... دیکھ بھال اور پرکھ کے رشتے کرتے ہیں لوگ، یوں بیٹیوں کو اندھے کنویں میں تو کوئی نہیں پھینک دیتا ناں جیسے آپ نے مجھے پھینک دیا۔''

''ہم نے بھی بہت سوچ بچار کر کے تمہارا رشتہ کیا تھا۔ ہر طرح کی جانچ پڑتال کے بعد ہاں کی تھی۔ تمہیں یاد نہیں کیسے انہوں نے دہلیز پکڑلی تھی ہماری...... منتیں کر کر کے تمہارا رشتہ لیا تھا، سو سو تسلیاں اور دلاسے دیے تھے اور ہر قسم کے وعدے کیے تھے اور تمہارے بھائیوں نے لڑکے سے کئی، کئی ملاقاتیں کی تھیں۔ ہمیں یہ رشتہ ہر لحاظ سے موزوں لگا تھا، لڑکا شریف اور برسرِ روزگار تھا...... اب ہمیں کیا پتا تھا کہ اندر سے وہ لوگ ایسے کم ظرف اور رذیل ثابت ہوں گے۔''

''ہونہہ، لڑکا شریف......'' وہ بڑبڑائی۔'' ایسی شرافت کو کوئی آگ میں جھونکے، نرا مٹی کا مادھو...... ماں کا ایسا تابعدار اور فرمانبردار کے روز ان کے پاؤں دباتا دباتا وہیں کمبل اوڑھ کر لیٹ جاتا ہے۔ وہ بس ماں کی آنکھ سے ہی دیکھتا ہے، ماں کے کانوں سے ہی سنتا ہے۔ اس کی بیوی کے ساتھ اس گھر میں کیسا ناروا سلوک ہوتا ہے اسے یہ دکھائی ہی نہیں دیتا یا شاید وہ دیکھنا چاہتا ہی نہیں...... جب اس کو میں ہی دکھائی نہیں دیتی تو میرے ساتھ ہونے والی زیادتیاں کہاں سے نظر آئیں گی۔'' اس کے لہجے میں ٹوٹے ہوئے کانچ تھے جو ماں کی آنکھوں میں چبھ رہے تھے۔ وہ اپنے دل میں کتنے مہینوں کا جمع کیا ہوا تمام دکھ بھرا غبار آنسوؤں، آہوں اور سسکیوں کی صورت نکال رہی تھی۔

''یہ سب قسمت کے نصیبوں کے کھیل ہیں بیٹا......!'' وہ دکھ بھرے لہجے بولی۔

''کچھ لوگ جو بظاہر مکمل ہوتے ہیں جن میں کوئی کمی، کوئی خامی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی ان کو بھی جب قسمت کی چوٹ لگتی ہے تو ان جیسا بدنصیب پھر دنیا میں کوئی نظر نہیں آتا...... اور کچھ قسمت کے ایسے دھنی ہوتے ہیں، ایسے بخت آور ہوتے ہیں جن میں ڈھونڈے سے بھی کوئی خوبی نہیں ملتی لیکن عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ پوری زندگی کیسے عیش و آرام میں گزار دیتے ہیں، یہ قدرت کے اپنے فیصلے ہیں، اس کی اپنی تقسیم ہے کہ کچھ لوگوں کو جھولیاں بھر بھر کے عطا کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو محروم رکھتا ہے، یہ اس کا امتحان ہے یہ اس کی طرف سے آزمائش ہے کہ وہ کسی کو دے کر آزماتا ہے اور کسی سے لے کر...... بس یہ تو انسان کا ظرف ہے کہ وہ امتحان کی گھڑی میں ثابت قدم رہتا ہے یا واویلا کرتا ہے...... تم سسرال کے برے رویے کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنی آزمائش سمجھو بیٹا اور اللہ کے حکم کے مطابق صبر اور شکر کے ساتھ آزمائش کی اس گھڑی کے گزرنے کی دعا کرو...... یہ وقت بھی گزر ہی جائے گا اور وقت کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا۔'' ماں اپنے تئیں اسے سمجھاتی۔

یونہی وقت گزرتا گیا۔ اب حالات اگرچہ پہلے جیسے ہی تھے مگر اس کے اندر سکون کی کوئی لہر سی اتری جب اسے معلوم ہوا کہ وہ امید سے ہے، روشنی کی کوئی ننھی سی کرن، بہار کے آنے کا سندیسہ دیتی کوئی چھوٹی سی کونپل، سکھ کے موسم کے آنے کا ہلکا سا اشارہ...... دل میں آس بیدار ہوئی، امید زندہ ہوگئی کہ ایک زندگی اس کے اندر سانس لینے لگی...... روز و شب اگرچہ ویسے ہی تھے سلوک ناروا جوں کا توں تھا لیکن اب اسے پروا کم ہی ہوتی تھی۔ وہ گن، گن کر دنوں کا مہینہ بناتی اور پھر اگلے مہینے کا انتظار شروع کر دیتی...... کتنا دشوار ہوتا ہے گن، گن کر زندگی کے دن گزارنا اور دن بھی...... بالآخر پورے ہوئے جس دن اس نے ایک خوب صورت سی بیٹی کو جنم دیا اس دن وہ مزید مجرم قرار دی گئی اس کے ناکردہ جرائم میں ایک اور اضافہ...... دادی جو پوتا کھلانے کی آس نہ جانے کب سے دل میں دبائے بیٹھی تھیں پوتی کا صرف سن کر ہی غیظ و غضب کا شکار ہوگئیں اور پوتی کو ایک نظر بھی نہ دیکھا...... پورا گھر ویسے بھی ان کی آنکھ سے دیکھتا تھا چنانچہ ماں کی رد کی ہوئی چیز دوسروں کی نگاہ میں کیسے سماتی...... بچی کی پیدائش پر سب گھر والے یوں ملول اور غمگین تھے جیسے کوئی بہت اپنا دنیا سے گزر گیا ہو...... گھر کی فضا پر اداسی بھری سوگواری طاری تھی۔

اماں بی ایک بار پھر برے نصیبوں کا رونا رونے لگیں...... دوسروں کے گھروں میں پیدا ہونے والے بیٹے انگلیوں پر گننے لگیں۔

وہ خود اگرچہ خوش ہوئی تھی بیٹی کی پیدائش پر لیکن اب اس کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ وہ خوشی منائے یا آنسو بہائے...... جیسی ان چاہی ماں ویسی ان چاہی بیٹی......

بہترین تحریریں، لاجواب روداد اور
اعلیٰ داستانیں پڑھنے والوں کے لیے
سرگزشت کا مطالعہ ضروری ہے

ماہنامہ سرگزشت کراچی

شمارہ مئی 2017ء
کی جھلکیاں

ادیبہ
اردو کے ایک بڑی قلم کار کی داستانِ حیات

پہلا سپر اسٹار
پاکستانی فلموں کے ایک اہم اداکار کا زندگی نامہ

روزنامہ پیسہ
پاکستانی صحافت کی بنیاد رکھنے والے اخبار کا تذکرہ

پرانی سانس
یورپ سے برآمد ایک دلچسپ تحریر

برا وقت
پاکستان بھر میں یونیورسٹیوں میں طلبا کی زندگی مسخ کرنے کی سازش، دلچسپ سچ بیانی

ایم اے راحت / انور

نہایت تیز رفتار طویل داستان ''ناسور''۔ ماہ مئی سے جڑی شخصیتوں کا تذکرہ ''مئی کی شخصیت'' سب سے زیادہ پسند کی جانے والی تحریر ''شمشال سے ٹورنٹو'' اور بہت سی سچ بیانیاں، سچے واقعات، دلچسپ سرگزشتیں۔

بس ایک بار سرگزشت کا مطالعہ کرلیں پھر آپ خود ہی اس کے گرویدہ ہوجائیں گے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"کیا تھا اگر بیٹا ہو جاتا......" وہ بھی ناشکری کرنے والوں میں شامل ہوگئی...... حالات ایسے بنا دیے گئے کہ وہ اللہ سے شکوہ کر بیٹھی۔

وقت اور زیادہ تکلیف دہ ہو گیا' حالات مزید ستم گر ہوگئے۔ اماں سے جب بھی بات ہوئی وہ برداشت کا ہی سبق دیتیں، حوصلے اور صبر کی تلقین کرتیں اور اچھے وقت کے آنے کی یقین دہانی بھی......

"لیکن کب، کب آئے گا اچھا وقت...... یہ برا وقت ٹلے گا تو ہی اچھا وقت آئے گا ناں......اور مجھے تو لگتا ہے کبھی نہیں ٹلے گا۔" تھکن اس کی روح میں سمائی ہوئی تھی اور وہ مایوسی کی انتہا پر تھی۔

بچی کی پیدائش کے بعد آصف کا رویہ اور بھی اجنبی ہوگیا تھا جیسے وہ کچھ لگتا ہی نہیں ہو۔ جیسے اس کا کوئی رشتہ، کوئی تعلق ہی نہیں ہو ان ماں بیٹی کے ساتھ......

دن آہستہ روی سے گزر رہے تھے۔ وقت کی بہت مدھم رفتار تھی اس کا دل چاہتا کہ وقت بہت جلدی سے گزر جائے۔

اس روز چھوٹی نند کا رشتہ دیکھنے کچھ لوگ آرہے تھے اور ساس نے جتنا مینیو منہ زبانی یاد تھا سب ترتیب دے لیا اور اکیلی وہ جان...... کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی تھی کہ کچن میں آکر جھانک ہی لیں۔ گزشتہ دنوں اس کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ نقاہت اور کمزوری حد سے سوا تھی پھر صبح سے پانی کے علاوہ کوئی دوسری چیز پیٹ کے اندر نہیں گئی تھی اور بار' بار بچی کو فیڈ کرانا...... اور اب صبح سے کچن میں کھڑے ہو ہو کر ٹانگیں شل ہو رہی تھیں اور آنکھوں کے آگے بار، بار اندھیرا چھا رہا تھا۔ جی چاہتا کہ کام چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور بھاگ جائے اتنی دور کہ پھر اس کا نام ونشان نہ ملے۔

اس وقت وہ الماری سے ڈنر سیٹ نکال رہی تھی ساس کا حکم تھا کہ مہمانوں کے آنے سے قبل برتن لگا دیے جائیں...... یہ بہت قیمتی ڈنر سیٹ تھا جو اس کی ساس نے خاص، خاص مہمانوں کی آمد کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا...... پتا نہیں کیا ہوا تھا اس کا ہاتھ بھٹکا یا دھیان یا شاید اسے زور کا چکر آیا تھا کہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹے اور نیچے گرتے چلے گئے اور ٹوٹتے چلے گئے۔ ایک پلیٹ پھر دوسری تیسری...... باؤل اور برتن ٹوٹنے کی آواز کیسی دل ٹوٹنے کی آواز جیسی ہوتی ہے یہ اسے پہلی بار لگا تھا...... "چٹاخ، چٹاخ......" لیکن یہ برتن ٹوٹنے کی آواز تو نہیں تھی۔ یہ اس کے گالوں پر پڑنے والے...... پے در پے تھپڑوں کی آواز تھی اس کی ساس اسے گالوں پر، کمر پر، سر پر بے دریغ مار رہی تھیں اور وہ نیچے بیٹھتی چلی جارہی تھی۔ ہاتھوں کے ساتھ، ساتھ ان کی زبان بھی چل رہی تھی۔ گالیاں، کوسنے، بددعائیں...... اسے شدید تکلیف ہو رہی تھی وہ بہت اذیت محسوس کر رہی تھی وہ خود کو ذلت بھری رسوائی اور صدمے کی اتھاہ گہرائی میں اترتا محسوس کر رہی تھی۔

اسے اتنا شدید صدمہ نہ ہوتا، اسے شاید اتنی زیادہ تکلیف اور اذیت محسوس نہ ہوتی۔ موت سے بھی زیادہ اذیت...... اگر سامنے کمرے کے دروازے پر اس کا مجازی خدا، اس کا جیون ساتھی اس کی زندگی کا ہم سفر اسے یوں جانوروں کی طرح پٹتا ہوا نہ دیکھ رہا ہوتا...... وہ آگے بڑھ کر ماں کے ہاتھ نہ روکتا کہ...... بے حرمتی اور بے ادبی ہوتی پاکستانی ہوتی ماں کی، چلو زبان سے ہی ماں کو اس قابلِ مذمت حرکت سے روک لیتا۔ اسے اتنی اذیت نہ ہوتی جتنی اذیت اس وقت اسے آصف کی آنکھوں میں بے گانگی اور نفرت دیکھ کر ہوئی جتنی تکلیف اس کے چہرے پر بیزاری، بے رخی اور اجنبیت دیکھ کر ہوئی تھی اور اسی وقت اسے یقین ہوگیا تھا کہ یہ شخص اس کا کبھی نہیں ہوسکتا چاہے وہ ان کی خاطر کند چھری سے خود کو کاٹ بھی ڈالے تب بھی۔

پھر ایسے شخص سے وابستہ رہنے کا فائدہ......؟ جو آپ کا کچھ بھی نہ ہو جسے آپ کے جینے سے کوئی سروکار ہی نہیں ہو جسے آپ کے مرنے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا ہو...... آپ کل کے مرتے آج مرجائیں، طبعی موت مریں یا کسی کے ہاتھوں مارے جائیں...... ہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جان تو چھوٹے...... اسے کیا فرق پڑتا اور اسی لمحے اس نے یہ فیصلہ کرلیا تھا گھر چھوڑ دینے کا...... وہ گھر جو کبھی اس کا تھا ہی نہیں...... پھر اس نے وہ گھر چھوڑ دیا جہاں ذلت ورسوائیوں کے ساتھ گزرے اذیت ناک تین سال اور سات ماہ نہ جانے کتنی ہی صدیوں پر بھاری تھے اور جن کی تکلیف نے اسے ساری زندگی تکلیف دی، جن کی ذلت بھری اذیت نے اسے پھر زندگی بھر اذیت میں مبتلا رکھا۔

نہ جانے اسے یہ خوش فہمی کیوں تھی کہ میکے میں اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، جانے کیوں سمجھتی تھی کہ وہاں اس کا پُرجوش استقبال ہوگا اس کے گھر چھوڑ کے آنے کے فیصلے کو سراہا جائے گا مگر یہ اس کی محض خام خیالی ثابت ہوئی تھی یہ سراسر اس کی بھول تھی۔

''حالات جیسے بھی تھے تمہیں گھر چھوڑ کے نہیں آنا چاہیے تھا۔'' اماں کی بات پر وہ حق دق رہ گئی۔

''گھر، گھر کون سا گھر...... کیا میرا ابھی کوئی گھر ہے؟ اور وہ جگہ جہاں میں زندگی کے اتنے دن گزار آئی کیا وہ جگہ اس لائق تھی کہ اسے گھر کہا جاتا، گھر کا نام دیا جاتا...... گھر تو اس جگہ کا نام ہے جہاں عزت وآبرو ہو، جہاں اپنائیت اور محبت ہو، جہاں دکھ سکھ کی شراکت ہو اور جہاں تحفظ کا احساس ہو...... جہاں رہ کر سکون ملے، اطمینان اور خوشی ملے...... ان سب چیزوں میں سے اگر کوئی ایک بھی مل جائے تو آدمی گزارہ کرلے......'' اس نے تاسف سے وہاں گزارے وقت کو سوچا۔

وقت یہاں بھی بدل گیا تھا۔ پہلے بدلا تھا یا اس کے آنے کے بعد تبدیلی آئی تھی شاید...... بھابیاں جو کبھی کبھار آنے والی اکلوتی نند کو سرآنکھوں پر بٹھاتی تھیں، اس کی آؤ بھگت کرتی تھیں اس کی بیٹی کو پیار کرتے نہیں تھکتی تھیں...... اب چند ہی دنوں میں اکتاہٹ کا شکار نظر آنے لگیں اور اس کی بیٹی کی اس گھر میں ایک فالتو اور اضافی فرد کی حیثیت صاف نظر آنے لگی۔

کتنی عجیب بات ہے وہی لوگ ہوتے ہیں، وہی

عزیز جان پرنسپل شاہینہ شیخ کے نام

دعا

دعا نظر نہیں آتی مگر اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ انسان کو فرش سے عرش تک لے جاتی ہے اور میری دعا ہے کہ پروردگار آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے...... آمین۔

میں اس قابل تو نہیں کہ آپ کو کوئی انمول خزانہ بھیجوں پر دعا ہے کہ......

تمام خزانوں کا مالک آپ کو ہر خزانے سے نواز دے۔

آمین یارب العالمین

دعا گو: نگینہ ضیا بنگش، کراچی

روشن فکر

جو ذات رات کو درختوں پر بیٹھے پرندوں کو نیند میں گرنے نہیں دیتی، وہ ذات انسان کو کیسے بے یارومددگار چھوڑ سکتی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔

☆ جن کے دلوں میں رحم، طبیعت میں سادگی، احساس میں خلوص اور سوچوں میں سچائی ہو ایسے انسانوں کا وجود اللہ کی جانب سے مخلوق کے لیے نعمت ہے۔

☆ تقدیر اور وقت...... دونوں ہی اپنے حساب سے چلا کرتے ہیں۔ لازم نہیں ہوتا کہ تقدیر وقت کے ساتھ سمجھوتا کرے ہر خواب کو تعبیر بخش دے، کچھ خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو ادھورے سے شرمندۂ تعبیر ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی انسان خوابوں کی طویل فہرست کو اپنی خوشیوں میں جگہ دیے چلا جاتا ہے۔

مرسلہ: فرح طاہر قریشی، ملتان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رشتے ہوتے ہیں لیکن حالات و وقت کی تبدیلی کے ساتھ رویے کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ سچ ہے غیر شادی شدہ بیٹی چاہے عمر کی ہو جائے ماں، باپ کے گھر جگہ پا لیتی ہے چاہے بھتیجا، بھتیجی پالنے پڑ جائیں۔ مگر شادی ہو کر دوبارہ میکے آنے والیوں کی وہاں کوئی جگہ نہیں ہوتی یہی ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔ دن مہینوں میں ڈھلنے لگے لیکن وہاں سے کسی نے کوئی خبر نہیں لی چلو اس کے لیے نہ سہی اس کی بیٹی کے لیے سہی...... جو اُن کا اپنا خون تھی...... لیکن اس کی بیٹی تو ان کے لیے غیر ضروری تھی غیر اہم تھی۔

''تم واپس چلی جاؤ بیٹی۔'' اماں اسے اکثر مشورہ دیتیں۔

''ایسے کیسے واپس چلی جاؤں اماں...... جب وہاں سے کسی نے پوچھا تک نہیں، خود سے واپس جا کر خود کو مزید ارزاں کر دوں، میری وہاں نوکرانی سے بھی کم حیثیت تھی، میں وہاں اپنی جگہ بنا ہی نہیں سکی اماں...... میری خدمت اور ریاضت کے صلے میں مجھے کیا ملا......؟ اماں میں اسی گھر میں رہ لوں گی تھوڑی سی جگہ دے دیں آپ لوگ...... میں بھائیوں کے بچوں کو پال کے اور ان کی خدمت کر کے گزارہ کر لوں گی...... مگر اس گھر میں واپس نہیں جاؤں گی۔''

''دیکھو بیٹا......'' اماں نے تاسف سے اسے دیکھا اور سرد آہ بھر کے بولیں۔ ''بیٹیاں جب شادی سے پہلے والدین کے گھر میں رہتی ہیں تو پورے حق کے ساتھ لیکن شادی کے بعد جب میکے آتی ہیں تو مہمان کی حیثیت سے آتی ہیں۔ شادی شدہ بیٹی ملنے آئے سو، سو بار آئے لیکن ناراض ہو کر میکے کی دہلیز پر آنے والی بیٹی کی کوئی عزت اور قدر نہیں ہوتی...... پھر تم اب یہ سوچو کہ تم اکیلی نہیں ہو، تمہارے ساتھ تمہاری بیٹی بھی ہے۔'' اماں آگے کیا کہنے والی تھیں اسے اندازہ تھا۔ وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر رہ گئی تھی۔ اماں یقیناً اس کی بچی کے حوالے سے مستقبل کے خدشات سے آگاہ کر رہی تھیں۔

''میرا کوئی بھی نہیں ہے کہیں بھی نہیں ہے اس سے تو اچھا تھا میں پیدا ہوتی ہی نہیں یا پیدا ہوتے ہی مر کھپ گئی ہوتی۔ اماں میں آپ کی آس میں یہاں چلی آئی سگی ماں کا مان لے کر کہ کوئی نہ رکھے مگر ماں تو رکھ لے گی، ماں تو گھر بدر نہیں کرے گی۔ لیکن آپ بھی اماں...... آپ بھی چند دن رکھ کر ہی تھک گئیں۔ اب مجھے بتائیں اماں کہ میں جاؤں تو آخر کہاں جاؤں۔ میری بیٹی کہاں جائے......؟'' وہ دھاڑیں مار، مار کر رو رہی تھی۔ اماں سے مسلسل شکوے کر رہی تھی۔

انسان کی فطرت ہے کہ جب اسے کچھ اور نہیں سوجھتا تو وہ شکوے اور شکایتیں کرنے لگتا ہے خود سے وابستہ لوگوں سے شاکی ہونے لگتا ہے، محبت کے خون کے قریبی رشتوں سے ہی بدگمان ہونے لگتا ہے۔

وقت کا کام گزرنا ہے وہ ہر حال میں گزر جاتا ہے کوئی ٹھہر جانے کی دعائیں مانگے یا کوئی تیز رفتاری سے گزرنے کی لیکن وقت اپنی رفتار نہیں بدلتا...... لیکن کچھ لوگوں کے پاس وقت بے رحم گھڑی کی طرح ٹھہر جاتا ہے، ٹلتا ہی نہیں اس گزرتے وقت نے اسے طلاق کا کاغذ پکڑا دیا تھا۔

بھابیاں جو اسے کچھ دنوں کی مہمان سمجھ کے تھوڑا بہت لحاظ کر جاتی تھیں کچھ مروت دکھا ہی جاتی تھیں اب جب سے اس کے ماتھے پر طلاق کا داغ سجا، بھابیوں نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔

اس کی بیٹی اور بھائیوں کے بچوں کے درمیان معمولی سا جھگڑا بھی ہوتا تو بڑوں کے مابین اچھی خاصی جھڑپ ہو جاتی، اماں ایک کونے میں بیٹھی چپ چاپ دیکھا کرتیں بس گھڑی، گھڑی چادر کے کونے سے آنکھیں صاف کر لیتیں۔ ایک طرف بیٹے تھے، ان کی بیویاں تھیں۔ وقت جن کے ہاتھوں میں تھا تو دوسری طرف اجڑی ہوئی بیٹی تھی جو وقت کو گنوا آئی تھی اور اماں چپ کی بکل اوڑھے، اوڑھے ایک دن ہمیشہ کے لیے چپ کر گئیں۔

اماں کے جانے کے بعد اسے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ وہ اجڑ چکی ہے، اماں ٹھیک ہی کہتی تھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ کا ایک پیج پر
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety
پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1
پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

کہ بیٹی چاہے بیوہ ہو جائے مگر طلاق تو کسی دشمن کی بیٹی کو بھی نہ ملے، گھر تو کسی دشمن کی بیٹی کا بھی نہ ٹوٹے۔ ابھی اماں کا چہلم بھی نہ ہوا تھا کہ اسے اماں کے کمرے سے دربدر ہونا پڑا اور گھر کے پچھلے صحن میں بنے اس کمرے میں شفٹ ہونا پڑا جو ابا نے کبھی نوکروں کے لیے بنوایا تھا اور ابا نے اس وقت مذاق، مذاق میں اسے چھیڑنے کے لیے کہا تھا کہ یہ تمہارا کمرا ہو گیا...... تو اماں کتنے ہی دن لڑی تھیں ابا سے کہ بیٹیوں سے ایسے مذاق نہیں کرتے، ان کی قسمت کا کچھ پتا نہیں ہوتا اور وہ کیا وقت تھا کہ تقدیر نے اپنے دفتر میں رقم کر لیا وہ مذاق اور اسے سچ ثابت کر دیا۔

اماں مرحومہ جاتے، جاتے اتنی منصفانہ تقسیم کر گئیں کہ گھر کے ساتھ، ساتھ دکانوں میں بھی بیٹی کا حصہ رکھا ورنہ کہیں گھر سے باہر جھونپڑی دیکھنا پڑتی۔ اب وہ کسی کی محتاج نہیں تھی اپنا حصہ وصول کر رہی تھی یہی شکر تھا کہ اپنوں کے ساتھ رہ رہی تھی۔ ورنہ جوان ہوتی بیٹی کو لے کر کہاں جاتی۔

بیٹی جوان ہوئی تو اس کے رشتے کی فکر پڑ گئی...... کسی بھائی نے بھانجی کا رشتہ لینے میں دلچسپی ظاہر نہ کی تو اس نے آنے والے پہلے رشتے پر ہی بھائیوں سے مکمل چھان بین کرانے کا کہا اس نے اپنی طرف سے ہر قسم کی تسلی کرائی تھی لڑکا ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھا، نیک اور شریف فیملی تھی اس نے اپنی ماں والی غلطی نہیں کی نیہا کی مکمل رضامندی کے بعد رشتہ طے کیا تھا نیہا تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک پرائیویٹ کالج میں پڑھا رہی تھی وہ اپنی شادی پر مطمئن اور خوش باش تھی۔ شادی کے بعد بھی وہ خوش، خوش آتی اور ہنستی مسکراتی ہوئی چلی جاتی اور نصرت دعائیں پڑھ، پڑھ کر اس کے پیچھے پھونکتی رہتی مگر...... دعائیں بے اثر گئیں، خوشیاں عارضی ثابت ہوئیں، اطمینان دھوکا نکلا......

ابھی چار مہینے ہی پورے ہوئے تھے شادی کو...... ذرا سی نوک جھوک معمولی سے جھگڑے کی شکل اختیار کر گئی اور جھگڑا طلاق پر جا کر ختم ہوا...... آج کل طلاق لوگوں نے معمولی بات سمجھ رکھی ہے۔ اگرچہ تمام حلال کاموں میں اللہ نے یہ کام ناپسندیدہ فرمایا ہے اس سے نہ صرف رشتہ ٹوٹتا ہے بلکہ گھر بھی ٹوٹتا ہے کہ اور دل بھی......

نصرت یہ خبر سن کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی اپنے زخموں کے ٹانکے اُدھڑ گئے اس نے اگرچہ مکمل چھان بین کرائی تھی وہ مطمئن تھی پھر ایسا کیوں ہوا......؟ کمی کہاں رہ گئی تھی اور یہ بات نیہا نے ابھی ابھی بتادی تھی بہت واضح اور واشگاف الفاظ میں کہ کمی کہیں بھی نہیں ہوتی بس ہمارے نصیب میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے ہمیں وہ ملتا ہے اور نصرت ساکت نگاہوں سے ہلتے پردے کو دیکھتی رہیں کہ یہ سبق تو اس کی ماں نے اس کو ساری عمر پڑھایا تھا اور وہ بھولی رہی وہ ہمیشہ ماں سے ہی شاکی رہی۔ ماں نے اگرچہ گھول، گھول کے پلائی مگر اس کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ ہمیشہ نصیب کا لکھا ملتا ہے کبھی تاریکی، کبھی اجالا...... لیکن نیہا آج کی بہادر لڑکی تھی جو حوصلہ مند اور بہادر تھی جو تاریکی میں اپنے لیے رستے کا تعین کرنے کا ہنر رکھتی تھی جو تاریکی کو اجالا بنانے کی ہمت رکھتی تھی، وہ خوابوں کے ملبے پر بیٹھ کر رونے کے بجائے نئے خواب پلکوں کی منڈیروں پر سجانے کی اہلیت رکھتی تھی وہ آنکھوں کو پانیوں کے حوالے نہیں کرے گی وہ زندگی کو اندھیروں کی نذر نہیں ہونے دے گی۔ زندگی میں ملنے والے دکھ اور کرب کو وہ زندگی کا روگ نہیں بنائے گی بلکہ نصیب کا لکھا سمجھ کر وہ اس حقیقت کو قبول کرلے گی ہمیشہ وہی ملتا ہے جو نصیب میں لکھا ہوتا ہے پھر آدمی کو چاہیے کہ صبر کرے اور شکر بجالائے...... پھر قسمت میں وہ لکھ دیا جائے گا جو آدمی چاہے گا کہ جیسا عمل ویسی جزا......

اور نصرت کو زندگی میں پہلی بار ادراک ہوا تھا کہ رب کی رضا میں رہنے میں ہی بہتری ہے۔ اور جو رب کی رضا میں راضی رہتے ہیں ان کے دل ہمیشہ کے لیے شاد ہو جاتے ہیں۔ بے شک ایسی زندگی کا سفر کٹھن، بوجھل اور افسردہ ہی کیوں نہ ہو مگر دل سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

امربیل

شیریں حیدر

قسط 5

تخلیقِ کائنات سے لے کر اب تک... کئی ادوار بدلے مگر عورت کی کہانی ہر دور میں لگ بھگ وہی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رشتوں کی ڈور میں باندھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو اور بھی خوب صورت بنائیں مگر اس کے پیدا کردہ دل میں جذبے بھی اسی کے پیدا کردہ تھے۔ محبت، نفرت، رشک، حسد، رنج، غصہ اور خوشی... اب ہم پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کس جذبے کو خود پر حاوی کرلیتے ہیں، یہ ہماری خصلت بن جاتا ہے اور ہماری کل شخصیت کا خلاصہ... یہی ہمارے کردار کی تعمیر کرتا ہے اور ہم اسی کا تاثر دوسروں پر عمر بھر کے لیے چھوڑتے ہیں۔ ہماری عادات صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ دوسروں کی زندگیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ کسی کی زندگی کا سفر کس طرح سہل یا کٹھن ہوتا ہے اس کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اُن کی زندگی کے اہم کردار ہوتے ہیں اور جن کا ہونا یا نہ ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ پیدائش سے لے کر اپنی موت تک رشتوں کی ڈور سے بندھے ہوئے کردار زندگی کو ہنس کر گزارتے ہیں یا رو کر، مشقت سے سانس لیتے ہیں یا خوشیوں کے ہنڈولوں میں جھولتے ہوئے اس کا سارا دارومدار ان سے وابستہ رشتوں پر ہوتا ہے۔ وقت بدل جاتے ہیں مگر کہانی وہی رہتی ہے اور اپنی باری سے اس میں مختلف کردار شامل ہوتے رہتے ہیں۔

زندگی کے انہی پیچ و خم اور نشیب و فراز سے نبرد آزما ہوتی ایک چشم کشا تحریر......

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

تمہاری یاد سے دل ہم کلام رہتا ہے

اپنے رب سے ہی دعا مانگتی رہی کہ کوئی وسیلہ پیدا کرے! کبھی جو سوچتی کہ وہ نہ ملا...... عمر کا باقی سفر اس کے بغیر بتانا پڑا تو کیسا ہوگا؟ 'شاید زندہ ہی نہ رہ پاؤں!' اندر سے جواب آتا، کوئی واضح اظہار ہوا تھا نہ کھل کر بات چیت اور نہ ساری عمر ساتھ بتانے کے وعدے...... مگر قلبی تعلق کچھ ایسا بن گیا تھا کہ کہے بنا بھی ہمارے درمیان عہد و پیمان ہوگئے تھے۔ اب تو اس سے ملاقات تک ہونے کا امکان نظر نہ آتا تھا، اس سے ملاقات تو تب ہی ہو سکتی تھی جب ہم اپنے کانووکیشن کے لیے لاہور جاتے۔ تب تک کے لیے اس کی یادیں ہی میرا سرمایہ بن گئی تھیں۔

موسم بدلتے رہے اور رُتیں ہرے، اودے اور پیلے رنگوں کے نئے، نئے پیرہن اوڑھتی رہیں۔ جوں، جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس سے ملنے کی طلب بڑھتی جا رہی تھی۔ کانووکیشن کی تاریخ اور دعوت نامے موصول ہوگئے تھے اور اس سے ایک دن قبل ہمیں ریہرسل کے لیے بلایا گیا تھا۔ دعوت ناموں پر جو رابطہ نمبر دیے گئے تھے ان میں ایک نمبر کامل کا بھی تھا، وہ کوآرڈی نیٹر تھا، دل چاہا کہ اسے کسی بہانے کال کروں۔ اس سے پہلے بھی تو یہ نمبر میرے پاس تھا۔ جو اتنے مہینوں سے نہ کیا تھا تو چند دن اور انتظار کر لیتی ہوں...... سوچ کر خود ہی دل کو سمجھایا مگر دل تو نادانی کے سارے ریکارڈ توڑے جا رہا تھا۔

اس روز سب اپنے، اپنے کمروں میں محوِ استراحت تھے، میں لاؤنج میں فون کے پاس بیٹھی اس کا نمبر ڈائل کرتی اور اس کے فون پر گھنٹی بجنے سے پہلے ہی بند کر دیتی۔ وہ فون اٹھائے گا تو کیا کہوں گی؟ سوچتی اور کئی بار الفاظ تیار کیے، اس کا نمبر ڈائل کرتی تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں۔ سوچتی کہ وہ فون اٹھا کر ''ہیلو'' کہے گا تو میں اس کے بعد کیا کہوں گی؟ چلو میں کچھ نہیں بولوں گی، اس کی آواز سن لوں گی مگر وہ جان جائے گا، میری خاموشی سے بھی سمجھ جائے گا کہ میں ہوں...... پھر اس کے پاس ہمارے گھر کا فون نمبر آ جائے گا اور وہ کال کرے گا۔ ایک بار نہیں، کئی بار......اور جو کسی اور نے فون اٹھا لیا اور اس نے کہا کہ امرت گل سے بات کروائیں تو......؟ کوئی پوچھے گا کہ تم اسے کیسے جانتے ہو؟ اور وہ اس کے جواب میں کیا کہے گا؟ میں نے فون کا چونگا واپس رکھ دیا۔

ایک، ایک دن گن کر ہم اس دن کا انتظار کر رہے تھے جس دن ہمیں ریہرسل کے لیے جانا تھا۔ دو تین دن کا سامان ہم نے پیک کر لیا تھا، فاطمہ کا بھی اصرار تھا کہ ہمیں ایک ہفتہ رکنا چاہیے مگر میں نے امو جان سے کہا کہ ہم صرف تین دن رکیں گے۔ تمنا تو دل میں خوش تھی کہ وہ دوبارہ یونیورسٹی جائے گی اور دوستوں سے ملے گی، میثاق سے ملاقات کا بہانہ بھی بن گیا تھا کہ ہمیں اُن کی طرف ہی رکنا تھا...... مگر میں تو ایک، ایک سانس گن کر لے رہی تھی کہ کامل کو دیکھنے کو میری نظریں بھی ترس گئی تھیں۔

ہماری روانگی سے عین ایک دن پہلے ہمارے گھر کے نمبر پر کال آئی کہ شہر میں ہنگامی حالات کی وجہ سے کانووکیشن کی تقریب غیر اعلانیہ مدت تک کے لیے ملتوی کر دی گئی تھی! میری سانسیں تھم سی گئیں...... ٹوٹی بھی تو ٹوٹی کہاں کمند...... قسمت انسان کو کہاں، کہاں تخیلات کی بلندیوں سے مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں لا پٹختی ہے۔ میں کال اٹینڈ کر کے سوچ ہی رہی تھی کہ تمنا کو اطلاع کروں کہ وہ خود ہی چلی آئی، اس کے ہاتھ میں اس روز کا اخبار تھا اور اس میں یونیورسٹی کی طرف سے مدعوئین کو تقریب کی منسوخی کی اطلاع دینے کے لیے وہ اشتہار.. جو وہ مجھے دکھانے کو لائی تھی اب...... میرا منہ چڑا رہا تھا۔

☆☆☆

پھپھو شہر بانو کی بیٹی حرا کی شادی تھی اور اس شادی پر ہماری زندگیوں میں پہلی بار پھپھو گل بانو خاندان کی کسی تقریب میں دھڑلے سے آنے والی تھیں۔ وقت کی دھول ماضی کی سب غلطیوں کو چھپا چکی تھی، لوگ انہیں بھول

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھال گئے تھے اور نئی نسل تو بہت سی باتوں کو جانتی ہی نہ تھی۔ شادی کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں، ہم لڑکیاں بالیاں ہر روز رات کے کھانے کے بعد پھپو کے گھر پر اکٹھے ہو کر مہندی کے لیے گانوں کی تیاریاں کرتیں اور گاؤں کی عورتیں ڈھولک کی تھاپ پر اپنے مخصوص ''ٹپے'' بلند کرتیں۔ انواع واقسام کی مٹھائیوں کے ساتھ چائے کے دور رات دیر تک چلتے۔ انہی دنوں میں، میں نے پہلی بار سرمد بھائی کو غور سے دیکھا تھا، اس سے پہلے اگر ان سے ملاقات ہوئی بھی تو میں نے اس انداز سے کبھی دیکھا تھا نہ سوچا تھا۔ کال میری زندگی میں نہ ہوتا تو سرمد بلاشبہ ایک وجیہہ اور شکیل نوجوان تھا جسے دیکھ کر کسی بھی لڑکی کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہو سکتی تھیں، میری بھی...... مگر میرے پاس میرا دل تھا ہی کہاں!

یقیناً پھپو نے ان کا رشتہ ہمارے ہاں بھجوانے سے پہلے ان کی رائے پوچھی ہوگی، ممکن ہے کہ انہی کے کہنے پر رشتہ بھجوایا ہو اور یہ بھی عین ممکن تھا کہ شادی کے دنوں میں کوئی موقع پا کر وہ مجھ سے اظہارِ محبت کرنے کی کوشش کرتے مگر میں نے انہیں اس قدر مہذب پایا کہ انہوں نے کوئی عامیانہ بات کی نہ کوئی اوچھی حرکت۔ ان کے انداز سے تو لگتا ہی نہ تھا کہ ان کے دل میں میرے لیے کوئی جذبہ بھی ہوگا، اچھا ہوا کہ میں ایسی کسی صورتِ حال کا شکار نہ ہوئی...... ورنہ میرے لیے اس شادی میں اتنے بھرپور طریقے سے شرکت کرنا ہی ممکن نہ ہوتا۔

☆☆☆

اس روز حرا کی مہندی تھی، میں اور تمنا سر شام ہی تیار ہو کر پھپو کی طرف چلی گئیں کہ ہمیں حرا کو بھی تیار کرنا تھا۔ مہندی اور شادی کے سارے انتظامات پھپو کی حویلی میں ہی کیے گئے تھے۔ کم کم ہی ہم لوگ اس حویلی میں جاتے تھے، یہی وہ گھر تھا جس کے صحن میں بہت برس پہلے حادثاتی طور پر ایک گولی سکندر دادا کا وجود چاٹ گئی تھی اور ان کا بے جان جسدِ خاکی اٹھا کر لے جایا گیا تھا، خاندان ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا اور اب اسی گھر میں جانے کتنے سالوں کے بعد ہم جمع ہوئے تھے اور اب موقع خوشی کا تھا اس لیے سارا خاندان خوش تھا۔

''امرت تمہیں اورنج پراندہ دیا تھا میں نے۔'' تمنا نے مجھ سے پوچھا۔

''ہوگا یہیں کہیں باقی چیزوں کے ساتھ۔'' میں نے چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا مگر نظر نہ آیا۔

''مہندی کی کون والا لفافہ کہاں ہے......؟ اس میں تھا۔'' اس نے کہا۔

''وہ......'' میں سوچنے لگی۔ ''وہ شاید میں نے رانی کو پکڑایا تھا، وہ بھی آ رہی ہوگی ابھی۔''

''انتہا ہوتی ہے بھئی بے پروائی کی۔'' اس نے جانے کس بات کا غصہ مجھ پر نکالا۔

''اچھا میں کال کر کے رانی کو کہتی ہوں کہ جلدی آ جائے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''یار میں اتنی دیر تک کیا اس کے بال پکڑ کے بیٹھی پراندہ آنے کا انتظار کرتی رہوں، ابھی اس کی آنکھوں کا میک اپ کرنا اور اس کا دوپٹا بھی سیٹ کرنا ہے۔'' میں نے مڑ کر دیکھا، وہ حرا کی چٹیا گوندھ کر ہاتھ میں پکڑے بیٹھی تھی۔

''اچھا کسی کام والی کو بھیج کر منگواتی ہوں......'' میں کہہ کر باہر نکلی تو کسی کام والی کو ڈھونڈنے لگی، اس وقت وہاں کون فارغ ہوتا......

''کبیر بھائی کہاں ہیں؟'' میں نے کسی سے پوچھا۔

''وہ ذرا اپنے گھر تک گئے ہیں۔'' جواب ملا۔

''اچھا میں انہیں فون کر کے کہہ دیتی ہوں۔'' میں نے گھر کے فون سیٹ کا ریسیور اٹھایا تو وہ خراب تھا۔ سوچا کہ کسی سے موبائل لے کر بات کر لیتی ہوں، پھپو سے ہی ان کا فون لیا اور کبیر بھائی کے نمبر پر کال ملائی، انہیں سمجھایا کہ کیا چاہیے تھا، اگر رانی کے آنے میں دیر ہو تو وہ کسی اور کے ہاتھ بھجوا دیں یا خود لے کر آ جائیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تھوڑی دیر لگے گی چندا......'' انہوں نے کہا۔ ''مصروف ہوں ذرا!''

''ایسی بھی کیا مصروفیت کبیر بھائی؟'' میں ٹھنکی۔

''گل پھپو آئی ہیں بیٹا!'' ان کا کہنا تھا کہ مجھے گویا پر لگ گئے، فون بند کر کے پھپو کو واپس پکڑایا۔ تمنا کو بتایا کہ میں خود گھر جا کر پراندہ لے آتی ہوں...... گل پھپو پہلی بار ہمارے ہاں آئی تھیں، جنہیں دیکھنے کو میری آنکھیں ترستی تھیں۔ میں نے ان کا ایک تصور تراش رکھا تھا، سب کہتے تھے کہ میری شکل، میری چمکدار آنکھیں، میرے بھورے بال ان سے ملتے تھے۔ مجھے کتنا شوق تھا کہ کبھی وہ مجسم میرے سامنے آئیں اور سرِ شام شہر بانو پھپو کے گھر جانے کا میرا مقصد بھی یہی تھا کہ اس روز ان کی آمد کی خبر تھی۔ میں چاہتی تھی کہ جب وہ آئیں تو میں وہاں ہوتی مگر مجھے کیا علم تھا کہ وہ پہلے ہمارے گھر آ جائیں گی۔

میں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ وہ پہلے اپنے ماں باپ کے گھر ہی آتیں، وہ ماں باپ جن کے لیے وہ دنیا کی نظروں کے سامنے مرچکی تھیں تو قسمت نے انہیں ان سے دوبارہ کھلے عام ملنا نصیب ہی نہ کیا تھا۔ یقیناً اس وقت اپنے بھائیوں اور بھابیوں کے ساتھ بیٹھ کر ماضی میں سفر کر رہی ہوں گی۔ میں نے گھر کی طرف تیز، تیز قدموں سے جاتے ہوئے سوچا۔

''کہاں ہیں گل پھپو؟'' بیرونی دروازے سے ہی میں نے چلّاتے ہوئے ملازمہ سے پوچھا، اس نے لاؤنج کی طرف اشارہ کیا۔ میں اندر داخل ہوئی، لاؤنج کے دروازے سے بھاگ کر اندر داخل ہونے کی کوشش میں، میں بری طرح اس سے ٹکرائی جو اس وقت کبیر بھائی کے ساتھ باہر نکل رہا تھا...... میں نے لاشعوری طور پر اپنا بازو اپنے چہرے کے سامنے کر لیا، بازو ہٹایا تو میں ٹپٹا گئی۔

''ب......ب'' میں ہکلائی۔ لمحوں میں سوچ نے کئی اڑانیں بھریں، دماغ سن سا ہونے لگا......وہ! وہ وہاں کس لیے آیا تھا، کسے ملنے کا کہہ کر اور کس بہانے سے؟ اس ایک لمحے میں، میں نے کیا کچھ سوچ ڈالا تھا۔ دل اندر سے پتے کی طرح لرزنے لگا تھا۔ اب کیا کہہ کر میں اپنا بھرم رکھوں گی۔ اس نے تو جانے کیا بہانہ گھڑا ہوگا۔ میں سب کو کیا منہ دکھاؤں گی، 'یا اللہ...... تیرا ہی آسرا ہے!' میں دل ہی دل میں اللہ سے مدد مانگ رہی تھی۔

''آرام سے، سنبھل کر گل بیٹا!'' کبیر بھائی نے مجھے تھام لیا، ورنہ اتنی شدید ٹکر سے شاید میں گر ہی جاتی۔ میں آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ ''دھیرے چلا کرو بیٹا!'' کبیر بھائی کھنکھارے، ان کی سرزنش میں بھی پیار ہی پیار تھا۔ ''سلام کرو انہیں گل! یہ بدر کامل ہیں!''

☆☆☆

میرے دل سے نکلی ہوئی دعا، ایک دن اس طرح قبول ہوگی کبھی سوچا تک نہ تھا۔ ان پر پڑی پہلی نظر مجھے مسخر کر گئی تھی......وہ گھرے بھورے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے ہوئے تھیں، ان بالوں میں تقریباً نصف چاندی کے تار بھی نظر آ رہے تھے، ہلکے پیازی رنگ کا چکن کا سادہ مگر انتہائی قیمتی برانڈ کا سوٹ پہنے ہوئے، پیروں میں ایک اسٹریپ والی براؤن رنگ کی نفیس سینڈل تھی اور اسی کا ہم رنگ بیگ ان کے پاس تپائی پر پڑا تھا......گل پھپو کو یوں اپنے سامنے دیکھنا میری زندگی کی بڑی خوشیوں میں سے ایک خوشی تھی۔ وہ سب میری آنکھوں کے لیے کس قدر غیر متوقع تھا۔ میرے دل سے ہمک سی اٹھی، کئی دھڑکنیں نارمل رفتار سے زیادہ تیز چل گئیں۔ میں سلام کر کے ان کی بانہوں میں سمٹ گئی۔ پھپو نے بھی میرے وجود پر بوسوں کی بارش کر دی تھی، وہ میری کمر کو سہلا رہی تھیں اور میں ان سے لپٹی عقب میں کھڑے اسے کو دیکھ رہی تھی جو بنا پلک جھپکے مجھ پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ چند سال پہلے پھپو بالکل اسی طرح ہوں گی جیسے کہ میں اس وقت تھی۔ ہاں! مگر میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چند سال کے بعد اس طرح نہیں ہوسکتی تھی جیسے کہ وہ تھیں، اتنی خوب صورت، اتنی باوقار، میں نے اپنی اب تک کی زندگی میں ایسی خوب صورت اور باوقار خاتون کوئی نہیں دیکھی تھی۔ میں ان سے لپٹ، لپٹ کر تھک ہی نہیں رہی تھی۔ یہ سوچ کر کہ وہ میری پھپھو تھیں جو اپنی عمر کا بیشتر حصہ باہر گزار کر اس ملک میں لوٹی تھیں اور اب اپنے ماں باپ کے گھر آئی تھیں تو اس طرح کہ ماں رہی تھی نہ باپ! کیسے پیارے، پیارے رشتوں سے محروم ہوگئی تھیں وہ۔ زندگی کے کئی خوب صورت پل انہوں نے اپنے والدین کے بغیر گزارے اور کتنے ہی دکھ اور تکلیف کے سمے ہوں گے جن میں ان کے ماں باپ ان کے ساتھ نہ ہوں گے...... وہ ان کے لیے دعائیں کرتے ہوں گے مگر کیا ان دعاؤں کے پیغام انہیں ملتے ہوں گے، یقیناً ان کی زندگی کی خوشیاں ان کے ماں باپ کی دعاؤں کے باعث ہی مکمل تھیں۔

اور ہاں، اس سے خوب صورت حادثہ میرے ساتھ اور کیا ہوتا، جو میں اس روز اس سے ٹکراتے، ٹکراتے بچ گئی تھی۔ بدر کامل، گل پھپھو کا بیٹا تھا...... وہ اس روز کسی بہانے سے مجھے ملنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ہمارے ہاں آیا تھا۔ اپنے تایا اور خالہ کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لیے، اس کی پیاری سی چھوٹی بہن تحریم بھی ان کے ہمراہ تھی۔ وہ لگ بھگ ہماری ہی عمر کی تھی۔ ہاشم انکل کیسے جاذب اور اسمارٹ تھے، ان کا بیٹا انہی پر پڑا تھا اور تحریم کی شکل ان سب سے جدا......

''تحریم کی شکل کس پر پڑی ہے گل؟''

''اسے ہم ایک چیریٹی ہوم سے لے کر آئے تھے اور مما نے اسے پالا پوسا!'' امو نے سوال کیا تو جواب کامل نے دیا۔ ''اسی لیے اس کی صورت ہم میں سے کسی سے نہیں ملتی۔'' جتنی بار کامل اسے ستانے کو کہتا تو وہ ہر بار چڑ جاتی جیسے ہم سب کامل کی بات کا یقین ہی تو کرلیں گے۔

''تمہیں نہیں لگتا عائشہ کہ تحریم کی شکل تم سے ملتی ہے؟ کیوں بھائی جان؟'' گل پھپھو نے امو سے سوال کیا اور پھر ابو سے تصدیق چاہی، امو غور سے تحریم کو دیکھنے لگیں۔

''ارے عائشہ ممانی تو اتنی اسمارٹ اور گریس فل ہیں مما!'' کامل نے پھر تحریم کو چھیڑا تھا۔ میں ان دونوں کی نوک جھوک سے لطف اندوز تو ہو ہی رہی تھی مگر کچھ اور بھی تھا کہ جس سے میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہی نہ ہو رہی تھی......

''سچ مما اگر میں عائشہ ممانی کا کزن ہوتا تو کبھی ماموں کے ساتھ ان کی شادی نہ ہوسکتی۔'' کامل نے مبالغے کی حد کردی تھی اور میں فوراً بلش کر گئی...... ''ویسے میں نے اس عمر میں ممانی جان کی تعریف کی ہے تو ان کی بیٹی کو کتنا برا لگا ہوگا؟''

''کیوں بھئی، اس کو کیوں برا لگے گا؟'' پھپھو نے مجھے لپٹالیا۔

''اصل میں تو اب ان کی عمر ہے ناں کہ ان کی کوئی تعریف کرے۔'' مجھے دل ہی دل میں ہنسی آگئی۔

''اسے تمہاری تعریف کی کیا ضرورت ہے...... اسے کسی کی بھی تعریف کی ضرورت نہیں۔'' پھپھو نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میرے نقوش کو محسوس کیا تھا۔

''ہاں بھئی، آپ کے خیال میں اس کی شکل جو آپ پر پڑی ہے...... اس لیے آپ تو یہی کہیں گی ناں!'' کامل نے مذاق کیا۔

''جو بھی سمجھ لو......'' پھپھو ہنس دیں، مجھے ان ماں بیٹے کی آپس کی نوک جھوک بھی اچھی لگ رہی تھی، وہ دونوں اچھے دوستوں کی طرح بات کر رہے تھے، ان کے آپس کی ہنسی مذاق سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان میں کس قدر محبت، باہمی مفاہمت اور اعتماد تھا۔

''بھئی تم دونوں سہیلیوں نے کیا بچپن میں عہد کیا تھا کہ اپنے بجائے ایک دوسرے کی شکل سے ملتی جلتی بیٹیاں پیدا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کروگی؟'' ابو نے ہنس کر کہا۔ ''دیکھوناں ذرا گل کہ امرت کی شکل کیسی تم سے ملتی ہے اور نام بھی کچھ ملتا جلتا ہے۔''

''یہ تو مجھ سے کہیں زیادہ پیاری ہے بھائی جان!'' انہوں نے مجھے ساتھ لپٹا لیا۔

''اس کا نام تو اس کی دادی جان نے رکھا تھا، اپنی پیاری گل کی یاد میں!'' امو نے کہا تو ماحول پر پھر سوگواریت چھا گئی۔

☆☆☆

پھپھو چائے پی کر اپنے سسرالی گھر کو روانہ ہوئیں تو میں نے تمنا کو فوراً پیام بھیجا کہ گھر آئے...... میں نہیں چاہتی تھی کہ اس کی کامل سے وہاں پر ملاقات ہو اور وہ کوئی بھید کھول دے۔ میں نے بڑی پھپھو کو کال کر کے کہا کہ اسے فوراً گھر بھیجیں، گھر پر بہت کام ہے، ہم دونوں تیار ہو کر تھوڑی دیر میں آ جائیں گے۔ تمنا تھوڑی دیر میں گھر پر تھی، وہاں سے پیدل کا راستہ بھی دس پندرہ منٹ سے زائد کا نہ تھا مگر اسے غالباً پھپھو نے گاڑی میں بھیجا تھا جو وہ پانچ منٹ میں ہی گھر پر تھی۔

''تم تو پراندہ لینے گھر آئی تھیں، مجھے کیوں اتنی ایمرجنسی میں کال کر کے بلایا ہے تم نے......؟'' تمنا نے آتے ہی غصے سے پوچھا۔ ''قیامت آ گئی تھی کیا، ابھی تو میں مہندی لگا کر فارغ ہوئی تھی اور ابھی چائے پینے لگی تھی۔''

''کوئی قیامت سی قیامت ہے تمنا......'' میں نے آنکھیں بند کر کے سکون کی گہری سانس اپنے اندر اتاری۔ وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''کامل سے بات ہوئی ہے تمہاری؟'' وہ فوراً بات کی گہرائی تک پہنچ گئی تھی۔

''صرف بات ہی نہیں...... ملاقات بھی!'' میں نے مسرت سے کہا۔

''خواب میں؟'' وہ ہنسی۔ ''اسی لیے کہا ہے کہ دن میں نہ سویا کرو...... وہاں سے تم پراندہ لینے کے لیے آئی ہو اور یہاں پر آ کر سو رہی ہو۔'' اس کے لہجے میں انتہا کی ناراضی تھی...... ''مجھے بھی سکون کے ساتھ بیٹھ کر چائے نہیں پینے دی۔''

''سکون کے ساتھ یا یشاق کے ساتھ؟'' میں نے اس کی چوری پکڑی۔

''ایک ہی بات ہے......'' اس نے کہا تو میرا ہنسی کا فوارہ چھوٹ گیا۔

''ویسے تم کچھ زیادہ ہی کھلکھلا رہی ہو......'' اس نے فوراً مجھے پکڑا۔ ''اب اس واردات کی تفصیل بھی بتا دو۔'' میں نے اس کے سوال پر اسے تفصیل بتانا شروع کی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے لگیں۔

''واؤ یار...... کس قدر فلمی اور ڈرامائی سچویشن ہے، ایسا تو صرف کہانیوں اور افسانوں میں ہوتا ہے......''

''ہم بھی تو کسی کہانی کے کردار ہیں ناں تمنا!'' دادی جان کے الفاظ میرے منہ سے نکل گئے اور ان کی یاد کا غلبہ ہو گیا تھا، آج وہ ہوتیں تو ان کی زندگی کا کس قدر خوب صورت دن ہوتا۔

☆☆☆

گل پھپھو سراپا محبت تھیں اور اپنے الفاظ اور لمس سے انہیں اس محبت کا اظہار کرنا بھی آتا تھا، شاید اس میں بہت سا اثر اس ماحول کا تھا جس میں وہ رہتی رہی تھیں جبکہ امو جان ظاہر ہے کہ وہ ہم سے محبت تو کرتی تھیں مگر اپنی زبان سے وہ اس کا اظہار کبھی نہ کرتیں۔ ہم انہیں بوسہ دیتے تو وہ شرما جاتیں، کبھی کبھار ہم لاڈ سے انہیں اپنی بانہوں میں لیتے تو وہ ہمیں اپنے ساتھ لپٹا لیتیں مگر پھپھو کے پاس بیٹھو تو وہ ہاتھ تھام لیتیں، پیار سے سر پر بوسہ دیتیں، انہیں چائے کا کپ پکڑاؤ تو ہاتھ پکڑ کر چوم لیتیں...... مجھے ان کے وجود سے محبت کی خوشبو آتی۔ اگرچہ وہ شادی والے گھر میں ہی رکی تھیں مگر ان کا دن کا زیادہ تر وقت ہمارے ہاں ہی گزرتا تھا۔

کامل اور تحریم بھی زیادہ تر یہیں پائے جاتے، کامل تو ناشتے کے بعد کبیر بھائی اور سرمد کے ساتھ گھر سے نکل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جاتا تھا، نہ صرف شادی کے کام کار میں ہاتھ بٹا رہا تھا بلکہ اسے اپنے گاؤں کو گھوم پھر کر دیکھنے کا شوق بھی تھا اور زمینداری کے معاملات میں اس کی دلچسپی بھی نظر آ رہی تھی۔ جب شام کو ہم سب لوگ بڑی پھپھو کے ہاں بیٹھے ہوتے تو سیاست کے معاملات پر اس کی دلچسپی اور گفتگو سب سے زیادہ ہوتی اور اعظم پھوپا اس بات پر خوش ہوتے، اتراتے کہ ان کے خاندان کے کسی سپوت کو ان کے بعد سیاست میں دلچسپی تھی۔

شامیں کتنی بارونق تھیں...... دن بھر میں شام کے ہونے کا انتظار کرتی کہ شام کو میری نظروں کی پیاس بجھتی تھی، ہمارے ہاں کافی وقت گزارنے کے باوجود بھی وہ بہت محتاط تھا، ہم ایک دوسرے کو دیکھتے تھے، عام کزنز کی طرح سرسری بات چیت بھی کر لیتے تھے مگر دل ترس رہے تھے کہ کوئی موقع ملے تو دل کا حال کہیں۔ تمنا کو میں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ کسی کے سامنے کوئی غیر محتاط بات نہ کرے......

''بلکہ تمنا تم تنہائی میں بھی مجھ سے کوئی ایسی بات نہ کرنا، دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ کچھ ایسا ہو کہ میں اسے کھو دوں۔''

''تم فکر ہی نہ کرو پیاری...... قدرت نے اسے تمہارے لیے بنایا ہے اور اسی لیے تو اس نے ایسے اسباب پیدا کر دیے ہیں۔'' تمنا نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

☆☆☆

ان دنوں، یونیورسٹی کا آخری دن مجھے بار، بار یاد آتا تھا، لگتا تھا کہ اپنے دل کا کوئی ٹکڑا وہیں چھوڑ کر جانے والی ہوں، معلوم نہیں پھر کب اور کس بہانے وہاں جانا ہوتا۔ کامل تو کہہ رہا تھا کہ یونیورسٹی میں میری ملازمت کے لیے کوشش کرے گا مگر میں جانتی تھی کہ مجھے بھلا کس نے ملازمت کے لیے وہاں جانے دینا تھا۔ سب کولیگ ایک دوسرے کے ساتھ فون نمبروں، ای میل اور فیس بک کے رابطوں کے تبادلے کر رہے تھے، کانووکیشن پر ملنے کے وعدے اور ایک دوسرے سے ہمیشہ رابطہ رکھنے کے ارادے۔ ایسا ہی ہوتا ہے اور پھر اپنی، اپنی زندگیوں کے جھمیلوں میں کھو کر ہم کہاں کسی کو یاد رکھ پاتے ہیں، یاد تو پھر بھی رکھ لیں مگر اپنی زندگیوں میں پلٹ کر دیکھنے کا موقع کب ملتا ہے، کوئی سرِ راہ مل جائے تو آنکھوں میں شناسائی کے دیپ جل اٹھتے ہیں اور ہم بیٹھ کر چار پرانی باتیں دُہرا لیتے ہیں۔ ہم نے بھی ای میل کے رابطے دیے حالانکہ ہمیں اپنی ای میل کا ایڈریس یا فون نمبر کسی کو دینے کا کوئی فائدہ نہ تھا کہ گھر پہنچ کر ہمارے پاس موبائل رکھنے کا کوئی جواز نہ رہتا اور نہ ہی ہمارے پاس ذاتی کمپیوٹرز پر انٹرنیٹ کی سہولت ہر وقت موجود ہوتی تھی، تاہم اپنی چند قریبی دوستوں کو ہم نے گھر کا فون نمبر دے دیا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے امرت کہ اس کے بعد تم سے رابطہ نہ ہو؟'' اس کی آنکھیں شدتِ برداشت سے لال ہو رہی تھیں، ہم اس وقت کیفے ٹیریا میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''ایسا ہی ہے کامل!'' میں نے دل پر پتھر رکھ کر کہا تھا۔ اگر اس کی آنکھیں اس کے اندر کے درد کی چغلی کھا رہی تھیں تو میرا بھی لہجہ بھیگ گیا تھا۔ ''ہم دونوں جانتے تھے کہ یہ وقت آنا ہی تھا......'' میری آواز بھرا گئی۔ ''دو سال کیسے چٹکی بجاتے میں گزر گئے۔''

''تم نے تو میرے ہاتھ میں کسی وعدے کی ڈور بھی نہیں پکڑائی امرت!''

''اپنے اختیار کی حد جانتی ہوں اور اپنی پرواز کی بلندی بھی!'' میں نے ہمت کر کے کہا۔ ''یہ بھی جانتی ہوں کہ ہمارے خاندان میں یوں پرواز پر، پر بھی کاٹے جا سکتے ہیں، میں اپنے ماں باپ کی نظریں نیچی نہیں کر سکتی......''

''پھر بھی تم انتظار کا وعدہ تو کرو، مجھے بتاؤ تو سہی کہ اس کے بعد کس طرح تم سے رابطہ کروں؟''

''نہ انتظار میرے اختیار میں ہوگا، نہ ہی جانتی ہوں کہ تم کس طرح رابطہ کرو گے مجھ سے...... مگر ایک بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

واضح ہے کال کہ میری طرف سے کوئی کوشش نہیں کی جاسکتی۔ جو پتھر کاٹنے ہیں وہ تمہیں ہی کاٹنا ہوں گے۔''
''میں ساری رکاوٹوں کو عبور کرنے کو تیار ہوں، ہر مرحلے پر ثابت قدم رہوں گا اور پتھروں کی دیواریں بھی توڑ دوں گا، اگر اس دیوار کے پار تم کھڑی ہوگی امرت......'' اس نے بے ساختگی میں میرا ہاتھ تھام لیا، میں نے یوں ہاتھ کھینچا جیسے مجھے کرنٹ لگا ہو۔ ''بس میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔''
''ہوں؟'' میں نے سوال کیا۔
''کیا تم مجھے چاہتی ہو، تمہارے دل میں میری تمنا اسی طرح ہے جیسی کہ میرے دل میں تمہاری؟''
''شاید اس سے بھی زیادہ!'' میں کہہ نہ سکی بس نظر اٹھا کر اسے دیکھا، ان نظروں میں اعتراف کے سارے رنگ تھے۔
''کیا تمہاری یہ نظر میرے لیے محبت کا خاموش اظہار ہے؟'' میں اس کے اس سوال کے جواب میں بھی خاموش رہی۔

☆☆☆

''امرت تم اور تمنا کل حرا کے ساتھ شہر چلی جاؤ گی بیٹا؟'' شہر بانو پھپو نے مجھ سے کہا، اس سے پہلے تو امرت نام سے مجھے صرف میرے اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں پکارا جاتا تھا مگر جب سے گل پھپو آئی تھیں، خاندان کے سب لوگ جو پہلے مجھے گل کے نام سے پکارتے تھے وہ بھی امرت کہنے لگے تھے، چونکہ ایک ہی نام کے دو لوگوں کی وجہ سے کنفیوزن ہوتی اس لیے۔
''چلے جائیں گے پھپو مگر ہمارے ہاں جمال چاچو وغیرہ بھی پہنچ رہے ہیں اس لیے گھر پر سو طرح کی ذمے داریاں ہوں گی، امو جان کے لیے ساری مہمان داری تنہا نمٹانا ممکن نہ ہوگا تو ہم دونوں میں سے کسی ایک کا گھر پر ہونا لازم ہے۔'' میں نے ان سے کہا۔
''ہوں......'' انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''اچھا چلو میں کسی اور سے کہہ دیتی ہوں۔'' انہوں نے ناراض ہوئے بغیر کہا۔
''ارے نہیں پھپو، ناراض نہ ہوں، میں نے ایسا تو نہیں کہا، ہم میں سے کوئی ایک تو جا ہی سکتی ہے......''
''میں کوئی ناراض تو نہیں ہو رہی بیٹا!'' انہوں نے نرمی سے کہا۔ ''مجھے تمہاری یہ بات اچھی لگی کہ تمہیں گھر آنے والے مہمانوں کا خیال ہے...... ورنہ جو سلوک زیبا کا اپنے گھر آئے مہمانوں کے ساتھ ہوتا ہے اس حساب سے تو......'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔
''ہر انسان کی اپنی سوچ اور اپنے اعمال ہوتے ہیں پھپو!'' میں نے کہا۔ ''آپ بتائیں کہ آپ ہم دونوں میں سے کسے حرا کے ساتھ بھیجنا چاہتی ہیں؟''
''چاہتی تو میں یہی تھی کہ تم جاتیں مگر......'' وہ رکیں۔ ''چونکہ دلہن زیورات وغیرہ پہنے ہوئے ہوتی ہے تو میں نے سرمد کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ خود اس گاڑی کو ڈرائیو کر کے لے کر جائے اور ساتھ دوسری گاڑی میں گارڈ وغیرہ بھی ہوں۔ ایک تو یہ شہر کے لوگوں کے اللے تللے اتنے زیادہ ہیں، دولھا اور دلہن کا پارلر میں فوٹو شوٹ اور جانے کیا الا بلا، اسی لیے آج نکاح کرنے کا پلان ہے......''
''ٹھیک ہے پھپو اگر آپ چاہتی ہیں تو میں چلی جاتی ہوں!''
''دونہیں بیٹا...... سرمد ساتھ ہے تو مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ تمہیں ساتھ جانے کو کہوں۔'' میرا دل عجیب انداز سے دھڑکا، جانتے ہوئے بھی انجان بن کر میں نے انہیں دیکھے بغیر کہا۔
''جیسے آپ کی مرضی پھپو!'' میں نے انجان پنے سے پوچھا۔ ''مگر سرمد بھائی کے ساتھ ہونے سے میرے نہ جانے کا کیا تعلق ہے؟'' انہوں نے میری طرف دیکھا اور جانے کیا کھوجنے کی کوشش کی جو کہ انہیں میرے چہرے پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہ مل سکا۔

''اچھا ایسا کرو کہ تم رانی کو ساتھ لے جاؤ۔'' پھپھو کو حل سوجھ گیا۔

''ٹھیک ہے پھپو!'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''ویسے اگر میں اکیلی بھی چلی جاتی تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا، آپ جیسے مناسب سمجھیں۔''

''جوان بچی کو یوں اکیلے بھیجتی تو لوگ سو باتیں کرتے۔'' انہوں نے مجھے ٹالنے کو جواز تراشا۔ ان کے اپنے دل میں چور تھا اس لیے انہیں لوگوں کے بارے میں شک تھا کہ وہ باتیں کریں گے، لوگوں کی باتیں...... ایک ایسا عفریت ہے جو ہمیں سکون سے سانس بھی نہیں لینے دیتا۔

''میں اکیلی تو نہ ہوتی پھپو، حرا بھی ساتھ تھی اور پھر دوسری گاڑی بھی تو ساتھ ہوتی، اگر میرے والدین کو اور آپ کو مجھ پر اعتماد ہے اور اپنے بیٹے پر تو کوئی اور بات کیوں کرے گا؟''

''ہتھیار سے وار کرنے والے کا ہاتھ تو تھاما جا سکتا ہے بیٹا مگر بات کرنے والے کی زبان نہیں پکڑی جا سکتی اور بچیوں کی عزت کے معاملات بڑے نازک ہوتے ہیں، تم نہیں سمجھو گی۔''

''آپ بے فکر رہیں پھپو، میں رانی کو ساتھ لے لوں گی۔'' میں نے انہیں تسلی دی۔ ''اب میں ذرا گھر جا کر مہمانوں کے قیام کے انتظامات بھی دیکھ لوں اور اپنی کل کی تیاری بھی......'' کہہ کر میں اپنے گھر کی طرف چلی، کامل برآمدے میں گل پھپو، کے پاس تخت پر نیم دراز تھا، اس کے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھا جو وہ لیٹے لیٹے اسٹرا کے ساتھ پی رہا تھا...... پھپو اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

''کہاں جا رہی ہو امرت بیٹا؟''

''پھپو اپنے گھر جا رہی ہوں، چاچو لوگ بھی اب تک پہنچ چکے ہوں گے!'' میں نے رک کر کہا۔

''اِدھر آؤ میری جان......'' میں ان کے پاس گئی۔ ''اکیلی جاؤ گی کیا؟''

''جی پھپو......'' میں نے فوراً کہا۔

''مما...... آپ نے میرا نام بدر کامل کیوں رکھا تھا؟'' کامل نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا۔

''اس وقت اٹھو اور جاؤ بہن کو اس کے گھر چھوڑ کر آؤ۔'' پھپو نے اسے کہا تو اسے اچھو لگا۔

''کہاں چھوڑ کر آؤں تحریم کو؟'' اس نے جیسے معصوم بن کر سوال کیا۔

''تحریم کو نہیں امرت کو چھوڑ کر آؤ۔'' گل پھپو نے مصنوعی ناراضی سے کہا۔

''مما...... ہر کسی کو میری بہن نہ بنا دیا کریں۔'' اس نے جوس کا آخری بڑا سا گھونٹ بھرا اور گلاس میز پر رکھ کر اپنے پیروں میں چپلیں اڑسیں، میں نے اپنی مسکراہٹ کو بہ مشکل دبایا۔

''ارے نہیں پھپو...... میں چلی جاؤں گی۔'' میں متامل ہوئی۔

''ذرا غور سے اسے دیکھو اور کسی سے بھی پوچھ لو، یہی تمہاری اصل بہن لگتی ہے، اس کی شکل بالکل میرے جیسی ہے......'' پھپو نے میری بات سنی ان سنی کر دی تھی۔

''یا خدایا...... مما پلیز!'' اس نے جھک کر پھپو کے سر پر بوسہ دیا۔ ''اس طرح تو مشکل ہو جائے گی۔''

''کس چیز کی مشکل؟'' وہ کچھ نہ سمجھیں۔

''میری ایک بہن کافی ہے ناں...... اسی کے مطالبات پورے کرتے، کرتے میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔''

''اس کے مطالبات پورے کرنے میں تمہیں بوڑھا ہونے کی ضرورت نہیں، جب تک ہم ہیں، ہاں تم اپنی بیوی کے مطالبات پورے کرنا۔'' پھپو نے تو یونہی بات کی مگر میرا دل......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اب آ گئی ہیں ناں آپ لائن پر مما...... اب کچھ اس طرف بھی سوچیں، ساری لڑکیوں کو میری بہن نہ بنا دیا کریں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔ ''چلیں مس امرت گل......'' میں نے جھک کر پھپو کے گال پر بوسہ دیا۔

''ویسے پھپو، کامل بھائی کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں تھی، ہم ہر روز دن میں کئی باریوں ہی آتے جاتے ہیں۔'' میں نے جان بوجھ کر کامل کو چڑانے کو کہا اور اس کے چہرے کے تاثرات دیدنی تھے۔

''ضرورت ہے بیٹا۔'' پھپو نے کہا۔ ''یہ کون سا کچھ اور کام کر رہا ہے، فارغ ہی تو لیٹا ہوا ہے ناں جوان بھائیوں کے ہوتے ہوئے یوں بہنیں تنہا......''

''مما......'' کامل نے پھر احتجاج کیا تو میرے لیے اپنی ہنسی دبانا مشکل ہو گیا، میں نے اپنی چادر کھول کر اوڑھی اور منہ پھیر کر باہر کی طرف چلی اور وہ میرے پیچھے، پیچھے چلنے لگا۔

☆☆☆

دن کا وقت تھا، اس وقت لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہوتے تھے۔ اس لیے گلیاں تقریباً سنسان تھیں، اچھا کیا کہ پھپو نے اسے میرے ساتھ بھیج دیا ورنہ مجھے اس طرح سنسان گلیوں میں تنہا چلنا عجیب سا لگتا۔ اپنے گاؤں کی گلیوں میں ڈر یا خوف تو نہیں مگر پھر بھی حالات نہ جانے کس وقت کیسے ہو جائیں، میں اس کے سنگ چلتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

''میں نے بھی اپنے خواب کی اس قدر خوب صورت تعبیر کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا امرت!'' میرے بالکل ساتھ چلتے ہوئے اس نے آہستگی سے انگریزی میں کہا۔

''یہاں بہت سے لوگ انگریزی بھی سمجھتے ہیں کامل!'' میں نے اسے خبردار کیا۔

''میں نے کوئی غلط بات نہیں کی امرت......''

''کون سے خواب کی، کون سی تعبیر کی بات کر رہے ہو تم کامل؟''

''یہ کیا کم ہے امرت، میں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ میری دعاؤں کو اس طرح قبولیت ملے گی، تم نے کہا تھا کہ میں خود تم تک پہنچوں اور اس طرح کہ اس میں یونیورسٹی کا کوئی حوالہ بھی نہ آئے...... میں تو سوچ سوچ کر پاگل ہو گیا تھا کہ کیا کروں اور پھر اپنے اللہ سے ہی مدد مانگی تھی کہ وہ کوئی سبب پیدا کرے۔ میں جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں وہ کم ہے، اس نے کیسے اسباب پیدا کیے کہ ہمیں یونیورسٹی کے حوالے کی ضرورت ہی نہیں......''

''میں بھی اس بات پر بہت حیران ہوں کہ ہمیں بھی اندازہ ہی نہیں ہوا......''

''پہلے دن ہی کی جو مجھے تمہاری طرف کھینچ پڑی تھی، جو کشش محسوس ہوئی تھی وہ یونہی تو نہ تھی امرت، کچھ تو تھا جس سے مجھے تم اپنی، اپنی سی لگیں......'' میں نے نظر اٹھا کر، سر گھما کر اسے دیکھا، وہ بالکل سنجیدہ تھا۔ ''دو دن ہو گئے ہیں امرت اور ہمیں ایک لحہ تنہائی کا نہیں مل سکا، مجھے تم سے اتنی باتیں کہنا تھیں۔'' اس نے شکوہ کیا۔

ہم قبرستان کے پاس پہنچ چکے تھے، وہیں چار دیواری سے باہر رک کر اس نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور میں نے بھی، فاتحہ کے بعد بھی ہم وہیں کھڑے تھے، میں اسے بتا رہی تھی کہ کون سی قبر کس کی ہے۔

''مجھے بھی بہت کچھ کہنا ہے کامل......'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''تو تمہارے پاس تو میرا فون نمبر تھا...... تم کال کر لیتیں؟'' اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

''کیا کہتی فون کر کے؟'' میں نے پوچھا۔ اسے بتا بھی نہ سکی کہ کتنی بار میں نے فون کا چونگا اٹھا کر اس کا نمبر ملایا اور پھر ہمت ہی نہ کر پائی تھی۔

''کیا اب ہم سیدھے گھر جا رہے ہیں؟'' اس نے میرے چلتے ہی پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تو اور کیا؟'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''کہیں اور جانا تھا؟''
''یہاں کوئی بیٹھ کر بات کرنے کی جگہ نہیں ہے...... جیسے کوئی کافی شاپ یا؟''
''ہنسی آ رہی ہے کامل مجھے تمہاری بات پر......'' میں نے کہا۔ ''جیسے یہاں کوئی کافی شاپ ہو بھی تو میں وہاں تمہارے ساتھ جاسکوں گی۔''
''تو ہم کیا کیفے ٹیریا میں نہیں ملتے تھے؟'' کامل کو حیرت ہو رہی تھی شاید اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہمارے گاؤں کے لوگوں کی سوچیں ابھی تک اتنی ماڈرن نہیں ہوئی تھیں۔
''وہ اور بات تھی کامل...... وہ ہماری یونیورسٹی تھی، ہم وہاں پڑھتے تھے اور وہاں کے ماحول میں کوئی اسے معیوب بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر کوئی ہمیں دیکھتا بھی تھا تو یہی سوچتا تھا کہ ہم دوستوں جیسے ہیں مگر یہاں اور ماحول ہے، سب کے سامنے ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا، بنی ہوئی بات بگڑ سکتی ہے۔''
''کون سی بات بن گئی ہے، مجھے تو ابھی تک کوئی بات بنتی ہوئی نظر نہیں آئی؟'' اس نے جھنجلا کر پوچھا۔
''یہ کیا کم ہے کامل ہے کہ ہم کزنز ہیں...... ہمیں اپنے والدین سے ایک دوسرے کا تعارف کسی ڈرامائی یا مشکل صورتِ حال میں نہیں کروانا پڑا۔''
''واقعی یہ تو ہے مگر یہ کیا کم ظلم ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نظر اور دل بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتے؟'' اس نے ایک تنگ گلی کے موڑ پر اچانک میرا ہاتھ تھام لیا، میں نے آہستگی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔
''کامل......'' میرے لہجے میں شکستگی اور بے بسی تھی۔
''جانِ کامل؟'' اس کا لہجہ محبت سے شرابور تھا۔ ''اب اس سے زیادہ میری برداشت کو نہ آزماؤ۔''
''ہمیں مناسب وقت اور موقع کا انتظار کرنا ہوگا!'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''تم اپنی مما سے بات کرو، وہی اس بات کو چلا سکتی ہیں اب، اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔''
''تم کسی وعدے کی ڈور پکڑاؤ تو میں مما سے بات کروں!''
''کیا اب بھی تمہیں ضرورت ہے کہ اپنے منہ سے بول کر کچھ کہوں؟'' میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔
''صرف یہی ایک بات تم میری طرف دیکھ کر، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو تو......'' گھر سامنے نظر آنے لگا تھا، گاڑیوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسلام آباد والے پہنچ چکے ہیں۔
''تم جاؤ اب......'' کامل نے کہا۔ ''میں واپس چلتا ہوں۔''
''آؤ ناں...... ڈر کیوں رہے ہو، چاچو لوگوں سے نہیں ملو گے؟''
''نہیں، چلتا ہوں، وہاں بھی کافی کام ہیں۔'' اس نے وہیں رک کر کہا، میری طرف دیکھا۔ ''کچھ کہا نہیں تم نے امرت!''
''کیا سننا چاہتے ہو تم مجھ سے؟'' میں نے رک کر اس کی طرف دیکھا۔ اگر کوئی ہمیں گھر سے دیکھ بھی رہا ہوتا تو یہی سمجھتا کہ ہم کوئی عام سی بات کر رہے ہیں۔
''جو تم نے آج تک کہا نہیں۔'' اس کے لہجے میں بھاری پن تھا۔
''میں آج تک تمہارا انتظار کر رہی تھی کامل...... یہ میرے انتظار کی طاقت ہی ہے جو اس وقت ہم دونوں اکٹھے کھڑے ہیں۔'' اس سے بڑھ کر واضح بات کس طرح کرتی میں اس سے، کیا وہ مجھ سے یہ توقع کر رہا تھا کہ میں اس سے کھل کر محبت کا اظہار کرتی؟
''مجھ سے محبت کرتی ہو امرت؟'' اس نے سیدھے سبھاؤ اتنا مشکل سوال کر دیا تھا، میں بالکل خاموش ہو گئی...... ''بولو ناں امرت، بتاؤ ناں مجھے، اگر مجھے ہاں کہو گی تو ہی میں اپنی مما سے بات کروں گا ناں!''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم اپنی مما سے بات کرلو کامل......'' میں نے بہ مشکل کہا۔
''مما سے بات کرنے سے پہلے میں تم سے صاف، صاف اظہار سننا چاہوں گا امرت......'' کہہ کر وہ پلٹ کر چلا گیا، میں وہاں رک کر اس کی پشت کو اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک وہ گلی کا موڑ نہ مڑ گیا۔

☆☆☆

''اکیلی آئی ہو اس شکر دوپہر میں؟'' تمنا نے پہلا سوال کیا۔
''نہیں......کامل چھوڑ کر گیا ہے۔'' میں۔ نے کہا تو تمنا نے مجھے کوئی اشارہ کیا جس کا مطلب مجھے سمجھ میں نہ آیا۔
''کامل کیوں چھوڑ کر گیا ہے تمہیں اور وہ اس شکر دوپہر میں تمہیں چھوڑنے کو آیا تو اندر کیوں نہیں آیا؟ کم از کم اسے پانی کا ہی پوچھ لیتیں تم......اور یہ کیا تم کامل، کامل کہہ کر بات کرتی ہو، بڑا بھائی ہے وہ تمہارا۔'' امو جان' تمنا کے عقب سے نمودار ہوئیں۔
''وہ امو......وہ!'' میں ہکلائی۔
''امو، اس وقت دن میں اکیلے اسے کون بھیجتا، آپ کو بڑی پھپو کا پتا تو ہے ناں اور کامل کو سب کامل کہتے ہیں تو اس نے بھی کامل کہہ دیا......'' تمنا نے مجھے دفاع مہیا کیا۔
''تم بھی تو اسے کامل بھائی کہتی ہی ہو ناں!'' امو نے گھوری ماری۔
''اپنی، اپنی عادت کی بات ہے امو!'' تمنا نے پھر کہا۔ ''یہ مجھ سے بڑی ہے ناں تو یہ سب کو ناموں سے ہی بلاتی ہے......''
''کتنی بڑی ہے تم سے؟ ایک دن بلکہ چند گھنٹے......'' امو جان نے ابرو اچکا کر کہا۔
''مہمان آ گئے کیا؟'' میں نے بات بدلنے کو کہا۔
''اندر کیوں نہیں آیا وہ؟'' امو نے سوال کے جواب میں سوال کیا۔
''ہاں پہنچ گئے مہمان اور کھانا کھا کر ابھی آرام کرنے کو گئے ہیں۔'' تمنا نے کہا۔
''میں نے کہا تھا کہ اندر چلیں مگر مہمانوں کی گاڑیاں دیکھ کر کہنے لگے کہ بعد میں آؤں گا، وہ تو یوں ہی گھر کے کپڑوں میں اٹھ کر گل پھپو کے اصرار پر مجھے چھوڑنے کے لیے آ گئے تھے۔'' میں نے امو کو جواب دیا۔ ''جب مہمان پہنچے تو تم مجھے بلوا لیتیں تمنا......اکیلے کس طرح تم نے سنبھالا ہوگا سب کچھ......''
''فکر نہ کرو، رانی تھی میرے ساتھ۔'' تمنا نے کہا۔
''چلو اب تم بھی کھانا کھا لو!'' امو اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔
''آج تو مارے گئے تھے......'' میں نے شکریہ ادا کرنے کو تمنا کا ہاتھ دبایا۔
''مجھے کہتی ہو کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور خود اتنے غیر محتاط انداز میں انٹری دی تم نے۔'' وہ ہنسی اور ہم دونوں کچن کی طرف چلیں۔
''کون، کون آیا ہے چاچو کے گھر سے؟''
''زین بھائی لندن میں ہیں......زائنہ بارات والے دن آئے گی اپنے شوہر کے ساتھ، باقی سب لوگ ہیں، چاچو، چاچی، یوسف، عارب اور حسنہ......''
''شام کے کپڑے تیار ہیں ناں؟''
''ہاں میں نے اپنے ساتھ، ساتھ تمہارے بھی تیار کر دیے تھے......امو جان اور ابو کے بھی، کبیر بھائی اور شامیر نے تو اپنے کپڑے دھوبی سے استری کروا لیے تھے!''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مہمانوں سے پوچھا کہ انہیں کسی مدد کی ضرورت ہو تو؟''

''وہ اپنے تمام ملبوسات ہینگروں پر لٹکا کر لائے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ ان کے سارے لباس استری شدہ ہیں۔'' تمنا نے کہا۔

''کچھ دیر آرام کر لیں ہم بھی؟'' میں نے کہا۔ ''شام کو جلدی جانا ہوگا۔''

''چلو......'' تمنا اور میں اپنے کمرے میں آ گئے۔ ''کیا کیا باتیں ہوئیں کامل بھائی سے راستے میں؟''

''کوئی خاص باتیں نہیں تمنا...... یوں سرِ راہ کیا بات کی جا سکتی ہے، پوچھ رہے تھے کہ یہاں کوئی کافی شاپ نہیں ہے؟''

''کون؟'' تمنا نے ہنس کر پوچھا۔

''کامل...... بھائی!'' میں نے کہا تو تمنا نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''بیچارے......'' ہنستے، ہنستے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''کامل بھائی!''

''تمنا...... کامل مجھ سے اکیلے میں کہیں ملنا چاہتا ہے، کہتا ہے کہ یہاں کھل کر بات نہیں ہو سکتی اور وہ مجھ سے واضح اقرارِ محبت سننا چاہتا ہے۔'' میں نے جانے کیسے اپنا مسئلہ تمنا سے شیئر کر لیا شاید میں بہت پریشان تھی۔

''یوں شادی کے ہنگاموں میں تو اس طرح کا موقع ملنا مشکل ہے، تم ان سے کہو کہ ہم لاہور آئیں گے تو مل لیں۔'' تمنا نے حل بتایا۔

''لیکن وہ سب جانتے ہوئے بھی میرے منہ سے واضح اظہار کیوں سننا چاہتا ہے؟'' میں نے چڑ کر کہا۔

''تم فون پر ایک پیغام بھیج کر بھی اس کے اس سوال کا جواب دے سکتی ہو گل......''

''نہیں تمنا...... میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔'' میرا لہجہ اٹل تھا۔

''تو پھر انتظار کرو اس وقت کا جب ہم لاہور جائیں گے۔'' اس نے کہہ کر باتھ روم جانے کو تولیا اٹھا لیا۔

موسم گرما میں بہترین تفریح
مئی 2017ء کا دلچسپ شمارہ

بھنور

پھولوں کی روش پر چلتے چلتے اچانک اس کا پاؤں جیسے بھنور میں آ گیا...... ناقابل یقین واقعات پر مشتمل **سلیم فاروقی** کے قلم سے آخری یادگار داستان۔

فتح مکرر

ڈاکٹر ساجد امجد کے قلم کی روانی...... ابتدائی صفحات پر تاریخ کے گمشدہ واقعات کا تسلسل

شیش محل

قیامِ پاکستان کے خونیں واقعات اور بکھرے ہوئے خاندانوں کی الم ناک داستان کی ایک جھلک...... **اسما قادری** کے خیال کی اڑان

وقت

نئے سلسلے میں تعارفی مراحل سے گزرنے والے کرداروں کے شب و روز اور ناقابل فراموش واقعات کی جھلک...... **حسام بٹ** کے قلم کا جادو مزید

اس کے علاوہ

منظر امام، فوزیہ طیبہ، ڈاکٹر شیر شاہ سید، سلیم انور، تنویر ریاض اور علی اختر کی خوبصورت تحریریں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تب تک کہیں دیر نہ ہو جائے تمنا!'' میں بڑبڑائی۔

''کیوں، دیر کس بات کی؟'' وہ واپس پلٹی۔

''اموجان نے تو میری شادی کو اپنی زندگی کی اولین ترجیح بنا لیا ہے شاید...... ہر روز کسی نہ کسی رشتے کے بارے میں بتا رہی ہوتی ہیں۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''جہاں نصیب ہوگا، اس کے سوا کوئی تمہاری شادی کہیں اور نہیں کروا سکتا اور مجھے یقین ہے کہ جب کامل اپنی مما کے ذریعے بات کرے گا تو ابو اور امو کو اس سے بہتر کوئی اور داماد نہیں ملے گا۔'' اس نے میرا کندھا تھپتھپایا۔

وہ غسل خانے چلی گئی اور میں کھڑی سوچتی رہ گئی کہ تمنا کو بتاؤں کہ اس دن میں نے ابو اور امو کی جو باتیں سن لی تھیں، شاید وہ کسی طرح معلوم کر سکے کہ ابو کہاں میری شادی کرنے کا سوچ رہے تھے...... ممکن ہے کہ کامل کے ساتھ ہی سوچ رہے ہوں...... اسی لیے تو امو کو بھی نہیں بتا رہے تھے۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور جلدی سے اپنی اور تمنا کی چوڑیاں نکال کر میز پر رکھنے لگی، وقت کم رہ گیا تھا، ابھی اسلام آباد کے مہمانوں کو لوازمات کے ساتھ شام کی چائے بھی دینا تھی۔

☆☆☆

رات دیر تک مہندی کا ہنگامہ جاری رہا تھا، چاچو کے بیٹوں نے تو اپنے باقی کزنز کے ساتھ مل کر خوب ہلا گلا کیا تھا مگر حسنہ غالباً کافی بور ہو رہی تھی کیونکہ سوائے فاطمہ کے اس کی کسی کے ساتھ بن ہی نہیں رہی تھی...... تحریم سب کے ساتھ گھل مل گئی تھی اور بالخصوص میں نے اسے رانی کے ساتھ مصروف دیکھا، حالانکہ ان کی عمروں میں بھی فرق تھا مگر وہ اس کے ساتھ کام میں بھی مدد کر رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ وہ اپنے گھر میں کسی کام کو ہاتھ بھی نہ لگاتی ہوگی مگر ان دونوں بہن بھائیوں میں چاچو کے بچوں کے برعکس گاؤں کے ماحول میں جذب ہو جانے کی صلاحیت تھی۔ اسی طرح میثاق اور فاطمہ بھی گاؤں آ کر اجنبیت محسوس نہ کرتے تھے اور اسی لیے شاید ان دونوں کی شادیاں بھی گاؤں کے رشتے داروں میں طے کرتے وقت انہیں کوئی اعتراض نہ ہوا تھا۔

یوسف، عارب، شامیر اور میثاق نے مل کر خوب رنگ جمایا تھا، ایک دو دفعہ انہوں نے کھینچ تان کر کامل کو بھی اپنے ساتھ شریک کیا تھا، شہری انداز کے میوزک کے بجائے لائیو ڈھول کی تھاپ پر ان کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ سرمد بھائی اور کبیر بھائی بڑے ہونے کے ناتے ذرا لیے دیے رہے تھے مگر جن شرارتی نوجوانوں نے بڑوں کو بھی کھینچ لیا تھا، وہ ان دونوں کو کہاں چھوڑتے...... ان دونوں کو ڈانس آتا بھی کہاں تھا، دو چار الٹے سیدھے ہاتھ مارے تو سب کی ہنسی نکل گئی۔

''یار یہ تیرے والے کا ڈانس بھی اونٹ کی طرح ہے۔'' حسنہ نے ہنس کر فاطمہ سے کہا تھا، اس نے آہستہ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی، نہ ہی وہ آواز میرے کانوں تک پہنچنے سے رک پائی۔

''اچھا فضول بکواس نہ کرو...... سیکھ جائے گا جب میرے ساتھ رہے گا تو۔'' فاطمہ نے اسے مذاق سے ایک دھموکا لگایا۔

''یا تم اگلے برس کسی شادی پر اس کے ساتھ مل کر ایسا اونٹ جیسا ڈانس کر رہی ہوگی۔'' حسنہ کے کہنے پر ان دونوں کا بے اختیار قہقہہ بلند ہوا، مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

میں جانتی تھی کہ کبیر بھائی کبھی اپنے آپ کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے، وہ تھے ہی ایسے سنجیدہ مزاج اور انتہائی سمجھدار، اوچھا پن انہیں چھو کر بھی نہ گزرا تھا، یہ بھی جانتی تھی کہ فاطمہ کا یہ سب کہنا مذاق سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ وہ بھی کبیر بھائی کے مزاج کو سمجھتی تھی، منگنی کے بعد سے اس نے اپنے آپ کو بہت تبدیل کر لیا تھا۔ گاؤں آتی تو ہم سب کی طرح چادر اوڑھتی تھی، نرمی اور سنجیدگی سے بات کرتی اور کبیر بھائی کے سامنے بے مقصد آنے اور زیادہ بات چیت سے بھی گریز کرتی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گاؤں کی عورتیں اسے اس خاندان کی، مستقبل کی سب سے بڑی بہو کی حیثیت سے ابھی سے عزت دیتی تھیں۔
وہ کبیر بھائی کی بہت عزت کرتی تھی اور کبیر بھائی بھی اسے اسی طرح عزت سے بلاتے اور بات کرتے......
عموماً تو ہمارے ہاں منگنیوں کے بعد لڑکے اور لڑکیوں کا آپس میں پردہ کروایا جاتا تھا مگر اب رسم و رواج بدل رہے تھے اور سوچ بھی۔ اب سمجھا جاتا تھا کہ خاندان کی تقریبات میں یا عام مواقع پر جب سب لوگ اکٹھے ہوں تو ان پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارے ماحول کے مطابق فاطمہ کا ہمارے گھر پر آنا بہت معیوب سمجھا جاتا تھا اور اسی طرح تمنا کے گھر میں میثاق کا آنا جانا...... حالانکہ تمنا اور میثاق تو کئی بار مواقع ڈھونڈ کر تنہائی میں مل لیتے تھے۔
''تم یہاں کیسے رہو گی، اس گاؤں میں، اتنا عرصہ شہر میں رہ کر عادت سی ہو جاتی ہے ناں، مجھے تو یہاں آنا عذاب لگتا ہے......'' حسنہ نے ناک بھوں چڑھائی تھی۔
''کیا پتا تمہیں بھی یہیں کوئی پسند آ جائے...... کسی کو دل دے بیٹھو پھر تو اس گاؤں میں آ کر ہی رہو گی ناں یا ماموں سے کہنا کہ تمہارے لیے کوئی ایسا لڑکا ڈھونڈیں جو گھر داماد بننے کو تیار ہو...'' فاطمہ نے اسے چھیڑا۔
''توبہ...... اللہ نہ کرے، ویسے بھی یہاں ہے کون جسے کوئی پسند کرے؟'' حسنہ نے ہنس کر کہا۔
''کافی ہیں......'' فاطمہ نے کہا۔
''اچھا، ذرا میں بھی تو جانوں کہ تم میرے لیے کس کے بارے میں سوچ رہی ہو، کون ہے ایسا جو مجھے بھائے گا؟'' ان دونوں کے مابین ساری گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی۔
''ہوں......'' فاطمہ کچھ سوچنے لگی۔ ''سرمد بھائی ہیں، شامیر بھائی ہیں، کامل بھائی ہیں...... قاسم اور صائم ہیں!'' وہ لسٹ گنوا رہی تھی اور حسنہ ہنس، ہنس کر دوہری ہو رہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ ان میں سے کون ہے جو اس نک چڑھی حسنہ کو اپنا جیون ساتھی بنانا چاہے گا۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ قاسم کی بات ثانیہ کے ساتھ طے تھی، اگرچہ منگنی نہ ہوئی تھی مگر اب اس بات کو گاؤں میں کافی لوگ جانتے تھے۔ میں جانتی تھی کہ فاطمہ نے ایک مذاق کے جواب میں وہ ایک معصومانہ سی بات کہی تھی، میرے دل میں ایک گرہ سی پڑی...... اسے حسنہ کو ''شٹ اپ'' کہہ دینا چاہیے تھا، میں بھی کچھ اور بھی کچھ سوچ رہی تھی۔
مہندی کی رسم صرف حرا ہی کی تھی، لڑکے والوں کی طرف سے مہندی نہیں آئی تھی، اس لیے گاؤں کی عورتوں نے کچھ دیر رونق لگائی۔ جب لڑکے پنڈال سے باہر نکلے تو پنڈال لڑکیوں کے ہاتھ آ گیا اور ڈھولک کے گیتوں کے ساتھ لڈی اور بھنگڑا ڈالا گیا۔ حسنہ اس میں فاطمہ کے اصرار پر مارے باندھے شریک تو ہوئی اور میوزک کے ساتھ وہ رقص بھی کرتی ہوئی نظر آئی مگر اس کی شکل پر بیزاری کا رنگ نمایاں تھا۔

☆☆☆

میں اپنا سامان بھی ہمراہ لے کر آئی تھی کہ مجھے بھی تو پارلر سے ہی تیار ہو کر آنا تھا، پھپھو کے گھر میں مہمانداری کا بوجھ زیادہ تھا اس لیے تمنا اور رانی مجھ سے پہلے پہنچ چکی تھیں اور ناشتے میں پھپھو کے ہاں مدد کروا رہی تھیں...... انہیں علم تھا کہ مجھے حرا کے ساتھ پارلر جانا تھا اس لیے کسی نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ میں اپنی نیند پوری کر کے سکون سے اٹھی تھی، تسلی سے اپنا سامان تیار کیا اور تقریباً گیلے بالوں کے ساتھ ہی آ گئی تھی۔ سب لوگ ناشتے کی طویل میز پر بیٹھے تھے، میں نے بھی ایک کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی، نظر دوڑائی تو کامل نظر نہ آیا، سرمد بھائی بھی نہ تھے...... شاید دونوں کہیں مصروف ہوں گے۔ میں نے دل میں سوچا، کامل کو نہ دیکھ کر میرے اندر اداسی سی اتر گئی تھی، سوچا تھا کہ ان دنوں بار، بار ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملے گا۔
''ناشتا لو امرت بیٹا!'' گل پھپھو نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تھینک یو پھپو، میں ناشتا کر کے آئی ہوں۔'' میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

''اچھا کیا بنا تھا آج وہاں ناشتے میں؟'' انہوں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''وہ ناشتا تو بڑی پھپو نے بھی بھجوا دیا تھا، حلوا پوری وغیرہ...... مگر چاچو کے گھر میں کوئی ایسا ناشتا نہیں کرتا، انہوں نے تو اپنے معمول کے سیریل وغیرہ لیے مگر ہم سب نے خوب حلوا پوری کھایا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''سب لوگ جاگ گئے ہیں وہاں کیا؟''

''چاچو کے بچے تو ابھی سو رہے ہیں البتہ چاچو اور چچی جاگ گئے ہیں، زائنہ اور اس کا شوہر بھی دوپہر کے کھانے تک پہنچ جائیں گے۔'' میں نے بتایا۔

''مگر تم تو پارلر جا رہی ہو اور تمنا صبح سے یہیں ہے...... بھلا گھر پر کھانے کے انتظامات کون دیکھ رہا ہوگا، اِدھر ہی آنے دیتے زائنہ کو؟'' انہوں نے کہا۔

''امو جان کچھ کرلیں گی پھپو...... ایسے حالات میں سب ہو جاتا ہے۔'' میں نے انہیں تسلی دی۔ ''مہر پھپو بھی اُدھر ہی جا رہی ہیں، انہوں نے رات کو امو کو بتایا تھا، فاطمہ کچھ نہ کچھ دیکھ لے گی اور ثنا وغیرہ بھی تو ہیں۔''

''کس وقت پارلر جانا ہے پھپو؟'' میں نے ان سے پوچھا۔

''بس جونہی یہ لڑکے تیار ہو جاتے ہیں، حرا شاور لے، لے تو!'' بڑی پھپو نے کہا۔ ''اور ہاں امرت، حرا کو پارلر چھوڑ کر زیورات اپنے پاس ہی رکھنا، چھوٹا سا مارکیٹ کا کام ہے، طوبیٰ کے آج پہننے والے کپڑوں کے ساتھ میچنگ چوڑیاں کہیں کھو گئی ہیں اور وہ اس چھوٹی سی بات پر کافی اپ سیٹ ہے، اگر تم اس کے لیے چوڑیوں کے دو سیٹ لا سکو تو سرمد تمہیں ساتھ لے جائے گا۔''

''ٹھیک ہے پھپو، کوئی مسئلہ ہی نہیں...... طوبیٰ تم مجھے اپنے کپڑے دکھا دو جو تم نے آج پہننے ہیں۔'' میں نے طوبیٰ سے کہا۔

''لیکن امی......'' وہ ٹھٹکی۔ ''سرمد بھائی تو جا ہی نہیں سکتے...... انہیں تو کامل بھائی ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے ہوئے ہیں، رات بھر سرمد بھائی الٹیاں کرتے رہے ہیں، کئی بار میں نے انہیں قہوہ بنا کر دیا مگر ان کی الٹیاں رک ہی نہیں رہی تھیں......'' طوبیٰ کے الفاظ کے ساتھ ہی بڑی پھپو نے اپنا سینہ پکڑ لیا۔

''ہائے کیا ہوا میرے لال کو، مجھے کیوں نہیں جگایا تم لوگوں نے اور نہ ہی صبح بتایا......''

''کامل بھائی تو صبح تین بجے سے انہیں لے کر گئے ہوئے ہیں اور امی، سرمد بھائی نے خود ہی منع کیا تھا کہ کسی کو بھی ڈسٹرب نہ کریں۔ ہم سب لوگ تو ویسے ہی جاگ رہے تھے......''

''اسے فون تو کرو کہ کہاں لے کر گئے ہیں سرمد کو، میں خود وہاں جاؤں گی۔'' پھپو کی حالت سرمد کی بیماری کا سن کر غیر ہونے لگی۔

''حوصلہ کریں آپا!'' گل پھپو نے انہیں تسلی دی۔ ''کامل اس کے ساتھ ہے اور وہ سمجھدار ہے...... میں اسے فون کر کے صورتِ حال معلوم کرتی ہوں، آپ چائے پئیں اور ذرا اطمینان رکھیں۔'' گل پھپو نے زبردستی چائے کا کپ انہیں تھمایا اور اپنے فون سے کامل سے بات کی۔ ''وہ لوگ واپس آرہے ہیں، راستے میں ہیں، کامل بتا رہا ہے کہ پندرہ بیس منٹ میں وہ دونوں پہنچ جائیں گے۔ ڈاکٹر نے ڈرپ لگائی تھی اور اینٹی بائیوٹک دی تھیں، اب سرمد بالکل ٹھیک ہے......'' سب کے چہروں پر اطمینان کا رنگ اترا۔

''آپ ریلیکس ہو جائیں پھپو!'' میں نے بڑی پھپو کے کندھے دباتے ہوئے کہا۔ ''سرمد بھائی بالکل ٹھیک ہیں......''

''تم اس کے لیے دعا کرو بیٹا!'' ان کے لہجے میں کچھ عجیب تھا جو صرف مجھے محسوس ہوا کیونکہ وہاں بیٹھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے لوگوں میں غالباً صرف میں ہی جانتی تھی کہ پھپو، سرمد بھائی کے ساتھ میری شادی کی خواہش مند تھیں اور انہوں نے ہمارے ہاں رشتہ ڈال رکھا تھا۔ چند ہی منٹوں میں سرمد بھائی اور کامل پہنچ گئے تھے، سرمد بھائی کے چہرے کا رنگ پیلا پھٹک ہو رہا تھا اور ان کی چال سے بھی نقاہت نظر آتی تھی۔

☆☆☆

حرا اور رانی پچھلی سیٹ پر تھیں اور مجھے ''مجبوراً'' اگلی سیٹ پر کامل کے ساتھ بیٹھنا پڑا تھا......

''تم آگے بیٹھ جاؤ بیٹا کامل کے ساتھ، بھائی ہے تمہارا......'' بڑی پھپو نے میرے ہچکچانے پر کہا تھا۔ ''رانی کے باپ کا تو تمہیں علم ہے کہ کس طرح کی سوچ رکھتا ہے اور حرا دلہن ہے اور اس کی مہندی سے نمایاں ہوتا ہے کہ وہ دلہن ہے اس لیے اسے پیچھے بیٹھنے دو کیونکہ پیچھے پردے لگے ہوئے ہیں......''

''تو ہم تینوں پیچھے بیٹھ جاتے ہیں پھپو!''

''میں کوئی شوفر ہوں آپ لوگوں کا!'' کامل نے خفگی سے کہا۔

''چلو بیٹھ جاؤ بیٹا آگے......''

''مگر پھپو!'' میں نے تذبذب سے کہا، کامل ڈرائیونگ سیٹ پر آرام سے بیٹھا فیصلے کا انتظار کر رہا تھا، جونہی میں اگلی سیٹ پر بیٹھی، اس نے مجھے ہولے سے ''ویلکم'' کہا۔ میرے ہونٹوں کو ایک مسکراہٹ چھو کر گزری۔ حرا اور رانی ہنس دیں......

''بڑی ہنسی آ رہی ہے تم لوگوں کو!'' میں نے غصے سے کہا اور نظریں گاڑی سے باہر کے نظارے پر جما دیں۔

کامل کی معیت میں یوں سفر کرتے ہوئے مجھے کچھ اور نظر نہ آ رہا تھا۔ پوری کائنات گویا ایک گاڑی تھی جس میں، میں اور کامل تنہا تھے، مجھے اس کی سنگت اچھی لگ رہی تھی اور من چاہ رہا تھا کہ زندگی کا سفر یونہی تمام ہو جائے۔

''امید ہے کہ تم لوگوں نے دلہن کی ضرورت کا سارا سامان رکھ لیا ہوگا؟'' گاؤں کی حدود میں ہی تھے جب کامل نے سوال کیا۔

''جی کامل بھائی......'' رانی نے جواب دیا۔

''پھر بھی ایک دفعہ سوچ لیں۔'' کامل نے گاڑی ایک طرف روک دی۔ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں پہنچ کر علم ہو کہ کچھ رہ گیا ہے......''

''آپ بے فکر رہیں کامل بھائی، سب کچھ رکھ لیا ہے......'' حرا نے تائید کی۔ ''بس آپ پچھلی گاڑی کا خیال رکھیے گا کہ وہ ہم سے قریب ہی رہے۔''

''اس کی فکر نہ کرو تم!'' کامل نے اطمینان سے کہا۔ ''میرا ان کے ساتھ واکی ٹاکی پر مستقل رابطہ رہے گا۔''

''حرا کو پارلر چھوڑ کر میں اور رانی آپ کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے مارکیٹ تک جائیں گے، طوبیٰ کی چوڑیاں لینا ہیں، اس نے اتنی سی بات کے لیے منہ پھلا رکھا ہے......''

''کوئی بات نہیں، بچی ہے، ظاہر ہے کہ اس کی تیاری میں کمی ہوگی تو منہ تو پھلائے گی ناں!'' کامل نے کہا۔

''وہ تو پھر چھوٹی سی بچی ہے، تحریم کو دیکھو، اتنی بڑی ہو گئی ہے اور اس نے مجھے اپنے سامان کی لسٹ دی ہے جو وہ لانا بھول گئی ہے۔''

ڈیڑھ گھنٹے کا سفر کر کے ہم پارلر پہنچ گئے تھے، کامل نے ڈکی سے سامان نکال کر پارلر میں کام کرنے والے لڑکے کے حوالے کیا۔ ہم نے اندر پہنچ کر رجسٹریشن کروائی اور انہوں نے ہمیں ایک لاکر کی چابی دی۔ میں نے اور رانیہ نے حرا کے اور اپنے لباس ہینگر پر لٹکائے، سب کے زیورات لاکر میں رکھے اور پارلر کی مالکہ سے مارکیٹ تک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جانے کی اجازت چاہی۔

''دلہن کے ساتھ یہاں پر ایک اٹینڈنٹ کا مستقل موجود ہونا ضروری ہے، آپ دونوں مارکیٹ نہیں جا سکتیں، کم از کم ایک کو تو یہاں ٹھہرنا ہوگا۔'' اس کے کہنے پر میں نے چونک کر رانی کو اور اس نے مجھے دیکھا۔

''ہم آدھے گھنٹے میں واپس آ جائیں گے......'' میں نے اس سے اجازت طلب لہجے میں کہا۔

''سوری......'' اس نے پھر کہا۔ ''اگر جانا آپ کی مجبوری ہے تو پھر آپ اپنی دلہن کو بھی ساتھ لے جائیں کیونکہ ہمارا اصول ہے کہ ہم دلہن کو تنہا نہیں رکھتے، کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔'' اس نے وضاحت کی۔

''چلیں اس طرح کر لیتے ہیں، ہم مارکیٹ سے واپس آ کر......'' میں نے کہا۔

''لیکن اس صورت میں آپ کی دلہن دیر سے تیار ہوئی تو ہماری ذمے داری نہ ہوگی۔'' اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔

''ہم......'' میں اور کچھ نہ کہہ سکی، تھوڑی دیر کو سوچا۔ ''چلیں آپ دلہن کو تیار کرنا شروع کریں، مارکیٹ ہم واپسی پر چلے جائیں گے۔''

''واپسی پر امرت؟ اس وقت تک تو دیر ہو چکی ہوگی اور پھر زیورات سے لدی پھندی دلہن کے ساتھ بازار جانا کیا عقل مندی ہوگی؟'' رانی نے کہا۔

''تو پھر کیا کریں؟'' میں نے نہ سمجھتے ہوئے کہا۔ ''نہیں جاتے مارکیٹ۔''

''طوبیٰ کا موڈ آف ہو جائے گا اور پھر کامل بھائی بتا رہے تھے کہ کچھ سامان تحریم کا بھی لینا ہے انہیں۔'' حرا نے کہا۔

''آپ شرٹ تبدیل کر لیں حرا!'' پارلر والی نے کہا۔

''کوئی ایک چلی جائے تم میں سے کامل بھائی کے ساتھ پلیز......'' حرا نے جاتے جاتے کہا۔

''مجھے تو مارکیٹ کا اور خریداری کا ایسا کوئی تجربہ نہیں ہے امرت!'' رانی نے معذوری ظاہر کی۔

''کیوں، تمہاری خریداری کون کرتا ہے؟''

''ہم سب کی خریداری عموماً ہانیہ ہی کرتی ہے......اس کا شہر آنا جانا لگا رہتا ہے۔'' رانی نے بتایا۔

''میرا خیال ہے کہ کامل بھائی سے ہی کہتے ہیں کہ وہ جا کر تحریم کے سامان کے ساتھ، ساتھ طوبیٰ کی چوڑیاں بھی لے آئیں......''

''چلو ان سے بات کر کے دیکھ لیتے ہیں۔'' ہم دونوں پارلر والی سے کہہ کر گاڑی تک آئیں، کامل فون پر مصروف تھا، ہمیں دیکھ کر فون بند کیا اور سوالیہ نظروں سے ہمیں دیکھا۔ ہم نے اسے صورتِ حال سمجھائی تو اس نے تحریم کی لسٹ میری طرف بڑھائی۔ اس میں ایسی بہت سی چیزیں تھیں جو کامل ہرگز نہیں لے سکتا تھا، اسے گولڈن جوتا چاہیے تھا کیونکہ وہ اپنا جوتا لانا بھول گئی تھی، اس کا سائز وہی تھا جو میرا بھی تھا اور رانی کا بھی۔

''میں تو ایسی چیزیں خریدنے کا تجربہ رکھتا ہوں اور نہ ہی خریدتا ہوا اچھا لگوں گا، فلاں نمبر کی لپ اسٹک اور فلاں شیڈ کی نیل پالش، گولڈن جوتا، جس کی ہیل ساڑھے چار انچ ہو وغیرہ، وغیرہ!''

''آپ چلی جاؤ امرت......میں یہاں رکتی ہوں حرا کے پاس!'' رانی کے کہنے پر میں تذبذب میں تھی۔

''آ جائیں امرت، وقت ضائع نہ کریں۔'' کامل نے کہا تو میں نے مزید حجت نہ کی اور انہیں واپس آنے کا کہہ کر پارلر میں واپس گئی۔ رانی کو لا کر کی چابی دی، بیگ سے طوبیٰ کا دوپٹا نکالا جس کے ساتھ چوڑیاں میچ کرنا تھیں اور باہر کو چلی......کامل نے گارڈز والی گاڑی کو خاص طور پر باہر نکل کر تاکید کی کہ وہ وہاں سے بالکل نہ ہٹیں۔ فون میں نے رانی کو دیا کہ کسی ہنگامی صورت میں کامل کے نمبر پر فوراً کال کرے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''دیکھو......اللہ کیسے مواقع پیدا کرتا ہے۔'' میز کے پار، وہ میرے سامنے کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، کافی کے کپ سے اٹھنے والی بھاپ کی خوشبو سے ماحول بوجھل ہو رہا تھا۔

''مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا کامل!'' میں نے پوری سچائی سے کہا۔

''میں اس موقع کی نہ صرف تلاش کر رہا تھا امرت بلکہ اس کے لیے دعائیں بھی کر رہا تھا۔ کیونکہ مجھے اپنی مما سے حتمی بات کرنے سے پہلے تم سے ایک بار بات کرنا تھی۔''

''مجھ سے تم وہاں بھی کسی وقت بات کر سکتے تھے۔''

''ہاں جیسے وہاں تو ہمیں یوں تنہائی میسر آ سکتی تھی......''

طوبی کی چوڑیاں اور تحریم کی چیزیں تو ہمیں ایک ہی دکان سے مل گئیں، میں نے کامل کو اس دکان کا نام بتایا جہاں سے ہمیں اس کے لیے اچھے جوتے مل سکتے تھے۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' کامل نے کہا۔

''ضرورت کیوں نہیں ہے، اب آئے ہیں تو لے لیتے ہیں، ورنہ وہ بھی ناراض ہو گی، تم تو اسے چڑانے کو کچھ نہ کچھ ایسا کرتے رہتے ہو۔'' میں نے کہا۔

''ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ وہ اپنے جوتے گھر پر نہیں بھول کر آئی بلکہ گاڑی کی ڈکی سے نکالنا بھول گیا تھا میں......'' اس نے مسکرا کر شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''تو تم نے اسے اس وقت کیوں نہیں بتایا جب اس نے نئے جوتوں کا مطالبہ کیا تھا؟'' میں حیران تھی۔

''اس وقت...... بتاتے، بتاتے ایک سوچ آ گئی تھی جس کے باعث اسے اس وقت نہیں بتایا۔'' میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''جب مجھے یہ علم ہوا کہ سرمد کے بجائے مجھے شہر آنا پڑے گا اور دلہن کے ساتھ پارلر جانے کی ذمے داری امرت بی بی کو ملی ہے تو!'' وہ رکا۔ ''میرے اس چھوٹے سے دماغ میں خیال آیا کہ کوئی بہانہ ہو گا تو میں تم سے تنہائی میں مل پاؤں گا۔''

''توبہ......'' میں ہنسی۔ ''کس قدر تیز ہے تمہارا یہ چھوٹا سا دماغ!''

خریداری سے فارغ ہو کر اس نے گاڑی کا رخ اس چھوٹے سے کافی ہاؤس کی طرف موڑ لیا تھا جہاں اس وقت ہم بیٹھے تھے...... ''کیا بات کرنا تھی تم نے تنہائی میں؟''

''ہوں......'' اس نے لب بھینچے۔ ''ایک سوال کیا تھا تم سے، مما سے بات کرنے سے پہلے تم سے اس کا جواب چاہتا ہوں امرت!'' اس کا لہجہ خمار آلود تھا۔

''کون سا سوال؟'' مجھے واقعی کچھ یاد نہ آیا تھا۔

''کیا میرا سوال واقعی اتنا غیر اہم تھا امرت کہ تمہیں یاد تک نہیں؟'' اس کے لہجے میں شکستگی تھی۔ ''یا میں نے تم سے بہت سے سوال پوچھ رکھے ہیں؟''

''سوری......'' مجھے سمجھ میں آ گیا کہ اس کا اشارہ کس بات کی طرف تھا۔

''شکر ہے کہ تمہیں یاد آ گیا۔'' اس کی آنکھیں چمکیں۔ ''جواب چاہتا ہوں اس سوال کا، بہت دن پہلے پوچھا تھا۔''

''بہت دن کہاں ہوئے، ابھی تو دو دن پہلے بات ہوئی تھی۔'' میرے منہ سے فوراً نکلا تو اس کی ہنسی نکل گئی۔

''تو گویا دو دن کسی سوال کا جواب دینے کے لیے کم ہوتے ہیں؟'' اس نے ہنستے ہوئے پوچھا، اس کی آنکھوں میں خوشی کی وہ جوت چمک رہی تھی جس کو میں غور سے دیکھ بھی نہ سکی۔

''کامل......'' وہ ہمہ تن گوش ہوا۔ ''میں اس سوال کا کیا جواب دوں؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کیوں، تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے کہ نہیں؟'' اس نے یاس بھرے لہجے میں پوچھا۔
''تمہیں اس سوال کا جواب جاننے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی کامل؟'' میں نے اس کے سوال کا جواب سوال سے دیا۔
''جاننا چاہتا ہوں امرت کہ کیا واقعی تم میرے ساتھ اپنی آئندہ زندگی گزارنا چاہتی ہو، اپنی خوشی سے، پورے یقین اور محبت کے ساتھ؟'' اس نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔ ''کہیں میری محبت یک طرفہ تو نہیں...... تم پر بوجھ تو نہیں؟''
''محبت بھی کبھی بوجھ ہوسکتی ہے؟'' میں نے ہولے سے کہا۔
''ہو جاتی ہے بوجھ اگر آپ کو کسی سے محبت نہ ہو اور آپ پر کوئی اپنی محبت مسلط کررہا ہو۔''
''یہی تو کہہ رہی ہوں کامل......'' میں نے جھجک کر کہا۔ ''تمہیں اس بات میں شک کیوں ہے؟''
''شک ہو یا نہ ہو، بس اپنی محبت کو مستند دیکھنا چاہتا ہوں، تمہاری اپنے لیے پسندیدگی پر مہر ثبت کرنا چاہتا ہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے جذبے یک طرفہ تو نہیں اور یہ کہ جس قدر میں تمہیں چاہتا ہوں تم بھی مجھے اتنا ہی چاہتی ہو!'' وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں لو دیتے جذبوں سے میری آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔
''کامل پلیز......!'' میں نے میز پر رکھے اپنے بازوؤں کے حلقے میں اپنا سر رکھ دیا، میرے پاس کوئی الفاظ نہ تھے، میں کچھ کہہ نہ سکی۔
''اس ادا کو میں تمہارا انکار سمجھوں امرت؟'' اس نے پوچھا۔
''اونہوں......'' میں نے سر کو نفی میں ہلا کر وہیں سے دبی آواز میں کہا، اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا، میرے وجود میں تراوٹ سی اتر گئی۔
''امرت......'' اس کا ہاتھ میرے بالوں پر ٹک گیا۔ ''یوں چہرہ تو نہ چھپاؤ...... میں تمہارے جذبوں کی لو تمہارے چہرے پر دیکھنا چاہتا ہوں، تمہاری آنکھوں میں محبت کے چراغ جلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔''
''چلیں کامل اب...... کافی دیر ہوگئی ہے۔'' میں نے بہ مشکل سر اٹھا کر اپنی نظروں کو چراتے ہوئے کہا۔
''چلتے ہیں...... بس چند لمحے اور مجھے اپنے چہرے پر دھنک کے رنگ اترتے ہوئے دیکھنے دو۔'' اس کا لہجہ خمار آلود تھا۔ ''مجھے یقین آنے دو کہ تم بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہو جتنی میں تم سے...... حالانکہ تم نے کسی امید کی ڈور مجھے نہیں پکڑائی ہے۔''
''میں تم سے تمہاری سوچ سے بھی زیادہ محبت کرتی ہوں کامل!'' میں فقط سوچ کر رہ گئی۔
''کوئی ایک تو امید کا دیا پکڑا دو امرت مجھے!'' اٹھتے ہوئے اس نے کہا تھا، میں اس کی معیت میں گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی، پارلر تک پہنچتے ہوئے ہمارے درمیان خاموشی تیسرے مسافر کی طرح موجود رہی تھی۔ ''میں تمہیں بہت چاہتا ہوں امرت...... ایک بار، فقط ایک بار تم بھی کہہ دو کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو؟'' گاڑی رک گئی تھی۔
''میں تمہیں بہت چاہتی ہوں کامل، میں نے صرف تمہیں ہی چاہا ہے، میری ہر سانس میں تمہارا نام بسا ہے اور ہر دھڑکن کی تال تمہارے نام پر ہے......'' میری خاموشی اس وقت یہ سب کچھ کہہ رہی تھی جب میں نے اپنا ہاتھ اس کے گیئر پر رکھے ہاتھ پر رکھا تھا اور اسے ہلکے سے دبا کر اس کے ساتھ اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا، اس ہاتھ کی ایک زبان تھی جو اسے چلا، چلا کر کہہ رہی تھی کہ میں اس کے ساتھ کی متمنی تھی۔
''تھینک یو امرت......'' اس نے اپنا دوسرا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا۔ ''اس خوب صورت اعتراف پر!''

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

امرت

زائنہ اپنی شادی کے بعد پہلی بار ہمارے ہاں آئی تھی اس لیے امو جان نے اس کے لیے ایک نیکلس اور اس کے شوہر کے لیے ایک گھڑی .... کبیر بھائی سے کہہ کر منگوا رکھی تھی، انہیں اس وقت یہ سب دیا جب وہ دونوں حرا کی رخصتی کے ہنگاموں سے فارغ ہو کر جانے کو تیار تھے۔ انہیں ولیمہ اٹینڈ نہیں کرنا تھا جبکہ باقی لوگ ویسے میں شرکت کے لیے وہیں تھے۔

''ارے تائی جان!'' اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔ ''اس سب کی کیا ضرورت تھی؟'' رسمی سا انداز، کوئی تعریف نہ توصیف۔

''بہت شکریہ آنٹی!'' اس کے شوہر ارسل نے کہا۔ ''بہت خوب صورت گھڑی ہے اور اس سے بڑھ کر آپ کا خلوص، آپ صرف زائنہ کو بھی تحفہ دے دیتیں تو کافی تھا مگر آپ کا حُسنِ اخلاق ہے کہ آپ نے میرے لیے بھی اہتمام کیا......'' ارسل کا تعریف کا انداز بہر حال زائنہ سے بہتر اور خلوص کا مظہر تھا۔

''زائنہ ہماری بیٹی ہے تو تم بھی اس حوالے سے ہمارے بیٹے اور زائنہ سے بھی اہم ہو۔'' امو نے پیار سے کہا۔ ''آتے جاتے رہنا بیٹا، یہ بھی زائنہ کا میکا ہے......''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں آنٹی!'' اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ ''مجھے تو آپ کا گاؤں بہت اچھا لگا، خلوص سے بھرے لوگ، صفائی کا اعلیٰ معیار اور ساری سہولیات ہیں کہ شہر اور گاؤں کا فرق ہی محسوس نہیں ہوا...... کبیر نے مجھے بہت اچھی کمپنی دی، مجھے وہ بہت اچھا اور سمجھدار لڑکا لگا ہے۔ شامیر ذرا شرارتی ہے مگر ذمے دار وہ بھی انتہا کا ہے، اب میں کبیر کی شادی پر ضرور آؤں گا بلکہ وہ ساری ذمے داریاں جو کبیر دوسروں کی شادیوں پر نبھاتا ہے، اس کی شادی پر میں نبھاؤں گا۔'' اس پر سب ہنس پڑے...... ''مگر مجھے یقین ہے کہ اپنی شادی پر بھی کبیر باہر احاطے میں کھڑا دیگیں پکوا رہا ہو گا۔'' اس کے یوں فری ہو کر بات کرنے سے زیبا چچی اور زائنہ کے ماتھے کی تیوریاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

'جاؤ بچو، ابھی زائنہ خبر لیتی ہے تمہاری گاڑی میں بیٹھ کر......' میں نے دل ہی دل میں سوچا اور ایک مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر رینگ گئی، مجھے لگا کہ میری اس مسکراہٹ کی چوری ارسل نے پکڑ لی تھی کیونکہ اس کی نظروں کا استفہام مجھے نمایاں محسوس ہوا تھا۔

''تمہیں بہت ہنسی آ رہی ہے؟'' زائنہ سے رہا نہ گیا اور اس کی زبان سے طنز کا تیر چل گیا، میں نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔ اس کی اس بے وقوفانہ بات کا جواب دے کر میں بات کو بڑھانا نہیں چاہتی تھی.... امو جان ہمیشہ کہتی ہیں کہ خاموشی ہر کڑوی بات کا سب سے اچھا جواب ہوتی ہے۔

☆☆☆

کبیر بھائی کی شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی تھی۔ کبیر بھائی کے کام کرنے کا اپنا طریقہ تھا کہ انہوں نے ایک ڈائری پر تمام تر انتظامات کی پوری تفصیل لکھ دی تھی۔ میں اکثر ان کی ڈائری کھولتی اور دیکھتی کہ وہ کس قدر منظم تھے۔ انہوں نے خاندان کے ہر گھر سے جن افراد نے شادی میں شرکت کرنا تھی، ان کی فہرست بنائی تھی۔ پھر برادری اور دوست احباب...... کس تقریب میں کتنے لوگ ہوں گے، تقریب کا اہتمام کہاں ہو گا، کس وقت کے کھانے کا مینیو کیا ہو گا، باہر سے آنے والے مہمانوں کے ٹھہرانے کے کیا انتظامات ہوں گے، تحفے تحائف نیگ وغیرہ کس کو اور کیا کیا دیے جائیں گے...... غرض یہ تمام تفاصیل وہ امو جان کے ساتھ بیٹھ کر فیصلہ کرنے کے بعد ہی تحریر میں لاتے تھے مگر اس طرح اس شخص کے لیے ایک آسان سی گائڈ بک بن رہی تھی جس کے ذمے کبیر بھائی کی شادی کے انتظامات ہوتے۔

ہم سب جانتے تھے کہ جتنے اچھے منتظم وہ خود ہیں ویسا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ اپنی شادی کے انتظامات میں بھی وہ خود دخل دیے بنا نہ رہ سکیں گے۔ ان کے علاوہ لے دے کے خاندان میں ایک شامیر اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ایک سرمد، دو ہی تو نوجوان تھے اور دونوں مل کر بھی اتنے احسن انتظامات نہ کر پاتے۔
''لو بھئی میں نے باقی سارے کام تو مکمل کر لیے، ایک شعبہ جس سے میں قطعی نابلد ہوں، وہ اب آپ لوگوں کی ذمے داری ہے..... اموجان آپ، گل اور تمنا!'' وہ یقیناً سب گھر والوں کے اور بالخصوص دلہن کے ملبوسات، جوتے، میک اپ اور زیورات کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔
''میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں خصوصاً اس کی چیزوں کے معاملے میں ہمیں فاطمہ کی پسند و ناپسند کو فوقیت دینی چاہیے.....'' اموجان نے کہا۔ ''اس کے لیے یا تو ہم اسے رقم دے دیں کہ وہ اپنے لیے جو کچھ لینا چاہے لے، لے یا پھر اسے ساتھ لے جا کر اس کی خریداری کروا دی جائے؟''
''میرے خیال میں آخرالذکر تجویز بہتر ہے اموجان!'' کبیر بھائی نے کہا۔
''یعنی اسے ساتھ لے جا کر؟''
''ہاں.....'' کبیر بھائی نے کہا۔ ''یہی مناسب اور بہتر طریقہ ہے اور اس میں بچت بھی ہوگی۔''
''وہ کس طرح؟'' امو نے حیرت سے کہا۔
''وہ اس طرح اموجان..... پہلی بات تو یہ کہ آج اگر ہم اسے رقم دیں کہ وہ جو کچھ چاہے اپنے لیے لے، لے، میں کل کو اس طرز کو نہ جاری رکھ سکتا ہوں نہ افورڈ کر سکتا ہوں۔ جو عادت اسے اس گھر میں آنے سے پہلے پڑ جائے گی اس کا چھوٹنا مشکل ہو جائے گا۔ دوسرے ہمارے گھر سے کسی کے ساتھ ہونے سے وہ رقم خرچ کرتے وقت کچھ نہ کچھ تو مروت سے کام لے گی ناں!'' انہوں نے دوسرا نکتہ بتایا۔ ہماری سوالیہ نظریں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں کیونکہ ان کی بات جاری تھی۔ ''اور تیسری اور اہم بات یہ کہ یہ لڑکیاں بڑی عجیب ہوتی ہیں، ہر بات میں سے نقطۂ اعتراض نکال لیتی ہیں..... اگر ہمارے گھر سے کوئی ساتھ نہ گیا تو یہ سوچ بیٹھے گی کہ یہاں سے کسی کو اس کے کپڑے، گہنے بنانے میں دلچسپی ہی نہیں ہے۔'' ان کے لڑکیوں کے بارے میں اتنے تفصیلی اور منفی تجزیے پر ہم نے احتجاجاً چیخیں بلند کیں۔
''ہمارے ساتھ جا کر خریداری کرنے سے بھی تو وہ سوچ سکتی ہے ناں کہ ہم نے اسے اس کی اپنی خریداری کے لیے آزادی نہیں دی؟'' تمنا نے کہا۔
''تم لوگ چیخ کیوں رہی ہو.....'' انہوں نے رسان سے کہا۔ ''یہی بات تو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں تم لوگوں کو کہ لڑکیاں ہر بات کا کوئی نہ کوئی الٹا مطلب نکال لیتی ہیں۔''
''میرا خیال ہے کہ ہم کوئی درمیانی راہ نکال لیتے ہیں.....'' اموجان نے کہا۔
''درمیانی راہ کون سی اموجان؟'' تمنا نے پوچھا۔
''میرا خیال ہے کہ تم اور گل دونوں لاہور چلی جاؤ..... اس کی خریداری بھی کروا دینا اور اپنی بھی خریداری ساتھ ہی کر لینا، یہی کہنا کہ مل کر تیاری کر لیتے ہیں ساری لڑکیاں ہی ہوں گی..... تو اسے بھی محسوس نہیں ہوگا۔''
''ذرا کوشش کرنا کہ اپنا ہاتھ بھی ہلکا رکھو اور اس کا بھی۔'' کبیر بھائی نے مذاق سے کہا۔ ''جو عادتیں اسے ابھی سے پڑ جائیں گی انہیں بعد میں نبھانا میرے لیے مشکل ہو جائے گا۔''
''ارے اب ایسی بھی بات نہیں.....'' اموجان نے ہنس کر کہا۔ ''بچیوں کے دلوں میں اپنی شادی کے حوالے سے ارمان ہوتے ہیں، اسے جو کچھ پسند آئے وہ اسے لینے دینا بیٹا!''
''آپ نے کبھی نوٹ نہیں کیا اموجان کہ وہ کتنی سادہ دل ہے، لباس کے معاملے میں کیسی بے فکری.....'' میں نے کہا۔ ''میں نے تو اسے ہمیشہ کئی بار کے پہنے ہوئے کپڑوں میں دیکھا ہے۔''
''جی!'' تمنا فوراً بولی۔ ''کیونکہ وہاں تو وہ عموماً جینز اور کرتی وغیرہ ہی پہنتی ہے، گاؤں آنے کے لیے اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

مخصوص لباس ہیں اور وہ گنتی کے ہی ہیں۔''

''کچھ بُو سی آرہی ہے۔'' میں نے ناک سکوڑ کر پُرخیال نظروں سے کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔

''ارے دیکھنا...... ''اموجان نے کہا۔ ''ملازمہ چولھے پر کچھ رکھ کر بھول نہ گئی ہو۔''

''نہیں اموجان...... ''میں نے ہنس کر کہا۔ ''کوئی دل جلنے کی بُو ہے...... کسی نندنما چیز کی!''

''میں تمہیں ماربیٹھوں گی گل!'' وہ میرے پیچھے لپکی اور کبیر بھائی اور اموجان کی ہنسی ہمارا پیچھا کر رہی تھی۔ طے پایا کہ میں اور تمنا اس کی خریداری کے لیے چند دنوں کے لیے لاہور جائیں گے، تاریخوں کا تعین ہمیں فاطمہ سے پوچھ کر ہی کرنا تھا۔

☆☆☆

ہم سب کے ہاتھوں میں تین صفحات کے فارم تھمائے گئے تھے، ان پر کچھ سوالات درج تھے، میں نے باقی سب لوگوں کی طرح اپنا فارم پڑھنا شروع کیا۔

''سب لوگ براہِ مہربانی اس فارم کو غور سے پڑھیں، ہو سکے تو ابھی سائن کر کے دے دیں اور اگر کسی کو کوئی ایسی مجبوری ہے کہ آج جواب نہ دے سکے تو پھر ہم میٹنگ کو کل تک مؤخر کر لیتے ہیں...... '' وائس پرنسپل نے اس فارم کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اسکول کے اوقات کے بعد یہ میٹنگ طلب کی گئی تھی۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں چند دن باقی تھے، میرا اس نوعیت کی میٹنگ کا پہلا تجربہ تھا، کچھ اساتذہ نے اسی وقت پڑھ کر یا بغیر پڑھے اس فارم کو سائن کر کے وائس پرنسپل کو لوٹا دیا...... سارہ بھی انہی میں سے ایک تھی۔

''تم فارم لے لو۔ بعد میں تفصیل سے پڑھ کر سائن کرنا، یہ معمول کی میٹنگ ہے، ہر سال ہوتی ہے، اس میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ آئندہ تعلیمی برس سے ہماری تنخواہ میں کتنا اضافہ ہوگا اور سب کو یہ سائن کر کے دینا ہے کہ آیا ہم آئندہ مکمل تعلیمی برس میں اپنی ملازمت کو جاری رکھ سکیں گے کہ نہیں۔'' سارہ نے بتایا۔

''تمہیں کیسے علم ہوا؟'' میں نے سوال کیا۔

''بابا میں پچھلے سات برس سے ہر سال یہ فارم سائن کر کے دے رہی ہوں۔'' سارہ نے بتایا، یہ تو میں جانتی تھی کہ وہ اتنے برسوں سے وہاں ملازمت کر رہی تھی...... جب سے اس کے حالات ایسے ہوئے تھے۔ مجھے ابھی تک اس ملازمت کے لیے اپنا انٹرویو اور پھر ملازمت پر اپنا پہلا دن یاد تھا۔ میں نے کب سوچا تھا بھلا کہ میں کسی دن یوں چھوٹے، چھوٹے بچوں کی ٹیچر بنوں گی مگر حالات انسان کو زندگی میں کس، کس طرح پٹخنیاں دیتے ہیں اس کا اندازہ مجھے اس سے قبل نہ تھا!

☆☆☆

میں سادہ سے لباس میں، ہلکے سے میک اپ کے ساتھ، اپنے بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے کی شکل میں لپیٹے ہوئے انتظار گاہ میں بیٹھی تھی، میرے علاوہ وہاں چند اور لڑکیاں اور خواتین تھیں وہ خوب نک سک سے تیار اور انتہائی ماڈرن ملبوسات میں ملبوس مجھے اس احساس میں مبتلا کر رہی تھیں کہ میں شاید اس جگہ پر ملازمت کے لیے انٹرویو دینے کے لیے بھی ان فٹ تھی۔ مجھ سے پہلے تین لوگوں کو بلایا گیا تھا، انتظار کا عرصہ گھنٹوں پر محیط ہو گیا تھا، ہمیں بیچ میں جوس بھجوایا گیا تھا جو کسی نے پیا، کسی نے نہیں۔ شاید اس سے لپ اسٹک چھوٹ جاتی ہو گی، مجھے اس کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی...... میں نے اپنا گلاس لیا اور چھوٹے، چھوٹے گھونٹ بھر کر شربت ختم کیا۔ جوس لانے والا جب گلاس اٹھانے آیا تو اس نے پوچھا کہ اگر کسی کو چائے کی طلب ہو تو مگر اس بلا کی گرمی میں چائے کون پیتا۔

اندر سے میرا بلاوا آ گیا تھا، میں نے اپنا بیگ اور اپنی فائل اٹھائی، کھڑے ہو کر اپنا دوپٹا ٹھیک کیا اور انتظار گاہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے ملحقہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اندر داخل ہوتے ہی ٹھنڈک اور خوف کے احساس سے میرے وجود میں پھریری دوڑ گئی۔ اس بڑے سے دفتر کا درجۂ حرارت انتہائی کم تھا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ کمرا فریج کی طرح ٹھنڈا تھا، میرے ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہونے لگے، اتنی دیر سے جس اعتماد کو جمع کیا تھا وہ سارا اعتماد بلبلہ بن گیا تھا۔

''بیٹھیں......'' شستہ انگریزی میں کہا گیا، میں نے ایک کرسی سنبھالی اور اس پر بیٹھ گئی۔ میرا بیگ اور فائل میرے ہاتھوں میں تھے۔ ''فائل مجھے دے دیں۔'' سامنے والی شخصیت نے دوبارہ انگریزی ہی میں کہا تھا، میں نے فائل ان کی طرف بڑھائی اور وہ فائل کا اور میں ان کا جائزہ لینے لگی۔

ہوگا کوئی ساٹھ پینسٹھ کا سن بغیر بازوؤں کے گلاب کے مختلف رنگوں کے گلدستے والے پرنٹ کے بلاؤز کے ساتھ انہوں نے گلابی رنگ کی ساڑی باندھ رکھی تھی، بالوں کا اونچا سا جوڑا، کانوں میں آویزے اور گلے میں چوکر نما ہار، انتہائی مہارت سے کیا گیا میک اپ، مجموعی طور پر وہ ایک متاثر کن شخصیت تھیں...... ان کے دائیں طرف، میز سے ذرا ہٹ کر دو کرسیاں رکھی تھیں، ان پر دو اور انہی جیسی ماڈرن خواتین براجمان تھیں۔ ایک نے سفید سلک کی شرٹ کے ساتھ خاکی رنگ کی پینٹ پہن رکھی تھی، دوسری اگرچہ مشرقی لباس میں تھی مگر اس کا لباس چست اور دوپٹا غائب تھا...... وہ دونوں بھی میک اپ میں اور اچھے ہیئر اسٹائل کے ساتھ نک سک سے تیار تھیں۔

''میرا نام خدیجہ ہے، میں یہاں پرنسپل ہوں، یہ وائس پرنسپل مسز عالیہ جلیل ہیں۔'' انہوں نے پینٹ شرٹ والی خاتون کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ان کے ساتھ جونیئر سیکشن کی ہیڈ مسز کمیلا جاوید......'' مسز کمیلا لباس سے تو اپنے ہی ملک کی لگ رہی تھیں...... مگر ان کا نام الجھن میں مبتلا کرنے کو کافی تھا۔ ہوسکتا ہے کہ غیر ملکی ہوں اور کسی پاکستانی سے شادی کر رکھی ہو یا ہمارا لباس انہیں پسند ہو اس لیے پہنتی ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا، میں نے ہولے سے انہیں سلام کیا۔

''اب آپ اپنا تعارف کروائیں۔'' انہوں نے مجھ سے کہا تو میں نے اپنا اعتماد سمیٹتے ہوئے مختصراً اپنا تعارف کروایا۔

''ہوں......'' مسز کمیلا نے کہا۔ ''ٹیچنگ سے متعلقہ آپ کا کوئی عملی تجربہ......؟'' میری فائل اب ان کے ہاتھ میں تھی، انہوں نے انگریزی میں سوال کیا۔ ''جو آپ کی کوالیفکیشن ہے، وہ چاہے جتنی بھی اچھی سہی مگر بچوں کو پڑھانے اور انہیں سنبھالنے کے لیے ایسی ڈگری کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

''جی نہیں......کوئی نہیں'' میں نے انگریزی میں ہی مختصراً جواب دیا تھا۔

''آپ نے کبھی کسی تین چار سال کے بچے کو قریب سے دیکھا ہے، میرا مطلب ہے کہ دن رات کا ساتھ رہا ہو، کوئی بھائی بہن، چھوٹا بچہ...... بھانجا یا بھتیجا وغیرہ؟'' مسز عالیہ نے پوچھا تھا۔

''جی نہیں...... میں اپنے گھر کا بے بی تھی اور اس کے بعد کوئی بچہ اب تک نہیں ہے خاندان میں!'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''گھر کا بے بی، دوسروں کے بے بیز کو کس طرح سنبھال سکے گا، یہاں بچوں کو پڑھانے سے زیادہ انہیں سنبھالنا پڑتا ہے اور انہیں عملی مظاہروں سے سکھانا پڑتا ہے، کھیل، کھیل میں...... کوئی رٹا سسٹم تو ہوتا نہیں۔'' مسز عالیہ نے کہا تھا۔

''اگر کسی بڑی کلاس میں پڑھانے کی گنجائش ہو تو میں اسے چھوٹی کلاسوں کی نسبت ترجیح دوں گی۔'' میں نے ہولے سے پوچھا۔

''ابھی تو نہیں......'' پرنسپل نے کہا، ''ہم نے اسی ویکنسی کے لیے اخبار میں بھی اشتہار دے رکھا تھا، اصل میں ہماری ایک بہت اچھی ٹیچر ایک سال کی رخصت پر جا رہی ہیں، مس صبا! وہ مونٹیسوری کی گزشتہ آٹھ سال سے ٹیچر ہے، جب سے اس کی شادی ہوئی اس نے اس کلاس کو جوائن کیا اور اس کی پہلی کلاس کے بچے اب ساتویں کلاس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں ہیں۔ کسی جسمانی کمی کجی کے نہ ہونے کے باوجود اس نے آٹھ سال تک اپنا پہلا بچہ بھی اس لیے پلان نہیں کیا کہ اس کی ان بچوں اور اپنی ملازمت کے ساتھ کمٹ منٹ تھی، ہمیں نئی آنے والی ٹیچر سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ کم از کم تین چار سال تک کوئی بچہ پلان نہ کرے......''

''تمہاری تو ابھی، ابھی شادی ہوئی ہے ناں؟'' مس کیلا نے پوچھا۔ ''بچہ کب لانے کا ارادہ ہے؟''

''جی تھوڑا عرصہ ہوا ہے میری شادی کو، بچوں کی پلاننگ کا کچھ علم نہیں، جب اللہ چاہے گا۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔

''ایسا ہے کہ باقی لوگوں کا انٹرویو کرنے کے بعد ہم تمہیں بتا دیں گے، اگر تم باہر انتظار کر سکو تو، اگر جانے کی مجبوری ہے تو پھر کل آ کر پوچھ لیں۔'' مسز کیلا نے کہا۔

''اگر ہم نے تمہیں سلیکٹ کر لیا۔'' پرنسپل نے کہا۔ ''یوں تو سلیکٹ ہونے والی ٹیچر کو گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد بلوانا تھا مگر اگر تم سلیکٹ ہو گئیں تو تم چھٹیاں شروع ہونے تک کے دو ہفتے کا جو عرصہ ہے اس میں بھی آ جانا اور کلاس میں بیٹھ کر دیکھنا کہ مس صبا کس طرح بچوں کو سنبھالتی، پڑھاتی اور سکھاتی ہے...... چھٹیوں کے بعد بھی وہ ایک ماہ تک آتی رہے گی اور پھر اس کے بعد نئی ٹیچر کو مکمل طور پر اس کلاس کو سنبھالنا ہوگا۔''

''میں کل آ کر چیک کر لوں گی۔'' میں نے انہیں بتایا اور شکریہ ادا کر کے اس سرد خانے سے باہر نکل آئی۔

انتظار گاہ درجۂ حرارت کے لحاظ سے نسبتاً بہتر تھی، وہاں انتظار کرنے والی باقی امیدواران مجھ سے پوچھنے لگیں کہ انٹرویو کیسا ہوا، کیا، کیا پوچھا گیا، کتنی تنخواہ آفر کی ہے...... میں نے ان کے سوالوں کے گول مول سے جواب دیے اور باہر نکلی۔ چلچلاتی دھوپ کی تپش وجود کو اچھی لگی تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر میں نے ڈرائیور سے اے سی آہستہ کرنے کو کہا تھا...... گھر پہنچی تو مما کی سوالیہ نظریں......

''کل بتائیں گے وہ انٹرویو کا نتیجہ۔'' انہیں مطمئن کرنے کو کہہ کر میں نے اپنے کمرے کی راہ لی۔

''کچھ کھا لیتیں بیٹا!'' ان کی شفقت بھری آواز آئی، وہ ایسی ہی تھیں، کبھی سرد اور کبھی گرم...... موسموں جیسا مزاج رکھنے والی۔

''تھوڑی دیر آرام کروں گی مما...... پھر چائے پی لوں گی اٹھ کر۔''

''اتنی گرمی میں چائے سے کیوں خون جلاتی ہو بیٹا ملک شیک بنوا کر بھجواتی ہوں تمہارے کمرے میں خانساماں کے ہاتھ......'' انہوں نے کہا تو میں رک گئی۔

''میں ابھی پی لیتی ہوں مما......'' پھر ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اصل میں، میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی ملازم میرے کمرے تک آئے، یوں بھی ہمیں اپنے گھر میں اپنے ذاتی اور چھوٹے، چھوٹے کاموں کے لیے ملازموں کو زحمت دینے کی کبھی اجازت نہ ہوتی تھی۔

☆☆☆

میرا انتخاب ہو گیا تھا ان تمام امیدواروں میں سے اور مجھے دو ہفتے تک مس صبا کے ساتھ خاموشی کے ساتھ کلاس میں بیٹھے رہنا تھا اور جائزہ لینا تھا۔ ان دو ہفتوں کے لیے بھی مجھے تنخواہ ملنا تھی، چاہے معمولی سہی۔

میں نے یہ دو ہفتے اس کلاس میں ایک طالب علم ہی کی طرح بیٹھ کر گزارے تھے اور اپنے ذہن کے مطابق اندازہ لگایا تھا کہ اس ملازمت کے لیے کمال کا ضبط، برداشت اور حوصلہ چاہیے تھا، بچوں کے ساتھ دل سے محبت کرنا بھی اہم تھا۔ سال کے آخر تک پہنچ جانے والے بچے مس صبا کے ساتھ قلبی طور پر سیٹ ہو چکے تھے اور وہ سب اگلی کلاس میں جانے کو تیار تھے۔

ان دنوں ان کے نتائج، گریجویشن پارٹی اور یوم والدین کے ہنگامے تھے اس لیے وقت گزرنے کا احساس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تک نہ ہوا۔ جس روز اسکول کا آخری دن تھا اس روز ان بچوں کے والدین مس صبا کے لیے تحائف، کارڈ اور کیک وغیرہ لارہے تھے...... اس کا شکریہ ادا کررہے تھے اور اس سے درخواست کررہے تھے کہ وہ ان بچوں کے ساتھ اپنا بھی اگلی کلاس میں پروموشن کروالیں۔ وہ ہنس، ہنس کر سب سے وعدہ کررہی تھی کہ وہ کوشش کرے گی، اسے دیکھ کر اندازہ ہورہا تھا کہ ایسے ہر سال والدین سے ایسے ہی مطالبات وصول ہوتے تھے...... کیک وہ ساتھ، ساتھ اسکول کے اسٹاف کو بھجوارہی تھی۔ اسکول کا وقت ختم ہوا تو سب ٹیچرز کو پرنسپل کے کمرے میں بلوایا گیا۔

''میں نے آپ سب کو شکریہ کہنے کے لیے بلوایا ہے، والدین کی طرف سے مجھے کوئی خاص شکایت موصول نہیں ہوئی اور یہ کسی ادارے کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے......'' پرنسپل نے کہا۔ ''میں بالخصوص مس صبا سے بہت خوش ہوں کہ ہر سال کی طرح اس سال بھی بچوں کے والدین اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ ہم ان کے بچوں کے ساتھ مس صبا کو بھی اگلی کلاس میں بھیجیں اور کئی بچے تو مصر تھے کہ وہ اگلی کلاس میں جانا ہی نہیں چاہتے...... میں جانتی ہوں کہ یہ معصوم بچوں کے دلی جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے مگر اس میں مس صبا کی ان بچوں کے ساتھ ذاتی لگن، دلچسپی اور محبت کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے۔ میں بلاشک کہتی ہوں کہ مس صبا اگرچہ خود پہلی بار ماں بننے جارہی ہیں مگر گزشتہ آٹھ برس سے جتنے بچے ان کی کلاس سے نکل کر گئے ہیں انہوں نے ہر ایک بچے کو مادرانہ شفقت دی ہے......'' وہ رکیں تو مس صبا کے لیے بھرپور تالیاں بجائی گئیں۔

''میں توقع کرتی ہوں کہ مس صبا کی کلاس کے جو بچے اگلی کلاسوں میں جارہے ہیں، ان کلاسوں کی ٹیچرز بھی انہیں اتنی ہی شفقت دیں گی کہ ان کے ذہن میں ان کا تصور بھی ایک ماں جیسا ہی ہوگا...... ایسا اس سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ میں اپنی پوری ٹیم کے بارے میں پُراعتماد ہوں، اس سے پہلے بھی کسی بچے نے واپس مس صبا کی کلاس میں جانے کی خواہش نہیں کی اور امید ہے کہ آئندہ بھی ایسا نہیں ہوگا۔'' پھر تالیاں بجائی گئیں...... ''اب میں آپ سب کو کچھ تبدیلیوں سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں جو کہ آئندہ نصابی برس سے لاگو ہوں گی اور آپ سب کی تنخواہوں کے بارے میں بھی آپ کو بتاتی ہوں۔'' وہ رکیں۔ ''آپ تینوں کو اس کے لیے باہر جانا ہوگا جس کے لیے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔'' انہوں نے میرے ساتھ منتخب ہونے والی دو ٹیچرز سے اور مجھے کہا۔ ''اور ہاں!'' ان کے کہنے پر ہم ٹھٹک کر رکے۔ ''آپ لوگوں نے جانا نہیں...... میٹنگ کے بعد ہم سب لوگ مل کر باہر لنچ پر جائیں گے، یہ ہماری روایت ہے۔'' میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔ ''صرف دس منٹ میں ہم فارغ ہوجائیں گے!''

☆☆☆

گرمیوں کی چھٹیوں کے اختتام سے دس دن قبل ہی اسکول سے کال آگئی کہ مجھے اگلے روز سے اسکول جانا تھا...... اس دوران میں ہمیں نئی کلاسوں کے استقبال کے لیے کمروں کو تیار کرنا تھا اور پہلے ماہ کا سلیبس تیار کرنا تھا۔ کال مما نے وصول کی تھی اور انہوں نے ہی یہ ساری تفصیل مجھے بتائی تھی۔

''مما...... مجھے تو نہیں لگتا کہ میں یہ ملازمت کرسکوں گی۔'' میں نے دل کڑا کے کہا تھا۔

''کیا؟'' انہوں نے حیرت سے کہا۔ ''دماغ ٹھیک ہے تمہارا، معلوم ہے کہ تمہاری کوالیفکیشن کیا ہے اور اس کے ساتھ تو یہ ملازمت تمہیں ملتی بھی نہیں جو میں نے کاملہ جاوید سے بات نہ کی ہوتی (کاملہ جاوید گویا وہی تھیں جو اس روز انٹرویو میں خود کو کیلا کہہ کر متعارف کروارہی تھیں)، اس نے خاص طور پر تمہارے لیے اپنی پرنسپل سے اصرار کیا تھا کیونکہ وہ میری بچپن کی دوست ہے، نہ کوئی ٹیچنگ سے متعلقہ ڈگری ہے تمہارے پاس نہ کوئی اس شعبے کا تجربہ۔''

''تو میں اپنی ڈگری سے متعلقہ ہی ملازمت کرلیتی ہوں مما!'' میں نے تاویل دی۔ ''کسی بینک وغیرہ میں!''

''بینکوں میں تو جیسے لوگ تمہارے ہی انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں، جہاں تم سے زیادہ تعلیم یافتہ لوگ کلرکوں کی ملازمت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے لیے بھی جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں وہاں تمہیں بینک میں ملازمت کون دے گا؟'' انہوں نے نخوت سے کہا۔

''کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے مما؟'' میں نے اصرار کیا۔ ''میں اپنی کلاس کی گولڈ میڈلسٹ ہوں۔''

''ہونہہ......'' انہوں نے ہنکارا ابھرا۔ ''رٹے مار، مار کر کتابی علم حاصل کر لینے سے گولڈ میڈل تو مل جاتا ہے مگر یہ میڈل عملی زندگی میں لاکٹ بنانے کے کام بھی نہیں آتے...... اور ان کا گولڈ بھی اصلی نہیں ہوتا۔'' وہ میری تعلیمی قابلیت کا مذاق اڑا رہی تھیں۔ میں اس کے جواب میں انہیں کیا کہتی۔ ''ویسے بھی انہوں نے تمہیں ٹرائل پر رکھا ہے، آن جاب ٹریننگ دیں گے تمہیں، ممکن ہے کہ تم ان کے معیار پر پوری ہی نہ اترو۔'' انہوں نے کہا تو میں انہیں دیکھ کر ہی رہ گئی۔ ' چلو...میں کوشش کروں گی کہ میں ان کے معیار پر پوری نہ اتر سکوں؛' میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ 'بددلی کے ساتھ ملازمت شروع کر دیتی ہوں، خود ہی وہ مجھے تنگ پڑ کر نکال دیں گے۔'

☆☆☆

پہلا دن...... کلاس میں اتنے بچوں کو دیکھ کر میں بوکھلا ہی تو گئی۔ حالانکہ میرے علاوہ کلاس میں مس صبا بھی موجود تھی جو کہ تجربہ کار تھی اور بچوں کے ساتھ اسی کا زیادہ ربط تھا۔ میں اس کے ساتھ مددگار ٹیچر کے طور پر تھی مگر میں حواس باختہ سی ہوئی تھی، معصوم بچے...جو ماؤں کے چھوڑ کر جاتے وقت چیخ، چیخ کر ان سے لپٹ رہے تھے، فریادیں کر رہے تھے کہ انہیں یوں چھوڑ کر نہ جائیں۔ میری اپنی آنکھیں ان کے ساتھ بھر آتیں جبکہ صبا، بڑے اعتماد اور پیار کے ساتھ ان بچوں کو ان کی ماؤں سے لے کر گرفت میں کہتیں۔ ''میرا پیارا بے بی، آپ مما کے ساتھ چلے جاؤ گے تو مس صبا کیا کریں گی...... مس صبا تو بہت اپ سیٹ ہو جائیں گی۔''

بچہ حیرت سے مس صبا کو دیکھتا، جس کی بانہوں کی گرفت بچوں پر مضبوط ہوتی اور وہ بچے کی کمر کو سہلا رہی ہوتی، انہیں اپنے ساتھ لگاتی، ان کے آنسو پونچھتی، ساتھ ہی کوئی نظم گانا شروع کر دیتی۔ بچہ پہلے تو حیرت سے اور پھر مسرت سے ان کو دیکھتا، پھر اپنی ماں کی طرف سے غافل ہو جاتا۔ یہی وہ لمحہ ہوتا جس کا ماؤں کو انتظار ہوتا تھا اور وہ چپکے سے کھسک جاتیں، بچہ بہل جاتا اور کلاس میں مصروف ہو جاتا۔ یہ سلسلہ اسکول شروع ہونے کی گھنٹی تک جاری رہا، بیچ میں بارہا ایسا ہوا کہ ایک نیا بچہ آ کر روتا تو ساتھ ہی پہلے سے صبر میں آ جانے والے بچے اپنی ماؤں سے بچھڑنے کے دکھ کو یاد کر کے پھر رونے لگتے۔

''مس ذرا اس بچی کو آپ بہلائیں، بس اپنے ساتھ لگائیں، اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر۔'' میں نے زمین سے بہ مشکل دس انچ اونچی، ننھی سی کرسی کو دیکھا...... اتنی نیچی اور چھوٹی کرسی۔ میں سوچ میں پڑ گئی۔

''بیٹھ جائیں آپ، مضبوط کرسی ہے، نہیں ٹوٹے گی، بس اتنا نیچے بیٹھنے کی عادت ڈالنا ہو گی آپ کو، بچے سے بات کرنے کے لیے بچے کی سطح تک جانا پڑتا ہے۔ یہ چھوٹے بچوں کی ٹیچرز کی ٹریننگ کا پہلا اصول ہے اور یہ اسی تربیت کے سلسلے کی کڑی۔''

اس کرسی پر بیٹھتے ہی مجھے لگا کہ میں کسی چھوٹی سی پیڑھی پر بیٹھی ہوں۔ مگر یہ ہوا کہ میں سب بچوں کی سطح پر آ گئی تھی، ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر روتی ہوئی بچی نے مجھے دیکھا، ذرا سا رکی، اپنی کرسی سے اٹھی اور جھجک کر میرے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی...... میں نے مس صبا کو دیکھا، اس نے ایک بچے کو اپنے ساتھ لگا رکھا تھا اور اس کے آنسو پونچھ رہی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ اس بچی کی طرف بڑھایا، وہ ہولے سے میری طرف آئی، میں نے میز پر رکھے ٹشو پیپرز کے ڈبے سے ایک ٹشو پیپر نکالا اور اس کے آنسو خشک کیے۔ وہ روتے، روتے مسکرانے لگی اور سمٹ کر میری گود میں بیٹھ گئی...... زندگی میں پہلی بار میں کسی چھوٹے بچے کے گود میں بیٹھنے کے احساس سے آشنا ہوئی تھی، میں نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا، وہ کھلکھلا کر ہنس دی...... ''آئی لو یو ٹیچر!''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آئی لو یو ٹو مائی بے بی!'' میں نے اسے پیار سے بھینچ لیا۔

☆☆☆

اس روز کا سورج اچھا طلوع ہوا تھا، میں صبح اٹھی تو یاد آیا کہ مما اس روز گھر پر نہ تھیں، میں بے فکری سے جو چاہے کر سکتی تھی، یوں تو مجھے کسی کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہ پڑتا تھا۔ مگر ایک مما کے گھر پر نہ ہونے سے میں سکون کی سانس لے لیتی تھی۔

مما اپنے میکے کی کسی تقریب کے لیے گئی ہوئی تھیں اور رات وہیں رک گئی تھیں۔ حالانکہ ایک شہر میں میکا ہونے کے باعث وہ کبھی وہاں رکی نہ تھیں۔ جب بھی جاتیں شام تک واپس لوٹ آتیں، ممکن ہے کہ کبھی رات بھی رکتی ہوں اس سے پہلے مگر مجھے علم نہ تھا، میرے ہوتے ہوئے وہ پہلی بار وہاں گئی تھیں۔

میں حسب معمول جاگی، کروٹ بدل کر اسے دیکھا، وہ بے فکری سے گہری نیند سو رہا تھا...... پیٹ بھرے ہوئے کسی بھی نفس کی طرح۔ بغیر کسی قسم کا شور پیدا کیے میں نے اٹھ کر سائڈ ٹیبل کے ساتھ پڑی میز پر سے اپنا بیگ اٹھایا اور دبے پاؤں غسل خانے میں چلی گئی، دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ یہاں عموماً ہم لوگ اپنے کمروں یا غسل خانوں کے دروازے لاک نہیں کرتے تھے کیونکہ کوئی کسی کے کمرے میں بلا اجازت جاتا نہیں تھا اور اگر کسی کمرے میں ہماری طرح دو لوگ بھی تھے تو معلوم ہو جاتا تھا کہ ایک غسل خانے میں کوئی ہے، دوسرا انتظار کرتا تھا اس لیے لاک کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی مگر اس روز مجھے لاک کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، احتیاط لازم تھی...... کیا معلوم وہ اٹھ جاتا، سمجھتا کہ میں کمرے سے باہر گئی ہوں۔

میں نے بیگ کو کھول کر وینٹی پر رکھا، اس میں سے وہ ڈبیا باہر نکالی جو سارہ نے مجھے دی تھے، ٹسٹ کا آغاز ہدایات کے مطابق کیا، ڈراپر میں سے، میں نے محلول کے چند قطرے اس بے رنگ پلیٹ پر ٹپکائے اور فون کی ٹارچ کو آن کر کے اس کی روشنی سے اسے غور سے دیکھنے لگی۔

پانچ منٹ کا طویل انتظار، محلول آہستہ، آہستہ پھیل رہا تھا اور پھر اس میں لائنیں نمایاں ہونے لگیں...... دو لائنیں...... میں نے ڈبیا پر پڑھا، دو لائنوں کا مطلب؟ میرے سارے جسم میں سنسنی سی پھیلنے لگی تو اس کا مطلب ہے کہ میرا شک بے جا نہ تھا...... ٹسٹ مثبت تھا۔ دل ہی دل میں سوچا کہ ممکن ہے کوئی گڑبڑ ہو، چلو دوبارہ کر لیتی ہوں، ڈبیا کو اٹھایا تو وہ مجھے بہت ہلکی محسوس ہوئی۔ اندر جھانکنے پر میرے اندیشے کی تصدیق ہو گئی، خالی ڈبیا میرا منہ چڑا رہی تھی۔

''دروازہ کیوں بند کیا ہے اور یہ تم اتنی دیر سے غسل خانے میں کیا کر رہی ہو؟'' باہر سے دروازہ پہلے کھٹکھٹایا اور پھر دھڑ دھڑایا گیا تھا، میرا جسم کانپنے لگا، میں نے جلدی سے سارا سامان واپس بیگ میں ٹھونسا، پانی کھولا اور بیگ کو الماری میں رکھا۔ ''تم ٹھیک تو ہو ناں، جواب کیوں نہیں دے رہی ہو؟''

''وضو کر رہی ہوں میں۔'' میں نے جلدی، جلدی سے وضو کیا اور چہرے کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے تولیا چہرے پر تھپتھپاتے ہوئے باہر نکلی۔

اس نے اندر جا کر دروازہ بھیڑ لیا، میں بیڈ کے کنارے پر ٹک کر اپنے دل کی دھڑکنوں کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرنے لگی...... اچھا کیا تھا کہ میں نے دروازہ لاک کر لیا تھا ورنہ آج تو پکڑی جاتی، میں نے سوچا اور اس کے باہر نکلنے سے پہلے پہلے میں نماز کی نیت کر چکی تھی۔ غسل خانے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور پھر اس کے باہر آنے کی......

''ارے! یہ بیسن میں کیا پڑا ہوا تھا؟'' اس نے پوچھا تھا، میں مڑ کر دیکھ تو نہ سکتی تھی مگر کچھ سوچ کر میرا سارا جسم پتے کی طرح لرزنے لگا، دھیان نماز کی طرف سے ہٹ کر اس طرف کو چلا گیا تھا کہ جانے میں بیسن میں کیا بھول گئی تھی۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

اللہ مہمان

عاشفہ مسعود

کچھ عجیب سی صورتِ حال کا سامنا مجھے اپنی بڑی بھابی کے ہاں ہو رہا تھا۔ میرے میاں ان دنوں آفس کی طرف سے اپنے ایک کورس کے سلسلے میں ملک سے باہر تھے۔ اور بچوں کی بھی اسکول سے چھٹیاں تھیں……

سو راوی نے مقدر میں جو چین اور فراغت لکھی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھانے کا سوچا…… اور بھائی کے ہاں اسلام آباد آ گئے…… بڑی بھابی خاصی پڑھی لکھی خاتون ہیں اور مقامی یونیورسٹی میں درس و تدریس سے وابستہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

ہیں...... بظاہر خاصی ماڈرن نظر آتی ہیں لیکن ان کے گھر کا دستور دنیا بھر سے نرالا ہے......

رات گئے پہنچے تھے...... اگلی صبح ابھی ناشتے کی میز پر بیٹھے ہی تھے کہ باہر کچرا اٹھانے والا آگیا...... رضیہ (ملازمہ) پیغام لائی آج ساتھ دو بچے بھی ہیں، بھابی نے فٹافٹ چار پراٹھے بنوائے۔ رات کا سالن گرم کیا...... چائے کے کپ ٹرے میں رکھ کر ناشتا باہر بھیج دیا...... ہم حیران تو بہت ہوئے مگر مہمان تھے اس لیے خاموش رہے۔ ہمارے اپنے گھر میں اگر مہمانوں کے بعد بہت سا کھانا بچ جائے تو اسے سنبھال کر فریز کر دیتے ہیں...... اور دو چار دن بعد جب کھانا بنانے کا موڈ نہ ہو تو نکال کر استعمال کر لیتے ہیں۔ بھئی ہم سلیقہ شعار جو ٹھہرے...... مگر بھابی نے تقریباً آدھا پیالہ سالن باہر پکڑا دیا...... ہماری ایک خالہ جو سارے خاندان میں سگھڑ مشہور ہیں اُن کے ہاں اگر زیادہ سالن بچ جائے تو وہ اس میں سے صاف، صاف گوشت نکال کر باقی سبزی یا شوربا کام والی کو دے دیتیں......

دوپہر اور رات کے کھانے میں بھی ہم نے دیکھا رضیہ نے خود ہی اپنے لیے کھانا نکالا اور سب کے ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ جبکہ امی کے ہاں ہم خود ہی کام والی کو کھانا نکال کر دیتے...... بے شک امی نے کیوں نہ پکایا ہو اور یہاں ہماری ساس تو اس سے بھی زیادہ کنجوسی کا مظاہرہ کرتیں...... وہ کل یا پرسوں کا بچا ہوا سالن کام والیوں کو دیتیں۔ یوں آج کا تازہ سالن بیچاری کو پرسوں باسی ہو کر ملتا ہے مگر یہاں سب کے لیے ایک سا کھانا بنتا...... کام والی...... مالی، گارڈ یا ڈرائیور کی کوئی تخصیص نہیں...... تیسرے دن کپڑے دھونے والی آئی تو آتے ہی فرمائش کر دی...... ''باجی چائے کے کپ کے ساتھ ایک انڈا ابال دیں۔ جسم میں سخت درد ہے۔'' ہم حیران رہ گئے کیونکہ ہم تو اگر کبھی ابلے انڈے اور آلو کا سالن بھی بنائیں تو انڈے صرف اپنے اور بچوں کے لیے ابالتے، ملازمین کے حصے تو آلو شوربا ہی آتا...... لیکن بھابی کے ہاں تو لنگر کھلا ہوا تھا...... کام والیاں تو کبھی پرانی کام والیاں، کوڑے والے، مالی گارڈ، ڈرائیور اور کبھی، کبھی تو مانگنے والے بھی...... ان پندرہ بیس دنوں میں ہم نے دیکھا۔ ایک مانگنے والی جب بھی آتی چائے کی فرمائش کرتی...... چائے کا وقت ہو نہ ہو اسے چائے بنا کر دی جاتی...... سہ پہر میں ٹھنڈا پانی لینے کچن میں گئے تو ایک نیا چہرہ روٹی بنا رہا تھا...... پتا چلا اُدھر گلی میں کسی کے ہاں کام کرتی ہے...... مگر وہ اسے کھانا نہیں دیتے...... جب بہت بھوک لگے تو اِدھر آ کر کھانا بنا کر کھا لیتی ہے...... دل کو کچھ ہوا ہمارے بھائی کی محنت کی کمائی یوں بے دردی سے لٹائی جا رہی ہے۔

مہینے کے ابتدائی دن تھے۔ بھابی کے ساتھ گروسری کے لیے گئے حیران رہ گئے۔ بھابی کتنی زیادہ گروسری لیتی ہیں لیکن ہماری طرح ہر شے بے دھڑک ٹرالی میں نہیں رکھتیں بلکہ پہلے ہر شے کی قیمت پڑھتیں، مہنگی چیزوں کو تو ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ عام سے صابن، شیمپو زیادہ تر چیزیں وہ تھیں جن پر کوئی نہ کوئی آفر تھی...... جب بل بنا تو تقریباً اتنا ہی تھا جتنا ہمارا ہوتا ہے...... ہماری گروسری میں بڑا حصہ بچوں کے اسنیکس جوسز ڈرنکس، فروزن کھانوں کا ہوتا ہے۔ جو بچوں کو لنچ میں دیتے ہیں یا مہمانوں کی تواضع کے کام آتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم برینڈڈ چیزیں استعمال کرنے کے عادی ہیں اور آپ کو تو پتا ہی ہے معیاری چیزیں کتنی مہنگی ہوتی ہیں۔ اگلے دن بھابی نے تقریباً گھنٹا لگا کر راشن کے پیکٹ بنائے۔ دالیں، چاول، آٹا، دال، چینی وغیرہ اب ہر روز ایک دو لوگ آتے۔ آنے والوں کو باقاعدہ لاؤنج میں بٹھا کر چائے بسکٹ سے تواضع کی جاتی۔ راشن کا ایک پیکٹ اور پیسوں کا لفافہ دیا جاتا...... جبکہ ہمارے میکے یا سسرال میں ایسے لوگ باہر پورچ تک ہی محدود رہتے اندر آ بھی جائیں تو کارپٹ پر بیٹھتے ہیں۔

شام کو بھابی کی ایک کولیگ آ گئی، اچھی خوش اخلاق خاتون تھیں۔ باتوں میں بہت اچھا وقت گزرا...... مگر چائے کی ٹرالی دیکھ کر ہم ششدر تھے۔ کہاں ہمارے ہاں کسی کے آنے پر ٹرالی اوپر نیچے بھری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتی......اور یہاں چائے کے ساتھ صرف کیک، بسکٹ اور گھر کے بنے کباب یا سموسے وغیرہ یعنی صرف ایک دو چیزیں ہر مہمان کی ایسے ہی تواضع کی جاتی۔ ہمیں بھی بھابی کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ خرچ کرنے کی جگہ پر کنجوسی اور جہاں خرچ کیے بغیر گزارہ ہوسکتا وہاں شاہ خرچی۔

اسی دوران شب برات آگئی تو جناب کوئی اہتمام نہیں......کوئی حلوا پوری نہ ختم نیاز......ارد گرد سے آئی پلیٹوں سے ٹیبل بھری پڑی تھی۔ استفسار پر بولیں۔

''کیا بناتی، پہلے ہی کھانے کے لیے اتنی ورائٹی موجود ہے۔ دوسرے بنا کر جن کے ہاں بھیجوں گی وہاں بھی یہی حال ہوگا......کئی تو چکھیں گے بھی نہیں تو پھر خواہ مخواہ رزق کی بے حرمتی کا فائدہ......'' ایک دن رضیہ کو ساتھ لگا کر اپنی اور بچوں کی الماریاں صاف کیں۔ اور کپڑوں کا ایک ڈھیر نکالا......رضیہ انہیں استری کر رہی تھی......ان میں سے مجھے کچھ فراک چھوٹے نظر آئے جو ہماری بھتیجی سارہ کے تھے۔ اصل میں ہماری کوئی بیٹی نہیں اور ہم فراک بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔ لڑکوں کے کپڑوں کا تو آپ کو پتا ہی ہے ایک جیسے اور چند مخصوص رنگ......ان کی شاپنگ کا کوئی مزہ نہیں......برسبیل تذکرہ کہا۔

''بھابی یہ کپڑے سارہ کو چھوٹے لگ رہے ہیں کسی کو دے دیں۔''

''یہ سارے کپڑے دینے کے لیے ہی تو نکالے ہیں۔'' وہ بولیں۔

''پھر ان کو استری کیوں کروا رہی ہیں۔ اور پھٹے اُدھڑے کی مرمت کیوں......'' ہم حیران ہوئے۔

''بھئی میرا تو یہ اصول ہے جب کسی کو چیز دو تو جتنی بہتر کرسکتی ہو کر کے دو......یہ کپڑے استری ہو کر پیک ہوں گے تو کافی بہتر لگیں گے......'' بھابی مسکراتے ہوئے بولیں۔ ''اور جب کوئی ضرورت مند اپنے یا بچوں کے لیے لے گا تو اسے ناگوار محسوس نہیں ہوگا......'' اور میں دل میں سوچ رہی تھی کہ ہم تو کچھ یوں کرتے ہیں......

فولاد کی کمی اور خواتین کی بدمزاجی

خون میں فولاد کی کمی خواتین میں بدمزاجی اور......چڑچڑے پن کا اہم سبب ہے۔ ایسی خواتین جن کے خون میں سرخ ذرات معمول کی سطح پر ہوتے ہیں ان میں برداشت اور خوش مزاجی نمایاں ہوتی ہے۔ فولاد کی کمی کی وجہ سے خواتین بدمزاج ہو جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں بہت شدید ہے۔ مگر آج تو شہروں میں بھی ناقص غذا کی وجہ سے سب بری طرح متاثر ہیں۔ حاملہ خواتین میں فولاد کی کمی سے ان کی اور بچے کی زندگی خطرے سے دوچار رہتی ہے۔ اس کا بنیادی سبب خواتین میں اچھی غذا کے بارے میں شعور کی کمی اور بے پروائی ہے۔ فولاد کی کمی ہی سے خون کی قلت پیدا ہوتی ہے جو خواتین میں برداشت اور تحمل کی کمی کا ایک اہم سبب ہوتا ہے۔ اپنی ذات سے آج بھی عورت کا مکمل غافل ہے۔

مرسلہ: نگہت زیدی، بہارہ کہو

''چلو یہ سوٹ دے دیتے ہیں کچھ تنگ ہوگیا ہے یا پرانے فیشن کا ہے۔ دوپٹا رکھ لیتے ہیں، پیور کا ہے......مہنگا اور پیارا ہے......اس کے ساتھ اور سوٹ بنوا لیں گے۔'' سوٹ تو بمشکل ہی بنتا البتہ دوپٹا سالوں الماری کے نچلے خانے میں پڑا رہتا......ایک مرتبہ تو میں نے اپنی بھانجی کی امپورٹڈ شرٹ کے کارٹون والے بٹن اتار لیے کہ جب ہمارے ہاں بیٹی ہوئی تو اس کی فراک میں لگوا دیں گے۔ وہ بٹن اب بھی ہمارے سلائی والے ڈبے میں پڑے ہیں......اور شرٹ بٹنوں کے نہ ہونے کی وجہ سے جھاڑن ہی بنی......مجھ سے اور صبر نہ ہوسکا......بھابی سے پوچھ ہی لیا......

''بھئی میں تو اپنے طور پر اللہ کو راضی کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کر رہی ہوں۔'' وہ میری حیرت پر آرام سے بولیں۔

''ہم بھی مسلمان ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہی عبادات کرتے ہیں۔'' میں نے توضیح کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"کیا اسلام صرف عبادات کا مذہب ہے......؟ اس کا اطلاق ہماری عملی زندگی پر نہیں ہونا چاہیے...... اگر صرف عبادت کی بات ہوتی تو زمین کے چپے، چپے پر شیطان نے سجدے کیے تھے۔ اسلام تو ہمارا طرزِ زندگی ہونا چاہیے...... اللہ ہمارے دلوں اور نیتوں کو جانتا ہے...... اس کے سامنے ظاہری حلیے اور زبانی اقرار سے کام نہیں چلے گا...... پہلے میں بھی صرف نماز روزے کو کافی سمجھتی تھی لیکن جب تک ہم دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہیں بنائیں گے، کام نہیں چلے گا...... دیکھو ظاہر سے ہم دنیا کو فریب دینے کی کوشش ضرور کرسکتے ہیں...... مگر دلوں کا حال تو وہ ہی جانتا ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ ہم سب کبھی نہ کبھی مالی مسائل کا ضرور شکار ہوتے ہیں، میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ اچھی خاصی آمدنی ہونے کے باوجود بھی یہ مسئلہ تو کبھی وہ...... سیونگ کسی کام کے لیے کرتی تو اچانک کوئی ایسا مسئلہ آجاتا کہ سارے پیسے لگ جاتے۔ بس ایک دن میں نے کہیں سے حضرت موسیٰؑ کے دور کا ایک واقعہ پڑھا جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا چلو تمہیں بھی سناتی ہوں۔ "آپؑ کوہِ طور پر اللہ سے ہم کلام ہونے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک مفلوک الحال شخص ملا...... اس نے کہا۔ "موسیٰ اللہ سے میرے بارے میں بھی پوچھنا میں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ کیا میرے حصے میں اتنا ہی رزق ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اللہ سے عرض کرنا میرا سارا حصہ مجھے ایک ہی مرتبہ دے، دے تاکہ میں بھی کچھ عرصہ خوشحالی کی زندگی گزار سکوں......"

جناب موسیٰؑ نے اللہ سے اس شخص کے بارے میں بھی پوچھا۔ اللہ نے جواب دیا۔ "ہاں اس شخص کی قسمت میں بہت تھوڑا رزق لکھا ہے۔" موسیٰؑ نے اس شخص کی حاجت اللہ تک پہنچائی کہ اسے اس کے حصے کا سارا رزق ایک ہی بار دے دیا جائے...... کچھ عرصے بعد حضرت موسیٰؑ دوبارہ وہاں سے گزرے...... تو انہیں اس شخص کا خیال آیا...... انہوں نے سوچا یقیناً وہ تو فاقوں سے مر گیا ہوگا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جنگل میں میلہ لگا ہوا ہے۔ لنگر کھلا ہے، لوگ آرہے ہیں اور کھا رہے ہیں وہ شخص خوش باش اور صحت مند ہے۔ موسیٰؑ نے اللہ سے پوچھا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے...... اس کے حصے میں تو بہت کم رزق تھا۔ اللہ نے فرمایا۔ "میں نے اس کی طلب کے مطابق اس کو سارا رزق ایک ہی بار دے دیا۔ اس نے اپنی ضرورت کا کھا کر باقی میری راہ میں بانٹ دیا...... میں نے اپنی سنت کے مطابق اس کو زیادہ کر کے لوٹا دیا۔ اس نے پھر یہی کیا...... یوں اس کے رزق میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔"

بس یہی چیز میں نے اپنی زندگی پر لاگو کرلی...... اپنی آمدن کا دس فیصد حصہ ہم پہلے نکال دیتے ہیں...... اس کے باوجود ہماری زندگی بہترین گزر رہی ہے...... اور زندگی میں بے شمار آسانیاں بھی ہیں۔" بھابی نے اپنی عادت کے مطابق پورا لیکچر دے ڈالا۔

میں سوچ رہی تھی کہ ہم رزق کی کمی کا رونا تو روتے رہتے ہیں مگر ہمارے ہاتھ ہمارے گلوں (گریبانوں) سے بندھے ہوئے ہیں۔

"ہمارے بچپن میں ہماری دادی کے ہاں گاؤں میں مٹی کا ایک بڑا سا برتن ہوتا تھا جسے وہ بھڑولا کہتی تھیں۔ بوقتِ ضرورت عمرو عیار کی زنبیل کی طرح اس برتن سے ہر شے نکل آتی تھی۔ اصل میں دادی جب آٹا گوندھنے کے لیے نکالتیں تو ایک مٹھی آٹا اس میں ڈال دیتیں...... اسی طرح چینی، چاول، دالیں جو چیز بھی پکانے کے لیے نکالتیں مٹھی بھر اس میں پڑے تھیلوں میں ڈال دیتیں۔ یوں ان کے پاس دینے کے لیے بہت سامان ہوتا...... اور کوئی سوالی ان کے ہاں سے خالی ہاتھ نہیں جاتا......"

"اللہ کی راہ میں دینے کی کوشش تو میں بھی کرتی ہوں جب جتنی توفیق ہو دے دیا......" میں نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اس طرح نہیں بلکہ اس کو اپنے اوپر لازم کرلو...... اور جب ہاتھ تنگ ہو تب اور بھی زیادہ دینا چاہیے تاکہ اللہ آپ کا ہاتھ کھلا کردے......" بھابی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سمجھانے لگیں۔

''اس کا طریقہ بہت آسان ہے۔ جب تم اپنی گروسری خریدو اس میں اگر کچھ چھوڑ کر گزارہ ہوسکتا ہے اسے چھوڑ دو...... اپنے بچوں کی اسکول فیس ہزاروں میں دیتی ہو...... ساتھ ہی کسی غریب کی چند سو روپے فیس دے دو...... اپنے یا بچوں کے مہنگے کپڑے خریدتے ہوئے چند سستے سوٹ کسی اور کے لیے خرید لو...... شروع، شروع میں اس طرح کرنا مشکل لگے گا۔ اپنی اور بچوں کی بہت سی خواہشات تمہاری راہ روکیں گی...... مگر جب اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے کی ٹھان لو تو کوئی مشکل آپ کی راہ کی رکاوٹ نہیں بنتی......'' وہ بہت آرام سے کہتی جارہی تھیں۔

''مقصود یہ نہیں کہ آپ کیا دے رہے ہو...... دیکھا یہ جائے گا کہ آپ کتنے میں سے کیا دے رہے ہو...... دولت کے انبار میں سے دینا کمال نہیں، ایک روٹی میں سے آدھی دینا اصل کمال ہے...... اس طرح تمہیں برکت کا بھی انوکھا تجربہ ہوگا...... جب تم اپنے ساتھ دوسروں کو شامل کروگی تو وہ کھانا جو تم چار لوگ کھاتے ہو زیادہ لوگوں کو آسانی سے سیر کردے گا۔''

ان کی باتوں پر میں سوچ رہی تھی کہ ہماری کالونی میں ہر ہفتے کہیں نہ کہیں میلاد کی محفل ہوتی ہے۔ خواتین بڑے ذوق شوق سے درود پاک اور نعتیں پڑھتیں...... حبِ رسولؐ میں آنسو بہاتیں اس کے بعد کھانے کے وقت مہمانوں اور ان کے ساتھ آئے بچوں کو خوب کھلاتیں مگر بچوں کے ساتھ آئی کم عمر میڈز (ملازماؤں) کو کوئی نہیں پوچھتا...... ایک محترمہ جو دعا منگواتے ہوئے زار و قطار روتی تھیں...... کھانے کے وقت وہ ارشاد فرما رہی تھیں۔

''یہ کام والیاں بہت مصیبت ہیں، تنخواہ بھی لیتی ہیں اور چائے، روٹی بھی مانگتی ہیں۔ کبھی گھر میں آٹا نہیں تو کبھی دودھ نہیں...... ہم نے کوئی ٹھیکا لے رکھا ہے روز، روز چائے، روٹی کا۔ ہاں تم بھی ان کام والی بچیوں کو صرف ایک روٹی دیا کرو کھا، کھا کر پھٹ جاتی ہیں۔'' نخوت سے کہتے ہوئے انہوں نے اپنی پلیٹ ایک طرف رکھی جس میں اتنا سالن تھا کہ ایک اور بندہ بھی کھا سکتا......

یا اللہ ہمارے قول و فعل میں اتنا تضاد کیوں ہے؟ یہی بات بھابی کو بتائی تو بولیں۔ ''جب ہم کسی غریب کو اچھا کھانا دینے لگتے ہیں تو ہم فوراً سوچتے ہیں۔ لیگ پیس میرے بچے کو پسند ہے۔ یہ اس کے لیے رکھ دیتی ہوں۔ لیکن جب کوئی خاص مہمان آئے تو بچوں سے کہتے ہیں تم بعد میں لے لینا ابھی میں نے مہمانوں کے لیے ڈش ڈیکور کی ہے۔ اور ہونا کیا چاہیے کہ جب کسی مفلس کو دینے لگو تو سوچو کہ اللہ میرے ہاں مہمان آیا ہے اور میں اس کی خاطر کررہی ہوں۔ تو ہمیں گردنیں اور پوٹے ڈھونڈنے کی ضرورت ہوگی۔ اور نہ ہی پراٹھوں کو کم گھی لگانے کی...... ذرا سوچو اگر تم ایک دو اچھی بوٹیاں، کباب، پورے دودھ والی چائے یا ایک چمچ فالتو گھی لگا کر کسی کو اچھا کھانا کھلاتی ہو اور اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرتی ہو تو یہ مہنگا سودا تو نہ ہوا ناں...... ہمارے گھر، فالتو سامان سے اٹے پڑے ہیں اور بہت سے لوگ صرف انہی چیزوں کے نہ ہونے سے تنگ و ترش زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے ہاں پیٹیاں ٹرنک، بستروں اور گرم کپڑوں سے بھرے رہتے ہیں اور کچھ لوگ سردی سے ٹھٹھر کر مر جاتے ہیں اور یہ بستر، برتن نسل در نسل منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جو کبھی استعمال بھی نہیں ہوتے...... اسی طرح بہت سی کھانے پینے کی اشیا کو سنبھالنے کی وجہ ضرورت یا کفایت نہیں صرف ہوس ہوتی ہے۔ یہ چیزوں سے محبت اللہ سے محبت تو نہ ہوئی ناں......''

اور اس کے بعد واقعی جب کسی کو دیتے ہوئے میں نے یہ سوچا ''اللہ میرے ہاں مہمان'' ہے تو کسی ہوس یا بدنیتی نے میری راہ نہیں روکی آپ بھی چاہیں تو اللہ کو اپنا مہمان بنا کر دیکھیں......

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

منی ناول

ہم کو محبت نے بدنام کیا

سیما رضا ردا

آٹھواں حصہ

آج اتنے سالوں بعد ماضی کی راکھ کریدتے ہوئے مہر النسا بیگم آبدیدہ ہوگئی تھیں۔ کہانی ابھی ختم کہاں ہوئی تھی۔ ابھی تو سفر باقی تھا...... جب زوار شاہ نے اس کی معصومیت اور سادگی کو دیکھ کر اسے اپنانے کا فیصلہ کرلیا...... فطرتاً وہ دل پھینک اور فلرٹ مشہور تھا...... ہزاروں روپے کے تحائف وہ ہرنئی بننے والی دوست پر خرچ کردیتا...... اور پھر دو تین ملاقاتوں کے بعد اور کسی سے دوستی کرلیتا...... مگر مہرو میں جانے کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

بات تھی کہ اس کی شخصیت کو دیکھ کر وہ خود اس کے رکھ رکھاؤ سے متاثر ہو گیا...... وہ مہرو کے ساتھ بیٹھنا چاہتا۔ گھنٹوں اس سے باتیں کرتا رہتا...... مگر وہ اپنے خول میں بند ہو کر اس سے ملا کرتی کیونکہ وہ ایک باکردار لڑکی تھی۔

☆☆☆

''سنو بیٹا......'' مہرالنسا آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ جب امی نے اسے کمرے میں آ کر مخاطب کیا...... وہ یونہی نظروں کا زاویہ بدل کر انہیں دیکھنے لگی...... وہ تیار ہو چکی تھی۔

''جی امی......!'' اس نے بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''شام میں جلدی آ جانا......! ذرا زیب کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں اور اس کو بھی سمجھا دینا ذرا طریقے سے رہے...... بلاضرورت ان لوگوں کے سامنے بولنا شروع نہ کر دے......''

''یہ بات امی آپ اسے سمجھائیں......'' وہ سینڈل پیروں میں پہنتے ہوئے کہنے لگی۔

''کہہ تو سکتی ہوں مگر میری باتیں اسے سمجھ کب آتی ہیں...... وہ تو مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہے...... تم دیکھتی نہیں ہو کہ ذرا کی ذرا میں کیسے میری بات کو رد کر دیتی ہے......'' وہ بے بسی سے بولیں۔

''امی وہ نادان ہے، سمجھ جائے گی......'' وہ انہیں کندھوں سے تھام کر بیڈ پر اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بولی۔''میں سمجھاؤں گی اسے آپ پریشان مت ہوں۔''

''کیسے پریشان نہ ہوں، خواب جو اس کے اونچے ہیں اپنے حسن کے آگے وہ کسی کو کچھ نہیں سمجھتی......'' وہ بیچارگی سے کہہ رہی تھیں۔

''ایسا نہیں ہے امی......'' وہ جانتی تھی کہ امی ٹھیک کہہ رہی ہیں...... زیب النسا کو شروع سے ہی امی کی ہر بات کی نفی کرنے کی عادت تھی...... امی کا کہنا نہ مان کر نہ جانے اسے کیا ملتا تھا...... گھر کے کام نہ کرنا...... دیر تک سوتے رہنا، اپنی مرضی سے اٹھنا اور رات دیر تک ٹی وی دیکھنا...... اس کے شوق تھے اور امی اگر اسے منع کرتیں تو وہ ضد میں آ کر انہیں مزید چڑاتی...... جس پر امی تلملا کر اپنا بلڈ پریشر ہائی کر کے اپنی طبیعت خراب کر لیتیں...... اور زیب النسا کو اس بات کی رتی برابر پروا نہیں ہوتی کہ ماں اس کے لیے کس قدر تکلیف سے گزرتی ہے۔

''جو بات بھی ہے تم بھی جانتی ہو...... اس سے کہو خواب دیکھے مگر ان کی تعبیر کی امید نہ رکھے...... میری دوسری ذمے داری تم بھی ہو، مجھے تمہاری شادی بھی کرنی ہے......'' امی آہستہ، آہستہ کہتے ہوئے کچن کی طرف چل دیں اور وہ ان کی باتوں پر غور کرتی ہوئی آفس کے لیے نکل گئی۔

آفس میں بہت سارے کام اس کے منتظر تھے...... وہ ٹیبل پہ بکھرے کاغذات سمیٹ کر فائل کر کے ساتھ، ساتھ نئے کام کر رہی تھی...... گھر بھی جلدی جانا تھا...... امی سے وعدہ بھی کر لیا تھا...... زوار شاہ ان ہی دنوں اپنا بزنس سیٹ کرنے اور اسے پھیلانے میں مصروف تھے...... اور مہرالنسا کی ذمے داریاں بہت بڑھ گئی تھیں۔

''مہرالنسا!''

''جی......'' اس نے چونک کر سر اٹھایا...... دراز قد اور ہینڈسم زوار شاہ اس کے سامنے تھے...... کلون کی خوشبو نے اس کے کیبن کو مہکا دیا تھا۔

''جی سر......!'' اس نے سر اٹھایا...... وہ الجھی، الجھی نظروں سے اُن کی طرف دیکھنے لگی......

''آپ کو بھی میرے ساتھ ایک جگہ میٹنگ کے لیے جانا ہے۔'' زوار شاہ کی بات پر چونک کر اس نے سامنے لگی دیوار گیر گھڑی کو دیکھا۔

''لیکن سر......!'' وہ کہنا چاہتی تھی۔

''نو ایکسکیوز! بہت ضروری میٹنگ ہے اوکے......!'' وہ فوراً بات کاٹ کر بولے تو مہرالنسا ٹیبل سے چیزیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن اندر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔ پھر مصلحتاً خاموش ہو کر ساتھ چل پڑی...... سیاہ رنگ کی شاندار کرولا سامنے کھڑی تھی۔ ڈرائیور نہیں تھا۔ زوار شاہ نے آگے بڑھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کر فرنٹ ڈور کھول کر اسے احترام سے بٹھایا اور پھر گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ گھبرائی ہوئی بیٹھی تھی۔ زوارشاہ اسے دیکھ کر مسکرائے.....اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

تمام راستے وہ چپ چاپ بیٹھی سامنے دیکھتی رہی۔ وہ بھی چپ رہا، ویسے بھی وہ اپنے نئے پراجیکٹ کے بارے میں بے حد فکر مند تھا..... گو کہ مہرو نے پریزینٹیشن فائل خود تیار کی تھی.....اور زوارشاہ نے اس پر ایکسیلنٹ بھی لکھا تھا.....

''ابھی میٹنگ میں پریزینٹیشن بھی تمہیں دینی ہے۔'' فائیو اسٹار ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کرتے ہوئے زوارشاہ نے اس سے کہا۔

''جی.....؟'' وہ حیرتوں کے پہاڑ کو خود پر روکتے ہوئے بولی۔

''جی بالکل.....'' زوار شاہ نے کہا۔'' نو آرگیومنٹ!'' اور وہ چھوٹے، چھوٹے قدم اٹھا کر کانفرنس روم میں آگئی جہاں مارکیٹنگ کی دنیا کے نامی گرامی لوگ موجود تھے.....سگریٹ پیتی خواتین کھلے کالر والے ٹاپ کے ساتھ جینز اور فلیپر میں براجمان تھیں..... عجیب دنیا تھی جس کا اسے سامنا تھا.....وہ اپنے سیاہ اور سفید پرنٹ اجرک کی اسمارٹ شرٹ، مصری شلوار کے ساتھ پہنے بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ وہ مکمل کانفیڈنٹ تھی..... اپنی تیار کی ہوئی فائل کو presentetion کا رنگ دینا اور بات تھی.....

مگر ایسے پروفیشنلز کے سامنے پریزینٹیشن دینا کتنا مشکل کام ہے.....مگر وہ زوارشاہ کے حکم کی تعمیل میں خود کو اس محاذ کے لیے تیار کرنے لگی جو لمحوں میں اس کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ کرنے والا تھا..... پھر وہ لمحہ آگیا.....وہ بااعتماد قدموں کے ساتھ ڈائس تک گئی اور بہت باوقار طریقے سے ایک نظر سامنے ڈالی تو زوارشاہ اسے مسکراتے ہوئے دکھائی دیے..... یہ مسکراہٹ حوصلہ افزا تھی.....اور اسی مسکراہٹ کے پس منظر میں وہ اپنے جادوئی انداز میں بولتی چلی گئی.....جس عرق ریزی سے اس نے فائل تیار کی تھی، وہ اسی محنت اور خوبی کے ساتھ اپنے پُراعتماد لب و لہجے سمیت کمال کی پریزینٹیشن دینے میں کامیاب ہوگئی..... تالیوں کی گونج میں جب وہ سیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی تو سرگوشیاں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

''کیا انداز ہے مس مہرالنسا کا.....''

''یہ بہت آگے جائے گی۔''

''زوارشاہ نے کہاں سے دریافت کیا۔'' وغیرہ وغیرہ۔

''مجھے ناز ہے خود پر مس مہرالنسا کہ میں نے تمہارا انتخاب کیا..... پوچھو گی نہیں کیوں.....؟'' واپسی پر زوارشاہ کہہ رہا تھا۔

''کیوں.....؟'' وہ کھوئی، کھوئی سی بولی.....

اسے گھر جانے کی جلدی تھی۔ امی نے آتے ہوئے تنبیہ بھی کی تھی کہ.....'' دو گھنٹے پہلے آجانا..... اُف راستہ کب کٹے گا۔''

''اس لیے کہ تم نے پوری محنت اور لگن کے ساتھ اس پراجیکٹ کو دیکھا سمجھا، مجھے تمہاری یہی خوبی پسند آئی اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تمہی سے پریزینٹیشن دلواؤں گا.....'' وہ گاڑی کو پارکنگ سے باہر لے آیا۔

''اور اگر میں ہار جاتی تو.....؟'' وہ خدشہ زبان پر لے آئی۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... میں بہت خوش ہوں۔ مجھے پوری امید تھی آپ میرے ہاتھ سے یہ پراجیکٹ جانے نہیں دیں گی..... اس لیے آپ آج میرے ساتھ ہیں۔'' وہ خوشی میں اور بہت کچھ کہہ رہا تھا.....مگر اس کا ذہن گھر کے دو افراد میں اٹکا ہوا تھا..... نہ جانے اب زیب النسا نے کیا کارنامہ سر انجام دیا ہوگا..... وہ مسلسل سوچ رہی تھی کہ اچانک زوارشاہ نے ایک ریسٹورنٹ کے باہر گاڑی کو بریک لگائے تو وہ جھٹکے سے چونک پڑی.....زوارشاہ کو حیرت سے ٹوکا.....

''آپ نے گاڑی کیوں روک دی.....؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہم اپنی کامیابی کو اچھا سا ڈنر کر کے سیلیبریٹ کریں گے۔''

اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''نو سر...... مجھے فوراً گھر جانا ہے، پلیز......'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ ''پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔''

''اتنی بھی جلدی کیا ہے......؟'' زوار شاہ نے کوئی اثر نہیں لیا۔

''جلدی ہے سر...... میری بہن کو آج کچھ لڑکے والے دیکھنے آ رہے ہیں۔''

''تو......؟'' زوار شاہ کا اطمینان ہنوز برقرار تھا...... جبکہ اس کی بے چینی دیدنی تھی۔

''وہ آپ کی بہن کو دیکھنے آ رہے ہیں، آپ کو نہیں......'' وہ بے نیازی سے کہتا اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر گیا...... تو وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد تیزی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر آئی...... اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

''آپ سمجھنے کی کوشش کریں سر، میں جس کلاس سے تعلق رکھتی ہوں وہاں اگر لڑکی کو ذرا سی بھی دیر ہو جائے تو لوگ طرح، طرح کی باتیں بناتے ہیں۔''

اس کی آنکھوں میں آئی نمی دیکھ کر زوار شاہ کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔

''اوکے...... ٹھیک ہے۔ لیکن کل میں یہ عذر نہیں سنوں گا......'' وہ گاڑی میں واپس بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کل کی کل دیکھی جائے گی۔'' وہ دل ہی دل میں یہ بات سوچ کر اسے راستہ سمجھانے لگی اور پھر جیسے ہی گھر کے آگے گاڑی رکی وہ بغیر کچھ کہے تیزی سے گاڑی سے اتری اور گھر میں داخل ہو گئی...... گیٹ کھلا ہوا تھا...... اس وقت اسے صرف امی کی پروا تھی اگر کسی اور کی پروا ہوتی تو وہ ایک لمحے کو رک کر ضرور دیکھتی کہ وہ زوار شاہ کا دل بھی اپنے ساتھ لے آئی تھی۔

اور زوار شاہ نے سیاہ گیٹ سے اندر جاتی لڑکی کی پشت پر اس کے بکھرے لمبے بالوں کو دیکھا جو کلپ کی قید سے آزاد ہو کر لہرا رہے تھے۔ اور اس کا سفید اور براؤن کلپ گاڑی میں پڑا تھا...... جسے زوار شاہ نے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور سنبھال کر ڈیش بورڈ میں رکھ دیا۔ اب وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

☆☆☆

تیرا میرا رشتہ کچھ ایسا الجھا ہے
اس کو سلجھاتے، سلجھاتے
اپنے دل کی پوریں زخمی کر بیٹھا ہوں
رشتہ شاید سلجھ نہ پائے
لیکن اس کو سلجھانے کی دُھن میں جاناں
سارے خواب بھلا بیٹھا ہوں
اپنا آپ گنوا بیٹھا ہوں

''میں اسی مہینے فاطر اور تشمیرہ کی شادی کر رہا ہوں۔'' تایا جی کی بات کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ تائی جی کتنی دیر تو بے یقینی کی کیفیت میں دیکھتی رہیں۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں اور اپنے پورے ہوش و حواس میں بات کر رہا ہوں۔'' وہ کہہ کر رکے اور تائی جی کی آنکھوں میں دیکھ کر بولے۔ ''چاہے مجھ سے کسی کورے کاغذ پر لکھوا لو......'' وہ اسپتال سے آئے تھے اور بہت کچھ طے کر لیا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی...... کیونکہ میں یہ ہونے نہیں دوں گی۔'' تائی جی بولیں۔

''وجہ......؟'' تایا جی نے بہت تحمل سے پوچھا۔

''کیونکہ مجھے یہ جوڑ پسند ہی نہیں۔'' وہ ان کی بات پر حیران ہوئے۔

''جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں بیگم......'' وہ قدرے رعب سے بولے۔ ''اور مجھے فاطر اور تشمیرہ کا جوڑ اوپر لکھا ہی لگتا ہے۔''

''ہونہہ...... میں نہیں مانتی۔'' وہ فضا میں ہاتھ نچا کر بولیں۔ ''خود سوچیں وہ چھوٹے شہر کا رہنے والا اور تشمیرہ یونیورسٹی کی پڑھنے والی کہاں سے آپ کو جوڑ نظر آ گیا۔'' یہ آج تائی کیا کہہ رہی تھیں۔

''جو بھی ہے بیگم......! میں نے جو کہہ دیا سو کہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیا، تم تیاری کرلو...... اور ہاں زیادہ لوگ مت بلانا......'' وہ کچھ اور مزید بھی کہتے لیکن تائی جی نے ان کی بات کاٹ دی۔

''لڑکے کے باپ سے تو پوچھ لیں۔ آپ تو بالا، بالا سب کچھ طے کرنے چلے ہیں۔ لڑکے سے پوچھیں، لڑکے کے باپ سے پوچھیں۔ وہ راضی ہیں کہ نہیں ورنہ ہر زبان ایک ہی بات کہے گی کہ اپنی بیٹی نہیں......''

''بس چپ......'' تایا جی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر غصے سے کہا۔ ''میں اسپتال سے آرہا ہوں، فاطر کی خواہش ہے کہ تشمیرہ سے جلد از جلد شادی ہو۔ اور چوہدری صاحب نے بھی درخواست کی ہے۔ اسی لیے میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے...... اور تشمیرہ کے لیے میں برا نہیں سوچ سکتا۔ فاطر آج شام تک اسپتال سے گھر آجائے گا...... چوہدری صاحب بھی ہوں گے۔ سارے معاملات شام میں طے ہوجائیں گے...... بس تم کوئی نیا مسئلہ نہ کھڑا کردینا۔''

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے...... اور تائی جی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان کے ہاتھ جادوئی لاٹھی آجائے...... اور وہ سارا معاملہ ٹھیک کردیں...... یہ تو طے تھا کہ وہ ایسا ہونے نہیں دیں گی...... ان کا ذہن تیزی سے کام کررہا تھا۔ انہوں نے فوراً باورچی خانے میں جا کر مینا کو پیر بابا کے پاس روانہ کیا...... اور تشمیرہ کے خلاف نفرت کو مضبوط کرتے ہوئے بولائی، بولائی سی باہر کے چکر لگانے لگیں کہ مینا کیا نسخہ لاتی ہے۔

☆☆☆

بات اگرچہ یہ نہیں تھی کہ بات کہاں سے شروع ہوئی۔ اس نے تایا جی کی بات رکھنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ وہ کسی بھی موڑ پر انہیں اپنی ذات سے دکھ نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ اس کا ان کے سوا تھا ہی کون......

تائی جی نے تو کبھی اسے اپنا سمجھا ہی نہیں...... ان کی نظروں میں ہمیشہ اس کے لیے ملامت، نفرت اور تحقیر ہوتی تھی۔

اسے حیرت ہوئی تھی۔ یہ سارے احساسات لے کر وہ اس گھر میں شعور کی منزلیں طے کرگئی تھی...... اگر کوئی جانور بھی ساتھ رہے تو اس سے بھی لگاؤ ہوجاتا ہے۔ مگر تائی جی کی نظروں اور عمل میں اولین دن سے جھنجلاہٹ اور نفرت کے ڈیرے بسے ہوئے تھے۔ جو وقت کے ساتھ اور گہرے ہوگئے تھے۔

''اگر وہ فاطر کے سلسلے میں کوئی بھی بات کہیں تو صاف منع کردینا بالکل صاف......'' تائی جی کا جملہ اس کے کانوں میں گونجا...... وہ وضاحت طلب نظروں سے ان کی طرف دیکھتی رہی مگر وہ ادھوری بات کہتی ہوئی خشمگیں آنکھوں سے اسے دیکھتی آگے بڑھ گئیں۔

''تایا جی مجھ سے کیا بات کریں گے؟' فاطر بیچارہ تو ابھی تک اسپتال میں ہے ایک اسپتال سے دوسرے اسپتال میں شفٹ ہونا کتنا مشکل ہے۔'' اصل حقیقت سے تو وہ آگاہ نہیں تھی۔ اس کی سوچ کا دھارا اب فاطر کی طرف مڑ گیا تھا۔

''میں اسے دیکھنے بھی نہیں جاسکی...... تائی جی نے سختی سے منع کردیا تھا۔ یہ کہہ کر کہ یہ سب کچھ تمہارا کیا دھرا ہے۔ میں نے کیا، کیا ہے۔'' تشمیرہ کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔ ''میں نے تو ہمیشہ اس سے فرار حاصل کیا...... مگر وہ ہر قدم پہ میرا محاصرہ کرتا تھا۔ وہ تو خود مجھ سے شادی کرنا چاہ رہا تھا۔ میری مرضی تو نہیں تھی...... مگر میں پھر بھی راضی ہوگئی کہ یہی میرا مقدر ہے۔ پہلے تائی جی نے میرا حوصلہ بڑھایا اور اب...... اُف میں کیا کروں، میرا دماغ پھٹ جائے گا۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''اسی لیے تو کہتی ہوں بی بی زیادہ نہ سوچیں...... یہ لیں چائے پئیں...... گرما گرم۔'' گول، گول آنکھیں گھماتی...... مینا چائے کا مگ لیے اس کے سامنے جانے کب سے کھڑی تھی کہ اسے احساس تک نہیں ہوا...... بھاپ اڑاتی چائے کو دیکھتے ہوئے اس نے مشینی انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا...... اور پھر کسی احساس کے تحت اس نے ہاتھ درمیان میں ہی روک لیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"چینی تو زیادہ نہیں ڈالی۔"

"ارے نہیں تشمیرہ بی بی..... چینی تو الگ رکھ دی ہے یہ دیکھیں۔" اس نے اشارہ کیا..... نگاہوں کے تعاقب میں اس نے دیکھا۔

اس کی کارنر ٹیبل پر شوگر پوٹ (sugur pot) رکھا تھا۔ "یہ کب رکھ دیا اس نے؟" وہ بڑبڑائی۔

"زیادہ نہ غور کریں بی بی چائے پئیں۔"

اس نے مگ تھامتے ہوئے ایک چمچہ چینی ملائی تو وہ پھر بول پڑی۔

"عجیب بات ہے، آپ لوگ چینی اتنی کم کیوں پیتے ہیں۔ وہ چائے ہی کیا جس میں چینی کی چاہ نہ ہو..... میں تین چمچے بھر، بھر کے ڈالتی ہوں چائے میں..... میٹھی چائے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ آپ لوگ تو بس، سہم کر ڈالتے ہو..... چینی سے اتنی عداوت کیوں بی بی....." مینا نے لیکچر دیا اور پھر سوال داغ دیا..... تشمیرہ اس کی بات پر مسکرادی.....

"جدید تحقیق کے مطابق مینا چینی کا زیادہ استعمال نقصان دہ ہے۔ اس سے جسم میں شکر کی مقدار بڑھ جاتی ہے..... جس سے بے حد مسائل پیدا ہوتے ہیں..... اور جو مرض....." مینا ایک دم بول پڑی۔

"پھر جی آپ کی تائی کو یہ سب نہیں معلوم کیا وہ تو....."

"کیا مطلب.....؟" وہ سمجھی نہیں..... مینا کو فوراً احساس ہوا کہ کچھ غلط بات اس کے منہ سے نکل گئی ہے۔ گھبرا کر فوراً کھڑی ہوگئی۔

"مطلب جی کہ وہ بہت چینی کا استعمال کرتی ہیں، آپ ان کو سمجھاتی کیوں نہیں ہو....." وہ گھبراہٹ میں کہتی سٹر پٹر کرتی کمرے سے نکل گئی۔

"تائی جی تو بالکل چینی کا استعمال نہیں کرتیں..... انہیں تو چینی منع ہے، پچھلے دو سالوں سے وہ شوگر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ پھر مینا کیوں ایسا کہہ رہی ہے۔" وہ سوچ کے کئی در وا کیے بھاپ اڑاتی چائے کا مگ تھامے کسی گہری سوچ میں تھی۔ کہیں تو کچھ غلط ہے..... کہاں.....؟ اس کا جواب نہیں مل رہا تھا۔

☆☆☆

رات کی بھیگی، بھیگی چاندنی میں رات کی رانی کی خوشبو نیند میں آ کر مکالمہ کر رہی تھی۔

سنو.....

جیسے کسی صدا نے اسے پکارا.....

مجھے آنچل میں باندھ کے گرہ مت کھول دینا

وقت بہت ظالم ہے

ہوا بھی تیز ہے اور.....

سنو سنبھل کر چلنا

لوگ بہت شاطر ہیں

تمہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیں گے

تم آنکھیں کھول کر رکھنا.....

گرہ مت کھول دینا

وقت بہت ظالم ہے

مجھے آنچل میں باندھ کے گرہ مت کھول دینا

تشمیرہ کی آنکھ کھل چکی تھی..... اور وہ اندھیرے کمرے میں آنکھیں کھولے ساکت تھی۔

☆☆☆

تایا جی کا گھر برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا..... گھر کے لان میں فاطر کے دوستوں نے محفل میں رنگ جمانے کے لیے..... اور فاطر کی طبیعت کو فرید بحال کرنے کے لیے موسیقی کا اہتمام کیا تھا۔ ساری رشتے دار خواتین اس کے ارد گرد کھڑی تھیں..... اور رسموں کی تیاری میں مگن تھیں.....

فاطر بے حد کمزور لگ رہا تھا..... براؤن رنگ کی شیروانی پر کریم کلر کا پاجاما اور گلے میں پھولوں کا ہار نمایاں تھا۔ پھیکی سی خوشی اس کے چہرے پر رقصاں تھی..... وہ اپنی نامعلوم بیماری کے ہاتھوں بری طرح سے ٹوٹ چکا تھا..... اور ایک ابدی ہدایت کی روشنی نے اس کو رستہ دکھا دیا تھا..... جو گناہ اس نے نہیں کیا تھا..... وہ اس کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ اور وہ ساری غلطیاں اور ناجائز حرکتیں جو اس نے دھڑلے سے کی تھیں اس کی تو پوچھ کچھ نہ ہوئی..... اور ڈر گزا اس کے جسم کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حصہ بن گئی نہ جانے کیسے...... اس نے نیم بے ہوشی میں بھی کئی بار اپنے اندر کسی نامعلوم چیز کی چبھن محسوس کی تھی...... مگر قوتِ مدافعت نہ تھی کہ ہاتھ جھٹک دیتا...... لاشعور میں بیٹھی یہ چبھن اسے احساس دلاتی کہ اس کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے۔

وہ اپنی بتیس سالہ زندگی میں اتنا حیران پریشان کبھی نہ ہوا تھا جتنا چند دنوں میں ہو چلا تھا...... اپنے والد کا غمزدہ چہرہ اسے اندر تک زخمی کر دیتا...... تب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنی زندگی سے بہت کھیل چکا ہے بہت خسارہ اٹھا لیا۔ اب اسے سنجیدگی سے زندگی گزارنی ہے۔

اس نے تایا جی سے بہت منت کی تھیں کہ وہ تشمیرہ سے ہی شادی کرنا چاہتا ہے کیونکہ تشمیرہ ہی وہ لڑکی ہے جو اس کی زندگی سنوار سکتی ہے۔ تایا جی کے اقرار نے اسے ایک اور زندگی کی نوید دے دی تھی۔

فاطر نے تشمیرہ کے ساتھ خوشگوار زندگی کی منصوبہ بندی بھی کر لی تھی۔ وہ اسے بہت خوش رکھے گا۔ اپنی ساری زیادتیوں کی تلافی کر دے گا...... وہ اسے پھولوں کی طرح رکھے گا...... پھر تایا جی بھی بہت خوش ہو گئے تھے۔ اللہ نے فاطر کو ہدایت دے دی تھی۔ مگر...... فاطر کو یہ خبر نہ تھی کہ جو کچھ اس نے روزی کے ساتھ کیا تھا...... وہ نہ بھول سکتی ہے اور نہ معاف کر سکتی ہے۔ وہ کسی خطرناک جانور کی طرح اپنے شکار کو تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ اور کسی بھی وقت شب خون مار سکتی تھی......

مگر فاطر اس سب سے بے خبر تشمیرہ کے ساتھ ایک نئی زندگی کی تلاش میں مگن تھا...... آہستہ، آہستہ خوشیوں کو انجوائے کر رہا تھا...... اس کے سارے دوست اور گاؤں سے رشتے دار آ گئے تھے...... اور یہ سب کچھ اسے بہت اچھا لگ رہا تھا......

''تو پتر تو نے کڑی کو اپنی گرفت میں کر ہی لیا۔''

اس کی رشتے کی مامی نے ہنستے ہوئے اس کے سر سے پیسے نچھاور کرتے ہوئے قریب کھڑی مینا کے حوالے کر دیے...... فاطر نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا تھا۔

سارا ماحول خوشگوار تھا...... ڈھولک کی تھاپ پہ بجتے نغمے پورے گھر میں گونج رہے تھے...... اور اسی گھر کے ایک کمرے میں تائی جی غصے سے کھول رہی تھیں...... انہیں اس شادی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''ستیاناس ہو بابا جی کا...... ساری تدبیریں الٹ ہو گئیں...... کہتا ہے سب کچھ ٹھیک کر دوں گا...... ہونہہ ٹھیک کر دے گا...... یہ مینا کہاں ہے......؟'' وہ اسے تلاش کرنے لگیں۔

☆☆☆

نیم تاریک ماحول میں سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور کمرے میں پُرفسوں ماحول طاری تھا...... اور کسی عالم کی آواز بھی سی ڈی پلیئر پر گونج رہی تھی۔

''خاموشی کو دھیان سے سننے کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی نصیحت کی گئی ہے کہ جب انسان خاموشی اختیار کرے گا تو پھر اپنے کانوں سے کام لے گا...... زیادہ سے زیادہ حق اور نصیحت کی بات سنے گا اور جو بولتا رہے گا وہ سننے سے محروم رہے گا۔ جو لوگ بولنے کے زیادہ عادی ہوتے ہیں اور ہر وقت بولتے ہی رہتے ہیں وہ نصیحت اور کلامِ حق نہیں سنتے اور ان کے کان سماعِ حق سے محروم ہوتے ہیں...... نتیجتاً جب وہ نصیحت اور کلامِ حق نہیں سنتے تو ان کے دلوں پر اثر بھی نہیں ہوتا...... زبان بند ہو جاتی ہے تو کان کھل جاتے ہیں، بولنا بند ہو جاتا ہے تو سننا زیادہ ہو جاتا ہے۔ جتنا بولنا کم ہوتا چلا جائے گا اسی قدر سننا زیادہ ہوتا چلا جائے گا...... ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے آدمیوں میں سے کوئی آدمی اگر خاموش بیٹھا ہو تو اس کی خاموشی کا مطلب ہے وہ سن زیادہ رہا ہے اور جو زیادہ سنتا ہے اس شخص کو اللہ تعالیٰ حکمت زیادہ عطا کرتا ہے۔''

جینی یہ خطاب کئی بار سن چکی تھی...... اور بار، بار سننا چاہتی تھی...... بہت سارے سوال اس کے اندر دم توڑتے جا رہے تھے۔ اس کا دل کہیں، کہیں ان سوالوں کے جواب پا چکا تھا۔ جہاں، جہاں وہ ہدایت کا راستہ دیکھتی وہ نکل پڑتی۔ وہ اپنی مدد خود کرنا چاہتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھی...... کئی عالم دین کی تقریر کے کیسٹ کارنر ٹیبل پہ سجے ہوئے تھے۔ وہ انہیں سنتی رہتی اور اپنے دل کو مطمئن کرتی۔

صبح 7 بجے سے 4 بجے تک وہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کام کرتی...... سر کو حجاب سے ڈھکے وہ اپنے کام میں منہمک رہتی...... وہ آہستہ، آہستہ اپنے سارے دوستوں سے دور ہوتی جارہی تھی...... جو مادر پدر آزاد تھے۔ جرمنی کے شہر ہیمبرگ میں ہر قسم کی کمیونٹی کے لوگ شامل ہیں۔ ہندو، عیسائی، ترک، افغان، پاکستانی وغیرہ اسی کمیونٹی میں کئی سال پہلے جینی کے ممی، پاپا بھی شامل تھے۔ جینی کے ممی، پاپا میں سب خوبیاں تھیں۔ اگر دیکھا جاتا تو دنیا کا خوب صورت کپل کہلائے جانے کے حقدار تھے مگر دونوں کے درمیان جو تضاد تھا وہ مذہب بنا...... جس نے ان کے درمیان سے محبت وسکون کو ختم کردیا تھا...... مرتے دم تک ساتھ نبھانے کے وعدے پل بھر میں ختم ہوگئے تھے۔ اور نفرت و بے سکونی کو جنم دے کر انہیں خود میں الجھادیا تھا۔ اور یہ سب کچھ ان کے اختیار سے باہر ہوگیا تھا اور اصل لڑائی جینی کی پیدائش کے بعد شروع ہوئی تھی۔

ویسے تو رابرٹ (جینی کے پاپا) اپنے عیسائی مذہب کے اتنے پابند نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی رادھا (جینی کی ممی) کو اپنا مذہب اختیار کرنے کو کہا تھا...... البتہ رادھا نے رابرٹ سے شادی سے پہلے ہی ہندو مذہب کو اپنانے کا کہا تھا لیکن اس نے اس وقت محبت اور مذہب دونوں کو الگ قرار دے کر اسے خاموش کرادیا تھا اور اب ان دونوں کے درمیان جینی کے ساتھ مذہب بھی حائل ہوگیا تھا اور جو محبت تھی وہ بہت خاموشی سے ان کے دروازے سے رخصت ہوگئی تھی۔

جینی نے جب ہوش سنبھالا تو اس نے ممی، پاپا کو ایک چھت کے نیچے رہتے مگر ایک دوسرے سے لاتعلق دیکھا تھا۔ وہ کبھی سمجھ نہیں سکی کہ اس کے ممی، پاپا اور بچوں کے پیرنٹس کی طرح آؤٹنگ پر کیوں نہیں جاتے بلکہ وہ تو آپس میں بات بھی نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی غلطی سے ایک دوسرے پر نظر پڑجاتی تو بہت اجنبیت کے سے انداز میں ایک دوسرے کو نظر انداز کرتے اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے تھے۔

رابرٹ کا اپنا شوروم تھا جبکہ رادھا سوشل ورکر تھی اس لیے اس کا اپنے وطن آنا جانا رہتا تھا، وہ وہاں کی خواتین کے لیے امریکا میں کام وغیرہ تلاش کرتی اور پھر اُن کے مسائل کم کرنے کی کوشش کرتی...... اس نے امریکا کے مختلف بوتیک پر اپنے علاقے کی ساڑیاں، جیولری اور مختلف گھریلو اشیا رکھی ہوئی تھیں اس کی اور رابرٹ کی پہلی ملاقات رابرٹ کے شوروم میں ہی ہوئی تھی بالکل کسی فلمی سین کی طرح، اس کی گاڑی اس کے شوروم کے پاس ہی آکر خراب ہوئی تھی اور گاڑی ٹھیک کرواتے وقت وہ عادت سے مجبور رابرٹ سے کئی سوال جواب کرتی رہی تھی۔ یہاں شاید دونوں کی ذہنی ہم آہنگی ہوئی یا پھر وہ رابرٹ کی وجیہہ پرسنلٹی سے متاثر ہوگئی تھی وہ خود سمجھ نہیں پائی تھی اور رابرٹ وقتی طور پر اس کی گفتگو اور حسن سے متاثر ہوا تھا لیکن شادی کے کچھ عرصے بعد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا کہ اس نے شادی میں بہت جلدی کی۔

شادی کے پہلے سال ہی جینی نے آکر اس کی سوچ کو مزید پختہ کردیا تھا کہ رادھا وقت گزاری اور دوستی کی حد تک تو ٹھیک تھی لیکن شادی کا فیصلہ اس کا غلط تھا۔ شروع میں تو دونوں کے درمیان ہلکی پھلکی نوک جھوک ہوتی تھی لیکن اب دونوں نے ہی خاموشی اختیار کرلی تھی جسے جینی بہت شدت سے محسوس کرتی تھی اور کہتی اس لیے نہیں تھی کہ کہیں خاموشی علیٰحدگی اختیار نہ کر جائے۔ وہ بچپن سے ہی بے حد ذہین اور حساس تھی۔

گو کہ رابرٹ کی نسبت رادھا، جینی کا زیادہ خیال رکھتی مگر پھر بھی وہ باپ کی طرف زیادہ کھنچتی تھی شاید بیٹی تھی اس لیے وہ رابرٹ سے محبت کرتی تھی۔

وقت کے ساتھ جب سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوا تو جینی کو اپنے والدین کے درمیان فاصلے کا احساس اور وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں چاہتی ہوں کہ جینی، ہندو مذہب اپنائے......'' اس رات وہ پانی پینے کے لیے اٹھی تھی کہ اچانک اسے پاپا کے روم سے ممی کی تیز آواز آئی تو وہ اسی طرف چلی آئی تھی۔

''نہیں، جینی میری بیٹی ہے اور میں چاہتا ہوں وہ عیسائیت کو اپنائے۔''

''میں اس کی ماں ہوں اور اس کی پرورش میں زیادہ حق میرا ہے اس لیے وہ میرا دھرم اپنائے گی۔'' وہ غصے سے قریباً چیخی تھی اور رابرٹ کو بھی ضد آگئی جبکہ شروع سے وہ جینی سے لاتعلق رہا تھا۔

''میں باپ ہوں اور جینی اب سمجھدار ہو چکی ہے اس بات کا فیصلہ وہ خود بھی کر سکتی ہے۔'' اور اس سے پہلے کہ یہ بات کسی بڑے جھگڑے کو جنم دیتی جینی کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔

''اچھا ہوا جینی تم آگئیں......'' رادھا اسے دیکھ کر اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''بتاؤ اپنے باپ کو کہ تم کس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو؟'' اس نے ایک نظر دونوں کی طرف دیکھا تھا اس کے بعد اپنے قدم باپ کی طرف بڑھا دیے تھے، رادھا سکتے کی حالت میں کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی آنسوؤں کے چند قطرے رخسار پر گرے تو وہ چونکی اور روندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''یہ سچ میں تمہاری بیٹی ہے۔ اس لیے میں یہاں سے جا رہی ہوں کیونکہ اب میری ضرورت کسی کو نہیں......'' رادھا کہہ کر چلی گئی تھی اور رابرٹ نے بس جینی کو ایک نظر مسکرا کر دیکھا تھا۔ جینی اس وقت تو یہ سوچ کر خوش ہوئی تھی کہ اب اسے پاپا کا ساتھ ہر قدم پر میسر ہو گا لیکن یہ اس کی خوش فہمی تھی کیونکہ رابرٹ کو رادھا سے بھی محبت نہیں تھی پھر اس کے بدن سے ہونے والے بچے کو وہ کیونکر قبول کرتا، اگلے چند روز میں ہی جینی کو اندازہ ہو گیا کہ اس کا فیصلہ غلط تھا...... مرد اگر وفا کرنے پر آئے تو زندگی کی آخری سانس تک ساتھ نبھاتا ہے اور اگر بے وفائی کرنے پر آئے تو اپنے بچوں کو بھی نہیں بخشتا اور یہ مثال رابرٹ پر پوری اترتی تھی وہ چند روز بعد ہی جینی کی ہم عمر لڑکی کو بیوی بنا کر گھر لے آیا تھا۔

ہم عمر ہونے کی بِنا پر جینی اس کا لحاظ نہیں کرتی تھی اور روز، روز کے جھگڑے سے تنگ آ کر رابرٹ نے جینی کو ہی گھر سے نکال دیا تھا۔ اس وقت جینی یونیورسٹی میں پڑھنے کے ساتھ ایک فلاور شاپ پر جاب کر رہی تھی۔

☆☆☆

جینی گھر سے نکلنے کے بعد اپنی دوست ٹینا کے فلیٹ پر چلی گئی تھی۔ ٹینا اپنی ماں کے ساتھ دو کمرے کے کرائے کے فلیٹ میں رہتی تھی۔ جینی کو وقتی طور پر سر پر چھت کی ضرورت محسوس ہوئی تھی اس لیے وہ وہیں آگئی اس کا خیال تھا کہ اب وہ اپنی ممی رادھا کو تلاش کرنے کے بعد ان سے معافی مانگ کر ان کے پاس ہمیشہ کے لیے چلی جائے گی اور اس کی سوچ کو رد کرنے کے لیے ہی رادھا دوسرے روز ہی یونیورسٹی سے واپسی پر اسے ایک شاپ پر کھڑی نظر آگئی تھی۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس طرف آئی تھی مگر رادھا نے اسے دیکھ کر یوں نظر انداز کیا تھا جیسے وہاں کوئی موجود ہی نہ ہو۔ وہ ایک لمحے کو ٹھٹکی اور دوسرے لمحے اپنی خام خیالی سمجھ کر وہ پھر رادھا کے قریب آئی تھی۔

''ممی میں آگئی ہوں۔''

''آگئی ہو یا تمہارے باپ نے تمہیں بھی گھر سے نکال دیا ہے۔'' اس نے طنز و غصے سے پوچھا تو وہ نظریں چرا گئی۔

''میرا فیصلہ بہت غلط تھا، میں بہت شرمندہ ہوں۔''

''نہیں، تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں! تم نے بہت ٹھیک فیصلہ کیا تھا، تم دونوں باپ بیٹی کو ایک ساتھ ہی رہنا چاہیے تھا کیونکہ تم دونوں ایک جیسے ہو اور ایک ہی دھرم سے تعلق رکھتے ہو۔''

''ممی پلیز......!''

''نہیں ہوں میں تمہاری ماں......'' رادھا اسے دھکیلتے ہوئے بولی۔ ''بہت بڑی غلطی تھی میری جو میں نے تمہارے باپ سے شادی کی...... کوئی تعلق نہیں میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تم سے اور تمہارے باپ سے اس لیے آئندہ کبھی میرے سامنے مت آنا۔'' وہ کہہ کر شاپ سے تیز قدموں سے نکل گئی تھی جبکہ جینی وہاں کتنی دیر کھڑی الجھتی رہی تھی۔ اسے رادھا اور رابرٹ دونوں کا رویہ سمجھ نہیں آرہا تھا، وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی پھر وہ اسے اپنانے سے انکار کیوں کررہے تھے۔ اس میں ان کا مذہب شامل تھا یا ضد یا پھر مذہب کو آڑ بنا کر ایک دوسرے کے وجود سے انکاری ہونے کے ساتھ اس لڑکی کو بھی گھر سے باہر نکال دیا جو اُن کی محبت وتوجہ کی طلب گار تھی۔

پھر اس نے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا تھا اور انہیں خود سے سمجھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہر بار الجھ جاتی کیونکہ کسی مذہب میں اللہ کو واحد کہا جاتا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا کہا جاتا تو کہیں اللہ کے ساتھ شریک تو کہیں مٹی وآگ کو پوجنے کی بات ہوتی، اس کی ٹھیک سے تربیت کرنے والا کوئی نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کسی سے مدد لی جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ مکمل ہی لادین اور بے راہ روی کا شکار ہوگئی۔

اس کے لیے سب سے زیادہ اہم اپنی ذات تھی۔

وہ کسی کو اپنے آگے کچھ نہیں سمجھتی تھی خوب صورت و ذہین تو وہ شروع سے ہی تھی۔ اپنی محنت اور ذہانت کے بل بوتے پر ہی وہ اسکالرشپ پر جرمنی آئی تھی۔ اس کی ضدی طبیعت اور خود پرستی کی وجہ سے لوگ اس سے بہت کم وقت کے لیے دوستی کرتے اور جہاں اس کی طبیعت ان پر آشکار ہوتی وہ کنارہ کرلیتے تھے اور اس کی ذات پر بھی کسی کے چلے جانے سے اب کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اس لیے وہ بظاہر خوش تھی لیکن اندر ایک خلش تھی جو تنہائی اور محفل میں بھی بے چین رکھتی اور جسے وہ اب تک سمجھ نہیں پائی تھی۔

☆☆☆

ریبال اسے پہلی ہی نظر میں اچھا لگا تھا نہ جانے کیوں دل نے پہلی بار کسی کو دیکھ کر مچلنا شروع کیا تھا جبکہ کچھ خاص تو نہیں تھا اس میں، ہر مرد کی طرح عام سا بندہ تھا لیکن جینی سے لاتعلقی ہی اسے جینی کے دل کے قریب لے گئی تھی۔ اور وہ مختلف بہانوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی مگر وہ بہت مضبوط کردار کا شخص ہونے کے ساتھ اخلاق میں بھی اعلیٰ تھا اس لیے جینی کی ادائیں اس پر اپنا جادو چلانے میں ناکام رہی تھیں اور پہلی بار اسے اپنی شکست محسوس ہوئی تھی ورنہ وہ جہاں کہیں بھی گئی خاص کر مردوں کی توجہ کا مرکز بنی رہی تھی۔ اور خواتین اس سے حسد محسوس کرتے ہوئے آپس میں چہ مگوئیاں کرتے ہوئے اسے تنقید کا نشانہ بناتی تھیں مگر ریبال اس کی کسی بھی ادا کے دام میں نہیں آرہا تھا اور اسی بات پر وہ اندر ہی اندر تلملانے کے ساتھ روز نئی چال سوچتی اور اس کو چلنے کے بعد ناکام ہوتی تو مزید غصے کا شکار ہوکر گھر سے باہر نکل جاتی تھی۔

جس کو تم چاہو...... وہ محبت
جو تمہیں چاہے اس کا کیا......
جس کے لیے تم روئے وہ محبت
جو تمہارے لیے رویا...... اس کا کیا......
جس کے لیے تم تڑپے وہ محبت
جو تمہارے لیے تڑپا...... اس کا کیا
جس کو تم نے چاہا تھا وہ تمہیں ملے
اور جس کو تم نہ ملے اس کا کیا......

''تو آج فیصلہ ہو ہی گیا...... زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ!'' کمرے کی ہر چیز پر اداسی کی فضا چھائی تھی۔ تایا جی کے فیصلے نے سب کو سرنگوں کردیا تھا۔

تشمیرہ اپنی ڈائری سے حالِ دل کہہ رہی تھی۔

''ہم جن چیزوں کو سنبھال، سنبھال کر رکھتے ہیں، وہی ہم سے اکثر چھین لی جاتی ہیں۔ اور بہت سی فضول، بیکار اور دکھ پہنچانے والی، اذیت دینے والی اشیا ہماری جھولی میں ڈال دی جاتی ہیں۔''

''کیا فاطر واقعی میرا شوہر بننے والا ہے؟ اسی سے میری شادی ہورہی ہے؟'' وہ دکھ سے سوچ کر حیران ہوئی۔

''تایا جی کہہ رہے تھے، وہ بالکل سدھر گیا ہے...... اور بڑی محبت سے میرا ساتھ مانگا ہے۔ اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں......؟ میں نے کیسے آسانی سے مان لیا......؟'' وہ خود سے ہم کلام تھی۔

''نہیں......'' اس کے دل نے گواہی دی۔

''پھر......؟''

''صرف تایا جی کا مان رکھا ہے۔ مگر میری محبت، میرا ہمدم، میرا ریبال......'' وہ بے چین ہو اٹھی۔

''ہاں میری محبت، میرا مان سب اس ڈائری میں محفوظ ہے......میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔'' تشمیرہ نے آزردگی سے ڈائری کی طرف دیکھا۔ جس میں اپنے دل کا سارا احوال رقم کر دیا تھا......وہ دل و دماغ کی جنگ میں تھک چکی تھی......اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے ریبال آجائے اور وہ اس کے بازوؤں میں سما کر اپنے سارے دکھ اس کو دے، دے۔

''مگر وہ تو اتنے میلوں دور ہے کہ آواز بھی دوں تو نہ آسکے......میں نے خود کو وقت کے حوالے کر دیا ہے......وہ میری گم شدہ محبت ہے...... جسے میں تلاش کرتی رہوں گی وہ مجھے کبھی نہیں ملے گا......'' وہ خود کو سمجھاتی، بہلاتی اپنے اشک دوپٹے سے پونچھتی ہوئی باہر نکل آئی...... مینا بے ڈھب قدموں سے جلدی، جلدی چلتی اس سے ٹکرا گئی...... اس کے لمبے بال مینا کے ہاتھوں میں آ گئے۔

''اوہ...... معاف کرنا بی بی جی......'' مینا اس سے ٹکراتے ہوئے لڑکھڑا کر اس کے قدموں میں ہی بیٹھ گئی۔

''تمہاری تائی جی بہت کام کرواتی ہیں...... موبائل پہ مس کال دے، دے کر جینا حرام کر دیا ہے......کتنی بار کہا ہے کہ صرف ایک مس کال دیں...... میں تو اپنے میاں سے بات بھی نہیں کر سکتی......'' وہ وضاحت کرنے لگی۔

''اچھا، اچھا ٹھیک ہے چلو اٹھو......'' تشمیرہ نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

''شکریہ...... بی بی! آپ بہت اچھی ہیں، دنیا میں آپ کی طرح اچھے لوگ نہیں ہوتے۔'' وہ اس کی

تنگ جرابیں مشکلات کا باعث

1۔ ماہرین کے مطابق والدین کو بچوں کی جرابوں کے انتخاب پر بہت زیادہ توجہ دینا چاہیے اور خاص طور پر آرام دہ اور سوتی ملائم کپڑے سے تیار جرابوں کو ترجیح دینی چاہیے۔

2۔ اپنی تنگ جرابوں کے باعث بچوں کے پیروں کی جلد کا ہمیشہ کے لیے متاثر ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ تنگ جرابوں سے استعمال ہونے والا الاسٹک جلد پر سوزش کا باعث بنتا ہے جس سے بچوں کے پیر سرخ ہو جاتے ہیں اور گھٹنوں اور پنڈلیوں کے گرد نشانات بننے شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض بچوں میں اس تنگی کی وجہ سے ٹانگوں میں خون کا دورانیہ کم ہو جاتا ہے اور ٹانگوں کی جلد کا رنگ ہلکا نیلا ہونے لگتا ہے، جس کے بعد بہت سے بچوں میں لنگڑا کر چلنے، چلتے ہوئے تکلیف محسوس کرنے اور خواہ مخواہ غصے میں آنے کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ طبی ماہرین نے تنگ جرابوں کے علاوہ بچوں کی جرابوں کے تیز اور گہرے رنگوں کو بھی خطرناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ بچوں کے لیے ہمیشہ ہلکے رنگوں کی جرابوں کا انتخاب کرنا چاہیے۔ بعض جرابوں سے کچے رنگ نکل کر پسینے میں شامل ہو کر جلد کے اندر تک چلے جاتے ہیں۔ جس سے مختلف طرح کی جلدی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ جرابوں کو ہر دوسرے دن دھوپ لگائیں اور ان کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

مرسلہ: سلمٰی عمر، کھارادر، کراچی

رشتے

جس جنگ میں رشتوں کے ہار جانے کا اندیشہ ہو......اس جنگ میں ہتھیار ڈال دینا اور شکست تسلیم کر لینا ہی اصل جیت ہے۔

مرسلہ: اقبال بانو، وہیاڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بات پہ مسکرادی۔

''نہیں، تم اچھی ہو اس لیے سب اچھے ہیں۔''

''بی بی جی آپ واقعی بہت اچھی ہو، آپ کو کبھی دنیا کی سمجھ نہ آئے گی۔'' اتنے میں اس کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی کسی مقبول فلمی نغمے کی ادھوری ٹیون......

''اُف، آتی ہوں میری ماں......'' وہ موبائل فون کو گھورتے ہوئے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے جانے کو مڑی......تب ہی تشمیرہ کی نظر ایک زرد رنگ کے کاغذ پر پڑی......اس نے اٹھالیا۔

پیر بابا نفیس کا نام اور موبائل نمبر لکھا ہوا تھا۔

''سنو مینا یہ تمہارا کاغذ ہے؟'' مینا آخری سیڑھی پر تھی جب اس نے پکارا......مینا کے قدم تیزی سے رکے۔

''ہیں......؟'' مینا نے اپنے بائیں ہاتھ میں دیکھا...... اور پھر سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگی۔ ''تیرا کیا ہوگا مینا، وہ چڑیل تو تجھے ذبح کردے گی۔'' جلدی، جلدی بھاگتے قدموں کے ساتھ وہ پلٹی......اس کے ہاتھ سے کاغذ لیا۔

''ذرا سنبھل کر مینا کہیں گر نہ جاؤ......'' تشمیرہ نے اس کی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے ہمدردی سے کہا......

مینا کا رنگ زرد ہوگیا تھا۔

مینا نے ایک نظر اسے اتنی گہری نظروں سے دیکھا کہ وہ سمجھ نہ پائی......اور اب مینا آہستہ قدموں سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔......یہ بات کا اثر تھا......یا پھر وہ شیطانی چال جو تائی اماں اس کے ساتھ مل کر کھیل رہی تھیں۔ اس کا ضمیر شاید جاگ رہا تھا۔

''اللہ تمہاری حفاظت کرے بی بی ...... تم ان شیطانوں کے لائق نہیں ہو۔'' اس کا ستر امن تشمیرہ کو دعا دے رہا تھا۔

''کہاں رہ گئی تھی منحوس...... میں کب سے دیوانوں کی طرح تیرا انتظار کررہی ہوں......کتنی مس کالیں دی ہیں میں نے تجھے......اوپر سے نیچے آنے میں تجھے اڑن طشتری چاہیے۔ یہاں میرے سینے میں انگارے دہک رہے ہیں۔ دیکھ مینا اگر تیرے پیر بابا نے کام نہ کیا تو میں تیرا کام کردوں گی......سمجھی......'' تائی اماں نے دستک پر اپنا کمرا کھولا اور مینا کو دیکھتے ہی بے بھاؤ کی سنانی شروع کردی۔

اس نے تحمل سے ان کی سب سنی......پھر بولی۔

''بات سنو جی......اوپر بھی تم نے نظریں رکھنے کو کہا ہے۔ تایا جی پر بھی میری ڈیوٹی لگادی ہے۔ پھر سارے عمل بھی مجھ سے کراتی ہو......ایک مینا کیا، کیا کرے......''

''زیادہ بکواس نہ کر، پیر بابا کا نمبر دے میں خود بات کرلوں گی......تو نے بات کی یا نہیں......؟'' تائی جی پوچھنے لگیں۔

''ارے کرلی ہے جی......وہ بہت اطمینان دلا رہے تھے۔'' وہ اپنی گول، گول آنکھوں سے انہیں یقین دلاتے ہوئے بولی۔ ''وہ کہہ رہے تھے جی پیر صاحب کہ ننانوے پرسنٹ کام ہوگا شادی نہیں ہوسکے گی۔'' وہ مخصوص انداز میں بولی۔ ''ہاں مگر اعتبار شرط ہے۔''

''اعتبار......'' تائی اماں کو سمجھ نہ آئی۔

''مطلب یوں ہے جی کہ آپ اعتبار رکھیں گی تو کام ہوگا ناں......آپ انتظار کریں......پیر بابا کا چلہ کام کرے گا۔ آپ کا بھتیجا شادی نہ کرسکے گا۔ وہ کہہ رہے تھے بس میں ہول نہ کھائیں۔''

''ہول نہ کھائیں......؟'' تائی پھر الجھیں۔

''او چھوڑیں جی آپ کو سمجھ نہیں آئے گا آپ پیر بابا سے خود بات کرلو......'' مینا نے سر پر ہاتھ مارا......اور پیر بابا نفیس کا نمبر ملا کر تائی جی کے ہاتھ میں پکڑا دیا......پھر خود کلامی کرنے لگی۔

''اللہ کرے واقعی تشمیرہ بی بی کی شادی اس لنگور سے نہ ہو......وہ ان کے قابل ہے ہی نہیں......اللہ جی میں بہت بری ہوں......مگر وہ بی بی بہت اچھی ہے......انہیں اس شاطر اور اس شاطرہ سے محفوظ رکھ......'' وہ تائی جی کے خلاف ہوتی جارہی تھی۔

''ارے مینا بیٹا تم خود سے باتیں کیوں کررہی ہو......؟'' تایا جی اچانک کمرے میں داخل ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ،
سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

تھے۔ مینا ایک دم سہم گئی...... وہ آمین بھی نہ کہہ سکی...... مگر اس کی اچھی نیت پہنچ چکی تھی۔

''وہ...... وہ کچھ نہیں جی...... ایسے ہی اماں یاد آنے لگی تھیں۔'' گاؤں میں بیٹھی ماں کا بہانہ اس نے بنایا۔ ''بس ان سے دھیرے، دھیرے لڑائی کر رہی تھی۔'' تایا جی کھل کر ہنس دیے۔

''بیٹیاں بھی کتنی پیاری ہوتی ہیں...... کہیں بھی چلی جائیں اپنے بابل سے جڑی رہتی ہیں...... بیٹا اگر تمہیں اپنی ماں سے ملنے کا دل چاہ رہا ہے تو چلی جاؤ...... مگر ایک درخواست ہے؟'' وہ مینا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے...... ''بس میری تشمیرہ کی شادی ہو جائے گی...... تب چلی جانا......''

''ہاں...... ہاں جی آپ فکر نہیں کریں...... میں باجی کی شادی میں ضرور شریک ہوں گی...... ڈھولک بجاؤں گی، آپ سے اچھا سا جوڑا لوں گی...... آپ بالکل فکر نہ کرو جی......'' وہ تایا جی کو اپنی باتوں سے خوش کرتی ہوئی کمرے سے نکل رہی تھی...... اُدھر تائی جی نے بہت چالاکی سے پیر صاحب سے بات کر کے فون بند کر دیا تھا اور تایا جی کی طرف دیکھا۔

''آپ کیوں فکر کرتے ہیں سب کچھ بہت اچھے طریقے سے ہوگا...... آپ دیکھیے گا ہم تشمیرہ کو بہت شان سے رخصت کریں گے...... میرے جیولرز نے سونے کے سیٹ کے ساتھ دو بہت خوب صورت کنگن بھی بنائے ہیں۔ وہ ابھی لے کر آتا ہوگا...... باقی چیزیں بھی تیار ہیں۔''

''ارے آپ...... اتنی جلدی سب کچھ کیسے کر لیا...... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا......'' تائی جی کی میٹھی اور فکر مند زبان نے تایا جی کو سرشار کر دیا...... شکر گزاری سے وہ کہہ رہے تھے۔

''فرخندہ تم نے میرا جی ہلکا کر دیا...... میں تمہیں کتنا غلط سمجھ رہا تھا...... تم نے...... تم نے...... تشمیرہ کی ماں ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ سرخرو کر دیا ہے مجھے......'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ اور وہ روتے، روتے کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ تائی جی نے ان کی پشت کو دیکھا اور مسکرا دیں۔

''ہونہہ ماں ہونے کا حق...... مجھے کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے تشمیرہ...... اور میری کوشش ضرور رنگ لائے گی...... نہیں ہوگی...... یہ شادی، کسی صورت بھی نہیں......'' اگر اس لمحے تایا جی ایک بار پلٹ کر تائی جی کو دیکھ لیتے تو انسانی فطرت کا بھیانک روپ حسد اور لالچ اور کینہ پروری کی شکل کا کوئی اور مجسمہ نصیب ملتا...... اور وہ تائی کا یہ روپ دیکھ کر خود پتھر کے ہو جاتے...... مگر وقت ابھی اور چالیں چل رہا تھا...... کہیں بازی ہارنے کا خوف تھا...... کہیں جیتنے کی خواہش زور پکڑ رہی تھی...... اور کہیں زندگی اور موت کی رسہ کشی تھی۔

☆☆☆

زوار شاہ کے عالیشان گھر میں سارے نوکر اِدھر سے اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے...... برق رفتاری سے سارے کام انجام پا گئے تھے...... وسیع و عریض سرسبز لان کو شام کے فنکشن کے لیے آراستہ کیا جا رہا تھا...... ایونٹ پلانر کا اہتمام کیا تھا تو اسی حساب سے وہ اپنے ورکرز سے کام کروا رہا تھا۔ اندر مسز زوار شاہ تمام بیگمات کو یاددہانی کروا رہی تھیں۔

''دیکھیں، مسز جواہر...... آج میرے بیٹے کی صحتیابی کا جشن ہے، آج آپ کو تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آنا ہے...... نہیں، نہیں بالکل نہیں اور ہاں وہ میرون اور گرے رنگ کی ساڑی زیب تن کیجیے گا، آپ پر بہت جچتی ہے...... ہاں، ہاں اسی کا نیو ایڈوانس کلر بھیجے گا...... اخباری رپورٹرز آپ کو ہی فوکس کریں گے۔'' اب وہ ہنس رہی تھیں۔

''تھینکس......'' کہہ کر وہ دوسرا نمبر ملانا چاہتی تھیں کہ زوار شاہ کمرے میں داخل ہوئے۔

''فیضان......'' وہ بلند آواز سے اسے پکار رہے تھے۔

فیضان نے پلٹ کر دیکھا زوار شاہ اضطرابی کیفیت میں نظر آئے۔ وہ سگار کی راکھ کو بے دردی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اِدھر اُدھر جھٹک رہے تھے۔

''جی بابا......!'' وہ سعادت مندی سے لبیے، لمبے قدم بھرتا ان کے سامنے موجود تھا۔ وہ بھی اپنی توجہ نہ ہٹا سکیں۔

''وانیہ کو تلاش کرو...... اس کا ہونا ضروری ہے...... وہ اعزاز کی بیوی ہے۔ بہت مسائل کھڑے ہوجائیں گے......عزت خاک میں مل جائے گی۔ گاؤں وہ جا نہیں سکتی...... عامر اس کا بھائی کینیڈا میں ہے۔ یہاں اس کا ہونا ضروری ہے...... سمجھو......''

''اوہ......کم آن بابا...... کچھ نہیں ہوگا، میں سب دیکھ لوں گا...... مس تانیہ سے کانٹیکٹ کرتا ہوں۔'' اس نے ان کی پریشانی کو بہلایا۔

''سب میڈیا کو وہ دیکھ لیں گی...... کسی کی زبان نہیں کھلے گی...... میں نے آپ سے پوچھے بغیر اس خطرے کو بھانپتے ہوئے سب انتظام کرلیا ہے...... باقی معاملات بھی نارمل ہیں۔ سب کرلیا ہے......سب کے منہ بند رہیں گے......آپ مجھ پر بھروسا رکھیں۔''

''اوکے......'' زوار شاہ کے اعصاب ڈھیلے ہوگئے...... سگار کا کش لگایا پھر دھوئیں کے ہالے میں بیٹھ کر بیگم کو دیکھا اور سوچ کر کہا۔

''سنو...... اپنی ماں کو کنٹرول کرو...... اس کی زبان کا مجھے قطعی بھروسا نہیں ہے۔'' انہوں نے اشارہ کیا تو وہ برامان کر ایک جھٹکے سے کھڑی ہوگئیں۔

''آپ مجھے بچوں کے سامنے یوں ڈاؤن نہ کیا کریں...... میں بھی جانتی ہوں...... یہ سب نزاکتیں......'' پھر اپنی آنکھوں کو ان پر مرکوز کرتے ہوئے مزید بولیں۔ ''بہت راز چھپائے ہیں میں نے اس دل میں...... کبھی کوئی آنچ تم تک پہنچی؟'' وہ زخمی انداز میں بولیں۔ ''کوئی طعنہ، کوئی بات میں نے تمہاری پچھلی زندگی کے حوالے سے کی کبھی......؟ نہیں ناں...... تو پھر اطمینان رکھو...... جس دن ضبط کو آزمایا تو برا ہوگا۔'' یہ کہہ کر وہ لاؤنج سے نکل گئیں...... اور زوار شاہ حیرت سے کھڑے رہ گئے۔ اور فیضان شاہ ماں کی

بات پر حیران اور ششدر ہوکر کچھ لمحے کے لیے رکا اور پھر کندھے جھٹکتا اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

''تم بھی میرے زخم کریدنے کے لیے اپنے ناخن تیز کرکے بیٹھی ہو...... مگر تم مہرو کا مقابلہ نہیں کرسکتیں...... کبھی نہیں......'' ایک تکلیف دہ یادان کے دل میں کروٹیں لینے لگی...... فی الحال اسے یاد کرنے کا یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ وہ اعزاز شاہ کو ایک نظر دیکھنے کے لیے اس کے کمرے کی طرف آگئے جہاں وہ بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹے تھے...... شاید دواؤں کا اثر تھا...... وہ اعزاز سے بہت پیار کرتے تھے...... اس کے لیے ان کا دل بہت نرم تھا...... ان کی نرمی نے ہی اعزاز کو بگاڑ دیا تھا...... کئی سالوں پہلے اس کی ماں ذرا سی بات پر ناراض ہوکر اپنے گھر چلی گئی تھی تو زوار شاہ نے ہی اسے لاڈ سے پالا تھا...... اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود وہ اس سے کبھی غافل نہ رہے...... وہ اس کی بے اعتنائی سہہ جاتے تھے۔ مگر اس کی ہر ضد پوری کرتے تھے...... وانیہ کے لیے انہوں نے اسے مجبور کیا تھا...... کیونکہ یہ ان کے بھائی کی خواہش تھی...... مگر وانیہ گھر بنانے والوں میں سے نہیں تھی...... وہ ویسے بھی بگڑی ہوئی تھی...... خودسر اور بددماغ...... الٹا اعزاز شاہ اس کے وجود سے بیزار ہوگئے۔

سارا دن گھر سے باہر رہنا، ہوٹلنگ کرنا، نئی نئی دوستیاں...... یہ سب زوار شاہ کے علم میں تھا...... انہوں نے اسے بہت وقت دیا مگر وہ اپنی ڈگر پر قائم رہی تو زوار شاہ نے اسے کسی اور طرح ہینڈل کیا...... مگر وہ فرار ہوکر کہاں گئی کچھ پتا نہیں...... ایک دم اعزاز شاہ کا موبائل فون بج اٹھا تو زوار شاہ چونک گئے...... تیسری بیل پر بھی جب اعزاز شاہ کی آنکھ نہ کھلی تو انہوں نے بڑھ کر فون ریسیو کرلیا۔

''ہیلو......'' دوسری طرف کسی نسوانی آواز میں کہا گیا۔

''اعزاز بیٹا اب کیسے ہو تم...... بہت یاد آرہی تھی تمہاری...... تم ٹھیک تو ہو ناں......؟ ریبال کا فون آیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھا۔'' زوار شاہ کو جھٹکا لگا۔

یہ آواز...... یہ لہجہ تو دل کے بہت قریب ہے۔

''ہیلو...... بیٹا بات کیوں نہیں کر رہے سب ٹھیک ہے ناں...... اعزاز بیٹا...... کسی روز وقت ملے تو اپنی ماں کے پاس ضرور آنا...... ٹھیک ہے ناں...... ہیلو...... ہیلو......''

اور زوار شاہ ساکت و جامد جاگتے ذہن کے ساتھ آواز کے زیر و بم میں کھوئے ہوئے تھے......

''شاید میری آواز نہیں جا رہی ہے...... نیٹ ورک پرابلم ہے۔'' یہ کہتے ہوئے فون بند ہو چکا تھا...... وہ ایک لمحے کو خود پر قابو پا کر جیسے ہوش میں آئے...... موبائل کی طرف دیکھا...... پھر اعزاز شاہ کو دیکھا جو واقعی سو رہا تھا۔

''فون دوبارہ بھی آ سکتا ہے۔'' اس وہم کو تقویت کے ساتھ سوچ کر موبائل فون واپس اعزاز کی کارنر ٹیبل پر رکھا اور دبے قدموں سے اس کے کمرے سے نکل آئے...... مہرو کی آواز آج بھی اندر بسی ہوئی تھی...... نوخیز محبت سے لے کر بیوی کے روپ میں جب وہ آئی تو اس نے کبھی بدتمیزی سے نہیں پکارا...... کچھ لمحے خواب کی صورت ان کی آنکھوں کے سامنے آ گئے...... زندہ تصویر کی صورت......

مہرو سے شادی کے دوسرے دن ہاں 22 مئی 1999ء کے دن......

''سنو......'' وہ سبز رنگ کے کامدانی کے دوپٹے کو سنبھالتے ہوئے کانوں میں جھمکے اور ہلکے، ہلکے میک اپ کے ساتھ ان کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ تب ہی زوار شاہ نے اسے پکارا۔

''جی میاں جی!'' وہ ہڑبڑا کر فوراً بولی...... دوپٹے کا پلو ٹرے میں کپ کو ڈھانپ چکا تھا۔

''میاں جی...... یہ کیا نام ہوا......؟'' زوار شاہ حیرت اور دلچسپی سے پوچھنے لگے۔

''وہ، وہ امی کہہ رہی تھیں کہ شوہر کا نام نہیں لینا چاہیے...... احترام سے پکارنا چاہیے۔'' وہ شرم سے دُہری ہو کر بولی...... مہر النسا کا یہ روپ اسے بہت اچھا لگا...... انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا...... اور جھمکوں کو چھیڑتے ہوئے بولے۔

''کیا میرا نام لیتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے؟'' وہ شرارت سے پوچھ رہے تھے۔

''جی......'' وہ مسکراتے ہوئے جھینپ کر بولی۔

''اوہ...... تب ہی تو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

شرم، دہشت، جھجک، پریشانی
ناز سے کام کیوں نہیں لیتیں
آپ، وہ، جی، مگر یہ سب کیا ہے
تم مرا نام کیوں نہیں لیتیں

وہ ہنستے ہوئے اشعار پڑھ رہا تھا اور وہ شرم سے جھینپی جا رہی تھی۔

''آپ بھی ناں......'' وہ خالی کپ لے کر اٹھنے لگی...... تو وہ بولے۔

''دیکھو مہرو، مجھے تمہارا یہ روپ بہت اچھا لگتا ہے...... میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں...... مگر، مگر......'' وہ کچھ لمحے ٹھہر گئے۔

''مگر...... مگر کیا......؟'' مہرو بے چین ہو گئی...... وہ ان کی جانب دیکھتی رہ گئی۔

وہ انگلی میں پڑی انگوٹھی کے نگ کو دیکھتے ہوئے بولے...... ''مگر یہ کہ محبت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو...... تمہارے پیار میں کمی نہ ہونے پائے...... اور میرا اعتبار کبھی نہ ٹوٹے...... ٹھیک ہے ناں......؟'' یہ کہہ کر زوار شاہ نے اپنا ہاتھ مہرو کی طرف بڑھایا تو مہرو نے فوراً تھام لیا۔

''آپ ہی تو میرا اعتبار ہیں...... اور میں آپ کا اعتبار کبھی نہ توڑوں گی۔'' وہ آنکھیں بند کر کے جذب سے بولی۔

''جملہ پورا بولو......'' وہ اس کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''کیا......؟'' اس نے گھبرا کر ہاتھ اٹھایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کس سے کہہ رہی ہو یہ سب باتیں......؟''

''آپ سے......'' وہ پھر گھبرا گئی۔

''میں کون؟'' سنجیدگی سے زوار نے پوچھا۔

''آپ وہ......میاں جی......'' یہ کہہ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپالیا۔ اور زوار شاہ نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔

''بہت اچھی ہو تم بہت......ایسے ہی رہنا ہمیشہ......'' وہ تائیدی انداز میں کہہ رہے تھے۔

''اچھا میاں جی......'' وہ ہنستے ہوئے بولی...... چوڑیوں کی جلترنگ میں ہنسی بجی تھی اور اس کی ہنسی سے ماحول جیسے مرتعش ہوگیا...... خواب لمحے بھاپ بن کر اڑ گئے...... زوار شاہ یک دم حال میں آگئے...... پندرہ منٹ کے اس منظر میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے تھے...... لاؤنج کے آخری سرے پر باہر کا منظر نمایاں تھا...... اعتبار، اعتماد اور محبت کی دھجیاں کیا ایسے اڑتی ہیں؟ سوال آج بھی ان کے اندر ناگ کی طرح کلبلا رہا تھا۔

☆☆☆

مئی کی اس چلچلاتی دھوپ میں کمرے کے اندر کا موسم اے سی کی کولنگ سے ٹھنڈا تھا...... مگر روزی کا دماغ باہر کی گرمی کی طرح جھلس رہا تھا...... وہ سراپا انتقام بنی اپنے موبائل فون پر مصروف تھی۔

''ہاں کیا ہوا......اوکے......''

''اگر وہ وہاں سے جا چکا ہے تو ڈونٹ وری اب جس جگہ پر ہے اس کو ختم کردو...... یہ موقع ہاتھ سے مت کھونا......اوکے......'' کچھ دیر سننے کے بعد وہ بولی۔

''ہاں، بالکل ٹھیک ہے دلاور کو بھی ساتھ لے جاؤ...... کام ہوجانے پر فوراً روپوش ہوجانا...... پیسہ تمہارے گھر پہنچ جائے گا...... اس بار کامیابی ہونی چاہیے...... اور میرا علم کہتا ہے کہ کامیابی یقینی ہے......'' وہ سامنے دیکھتے ہوئے کسی غیر مرئی قوت سے مخاطب تھی۔

''اور اب شام میں زوار شاہ کے فنکشن کو کامیاب بنانا ہے...... صحتیابی ملے اعزاز شاہ کو اور ہم ہر طرح سے کور کریں...... خیر فیضان شاہ تمہاری بات رکھتے ہیں۔'' وہ خود کلامی کرتی اپنے مخصوص انداز میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔ تب ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور وانیہ اندر آگئی جو حال سے بے حال تھی...... پہلے والی حالت نہیں تھی...... مگر کھلی شرٹ اور اسکرٹ میں مرجھائی ہوئی لگتی تھی۔

''میں لندن جانا چاہتی ہوں تم کسی طرح سے ان لوگوں کے چنگل سے مجھے نکالو...... میں اپنی لائف خود سیٹل کروں گی...... تم کچھ کرو میرے لیے...... پلیز روزی، یہ مجھ پر تمہارا سب سے بڑا احسان ہوگا...... اس سے پہلے کہ میں سب سے بیزار ہوجاؤں...... تم پلیز......''

''وائے ناٹ......'' روزی اس کو دیکھ کر مسکرائی...... اسے دونوں بازوؤں سے تھامتے ہوئے صوفے پر بٹھایا اور اپنی چمکیلی آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز کردیں۔ ''میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...... بس تم کل شام کی فلائٹ سے لندن جارہی ہو......اوکے......''

''تم سچ کہہ رہی ہو......؟'' تکبر زدہ عورت گھگھیائے ہوئے انداز میں پوچھ رہی تھی...... اسے ہر چیز ناممکنات میں سے لگتی تھی...... وہ اس وقت خالی ہاتھ جو تھی...... لیکن روزی اس کے لیے سب کرسکتی تھی اور یہ روزی جانتی تھی...... وہ کچھ دیر وانیہ کی طرف دیکھتی رہی اور پھر کہنے لگی۔

''سنو شام کو تمہارے سو کالڈ ہزبینڈ کی صحتیابی کا جشن ہے...... اگر تم ملنا چاہو...... تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''نفرت ہے مجھے اعزاز شاہ سے۔'' وانیہ دانت پیس کر بولی۔

''اگر وہ صحیح ہوتا تو مجھے بھٹکنے کی ضرورت نہیں تھی...... نفسیاتی آدمی ہے وہ اپنی دھن میں رہتا ہے...... میں لندن جاتے ہی اس سے طلاق لے لوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گی۔‘‘ وہ غصے سے پاگل ہونے لگی۔

’’دھیرج، کول ڈاؤن.....‘‘ روزی نے مسکراتے ہوئے اسے ٹھنڈا کیا..... ’’خیر ایک بات تو میں تمہیں بتا ہی دوں کہ تمہارا جانا یہاں سے تمہارے لیے ہی بہتر ہے..... ورنہ تمہیں یہ لوگ جان سے مروا دیتے.....‘‘

’’کیا.....؟‘‘ اس کی آنکھیں پھٹیں۔ ’’ایسا بھی تھا کیا.....؟‘‘

’’ہاں..... کیونکہ تم عزت کی حفاظت نہیں کر سکیں..... یوں بھی ان کے خاندان کی اور تمہاری آوارگی کے چرچے..... بقول زوار شاہ اور فیضان شاہ کے..... یہ میں ان کی بات کہہ رہی ہوں..... اعزاز شاہ کی حالت کا خطرناک حد تک پہنچ جانا..... اس سارے معاملے میں قصوروار تمہیں سمجھا جا رہا ہے..... پھر تمہارا اغوا..... آگے تم کو کیا بتاؤں..... تم سمجھ گئی ہوگی..... بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ..... یہ بہت خطرناک لوگ ہیں تمہارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔‘‘

وانیہ شکست خوردگی سے اسے دیکھتی رہی..... اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں.....

’’کیا عورت اتنی کمزور ہے؟‘‘ وہ روزی سے پوچھنے لگی۔

’’بالکل نہیں.....‘‘ وہ سختی سے بولی۔ ’’عورت کو چال چلنے کا فن آنا چاہیے..... تم نے مات کھائی، مات دی نہیں۔ ورنہ تمہارے ہاتھ میں وہ پتے تھے کہ عیش کرتیں..... خیر اپنا دل مت دکھاؤ اڑنے کی تیاری کرو..... روزی تمہارے ساتھ ہے، او کے..... گو آہیڈ۔‘‘ وانیہ اس کی بات پر مطمئن ہو کر مسکراتی ہوئی واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

’’تمہیں کھیلنا ہی نہیں آیا..... وانیہ تمہارے جیسا بے وقوف اور نادان کون ہوگا..... جو اعزاز شاہ پہ حکومت نہ کر سکا..... نادان عورت اِدھر اُدھر پناہ ڈھونڈتی رہی..... خیر یہ میرا دردِ سر نہیں ہے۔‘‘ اب روزی کا ذہن فاطر کو انجام تک پہنچا رہا تھا۔

’’موت اور شہنائی میں سے کسی ایک کا انتخاب تو ہوگا۔ یہ بھی سچ ہے کہ عورت جذبات کی زد میں آ کر کمزور پڑتی ہے۔ اور تم نے فاطر میرا جتنا نقصان کیا ہے..... وہ نقصان تو میں پورا کر کے رہوں گی.....‘‘ وہ کسی بے حس اور پتھر کی طرح سوچ رہی تھی۔

’’تمہاری خوشیوں کی شہنائی کا استقبال جس طرح ہوگا تم خود اسے محسوس کرو گے.....‘‘ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ جم گئی..... اس کے آدمی اس کے اشاروں پر ناچتے ہوئے تایا جی کے گھر کے آس پاس منڈلا رہے تھے..... دوست، احباب سب بظاہر خوشیوں میں شریک تھے، دل کسی کا کسی نے نہیں دیکھا تھا..... آنے والے لمحوں میں کیا تماشا ہونے والا تھا..... سب بے خبر تھے۔

☆☆☆

خوب صورت عروسی لباس میں ملبوس تشمیرہ کا حسن آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا..... ٹی پنک کلر اور زری و موتیوں سے مزین لباس اور سنہرے زیورات کی چھب نے اسے بہت خوب صورت بنا دیا تھا..... وہ اندر سے بے انتہا اداس اور پریشان تھی..... ماں، باپ کا سایہ بھی نہیں تھا..... تائی کا دل سانپوں کی آماجگاہ تھا..... اسے تعلیم حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا..... مگر وہ بے بس ہو گئی تھی۔

’’ریبال کتنا آگے نکل گیا ہے..... اسے تو خبر بھی نہیں ہے میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔‘‘ وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر آنسو نکلنے کو بے تاب تھے۔ تب ہی تایا جی کی آواز آئی۔

’’تم خوش تو ہو نا بیٹی.....‘‘ تشمیرہ نے ایک نظر انہیں دیکھ کر نظریں جھکالیں..... اور ذرا سا سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

’’مجھ سے کہیں بھی کوئی کمی تو نہیں رہ گئی بیٹا؟‘‘ اب کی بار اس نے تایا جی کی بات پر چونک کر انہیں دیکھا تھا، ان کی آنکھوں میں نمی واضح تھی اس نے تڑپ کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں تایا جی......''

''اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو یہ فرائض وہ انجام دیتا مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مجھے اولاد کی نعمت سے تہی دست رکھا اور تمہاری پرورش کروائی اور یہ فرض بھی مجھے ہی ادا کرنا ہے۔'' آخر میں ان کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش شامل ہوگئی تھی۔ ''اگر کہیں کسی چیز میں کمی رہ گئی ہے تو مجھے معاف......''

''نہیں تایا جی......'' اس نے تڑپ کر کہا۔ ''ایسی باتیں مت کریں...... اگر میرے ابو زندہ ہوتے تو تب بھی بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے آپ کو ہی میری فرض کی ادائیگی کا کہتے...... پھر آپ یہ سب کہہ کر مجھے کیوں احساس دلا رہے ہیں کہ میرا کوئی نہیں ہے۔''

اس کے آنسو بے ساختہ ہی چھلک پڑے تھے تایا جی نے اس کے برابر بیٹھ کر اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

''بس بیٹا...... شاید اللہ نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ کے لیے رکھا ہے ورنہ چھوٹے بھائی کی جگہ میں بھی تو مر سکتا تھا......'' تایا جی اب بھائی کو یاد کر کے رونے لگے تھے۔ جب دوسری طرف لان میں لڑکوں کا شوروغل عروج پر تھا اور دوستوں کے ساتھ مل کر فاطر بھی بھنگڑا ڈال رہا تھا اور تائی جی ایک کونے میں کھڑی مسلسل تلملائے جا رہی تھیں۔ اس نکاح میں سب سے زیادہ خسارہ انہی کا تھا۔

''فاطر کے حوالے سے میں شروع میں بہت پریشان رہتا تھا مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ اسے تمہاری محبت نے سدھار دیا ہے۔'' تایا جی نے کہا تو وہ لاج سے آنکھیں بند کر گئی تھی۔

''محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے بیٹا......'' تایا جی اس کا سر تھپک کر بولے۔ ''پتھر کو بھی پگھلا کر موم بنا دیتی ہے یہ تو پھر انسان ہے...... بس تمہیں اپنی محبت سے تراشنا ہے اس کے اندر کے برے آدمی کو ختم کر کے اچھے انسان کو سامنے لانا ہے۔ تم بہت سمجھدار اور ہمت والی لڑکی ہو، کسی بھی کمزور لمحے میں خود کو کمزور پڑنے مت دینا ورنہ......'' تڑاتڑ گولیوں کی آوازیں تھیں کہ تایا جی کی بات ہونٹوں میں ہی رہ گئی تھی۔ باہر نہ جانے کیسا شور برپا تھا وہ اور تشمیرہ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے پھر دونوں ہی آگے پیچھے باہر نکلے...... تشمیرہ کی سماعت میں سب سے پہلے تائی جی کی بھڑکتی آواز ٹکرائی تھی۔

''یہ تو پیدائشی منحوس ہے، پیدا ہوتے ہی ماں، باپ کو کھا گئی اور اب......''

''اُف بیچاری پر بڑا پہاڑ ٹوٹا ہے۔''

''ایک تو اس کے ماں، باپ پہلے ہی نہیں، دوسرا یہ جان لیوا حادثہ...... چ، چ، چ......''

وہ پتھر کا بت بنی فاطر کو دیکھ رہی تھی...... جو سرخ خون میں نہا کر بے جان ہو گیا تھا...... ہنگامی بنیادوں پر ایمبولینس کی آوازیں قریب تر آ رہی تھیں...... اور پھر فاطر کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا گیا...... ایمبولینس کی آواز دور ہوتی گئی۔

شادی کا گھر پلک جھپکتے میں ماتم کدہ بن گیا تھا۔

''منحوس لڑکی کھا گئی میرے بھتیجے کو......'' تائی جی نے دلہن بنی تشمیرہ کو دو تھپڑ رسید کیے...... اور دیوانوں کی طرح اسے مارنے لگیں...... اور وہ جہاں کھڑی تھی وہیں بیٹھتی چلی گئی...... اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا......

☆☆☆

اور ہر چال کامیاب ہوگئی تھی...... دشمنوں کی بھی اور دوستوں کی بھی...... زوار شاہ کے فنکشن میں خوب صورت میکسی میں ملبوس لمبے، لمبے آویزے پہنے روزی نے موبائل فون کانوں سے لگایا۔

اور دوسری طرف کی آواز سن کر کہا۔

''فوراً شہر چھوڑ دو...... اور کامیابی کا معاوضہ لے کر سب بھول جاؤ......'' موبائل فون بند کر کے طمانیت سے مسکراتی ہوئی وہ پارٹی کا حصہ بن گئی...... اور کہیں دور آہ و بکا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

(باقی آئندہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

مائی بیسٹ فرینڈ

شاہانہ بنتِ قمر

جونہی مین گیٹ کی اطلاعی گھنٹی بجی، اپنے خیالات میں مگن کچن میں کام کرتی ہوئی رباب یک دم چونک گئی..... وہ فوراً دروازے کی جانب لپکی۔ اسے یقین تھا کہ نایاب ہی ہوگی جس کا آج بارھویں جماعت کا آخری پرچہ تھا..... مگر اس کے گیٹ تک جاتے جاتے ہی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی اور اس دفعہ تو ایسا لگ رہا تھا کہ بجانے والا گھنٹی پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا بھول گیا ہے۔ رباب نے لپک کر دروازہ کھولا.....

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

دروازے پر حسبِ توقع نایاب تھی۔ ابھی اس نے کچھ سرزنش کرنے کو منہ کھولا ہی تھا کہ وہ دھڑ دھڑ کرتی لاؤنج میں چلی گئی۔

رباب بھی اس کے پیچھے، پیچھے آئی۔ تب تک وہ لاؤنج میں پڑے ہوئے صوفے پر آنکھیں بند کرکے نیم دراز ہوچکی تھی۔ رباب کو اس کا چہرہ بھی کچھ زرد محسوس ہوا۔ وہ سمجھی کہ شاید پیپر کی ٹینشن اور گرمی میں سفر کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، وہ بھاگ کر کچن میں گئی اور فریج میں سے پہلے سے ہی تیار کردہ مینگو ملک شیک اٹھا کر لے آئی......

''اٹھو نایاب شاباش ......! یہ ٹھنڈا ٹھار مزیدار ملک شیک پی لو اور مجھے بتاؤ تمہارا پیپر کیسا ہوا......؟'' اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ بھی سرخ ہورہی تھیں۔ اس نے چپ کرکے گلاس بہن کے ہاتھ سے پکڑ لیا مگر ابھی پینا شروع نہیں کیا۔

''صاف، صاف بتاؤ کیا تمہارا پیپر اچھا نہیں ہوا......؟'' رباب نے اس کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔

اس کے پوچھنے کی دیر تھی کہ نایاب کی آنکھوں سے ایک دم آنسو رواں ہوگئے، رباب نے گھبرا کر اسے اپنے ساتھ لگالیا اور تسلی آمیز انداز میں اس کی کمر سہلانے لگی...... اس نے تھوڑی دیر اسے اچھی طرح رونے دیا تاکہ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوجائے۔

''چلو اب تسلی سے بتاؤ کیا ہوا ہے؟'' اس نے نایاب کو خود سے علیحدہ کیا۔ ''شکر ہے کہ امی جان خالہ کے گھر گئی ہوئی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ حالت دیکھتیں تو کتنی پریشان ہوجاتیں۔''

''سوری آپی ......میں نے آپ کو پریشان کردیا۔'' نایاب اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

''کوئی بات نہیں میری جان......تم بس یہ بتادو کہ کس بات پر تمہیں اتنا رونا آرہا ہے؟''

''میری بیسٹ فرینڈ حرا نے آج مجھے بہت ہرٹ کیا ہے...... میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ناں کہ اس کا رول نمبر مجھ سے پیچھے ہے۔ سارا سال تو اس نے سنجیدگی سے پڑھا نہیں اور اب جب اسے پیپر میں کچھ نہیں آتا تھا تو وہ مجھے اتنا مجبور کرتی تھی تو میں اسے بتادیتی تھی مگر کل ٹیچر نے دیکھ لیا اور سزا کے طور پر ہم دونوں کی جوابی کاپیاں لے لیں۔ حرا تو آرام سے بیٹھی رہی کیونکہ اسے تو پہلے ہی کچھ نہیں آتا تھا مگر میری تو جان پر بن گئی۔'' بات کرتے وہ سسکنے لگی تھی۔

''میں نے ٹیچر کی بہت منتیں کیں کہ میم ہم نقل نہیں کررہی تھے بس کچھ بات کی تھی۔ آئندہ ایسا بالکل نہیں ہوگا تب کہیں جاکر انہوں نے پندرہ منٹ کے بعد وہ کاپی واپس کی تھی اور...... آج پھر حرا نے پیپر شروع ہوتے ہی مجھے تنگ کرنا شروع کردیا کہ مجھے بتاؤ...... مجھے بتاؤ...... مگر میں نے ٹیچر کے ڈر سے کچھ نہیں بتایا اور پیپر ختم ہونے کے بعد جیسے ہی ہم گراؤنڈ میں آئے تو حرا نے مجھ سے لڑنا شروع کردیا اور مجھے بہت برا بھلا کہا۔ سب لڑکیاں بھی دیکھ رہی تھیں۔ میں اسے سمجھانے لگی تو وہ الٹا مجھ پر برسنے لگی کہ تم اپنے آپ کو کوئی بہت توپ چیز سمجھتی ہو، دیکھنا میں تمہارے سارے گھر کے راز جو تم نے مجھ سے شیئر کیے ہیں سب کو بتادوں گی کہ تمہاری امی لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہیں اور سلائی کڑھائی کرکے تم بہنوں کی پڑھائی کا خرچہ اور دیگر ضرورتیں پوری کرتی ہیں، تم ماسی کی اولاد ہوکر ڈاکٹر بننے کے خواب دیکھ رہی ہو۔'' یہ سب بتاتے ہوئے ایک دفعہ پھر نایاب کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

''چلو تمہیں اس کی اصلیت تو معلوم ہوگئی ناں ویسے تمہیں اپنے گھر کے اندر کی باتیں اس سے شیئر نہیں کرنی چاہیے تھیں۔ وہ تو ابھی نئی، نئی تمہاری دوست بنی تھی۔ آئندہ جب بھی دوست بناؤ تو دیکھ بھال کے بنانا۔''

''جی آپی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ غلطی میری ہی تھی۔'' وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں؟'' رباب بولی۔

''جی بتائیں......'' نایاب نے کہا۔

''میرا بیسٹ فرینڈ سب سے اچھا ہے، وہ میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کوئی بات دوسروں کو نہیں بتاتا۔ میں تو اپنی ہر خوشی اور پریشانی اس سے شیئر کرتی ہوں۔'' نایاب رونا دھونا بھول کر ہونقوں کی طرح بڑی بہن کی شکل دیکھنے لگی پھر حیرت سے بولی۔

''آپی.....! آپ کی بیسٹ فرینڈ یا آپا کا بیسٹ فرینڈ.....''

''میرا بیسٹ فرینڈ!'' رباب مسکرا کر بولی۔

نایاب چپ سی کر گئی۔

رباب پھر سے کچن میں جانے لگی۔

''چلو جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر آؤ دونوں بہنیں مل کر کھانا کھائیں گے۔ تمہارے انتظار میں اب تک میں نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔'' اس نے کچن میں جاتے، جاتے کہا۔ دونوں نے کچن میں رکھی میز پر ہی خاموشی سے کھانا کھایا۔ کھانا ختم ہونے کے بعد رباب برتن سمیٹنے لگی تو نایاب اس کے قریب آئی۔

''آپی ایک بات پوچھوں آپ سے؟''

''ہاں کیوں نہیں، تم دس پوچھ لو.....''

''آپی آپ اپنے دوست سے کس وقت بات کرتی ہیں؟''

''دن میں مختلف اوقات میں بات کرتی ہوں۔ دن میں تو خیر کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے اتنی تفصیلی بات نہیں ہوتی ہے مگر رات کو جب فرصت اور تنہائی ہوتی ہے تو میں آرام سے جب تک دل چاہے بات کرتی ہوں۔'' رباب نے بلا جھجک بتایا۔

نایاب بہن کی یہ باتیں سن کر چپ سی ہو گئی تھی۔ دوپہر کو بستر پر لیٹتے ہوئے وہ سوچنے لگی کہ اسے کیوں نہیں کبھی پتا چلا...... پھر اس نے خود ہی سوچا کہ بھلا اسے معلوم بھی کیسے ہوتا کیونکہ صبح سے دوپہر تک کالج اور پھر شام کو اکیڈمی جانے میں سارا وقت گزر جاتا ہے اور رات کو پڑھائی کے بعد کھانا کھاتے ہی میں ایسے گھوڑے، گدھے بیچ کر سوتی ہوں کہ صبح ہی آنکھ کھلتی ہے تو مجھے کیا خاک پتا چلنا تھا۔ یہی سب کچھ سوچتے ہوئے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

ان کے ابو کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب

لائق تحسین

☆ ایمان جب انسان کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے تو گناہ مشکل اور نیکی آسان...... دل نرم اور آنکھ پرنم رہتی ہے۔

☆ اللہ رب العزت سے دعا ہے...... کہ ہم پر اپنی عنایات و کرم کے دروازے کھلے رکھ اور ہمارے اعمال صالح میں اضافہ کر۔

☆ ہمارے معاملات ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے مگر اطمینان رکھیں کہ جس کے اختیار میں ہم ہیں بڑا کارساز و رحیم ہے۔

☆ دعا نظر نہیں آتی مگر اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ انسان کو فرش سے عرش تک لے جاتی ہے۔

☆ زندگی عارضی ہے تو مشکلات بھی کبھی مستقل نہیں ہو سکتیں، بس اپنے رب کا شکر ہر حال میں ادا کرتے رہو کہ وہی ان سخت لمحوں کو آسانی میں بدلنے والا ہے۔

نسرین جمیل، ڈیرہ الہیار

رباب آٹھ اور نایاب چھ سال کی تھی۔ امی کی پڑھائی تو واجبی سی تھی مگر وہ سلائی کڑھائی بہت عمدہ کرتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے لوگوں کے کپڑے سلائی کرنے شروع کر دیے اور ساتھ ہی ساتھ صرف شادی بیاہ کے موقع پر لوگوں کے گھروں میں کام بھی کرتی تھیں جس سے ایک معقول آمدنی ہونے کی صورت میں تھوڑی بہت بچت بھی ہو جاتی تھی۔

شام کو جب وہ سو کر اٹھی تو امی جان واپس آ چکی تھیں۔ آج نایاب کو اپنی امی ہمیشہ سے بڑھ کر خوب صورت اور اچھی لگیں۔ وہ آگے بڑھ کر ان کے گلے لگ گئی۔

''امی، آپ دنیا کی سب سے اچھی ماں ہیں۔''

''خیریت تو ہے، آج بہت مکھن لگایا جا رہا ہے۔'' ان کی بات پر رباب مسکرا دی کیونکہ وہ تو جانتی تھی کہ نایاب کو جہاں اس بات کا دکھ تھا کہ حرا نے اس کی امی کے بارے میں اتنی باتیں بنائی ہیں وہیں اسے یہ فخر بھی ہے کہ ان کی امی نے محنت کی عظمت کو سمجھتے ہوئے اپنی مدد آپ کے تحت کام کاج کر کے ان دونوں بہنوں کی پرورش کی اور اپنی اور ان دونوں بہنوں کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عزتِ نفس اور خودداری کی اس طرح حفاظت کی کہ آج وہ سر اٹھا کر اپنے خاندان میں سب سے برابری کی سطح پر ملتی تھیں۔ انہوں نے آج تک کسی سے ایک پیسے کا بھی احسان نہیں لیا تھا......

نایاب نے آج پیپرز ختم ہونے کی خوشی میں چائے کے ساتھ گرما گرم پکوڑے اور فرنچ فرائز بھی بنائے اور تینوں ماں بیٹیوں نے خوشگوار ماحول میں چائے پی۔

رات کو کھانے کے بعد جب دونوں بہنیں اپنے مشترکہ کمرے میں آئیں تو نایاب بہت پُرجوش تھی کہ آج تو جلدی نیند نہیں آئے گی کیونکہ وہ شام میں کافی دیر سے سو کر اٹھی تھی اور اسے پتا چل جائے گا کہ رات میں رباب کس سے بات کرتی ہے؟ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد جب رباب نیند میں چلی گئی تو نایاب بھی آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی مگر نیند تجسس کے مارے اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی......رات کو دو بجے رباب کا موبائل بجا تو نایاب جو کہ اسی وقت کے انتظار میں تھی ایک دم چوکنا ہوگئی۔ رباب نے موبائل ہاتھ میں پکڑا اور کمرے سے باہر چلی گئی اِدھر نایاب نے سوچا کہ اگر وہ تھوڑی دیر تک واپس نہیں آئی تو وہ خود باہر جا کر دیکھے گی کہ وہ کس سے باتیں کر رہی ہے مگر اس کا انتظار زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ کچھ دیر بعد ہی رباب کمرے میں واپس داخل ہوئی تھی۔ وہ دوپٹا نماز کی طرح چہرے کے گرد لپیٹے ہوئی تھی۔ پھر اس نے رباب کو سائڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی جائے نماز اٹھا کر بچھاتے ہوئے دیکھا اور پھر اس نے نماز کی نیت باندھ لی۔ وہ چپ سادھے لیٹی رہی، وہ یقیناً تہجد پڑھ رہی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر رباب نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور بہت ہی رقت آمیز لہجے میں دعا مانگنا شروع کی......

''اے ربِ ذوالجلال......! بے شک تو سب سے بڑھ کر عظمت والا ہے۔ تو ہر شے پر قادر ہے۔ تو ہی ہم جیسے بندوں کا سب سے اچھا سچا ترین دوست ہے تو ہی ہمارا رہنما، مددگار اور خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے۔'' آدھی رات میں بند کمرے کی خاموش فضا میں نایاب بہن کے رقت آمیز دعائیہ کلمات بہ آسانی سن رہی تھی۔

''اے میرے خدائے برتر! میری بہن بہت معصوم ہے جس نے ایک نادان انسان پر اعتبار کر کے اسے اپنا راز بتایا اور وہ پریشانی کا شکار ہوگئی......اے میرے رب! تو اسے اچھے اور برے کو پرکھنے کی صلاحیت دے اور قدم قدم پر اس کی رہنمائی فرما......(آمین) اور میرے پالنے اس لڑکی کو راہ ہدایت دے......کیونکہ تو ہی خطاؤں کا بخشنے والا ہے۔'' طویل دعا مانگنے کے بعد رباب نے جائے نماز طے کر کے ٹیبل پر رکھ دی اور خود تسبیح ہاتھ میں لے کر بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اور درود شریف پڑھنے لگی۔

نایاب سے اب مزید برداشت نہیں ہوا تو وہ ایک دم اپنے بستر سے اٹھی اور آ کر بہن کے گلے لگ کر رونے لگی۔

''مجھے پتا تھا کہ تمہارے دل میں ضرور یہ خیال ہوگا کہ میں کس سے باتیں کرتی ہوں۔ اب تمہیں پتا چل گیا ہوگا کہ میرا عزیز ترین دوست کون ہے؟'' رباب نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔

''میری اچھی بہن ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی ہمارا خیر خواہ نہیں......اس لیے ہمیں غم اور خوشی دونوں حالتوں میں صرف اسی سے رجوع کرنا چاہیے۔ دن کے پانچ وقت کی فرض نماز تو میں ادا کرتی ہی ہوں مگر میں رات کو خاص طور پر الارم لگا کر سوتی ہوں تاکہ تہجد کی نماز وقت پر ادا کر سکوں، یہ وقت اللہ تعالیٰ سے قربت اور لو لگانے کا بہترین وقت ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے نفس کو مار کر اس کی بارگاہ میں خلوصِ نیت سے حاضری دے رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا پیاری بہن انسانوں سے دوستی بس ایک حد تک رکھنی چاہیے مگر سچا دوست صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہی کی ذات ہے۔''

''آپی آج سے میرا بھی بیسٹ فرینڈ وہی ہے جو آپ کا ہے۔'' نایاب جھٹ سے بولی۔ پھر دونوں بہنیں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

ناولٹ

خزاں کے بعد!

افسر سلطانہ

''صرف انجینئر......!'' مسز بختاور جو چند سالوں پہلے بختو آپا کہلاتی تھیں...... دو تین پہلو ایک ساتھ بدل گئیں۔ ''اور گھر؟'' تمسخرانہ انداز میں بہو کو دیکھ کر بھویں چڑھاتے ہوئے بولیں۔

''شاہ فیصل کالونی میں...... نہ بھی...... نہ رشتہ پسند نہ جگہ...... کسی کو بتاتے بھی شرم آئے گی۔ کیا کہیں گے سب...... ایک پوتی اور شاہ فیصل کالونی میں بیاہ دی......'' انہوں نے پیر پھیلاتے ہوئے ایک اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

حقارت آمیز نظر اپنی احمق بہو (ان کی نظر میں) پر ڈال کر آنکھیں موند لیں۔

''اماں.....'' الفت جہاں منمنائیں..... ''ڈبل اسٹوری گھر ہے، لوگ شریف، دیکھے بھالے..... جہیز تک نہیں مانگ رہے.....'' آخری جملہ ادا کرتے اُن کی آواز بتدریج کم ہوتی گئی۔

''ارے تو مانگیں ناں جہیز..... باپ سات سال سے دبئی میں کام کر رہا ہے..... ایسا جہیز دے گا کہ دنیا دیکھے اور جل مرے.....'' انہوں نے جھٹکے سے تکیہ پیروں کی طرف اچھالا۔ ''میں نے جو رشتہ بتایا ہے..... بس اس کے بارے میں سوچو اور فیصلہ سناؤ.....''

''اماں.....'' وہ عاجزی سے بولیں۔ ''جب پاکستان میں ایک رشتہ موجود ہے تو باہر کے رشتے میں کیوں الجھا جائے۔'' گو الفت جہاں اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ اُن کی حیثیت ساس کے سامنے جوتی برابر بھی نہیں لیکن بیٹی کی خاطر وہ ہمت کیے جا رہی تھیں۔

''باہر کہاں.....'' انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔

''پاگل پن کی باتیں نہ کیا کرو۔ وہ سب یہیں سیٹل ہونے والے ہیں۔ کلفٹن کا گھر دیکھو گی تو آنکھیں کھلی رہ جائیں گی..... دوسرا اپارٹمنٹ قریب ہی ہے..... تمہاری عنایہ کو وہ وہیں رکھیں گی..... شادی کے فوراً بعد بہو، بیٹے کو الگ کر دیں گی..... اب اس کی مرضی گھر میں رہے یا فلیٹ میں ٹھکانا کرلے۔'' وہ تڑاتڑ تفصیل بتاتی چلی گئیں۔

''کیوں اماں..... ساتھ کیوں نہیں رکھیں گی؟''

گو الفت جہاں کا سوال معصومانہ تھا پر مسز بختاور نے اب کی بار سر پیٹ لیا۔

''ان کے ہاں دستور ہے..... اور بڑا اچھا دستور ہے۔ ساس، بہو کی چپقلش سے بہتر ہے کہ ساس، بہو الگ رہیں..... عزتیں اسی طرح قائم رہتی ہیں..... دوسرے جوان اولاد میں ذمے داری کا احساس پیدا ہوتا ہے، مقصد یہ ہے کہ سرپرستی بڑوں کی ہو اور بچے اپنی ذمے داریاں خود اٹھائیں... الفت بی بی... اگر تم ان کا فرنیچر ہی دیکھ لو تو شارجہ، دبئی کے سامان بھول جاؤ گی..... قسمت والی بچیوں کو ایسا گھر نصیب ہوتا ہے اور تم.....'' انہوں نے دانت پیسے..... ''آئی نعمت ٹھکرا رہی ہو۔''

''اماں کلفٹن کے گھر سیلن کی وجہ سے کہاں چمکتے دمکتے ہیں..... فرنیچر کیا ابھی نیا خریدا ہے۔'' الفت جہاں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے سوال داغا۔

''بتایا ناں کینیڈا سے ابھی یہاں شفٹ ہوئے ہیں..... تم کوئی بھی بات دھیان سے نہیں سنتی ہو..... میں نے پوری تفصیل بتائی تو تھی۔'' الفت جہاں حقیقتاً اس رشتے کے حق میں نہیں تھیں اس لیے انہوں نے اب تک کسی بات پر بھی غور نہیں کیا تھا۔

''عجیب لوگ ہیں.....'' الفت سادگی سے مسکرائیں۔ ''لوگ پاکستان سے بھاگ رہے ہیں..... وہ کینیڈا سے یہاں آگئے۔''

مسز بختاور کا دل چاہا اس بے وقوف بہو کو کچا چبا جائیں یا جلتے تیل کی کڑاہی کی نذر کر دیں..... معاملہ کچھ نازک تھا اس لیے ضبط کر گئیں۔

''وطن سے محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں بہو..... مرنا، جینا سب پاکستان کے لیے ہوتا ہے۔''

''چائے بناؤں اماں!'' الفت جہاں اپنی گھبراہٹ موضوع بدلتے ہوئے چھپانے کی کوشش میں مصروف رہیں..... ''عنایہ نے مزیدار بسکٹ بھی بنائے ہیں۔''

''چائے، بسکٹ میں نہ ٹالو..... کل میرے ساتھ چلو.....'' انہوں نے حکم صادر کیا۔ ''لگتا ہے شاہ فیصل والے دماغ میں بس گئے ہیں۔''

''یہ بات نہیں اماں..... ان سب کو ہم سالوں سے جانتے ہیں..... اجنبی لوگوں پر اعتبار کرنے کو دل نہیں چاہتا۔'' الفت جہاں کا دل اندر ہی اندر بیٹھ گیا..... وہ اپنی ساس اور خصوصاً شوہر کی عادات سے اچھی طرح واقف تھیں۔ جس بات پر اُڑ گئے..... اڑ گئے۔

''بس..... اب تمہارے منہ سے شاہ فیصل کالونی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہ سنوں......'' وہ قدرے جھلائیں۔'' میں اور انتظار فیصلہ کر چکے ہیں...... یہ رشتہ عنایہ کے لیے بے حد مناسب ہے...... تعلیم، گھر، عادات و اطوار، رکھ رکھاؤ......سب ہی کچھ اعلیٰ وارفع ہے۔''

''اماں، عامر میں بھی کوئی کمی نہیں...... شکل صورت، تعلیم، دو سال ہو گئے ملازمت کرتے......اس سال ایم بی اے میں ایڈمیشن لیا ہے...... ترقی بھی ہوگی۔'' وہ اپنی تمام ہمتیں سمیٹتے ہوئے بولیں۔

''پچاس ہزار تنخواہ ہے۔'' وہ پھنکاریں......

''اس مہنگائی میں کیا کرے گا...... ایک بیوہ بہن، جس کی ایک بیٹی بھی ہے......اس کا جہیز بھی اسی میں سے بنے گا...... ماں، باپ، دو چھوٹے بھائی ان کی تعلیم ہی میں سب خرچ ہو جائے گا......تمہاری بیٹی کو کیا دے گا...... اس کے حصے میں کچھ نہیں آنا، باپ بھی ریٹائر ہونے والا ہے......'' انہوں نے مزید معلومات فراہم کیں۔

''باپ کو پنشن ملے گی......بہن کماتی ہے......بیٹی کا بوجھ نہیں ڈالے گی......'' الفت جہاں جانتی تھیں پسپائی اختیار کرتے ہی معاملہ اُن کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

''تم سی احمق کہاں پائی جائے گی سوائے اس گھر کے......'' ان کے چہرے پر مزید خفگی آ گئی۔'' میرا بیٹا اتنی جدوجہد کے بعد تمہیں ڈیفنس لایا......اور تم بچی کو پھر وہیں بھیج رہی ہو......'' وہ تلملائیں۔

''اماں آنکھیں کھول کر دل و دماغ سے فیصلہ کر رہی ہوں۔ کبھی ہم بھی تو اسی جگہ رہتے تھے ناں......'' انہوں نے جھک کر ساس کے قدموں پر ہاتھ رکھ دیے...... بیٹی کے لیے تو وہ سب کچھ کر سکتی تھیں۔

''اندھے کنویں میں پھینک رہی ہو بچی کو...... چھوٹے علاقوں کی چھوٹی ذہنیت۔'' وہ نفرت آمیز انداز میں بولیں۔

''نہیں اماں...... میں اس ڈیفنس کے بہت سے بونے قد والے لوگوں سے ملی ہوں جگہ سے فرق نہیں پڑتا......'' انہیں لگا دھڑکتا دل ٹھہر جائے گا، ساس کے تیور کچھ اور ہی بتا رہے تھے۔

ساس، بہو کی تکرار ایک ہفتے سے جاری و ساری تھی۔ عنایہ دادی کے ہر، ہر جملے پر سہم جاتی...... نہ جانے کیوں ہر لمحہ اس کا دل بیٹھ جاتا......باپ سے تھوڑی بہت امید ضرور وابستہ تھی...... شاید وہ ان کا ساتھ دے دیں...... مان جائیں اس لیے کہ عامر اس کی زندگی میں آج سے نہیں بچپن سے موجود تھا۔ اس وقت سے جب سے وہ محبت کے نام سے بھی آشنا نہ تھی......بس وہ اسے اچھا لگتا تھا...... وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ سڑک کے اس پرے بنے چھوٹے سے گارڈن میں کھیل رہی ہوتی تھی...... اس کی ہم عمر دو چار سہیلیاں اور ہوتی تھیں...... وہ اپنے کھیل میں مگن ہونے کے باوجود ہاتھوں میں کتابیں تھامے عامر کو دیکھنے کے لیے رک جاتی تھی......وہ سانولا، اونچے قد کا عامر اس وقت بھی اچھا لگتا تھا جب وہ ہر سال پاس ہونے پر مٹھائی لے کر سیدھا اُن کے گھر آتا تھا......عید پر شیر خورمہ، بقرعید پر گوشت......کون سا ایسا تہوار تھا جس پر وہ سب سے پہلے دستک دینے والا پڑوسی نہ تھا......وہ بھی کچھ، کچھ بڑی ہو گئی تھی...... میٹرک پاس ہونے پر وہ بھی سب سے پہلے مٹھائی ہاتھوں میں تھامے اُن کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی تھی...... اتفاق سے اسی نے دروازہ کھولا تھا۔ اور چند لمحوں بس وہ اسے دیکھتا رہ گیا تھا...... گلابی فراک پہنے...... وہ گلابی گڑیا کتنی حسین ہو گئی تھی۔

''یہ......مٹھائی...... میٹرک میں فرسٹ ڈویژن......''

نظروں کی تپش نے اسے بھی پگھلا دیا تھا......زبان کی لڑکھڑاہٹ قدموں تک اتر آئی......وہ فوراً ہی پلٹ گئی تھی۔ اور تب......انجینئرنگ کے آخری سال کے لڑکے نے ڈرتے، ڈرتے ماں سے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی تھی۔ عامر اور عنایہ کی ماں کی دوستی نے گہرا رنگ بھرا اور دونوں نے اپنے طور پر دوستی کو رشتے داری میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس وقت تو انتظار بھی مسکرا کر خاموش ہو گئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے...... دبئی کی نوکری کا جادو سر چڑھ کر بولا تو حالات کے ساتھ خیالات بدلنے میں دیر نہ لگی۔

اور جب انتظار احمد نے ہنس کر فخریہ انداز میں اپنا فیصلہ سنایا تو الفت جہاں کی سانس جہاں تھی وہیں ٹھہر گئی۔ ''ہم نے منگنی کی تھی نہ نکاح...... جہاں اماں کہہ رہی ہیں ہاں کہہ دو۔''

''انتظار صاحب ہم نے انہیں زبان دی تھی......'' وہ آج پھر ایک اور کوشش کرنا چاہتی تھیں۔

''اسے اپنا احمقانہ فیصلہ سمجھ کر خاموش ہو جاؤ...... یہ میرا آخری فیصلہ ہے...... پندرہ تمبر کو آ رہا ہوں...... تمام انتظامات مکمل کر رکھو...... کوئی پریشانی ہو......'' وہ لمحہ بھر رکے...... ''صغیر کو بتا دینا۔'' انہیں اپنے بھائی پر پورا بھروسا تھا...... جانتے تھے آنے سے پہلے تمام انتظامات مکمل ہو جائیں گے۔

''سوچ لیں انتظار صاحب...... ان کا دل دکھے گا۔'' الفت جہاں نے آخری کوشش بھی کر ڈالی...... کسی کا دل دکھے، عرش بھی ہل جاتا ہے اور وہ ایسی کوئی غلطی اپنے کھاتے میں لکھوانا نہیں چاہتی تھیں۔

''بیٹی کو اس بدرنگے گھر میں بھیج کر میں خوش رہوں گا؟'' اب انتظار صاحب چلّا اٹھے۔ ''احمق عورت...... چند ہزاروں پانے والا یہ انجینئر پانچ سو روپے بھی تمہاری بیٹی کو پاکٹ منی کے نام پر نہیں دے سکتا۔''

''اس کی ترقی بھی تو ہوگی...... وہ اپنی محنت اور کوشش سے لاکھوں بھی کمائے گا...... مجھے پورا یقین ہے...... اس میں بڑھنے کی صلاحیت ہے...... وہ ذہین ہونے کے ساتھ، ساتھ اپنی ذمّے داریاں پوری کرنا بھی جانتا ہے۔'' ڈرے سہمے لہجے میں الفت جہاں نے بات پوری کی۔

''بس ختم کرو اپنا لیکچر......'' اُدھر سے ٹیلی فون شاید پٹخا گیا...... الفت جہاں نے محسوس کیا ان کے دل کی دھڑکن بھی بیٹی کے نصیب پر سر پٹختی ہی رہ جائے گی۔

☆☆☆

بلاشبہ نعیم احمد کا گھر بے حد شاندار تھا...... جھلملاتا، جگمگاتا...... جیسے ابھی، ابھی بن کر اترا ہو...... اعلیٰ فرنیچر، بہترین ساز و سامان، کھانا سرو کرنے کے لیے دو باوردی ویٹر...... ساس بھی بے حد بااخلاق سو بر سی خاتون...... نعیم احمد کی عمر پر الفت جہاں کو اختلاف تھا پر اُن کی کون سن رہا تھا۔

گھر پہنچ کر نعیم احمد کے گھر کی جھلملاہٹ، جگمگاہٹ عنایہ کی صورت دیکھتے ہی آنسوؤں میں ڈھل گئی...... ان کی گلابی رنگت بیٹی ہلدی کی طرح زرد ہوگئی تھی...... انہوں نے خاموشی سے اسے سینے سے لگا تو لیا لیکن دھڑکنیں نہ سن سکیں...... نہ سننا چاہتی تھیں...... کیا آج ان کی بیٹی دولت کے ترازو میں تول دی گئی تھی...... کیا بنت حوا آج بھی اتنی ہی مجبور اور...... بے بس و بے کس تھی کہ کھلونے اور کپڑے تو اس کی پسند کے خرید کر دیے جاتے رہے تھے...... وہ ہر معاملے میں آزاد و خود مختار رہی تھی لیکن وہ جس کو آج تک شوہر کے روپ میں دیکھتی آئی تھی...... اسے اس پسند سے محروم کر دیا گیا تھا۔

یہی ظلم نہیں ہوا کہ ایک انارکلی دیوار میں چُن دی گئی تھی...... عامر کے گھر والوں کو بھی بے عزت کر کے نکال دیا گیا تھا...... اس کی ماں اور باپ تو خاموشی سے لوٹ گئے تھے لیکن بہن، بھائی کی ذلت پر خاموش نہ رہ سکی تھی...... وہ تو بہت کچھ کہتی لیکن عامر نے کچھ بھی مزید نہ کہنے دیا۔

''آپا...... ہم نے غلطی کر ڈالی ہے تو خمیازہ بھی بھگتنا ہوگا......'' وہ اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا تھا۔

''مجھے معاف کر دیں اماں...... آپا...... آپ بھی۔'' وہ اندر باہر تمام کا تمام شرمندہ تھا...... سوائے عنایہ کی والدہ کے وہ سب گھر والوں کی عادات سے کسی حد تک واقف تھا۔ تو پھر اسے اس گھر کی دہلیز نہیں چڑھنا چاہیے تھی...... پر وہ اتنا قصوروار بھی نہ تھا۔

رشتہ منع کرنا والدین کا حق ہے لیکن آنے والوں کی تذلیل کی اجازت تو نہیں دی گئی۔ وہ دونوں شرمندہ رہا...... انتظار صاحب نے جس طرح طنز کے تیر چلائے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے، عنایہ کی دادی نے جس، جس طرح پھبتیاں کسی تھیں...... ایک، ایک لفظ...... ایک، ایک بات سیسے کی طرح کانوں میں انڈیلتی رہی تھیں۔ بہت حد تک عامر نے خود کو سنبھالنے کی کوشش تو کی پر کامیابی نہ ہوئی...... وہ کافی دنوں بیمار رہا...... پھر اس نے سنا عنایہ بیاہ دی گئی...... وہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ کسی اور کے نام لکھ دی گئی تھی۔ اور عنایہ کی رخصتی کی خبر نے اس کے دل و دماغ پر خوشیوں کے ڈھیر سے دروازے ایک ساتھ بند کر ڈالے...... وہ تڑپ کر اندر ہی اندر بیٹھتا چلا گیا۔

☆☆☆

مشرق کی بیٹی آنسو سے تر چہرہ لیے .... شوہر کی آمد کی منتظر تھی...... بے شک عامر سے جدائی کا زخم بہت گہرا بہت تکلیف دہ تھا لیکن اس نے خود کو سمجھانا شروع کر دیا تھا...... وہ ایک باوفا مخلص بیوی بننے کی پوری، پوری کوشش کرے گی...... قصور تو اس کے والد کا تھا جنہوں نے جانتے بوجھتے دولت کی ہوس میں بیٹی کو قربان کر ڈالا تھا...... لیکن ہونے والے مجازی خدا کی تو کوئی خطا نہ تھی...... وہ اپنی محبت کو بھول کر شوہر کے نام کی مالا جپتی رہے گی...... تمام کوششوں کے باوجود جب وہ اسے نہیں مل سکا تو...... پھر وہ شوہر کے ساتھ بددیانتی کی مرتکب کیوں ہوتی۔ عامر کی صورت بے دردی سے جھٹک، جھٹک کر ایک عہدِ نا تمام بار، بار کیا۔ نازک ہتھیلیوں سے آنسوؤں کو سمیٹ کر اس نے کئی پہلو بدل لیے...... بھاری عروسی لباس اور زیورات اسے تھکائے جا رہے تھے...... ہاتھ میں بندھی رسٹ واچ دو کا ہندسہ کراس کر گئی تھی...... اس کی اسمارٹ سی ساس صرف ایک مرتبہ نظر آئی تھیں...... قدرے موٹی سی ایک عورت آدھا گھنٹا پہلے آ کر پانی کی بوتل اور گلاس رکھ گئی تھی۔

''پیاس لگے تو پانی پی لینا......'' بے حد اکھڑ سا انداز تھا۔ وہ لمحہ بھر کے لیے اداسی سے مسکرائی...... ظاہر ہے پانی پینے کے لیے ہی تھا...... اور وہ ضرورت پڑنے پر پی بھی لیتی۔

انتظار کرتے، کرتے اس نے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائی اور کچھ دیر کے لیے شاید سو گئی تھی...... پھر کچھ بھاگنے دوڑنے کی آوازوں کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی...... رات تین بجے یہ غل غپاڑہ کیا تھا......؟ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا...... وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی...... پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا شوہر کے بجائے ساس سامنے کھڑی تھیں۔

''غضب ہو گیا...... فوراً چلنے کی تیاری کرو......'' وہ کافی سے زیادہ گھبرائی ہوئی تھیں۔

''جی......'' وہ کچھ نہ سمجھی...... ''کہاں جانا ہے؟''

وہ ان سے بھی زیادہ پریشان ہو گئی...... ایسا کیا ہو گیا تھا کہ نئی نویلی دلہن کو لے جایا جا رہا تھا۔

''رات نعیم کے دوست کی طبیعت خراب ہو گئی تھی...... وہ اسے اسپتال لے جا رہا تھا کہ اس کا بھی ایکسیڈنٹ ہو گیا...... ہم سب جا رہے ہیں...... تم بھی تیار ہو جاؤ......'' وہ جلدی، جلدی بتا کر پلٹنے لگیں۔

''میں...... میں...... ابو، امی کو تو اطلاع کر دوں......'' وہ پرس میں سے موبائل تلاش کرنے لگی۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے...... گھر والوں کو رات کو پریشان کر رہی ہو...... دن نکلے تو بتا دینا......'' ساس تقریباً گھسیٹتی ہوئی اسے باہر لے آئیں۔ اس کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ وہ تو نئی دلہن تھی...... حادثے کا تعلق تو سب سے زیادہ اس کی ذات سے تھا تو اسے بے دردی سے وین میں کیوں گھسیڑ دیا گیا تھا...... عنایہ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو چکی تھیں...... مزید ستم ظریفی یہ ہوئی کہ چند میلوں کی مسافت کے بعد اس کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر کھینچ، کھینچ کر تمام زیورات اتار لیے گئے...... موبائل پرس سمیت چھین لیا گیا۔

عنایہ کے والد نے لاکھوں کے جہیز کے ساتھ بیٹی اپنی مرضی سے اس گینگ کے حوالے کر دی تھی جو بہت ہی سہولت سے امیر لیکن بے شعور اور جاہل گھرانوں کی خواتین کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو کر یا تو معصوم لڑکیوں سے بیگار کراتا تھا یا بیچ دیتا تھا یا دل چاہتا تو بیوی بنا کر کچھ دنوں رکھ لیتا تھا، اب عنایہ کے نصیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں کیا لکھا تھا...... یہ آنے والا وقت ہی جانتا تھا۔

اس کی آنکھوں کو سختی سے باندھ دیا گیا تھا۔ درد ہونے کی وجہ سے وہ ذرا سا کسمسائی تھی کہ اس عورت نے جو شروع سے آخر تک اس کی ساس کے روپ میں بے حد مشفق نظر آئی تھی۔ ایک زوردار تھپڑ مار کر سیدھا بیٹھنے کو کہا۔

وہ تمام راستہ اسے منحوس اور بدبخت کہتی رہی...... برا بھلا سنتے، سنتے عنایہ کی آنکھیں بھر بھر آئیں۔ راستہ بہت طویل اور تکلیف دہ تھا...... ہر جھٹکے پر اس کا جسم بری طرح دکھنے لگتا لیکن وہ منہ سیے بیٹھی رہی...... منہ سے بھاپ بھی نہ نکالی...... کچھ کہتی...... تکلیف کا اظہار کرتی تو گالیوں اور تھپڑوں سے نوازدی جاتی۔

نہ جانے کتنے گھنٹوں کا سفر تھا...... اس کے ہاتھ پیر بیٹھے، بیٹھے سن ہو چکے تھے...... اونچے نیچے ٹوٹے راستوں سے ہوتی ہوئی گاڑی جب رکی تو وہ اتر ہی نہ پائی...... بدقت خود کو گھسیٹ کر لڑکھڑاتے قدموں سے وہ تقریباً خود کو کھینچتی ہوئی اندر داخل ہوئی...... یہ ایک نیم تاریک اندھیرا سا کمرا تھا...... ایک خرانٹ، جاہل سی عورت نے تقریباً دھکیلنے کے انداز میں اسے اندر کیا۔ وہ اب تک پوری طرح سمجھ ہی نہیں پائی...... یہ سب کیا اور کیوں ہو رہا تھا۔

''چلو مہارانی...... اتارو جھم، جھم کرتے کپڑے...... پہنو کوئی سادہ سے کپڑے...... بڑی منحوس ہو...... پوری طرح گھر میں گھسی بھی نہیں کہ میاں کو جیل بھیج دیا...... اپنی شکل ہی دکھا دیتیں...... ایسی ہوتی ہیں میاں کو اجاڑنے والی......'' وہ نہ جانے اور کیا، کیا بکتی رہی۔ عنایہ چپ چاپ بت بنی اس کی باتیں سنتی رہی...... گم صم، ہلی نہ جلی...... ساکت کونے ہی میں سمٹ گئی۔

''لے ٹھونس یہ روٹی سالن......'' وہ پھر نمودار ہوئی...... موٹی سی دو روٹیاں اور پانی نما شوربے میں ڈبکیاں کھاتی دو بوٹیاں...... عنایہ دونوں ہاتھ زمین پر دھرے بیٹھی ہی رہ گئی۔

☆☆☆

وہ صبح ہی صبح کام پر لگادی جاتی تھی...... اس کے ساتھ دو عدد اسی کی ہم عمر اور عورتیں تھیں پر کسی کو کسی سے بولنے کی اجازت نہیں تھی...... ویسے بھی انہیں کافی دور، دور رکھا جاتا تھا...... مزید ستم وہ جلاد نما عورت ہر وقت ان پر مسلط ہو کر رعب جماتی رہتی تھی...... مزید معلومات ہوئیں تو پتا چلا یہ نعیم کی پہلی بیوی تھی...... اسی کے حکم کے مطابق تمام کام ہوتا تھا...... اس کی نام نہاد ساس کرایے پر بھرتی کی گئی تھی لہٰذا جیل کے خوف سے وہ خود ہی روپوش ہوگئی۔

سارے دن کی مشقت عنایہ کی ہڈی، ہڈی دکھادیتی...... پہلے دوسرے دن اس نے کچھ نہیں کھایا...... پر پیٹ کی آگ تو کسی نہ کسی طرح بجھانا ہی پڑتی ہے...... اعلیٰ اقسام کھانے ہوں یا سوکھی روٹی کے ٹکڑے...... تیسرے دن بدمزہ دال اور روٹی خود بخود ہی اس کے حلق سے اتر گئی۔

''یہ کون سی جگہ ہے...... تم کہاں سے آئی ہو؟''

اپلے تھاپتے، تھاپتے اسے آج چند لمحوں کے لیے موقع ملا تو اس نے اپنے سے کافی دور بیٹھی غمزدہ اپنی ہی ہم عمر لڑکی سے پوچھ ڈالا۔

''ایک بہت اونچے گھرانے میں بیاہ دی گئی ہوں......'' وہ تمسخرانہ خود پر ہی ہنس پڑی...... ''لالچ والدین کی آنکھوں پر جو پٹی باندھتی ہے...... وہ یہاں مجھے نظر آرہی ہے...... کاش میرے ماں، باپ میرا حشر دیکھتے...... یہ نعیم...... ظالم میرا بھی شوہر ہے...... اگر میں اسے بطور بیوی پسند نہ آتی تو آگے بیچ دیتا...... سنا ہے...... جس دن تمہاری قسمت پھوٹی...... اسی رات اسے پولیس پکڑ کر لے گئی...... واپس آنے پر تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے...... وہ ہو جائے گا...... میرا خیال ہے وہ تمہیں بھی بطور بیوی رکھے گا...... حسین چہروں کا دلدادہ ہے وہ......'' وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

کیسی عجیب سی صورت ہوتی ہے...... کیسا عجیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سا مرحلہ..... کیسی کیفیت..... کہ جسے ہم دل سے چاہتے ہیں..... پل، پل..... گھڑی، گھڑی وہ ہمارے ذہن سے محو نہیں ہوتا..... بھول نہیں پاتے..... جس کی یادیں بار، بار دل کو تڑپاتی ہیں..... دکھاتی ہیں۔

اور جب وہ جسے ہم دل کی تمام گہرائیوں سے چاہتے اور پیار کرتے ہیں..... ہمارے سامنے آجاتا ہے تو بصارت دھند لا جاتی ہے..... عقل ماننے سے انکار کردیتی ہے..... بینائی جواب دے جاتی ہے۔ یہی سب کچھ..... اچانک عامر کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ اپنے کسی دوست کو سی آف کرنے ائرپورٹ آیا تھا اور اب جانے کے لیے باہر آگیا تھا..... وہ جو اس کی رگ، رگ میں پیوست تھی..... ایک چھوٹے سے ہولڈ ال کے ساتھ اس کے سامنے تنہا کھڑی تھی..... لیکن یہ کیسی مماثلت تھی جب وہ آخری بار جدا ہوا تھا..... جب بھی اس کی آنکھیں نم تھیں اور آج بھی وہ آنسوؤں سمیت ہی لگی تھیں۔

''تم..... تم..... یہ تم عنایہ ہو ناں.....'' باوجود پہچاننے کے وہ اسی کی شناخت دریافت کررہا تھا۔ وہ اس بات سے لاعلم تھا کہ وہ کس آگ کے دریا کو پار کر کے یہاں پہنچی ہے۔ سادہ سے پلین سوٹ میں اس کے چہرے کی سوگواری مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں دے رہی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ تمام ہمتوں سمیت قریب آگیا تھا۔ اس نے قدرے حیران ہوکر پوچھا..... جواب نہ ملنے پر دوبارہ گویا ہوا۔

''کوئی لینے نہیں آیا..... فون کر کے پوچھو..... میں تمہارے قریب ہی کھڑا ہوں..... جب چلی جاؤ گی تو چلا جاؤں گا.....'' وہ قدرے دور جانے کے لیے مڑا۔

''میں نے کسی کو بھی اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی.....'' وہ بے حد رسان سے بولی۔

''سرپرائز دینا چاہتی تھیں؟'' وہ قدرے مسکرا کر رک گیا..... ''رکو..... میں گاڑی لاتا ہوں چھوڑ دوں گا.....'' وہ صرف بتا کر تیز، تیز قدموں سے چل دیا..... وہ وہیں کھڑی رہی بولی کچھ نہیں..... بے شک وہ ابھی تک نہ کچھ سمجھ پایا تھا نہ تفصیل جانتا تھا پر چھٹی حس کچھ بھی اچھا نہیں بتا رہی تھی۔ چند منٹ بعد سفید مہران عنایہ کے سامنے تھی۔ اس نے فرنٹ دروازہ کھول کر پہلے عنایہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر تیزی سے ہولڈ ال پیچھے رکھا اور پیچھے آنے والی گاڑی کے ہارن کی آواز پر فوراً ہی کار اسٹارٹ کردی۔

عنایہ بت کے مانند صرف سامنے ہی تک رہی تھی۔

''امی، ابو کے گھر جاؤ گی یا.....؟''

''مجھے ایدھی ٹرسٹ یا انصار برنی ٹرسٹ پہنچا دیں۔'' سپاٹ سے لہجے میں روبوٹ کی طرح اس نے عامر کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا۔

وہ اندر سے لرز گیا..... ایسا کیا تھا کہ وہ نہ میکے جانا چاہتی تھی اور سسرال کا تو اس نے نام بھی نہیں لینے دیا تھا۔ بولا کچھ نہیں..... گاڑی کی رفتار تیز کردی..... دس منٹ کی مزید ڈرائیونگ کے بعد مہران ایک خوب صورت سے ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑی تھی۔

''عنایہ کچھ دیر یہاں رکتے ہیں، میں صبح سے بغیر ناشتے کے دوڑیں لگا رہا ہوں۔'' وہ ایک بھی لفظ بولے بغیر نیچے اتر آئی..... نہ ضد..... نہ بحث..... کیا وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ تھی..... اس نے بریانی اور کولڈ ڈرنک کا آرڈر دیا وہ جب بھی کچھ نہ بولی۔ عامر نے پلیٹ میں اس کے لیے بریانی نکالی..... اپنی پلیٹ سے کھانا شروع کیا..... وہ اسی پوزیشن میں اب تک یونہی بیٹھی تھی..... جیسے ایک مجسمہ جو حرکت کے قوانین سے مکمل ناآشنا ہو..... پتھر کا بت جیسے ایک کونے میں بٹھا دیا گیا ہو بلکہ جکڑ دیا گیا ہو۔

''تم کیوں نہیں کھا رہیں عنایہ.....'' وہ نرمی سے بولا۔ ''کافی دور جانا ہے ہمیں.....''

''مجھے بھوک نہیں.....'' وہ خیالات کی یلغار سے چونک گئی۔

''کھالو..... میرے لیے دو تین لقمے ہی سہی..... پھر چلتے ہیں.....'' رائتہ بھی عامر نے ہی اس کی پلیٹ میں ڈالا..... چمچ بھی تھمایا..... اس نے کن انکھیوں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیکھا۔اب وہ بھی آہستہ، آہستہ کھارہی تھی۔

''مجھے کوئی حق تو نہیں عنایہ.....لیکن ایسا کیا ہوگیا کہ.....تم گھر جانے کے بجائے کسی ٹرسٹ جانا چاہ رہی ہو.....'' کھانا ختم کرنے کے بعد اس نے کافی کا آرڈر دے دیا تھا۔

وہ کافی دیر چپ رہی پھر شاید اس کی قوت برداشت بھی جواب دے گئی تھی۔شروع سے آخر تک.....ایک، ایک بات اس نے آموختہ کی طرح دُہرادی.....

''اسی این جی او کی پریزیڈنٹ نے ہماری خلع دلوائی.....نعیم طلاق نہیں دے رہا تھا.....عدت کے بعد ہمیں ٹکٹ دے کر گھر کو روانہ کردیا گیا.....مسز اکمل اس دنیا میں انسان نہیں فرشتہ ہیں۔خلع کے بعد سے ہم تینوں لڑکیاں ان کے گھر ٹھہریں اور عدت پوری کی.....نعیم ابھی تک جیل میں ہے.....منشیات کے جرم اور لڑکیوں کو اس طرح شادی کے بعد زندگی برباد کرنے میں اسے یقیناً کافی لمبی سزا ہوگی۔''

''تو اب گھر کیوں نہیں جارہی ہیں؟'' وہ دکھ بھرے انداز میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

''کون سا گھر.....؟'' وہ آنسوؤں سمیت تلخیوں سے مسکرائی۔''اب وہ گھر نہیں رہا.....مکان بن گیا ہے.....میری واحد حمایتی.....میری ماں کا اگلی شام ہی انتقال ہوگیا جب انہیں پتا چلا کہ جس گھر میں مجھے دلہن بنا کر بھیجا گیا تھا.....ان کی بیٹی کی جگہ تالا منہ چڑا رہا تھا.....جہیز کا سامان بھی راتوں رات ہی شفٹ ہوگیا تھا.....بعد میں معلومات ملیں کہ وہ گھر بھی کرایے پر لیا گیا تھا.....'' اب وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔اس کا پورا جسم کانپنے لگا تھا.....وہ روتی رہی، سسکتی رہی.....

وہ سر نیچا کیے خاموش بیٹھا رہا.....بولا کچھ نہیں.....چاہتا تھا کہ اس کا ہر دکھ، ہر غم آنسوؤں کی صورت باہر نکل آئے۔

''تمہیں یہ سب معلوم ہے تو یقیناً دادی اور ابا تم سے رابطے میں ہوں گے۔وہ تمہارا انتظار کررہے ہوں گے۔تم اب وہاں نہیں جاؤ گی؟''

''میں ان سے رابطے میں نہیں ہوں.....این جی او کی ایک خاتون رضیہ میرے محلے کی تھیں.....انہوں نے ہی بتایا۔'' اس نے عامر کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا.....''دادی اور ابا نے میری بربادی میں کون سی کسر چھوڑی.....ان کی سوچ مجھے اس حال پر لے آئی.....میں انہیں اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتی.....وہ جو بھی فیصلہ جب بھی کریں گے اس سے زیادہ ہولناک ہوگا.....'' عامر کو عنایہ کی ذہنی کیفیت پر افسوس ہوا۔وہ اس حد تک گھر والوں سے متنفر ہوجائے گی اسے اندازہ نہیں تھا.....وہ اسے بہت دیر سمجھاتا رہا.....وہ مان ہی نہیں رہی تھی۔

''عنایہ!'' اس نے ڈرتے، ڈرتے بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔''میرے خیال میں ابا اور دادی کو معاف کردو.....پہلی اور اب کی تمہاری حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے.....گھر، گھر ہوتا ہے۔''

''وہ گھر نہیں ہے عامر.....'' اس نے ہاتھ کھینچ کر متورم چہرہ اوپر کیا.....''وہ مکان ہے جہاں جذبوں اور احساسات کی جگہ زر و جواہر کی اہمیت ہے اور انسانوں کے بجائے کھنکتے سکوں کو ترجیح دی جاتی ہے.....چلیں چھوڑیں ان باتوں کو.....آپ مجھے رکشا کروادیں.....میں خود ہی چلی جاتی ہوں.....'' وہ یقیناً الجھ رہی تھی.....اس کا دماغ منفی انداز میں سوچ رہا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں.....پہنچا تو میں بھی دوں گا.....تمہاری مرضی کے بغیر اب کچھ نہیں ہوگا.....یہ میری ایک درخواست ہے.....اگر تم مان لو.....'' وہ عاجزانہ انداز میں گویا ہوا۔

''بتائیں۔'' وہ ہتھیلیوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔

''لو.....'' اس نے ٹشو اس کی طرف بڑھایا۔

''اب ایک آنسو نہ گرے.....'' وہ بہت دھیمے سے مسکرایا۔''میرا ایک دوست امریکا میں ہے مگر یہاں اس کا ایک بڑا خوب صورت بنگلا ہے.....اس میں اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کی بوڑھی ماں رہتی ہیں...... افسوس وہ تو ماں کو بھلا بیٹھا ہے...... پر بیٹیاں جو کہ باہر ہیں، ایک معقول رقم ان کی دیکھ بھال کے لیے ہر ماہ بھیجتی ہیں...... آنے کی کوشش تو کرتی ہیں پر شوہر آنے نہیں دیتے...... میں نے ماں جی کے لیے دن، رات کی الگ ملازمہ رکھی تھی...... رات والی کا انتقال ہوگیا...... اب دن کی ملازمہ تو ہے لیکن رات میں وہ خاتون بالکل اکیلی ہوتی ہیں۔ اگر تم کچھ عرصہ ان کے پاس رہ لو تو صحیح فیصلہ کر پاؤ گی کہ آگے کیا کرنا ہے...... اس عرصے میں تمہیں اس نیکی کا ثواب بھی ملتا رہے گا......'' وہ اس کے تاثرات جاننے کی کوشش میں ناکام رہا۔

''جیسے آپ ثواب کمارہے ہیں؟'' وہ کچھ جھنجلائی سی لگی۔

''میں تو......'' وہ سادگی سے مسکرایا...... اس کی وہی خوب صورت سی مسکراہٹ پلٹ آئی تھی...... ''دوستی کا حق ادا کررہا ہوں...... ملازمہ، ماں جی کے ساتھ دغا بازیاں کرتی ہے...... ایک دن میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا۔ ماں جی کے لیے لایا ہوا دودھ خود پی کر بچے کھچے دودھ میں پانی ملا کر لیے جارہی تھی...... چونکہ وہ تقریباً دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اسی طرح وہ ملازمہ ہر کام میں ڈنڈی مارتی ہے...... میں آفس سے بہت لیٹ پہنچتا ہوں...... کئی، کئی دنوں جانا نہیں ہوتا...... تمہاری موجودگی میں کم از کم اُن کے بارے میں مکمل رپورٹ بھی ملتی رہے گی نیز نوکرانی کی چالاکی و مکاری سے بھی نجات مل جائے گی......'' وہ دھیمے، دھیمے تسلسل سے بولے جارہا تھا۔

''ماں جی کا بیٹا کوسوں دور بیٹھا ماں کی محبتوں اور خدمتوں کو تقریباً فراموش کرچکا ہے۔ انہوں نے مجھے بھی محبتیں دیں...... افسوس اب وہ جس حالت میں ہیں، میں ان کی دیکھ بھال نہیں کرسکتا...... میری ملازمت اور تعلیم میں اکثر اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ میں ان سے ہفتے میں ایک دن بھی مل سکوں...... بس ملازمہ پر ہی سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔'' وہ آہستہ، آہستہ بتارہا

(مرحومہ) ماں کے نام نظم

میں ایک مدت سے اپنی ماں کے
اداس لہجے کو سوچتی ہوں
تو ایسے لگتا ہے جیسے میں نے
اندھیر نگری کے وسوسوں میں
کہیں چراغوں کی روشنی کو
بجھا دیا ہو!
میں اپنی ماں کے
اداس لہجے کو سن رہی ہوں
وہ کہہ رہی ہے طویل راتوں کے سب اندھیروں میں
روشنی کو ترس رہی ہو؟
تمہیں پتا ہے بپھرتی لہروں کے
سب سمندر بھی تیری آنکھوں میں رقص کرتے
بھنور کی صورت بکھر رہے ہیں
تمہاری سوچوں میں اب زمانے کی داستانوں
کے قافلے ہیں
کہیں پہ صحرا کی دھوپ آنکھوں میں
دھیرے، دھیرے اتر رہی ہے
تمہارے بالوں میں رقص کرتی ہوئی یہ
مٹی عجیب وحشت اگا رہی ہے
میں اپنی ماں کے اداس چہرے کے
دشت وصحرا کی وسعتوں کے
قدیم منظر پررو رہی ہوں
کہ اس کی آنکھیں مسافتوں کے سفر میں گم ہیں

شاعرہ: تمثیلہ لطیف، لاہور

خوب صورت فکر

زیست کے بیکراں سمندر میں منفرد بن کے رہو
تخریب سے بچو سدا تعمیری فرد بن کے رہو
شب کے اندھیروں میں ستاروں کی طرح چمکتے رہنا
دن کے اجالوں میں پاکیزہ گرد بن کے رہو

کاوش: کوثر خالد، جڑانوالہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھا۔ عنایہ نے بے حد امید بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میں پچھلے دنوں سوچ رہا تھا کہ ماں جی کی طرح اور بھی بہت بوڑھی خواتین ہیں جنہیں اُن کی اولاد چھوڑ کر دیارِ غیر میں جا بسی ہے...... سوچتا ہوں انہیں تلاش کروں اور ان سب کو ایک دوسرے کا سہارا بنا دوں...... اگر تم اس سلسلے میں میری مدد کرو تو بڑا احسان ہوگا۔ نہ صرف مجھ پر......'' وہ مسکرایا۔ ''بلکہ ان بیچارے بزرگوں پر جو ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ اب بتاؤ کہاں جاؤ گی......'' اس نے بت بنی عنایہ کو غور سے دیکھا...... اس نے چہرہ بہت حد تک نیچے کر لیا تھا...... اندازہ نہ کر سکا تو کار کی چابی لے کر اٹھ کھڑا ہوا...... چند لمحوں کی مسافت نے سمجھا دیا تھا کہ وہ دکھی لڑکی کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس کا ذہن ٹرسٹ کے بوجھ سے آزاد نہیں ہو سکا ہے۔

''تمہارا ہر فیصلہ مجھے منظور ہے عنایہ۔'' اس نے مزید نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا...... چلو تمہاری متعین کردہ منزل تک پہنچا دوں......''

اس کی توقع کے برخلاف وہ عامر سے بھی زیادہ تیزی سے چلتی ہوئی ان خاتون کے ہاں جانے کے لیے نہ صرف راضی ہو گئی تھی بلکہ بوڑھوں، ضعیفوں، لاچار، مجبور، تنہا لوگوں کے لیے بہت کچھ کرنے کا عزم بھی کر چکی تھی۔

☆☆☆

عامر کے ساتھ بڑے سے گھر میں داخل ہوئی تو گھر کی تمام لائٹس آن تھیں۔ سامان جگہ جگہ پھیلا پڑا تھا...... ملازمہ صوفے پر پیر رکھے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی، عنایہ کو اندر آتا دیکھ کر ہڑبڑائی۔ عامر نے ملازمہ کو فضول لائٹس اور ٹی وی بند کرنے کی ہدایت کی۔

''کھانا پک گیا ہے شینو باجی؟''

''جی، جی صاحب...... ابھی جا رہی تھی بیگم صاحبہ سو رہی ہیں، اٹھیں تو پوچھوں کہ کیا کھائیں گی......'' وہ ہکلا، ہکلا کر بتانے لگی۔

''اب جاگنے کے بعد پوچھو گی تو کب پکے گا...... سونے سے پہلے پوچھنا چاہیے تھا۔'' وہ قدرے تلخی سے بولا۔

''دلیا بنا دوں گی جی...... پندرہ منٹ میں پک جائے گا۔''

''شینو باجی...... اس طرح نہیں چلے گا...... آپ اپنی ذمے داریاں صحیح طور پر انجام دیں۔ میں گوشت، قیمہ، مرغی، مچھلی سب دے کر گیا تھا...... کہاں گیا وہ سب...... ماں جی دلیا کیوں کھائیں گی۔'' وہ چڑنے والے انداز میں بولا۔

''جی...... جی...... وہ...... سب......؟'' وہ کھسیا کر رہ گئی...... وہ اتنے دنوں بعد آیا تھا وہ تمام کی تمام چیزیں شینو کے گھر منتقل ہو گئی تھیں۔

''یہ باجی......'' اس نے عنایہ کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا......''اب یہیں رہیں گی تمام کام اب ان سے پوچھ کر کرنا ہیں۔''

''بہت خوشی ہوئی جی......'' وہ تو دھک سے رہ گئی...... شاید اس کی بادشاہی اختتام پزیر ہو گئی تھی۔ شینو کا چہرہ اس کے جملے کی نفی کر رہا تھا۔

عامر مختلف ہدایات کے بعد رخصت ہو گیا......

''عنایہ'' جاتے، جاتے وہ اسے بے حد پُرسکون نظر آیا تھا...... کھانے پینے کا سامان بھی دے گیا تھا۔ ''میں صبح آؤں گا۔'' آنے کی نوید بھی سنا دی تھی۔

رات تک وہ ایک ہی جگہ بیٹھی رہی...... شینو سے بھی کچھ نہ کہا پر اس کی تمام حرکات پر اس کی نظر تھی...... شینو کو آنے والی باجی اس لیے پسند آئی کہ جاتے، جاتے بھی اس نے ان کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں سنا تھا۔

رات کے کسی پہر اسے یاد آیا...... عامر، ماں جی کی دواؤں کے متعلق اسے بتا گیا تھا...... وہ اپنی تمام تفکرات اور پریشانیاں بھول کر پانی اور دوا کے ساتھ ماں جی کے کمرے میں پہنچی تو وہ تقریباً سو چکی تھیں۔

''ماں جی...... دوا کھالیں......'' اس نے آہستگی سے انہیں جگایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''شکریہ..... بیٹی جب سے رات والی ملازمہ گئی میری نیند ہی اُڑ گئی تھی..... ڈرتی تھی سوتے میں مرگئی تو نہ جانے کب تک بے گور و کفن پڑی رہوں گی..... شینو تو اکثر ہی چھٹی کر لیتی ہے۔'' وہ اپنی پریشانی بتاتے، بتاتے رو پڑیں۔

''آپ پریشان نہ ہوں..... میں جاگ رہی ہوں.....'' اس نے نرمی سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

''نہ بیٹی تم بھی سو جاؤ اب..... مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو آواز دے لوں گی.....تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں.....'' ماں جی کی بے نور آنکھیں نم سی تھیں..... نہ جانے یہ گیلاہٹ خوشی کی تھی یا سکون کی۔

''آپ سو جائیں..... ماں جی..... بس مجھے اپنی بیٹی سمجھیں.....'' وہ اداسی سے ٹال گئی۔ اپنے غموں کا ڈھنڈورا پیٹتی تو بوڑھی عورت کی نیندیں مزید اُڑ جاتیں۔

''دیکھیے..... دروازہ کھلا ہوا ہے، میں سامنے ہی ہوں..... بلاتکلف آواز دے لیجیے گا.....'' کیا بتاتی نیند تو اس کی بھی دنوں سے اُڑی ہوئی تھی۔ تمام راتیں سوتے جاگتے ہی گزری تھیں۔

ماں جی کے کہنے پر وہ سامنے والے کمرے میں جا لیٹی تھی..... دونوں کمروں کے درمیان دروازہ تھا۔ لیکن اس نے بند نہیں کیا تھا۔ نیند کوسوں دور تمام گزرے واقعات کے ساتھ بار، بار اِدھر اُدھر ڈول جاتی..... عشا کی نماز وہ پڑھ چکی تھی۔ کچھ تسبیحات کا ورد مسز اکمل نے بتایا تھا۔ اس کا ورد بھی کر چکی تھی..... دیر تک بستر پر کروٹیں لینے کے بعد دوبارہ اٹھ گئی۔ ماں جی خراٹے لے رہی تھیں۔ وہ کمرے سے باہر نکل آئی..... گھر میں چار بیڈ روم تھے..... اس کا کمرا تو شینو جاتے، جاتے کسی حد تک صاف کر گئی تھی..... باقی کمرے مٹی سے اٹے پڑے تھے..... کاکروچوں کی... بھرمار تھی..... کہیں، کہیں چھپکلیاں بھی دیوار پر... نظر آرہی تھیں..... چھت سے جالے لٹک رہے تھے..... پورا گھر شینو کی محنت کا متقاضی تھا لیکن وہ جان گئی..... وہ صرف تھوڑا بہت کھانا پکا کر ٹی وی میں مصروف ہو جاتی ہوگی..... کمروں کو دیکھتی ہوئی وہ باتھ روم اور پھر کچن پہنچ گئی..... گھر کا ایک، ایک حصہ وہی ایک جیسی کہانیاں پیش کر رہا تھا۔ سب سے بری حالت کچن کی تھی..... کیا کیبنیٹ کیا دراز..... کاکروچ قافلوں کی شکل میں نمودار ہونے لگے..... روٹی کے ڈھیروں پھپھوند لگے ٹکڑے جگہ، جگہ موجود تھے جو یقیناً کاکروچ کے لیے لنچ اور ڈنر کے طور پر استعمال ہوتے ہوں گے..... چولھے پر کالی موٹی تہیں دودھ اور چائے کے گرنے کی وجہ سے جم چکی تھیں..... درازوں میں چمچ، چھریاں، کانٹے سب ہی موجود تھے۔ پر انہیں بغیر صاف کیے درازوں میں گھسیڑ دیا گیا تھا..... اس نے قدرے جھک کر دیکھا نیچے کی کیبنیٹ میں دو تین دیگچیوں میں پانی بھرا رکھا تھا اور شاید دو تین دن سے بھرا تھا لہٰذا پانی سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ اس نے تمام دیگچیاں کھینچ کر پانی پھنکا..... برتن صاف کرنے کے تمام لوازمات موجود تھے..... دیگچیاں صاف کر کے اس نے باقی برتن بھی دھو ڈالے..... کیبنیٹ ایسے ہی چھوڑ دیے..... وقت ہی کہاں بچا تھا۔

سلیب اور چولھے صاف کرتے، کرتے رات کے تین بج گئے تھے لیکن کچن صاف ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا..... عامر نے اسے چلتے، چلتے بتایا تھا..... شینو پندرہ ہزار روپے ماہانہ لیتی تھی اور گھر کا سامان جس طرح اڑاتی تھی..... وہ بھی اسے اندازہ ہوگیا تھا۔

اور..... کس بے دردی سے شینو اس گھر کا سوا ستیاناس کر رہی تھی..... پلنگ پر لیٹے، لیٹے وہ بہت دیر تک افسوس کرتی رہی اور پھر نہ جانے کس وقت سو گئی۔

☆☆☆

''ماں جی ..... ناشتا.....'' وہ انڈا اور نرم سا پراٹھا لیے اُن کے سامنے کھڑی تھی۔

''آپ یہ کھائیں، میں چائے لے کر آتی ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"جیتی رہو بیٹی...... مدتوں بعد ایسا ناشتا ملا ہے......شینو نے تو بریڈ کھلا، کھلا کر تنگ کر دیا......ابھی تو وہ آپی بھی نہیں ہوگی......" ماں جی ابھی منہ دھو کر فارغ ہوئی تھیں۔

"اب آیا کرے گی......" رات سونے سے پہلے عنایہ نے شینو کا ٹائم ٹیبل بنا لیا تھا۔

☆☆☆

دروازے کی گھنٹی پر اس نے جھانکا......عامر موجود تھا......وہ دروازہ کھول کر ایک طرف ہوگئی۔

"کیسی ہو؟" وہ اندر آ کر کھڑا ہوگیا۔ "رات سوئیں نہیں......" وہ بہت غور سے اس کی گلابی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"سوئی تھی......ناشتا کریں گے......" وہ اس کے مستقل دیکھنے سے گڑبڑا گئی۔ "شینو کا انتظار ہے۔"

"صرف شینو کا......" وہ مسکرا دیا۔ وہ کچھ نہیں بولی......کیا بتاتی......وہ تو بچپن ہی سے اس کے انتظار کی عادی تھی۔ تقدیر نے اس کے ساتھ جو عجیب سا کھیل کھیلا تھا......وہ اس پر حیران تھی اور اب تقدیر نے ہی اسے دوبارہ عامر سے ملایا......اس پر وہ کچھ بھی تبصرہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"ناشتا بعد میں کیا کروں گا......" وہ ذو معنی انداز میں بولا۔ "ابھی صرف چائے۔" وہ جو اس کی نگاہوں سے فرار چاہ رہی تھی فوراً ہی پلٹ گئی۔

"عنایہ......" اس نے جاتی عنایہ کو پکارا...... "یہ پکڑو......" اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ "اب جس چیز کی ضرورت ہو بتاتی رہنا۔"

اس نے خوب صورت موبائل شکریہ کہے بغیر ہی تھام لیا...... "اتنا مہربان انسان......کاش میرے مقدر میں ہوتا......کاش میرے ابا اور دادی دیوار نہ بنتے......کاش، کاش......"

"شینو......فریج کا کیا حال بنایا ہے؟" عنایہ نے کافی دیر تک شینو کی ڈھٹائی کو برداشت کیا، وہ تھوڑی سی صفائی کے بعد ٹی وی کے سامنے جا بیٹھی تھی۔

"گلی سڑی مرچیں، ٹماٹر......نکال کر باہر پھینکو......پرانے سالن بھی ہیں انہیں پھپھوند لگ گئی ہے......سب چیزیں دھو کر صاف کرو......فریزر کی تمام الا بلا باہر ایک کونے میں ڈالو......ایک گھنٹے کے اندر، اندر کچن صاف کر کے تمام جالے صاف کرو۔"

"جی اچھا......" وہ منہ بناتی ہوئی اور کچھ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی......اس کی رائے عنایہ کے بارے میں منٹوں میں بری سے بری ہوتی جا رہی تھی...... یہ سب ماں جی تو برداشت کر رہی تھیں...... "یہ آنے والی بی بی......ہر وقت پیچھے لگی رہتی ہے......" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی کام میں لگ گئی۔

☆☆☆

آج ایک اور خاتون آئی تھیں......ملگجے کپڑے، لاغر جسم، پپڑی زدہ ہونٹ......غالباً دو دن کے فاقے سے تھیں......عنایہ نے انہیں غسل کے بعد ماں جی کا ایک سوٹ پہنایا......نئی ملازمہ فریدہ سے گرم، گرم کھانا منگوا کر سامنے رکھا......وہ جلدی، جلدی کھانے کے ساتھ، ساتھ عنایہ کو دعاؤں سے بھی نوازتی گئیں۔

"بہو نے بھائی کی مدد سے زبردستی گھر کے کاغذات پر دستخط کروائے اور گھر سے نکال دیا۔" اب تک وہ کھانا ختم کر چکی تھیں۔

"آپ... دستخط نہ کرتیں......" عنایہ نے برتن سمیٹتے ہوئے مشورہ دیا۔

"بیٹی وہ خبیث پستول نکال لایا تھا......کیا کرتی......چاہے کتنی عمر ہو جائے اس زندگی سے نفرت نہیں ہوتی......بس میرا مرنے کو دل نہیں چاہا ورنہ ہرگز دستخط نہ کرتی۔"

"آپ کے بیٹے نے کچھ نہیں کہا؟" عنایہ کو...... بے حد افسوس ہوا۔

"میرا بیٹا تو پہلے ہی بیوی کے قبضے میں ہے......اسے میری پروا ہوتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتے......اور وہ تو پرسوں ہی دبئی چلا گیا ہے...سال بھر بعد واپس آئے گا......بہو کہہ دے گی بڑھیا مر گئی......اس نے تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شادی کے بعد بولنا بھی چھوڑ دیا تھا بیٹی......'' ثمینہ آنٹی اپنی کہانی سنا رہی تھیں اور وہ بیٹوں کے بدلے رویوں کے بارے میں سوچتے، سوچتے بی اماں کی بیٹیوں کے بارے میں سوچ رہی تھی...... جو ہر ماہ ایک خطیر رقم نہ صرف اپنی ماں کی دیکھ بھال کے لیے بھیج رہی تھیں بلکہ انہوں نے ان بے کس بوڑھی خواتین کی اعانت کے لیے بھی دوسروں کے تعاون سے بہت سی رقم بھجوانے کی یقین دہانی بھی کروائی تھی...... عنایہ ان سے مستقل رابطے میں رہتی تھی...... عامر سے اس نے ایک رجسٹر منگوا کر باقاعدہ رقم کا اندراج کرنا شروع کر دیا تھا...... شینو کو نکال کر فریدہ کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا بطور مددگار بھی رکھ لیا تھا جو باہر اندر کے کام کر دیتا تھا...... دو دن پہلے ...... ذہنی دباؤ لیے ایک اور پچپن سالہ خاتون بھی آگئی تھیں...... جنہیں اولاد نہ ہونے پر دوبار طلاق ہوئی تھی۔

''بہت گم صم ہیں زرینہ انور...... کسی سے بولتی ہی نہیں...... لگتا ہے عامر......'' وہ روزانہ عامر کو دیکھتے ہی سب کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچاتی تھی......

''وہ کچھ مینٹل سی ہیں...... ان کی ایک دوست داخل کرا کر گئی ہیں......''

''ان کے رشتے دار نہیں ہیں؟'' ذہنی حالت خراب ہونے کا سن کر عامر پریشان سا ہو گیا...... اگر ذہنی دورہ پڑتا تو انہیں کون سنبھالتا...... بولا کچھ نہیں...... صرف سوچ کر رہ گیا۔

''یہ انڈیا سے بیاہ کر آئی تھیں...... 27 سال میں دو صدمے بھی اٹھا لیے......''

''عنایہ...... آئندہ اس طرح کی خواتین کو داخل نہ کیا کرو...... میرا مطلب ہے......'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ ''بوڑھی خواتین کم از کم تمہارے اور فریدہ کے لیے پریشانی کا باعث تو نہیں ہوں گی۔''

''آپ پریشان نہ ہوں...... چھوٹو بھی تو گیٹ پر ہی سوتا ہے...... اور پھر موبائل سے میں آپ سے بھی تو کانٹیکٹ کر سکتی ہوں ناں......'' وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مجھے تو لگتا ہے...... کچھ دنوں بعد یہاں عنایہ ٹرسٹ کا بورڈ لگے گا...... بلکہ......'' شرارت سے مسکرایا۔ ''عنایہ، عامر ٹرسٹ......''

عنایہ کا چہرہ چند لمحوں کے لیے گلابی ہو گیا...... وہ بری طرح جھینپ گئی۔

''عنایہ......'' اس نے دو انگلیوں سے اس کی خوب صورت سی ناک چھوتے ہوئے آج دل کی بات کہنے کا ارادہ کر ہی لیا......

''اب تک تمہارا غصہ کم ہو چکا ہو تو دادی اور ابا سے مل لو...... اس ٹرسٹ کے لیے میں نے دو پڑھی لکھی کنواری عمر رسیدہ خواتین کو ملازمت دینے کا فیصلہ کیا ہے...... دو بہنیں ہیں...... ماں، باپ مر چکے ہیں...... انہیں یہاں سر چھپانے کا مستقل ٹھکانا مل جائے گا...... تمہیں جب بھی فرصت ملے آجایا کرنا......''

''نہیں عامر......'' وہ ابھی تک اسی ہٹیلے انداز میں اپنے موقف پر قائم تھی۔ ''یہ سب جو یہاں ہیں...... انہیں میری ضرورت ہے...... میں اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔''

''اچھا تو پھر میرے گھر چلو...... مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے...... میں چاہتا تھا تم اپنے گھر جاؤ...... میں تمہارے والد سے تمہیں مانگ لوں...... مجھے امید ہے اس بار وہ مجھے منع نہیں کریں گے۔'' کافی وقت گزر چکا تھا اور اسے اب یقین ہو چلا تھا کہ وہ اب وہ ایک نارمل زندگی گزار رہی ہے...... وہ خاموش رہی۔

''بولو...... لڑکی کیا کہتی ہو...... سب کا اتنا خیال رکھتی ہو...... کھلانا، پلانا، دیکھ بھال اور یہ بیچارہ یونہی خوار ہوتا رہتا ہے۔'' وہ اس کے بالکل قریب آگیا۔ اتھل پتھل سانسیں لیے عنایہ قدرے دور ہو گئی۔

''آپ کے گھر والے مان جائیں گے......؟'' عامر کے بہت اصرار پر اس کے دل کا خوف زبان پر اتر آیا۔

''کیوں نہیں مانیں گے......'' وہ بے حد یقین لیے بولا۔ ''زندگی میں یہی ایک بات تو منواؤں گا...... اب تو میرا ایم بی اے بھی ہونے ہی والا ہے......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ملازمت بھی پہلے سے بہتر ہے...... تمہارے والد کو اعتراض نہیں ہوگا اور اب ہم نے گھر بھی گلشن میں لے لیا ہے...... گو کرائے کا ہے کبھی اپنا بھی ہو جائے گا۔''

اب وہ وہی خوب صورت سی مسکراہٹ لیے اسے مستقل دیکھے جا رہا تھا اور عنایہ باوجود کوشش کے بھی اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ کیا خوشیاں یوں بھی ملا کرتی ہیں۔ اچانک بن مانگے...... ایسی خوشیاں کیا دائمی بھی ہوتی ہیں۔ چھن تو نہیں جاتیں وہ بند آنکھوں خود سے پوچھے جا رہی تھی۔

''کیا ہوا یقین نہیں آ رہا......؟'' وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''عامر...... میں نے زندگی میں کبھی ایسا سوچا بھی نہیں تھا...... میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کی رفاقت کبھی زندگی میں میرا حصہ بھی بن جائے گی...... میں خود کو بہت خوش نصیب محسوس کر رہی ہوں...... دعا کیجیے...... میری یہ خوشی دائمی ہو...... چھن نہ جائے......'' اس کا چہرہ اداس تھا۔

''کیوں چھن جائیں گی ہماری خوشیاں......؟'' وہ ہنس پڑا۔

''نکاح کی مہر لگ جائے گی۔ میرا یقین کرلو...... تو خوشیاں بھی یقین بن کر ہمارے آنگن میں مستقل ڈیرا ڈال دیں گی۔'' اس نے بے حد نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بہتیرا اعتبار دے ڈالا۔

☆☆☆

اسے اپنے والد پر بھروسا نہیں تھا۔ اور دادی کی فطرت سے بھی واقف تھی۔ اب وہ کوئی رسک لینا نہیں چاہتی تھی۔ اتنے دکھ اور تکلیفیں سہنے کے بعد نصیب کے دریچوں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے یکے بعد دیگرے اس کی زندگی میں داخل ہو رہے تھے، وہ بے حد خوش تھی...... آج اسے عامر کا شدت سے انتظار تھا......

بہت دنوں بعد اس نے گلابی ریشمی لباس زیب تن کیا تھا...... ہلکی جیولری اس نے فریدہ سے منگوائی تھی...... میچنگ کی جیولری پہن کر اس نے سیاہ کاجل کے بعد ہلکی سی لپ اسٹک لگا کر خود کو آئینے میں دیکھا تو پہچان نہیں پائی۔ اس کے چہرے پر پہلے سے کئی گنا نکھار آ گیا تھا۔ چہرہ جس خوشی سے آپ ہی آپ دمک رہا تھا۔ وہ اس چمک کو کوئی نام نہیں دے پائی۔

دستک کی آواز پر وہ پلٹی...... یہ وقت ابھی عامر کے آنے کا نہیں تھا...... شاید کسی ضرورت مند خاتون نے دروازے پر دستک دی تھی۔

''آ جائیں......'' وہ کسی فائل پر جھکی رہی...... آنے والی خاتون اب بالکل سیدھی ہو کر اسے دیکھ رہی تھیں۔

''بہت بدل گئی ہو......'' وہ اس آواز پر چونکی...... جھکا سر اٹھایا...... وہ عامر کی بہن تھیں...... وہی بہن جسے ان کی دادی اور باپ نے ذلیل کر کے بھیجا تھا۔ ان کی آنکھوں کی حقارت اور تمسخرانہ لہجے سے وہ کانپ سی گئی، لگا لحہ بھر میں دل سینہ توڑ باہر نکل آئے گا۔

''کیسی ہیں آپ......؟'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی...... دل دھڑک، دھڑک کر کوئی اچھی بات نہیں سجھا رہا تھا۔

''میں تو ٹھیک ہوں...... تم نے عامر کو کیسے پھانسا......؟'' وہ ان کی اس بات کا کوئی بھی جواب نہ دے پائی۔ اب وہ ہونق چہرہ لیے بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

''تم بری ہوئی عورت، اب میرے بھائی کے قابل نہیں...... بے وقوف ہے میرا بھائی اتنا ذلیل ہونے کے بعد تمہاری حیثیت جاننے کے باوجود بھی تمہیں اپنانے کو تیار ہے۔'' وہ دیر تک طنز کے تیر برساتی رہیں۔

وہ انہیں کیا بتاتی...... اسے تو کسی نے چھوا تک نہیں تھا...... وہ صرف دلہن بنی تھی۔ باقی کے تمام لمحات خالی خوفناک اور ہیبت ناک تھے...... اس کے نصیب میں صرف اور صرف گردشیں لکھی تھیں...... دکھ اور عذاب لکھے تھے جنہیں وہ اب تک بہت صبر اور حوصلے سے سہتی آئی تھی...... اگر اس کٹھن صورتِ حال میں عامر کی رہنمائی نصیب نہ ہوتی۔ وہ اسے مثبت راستے نہ دکھاتا، پریشانیاں نہ بانٹتا تو وہ پاگل اور دیوانی ہو جاتی...... زندگی کو اتنی جلدی اپنی مٹھیوں میں قید نہ کر پاتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں :-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety
پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1
پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

لیکن آج وہ انہی تاریک سیاہ اندوہ ناک گڑھوں میں گرادی گئی تھی جہاں نارمل زندگی گزارنا تقریباً ناممکن ہی ہوجاتا ہے..... ان کے آخری جملے اسے ادھ موا کر گئے تھے، وہ وہیں قالین پر نہ جانے کب تک پڑی سسکتی رہی تھی۔ ہاتھ پیر پٹختے ہوئے اس نے لمحے بھر کے لیے آنکھیں کھولی تھیں۔ عامر اٹھ کر اس کے قریب آبیٹھا۔

''عنایہ..... کیا ہوا ہے تمہیں.....؟'' وہ دیر تک اسے مخاطب کرتا رہا۔ ''کون سی خاتون ملنے آئی تھیں تم سے..... بولو..... بتاؤ.....'' وہ بار، بار پوچھ رہا تھا۔

''پانی پلادیں.....'' اسے عامر کی صورت دھندلی، دھندلی نظر آرہی تھی۔

''ہاں، لو پیو.....'' اس نے پاس رکھے جگ سے پانی انڈیلا..... سہارا دے کر بٹھایا..... اور گلاس اس کے منہ سے لگادیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کرکے تکیے پر لڑھک گئی۔

''جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ..... پھر میں تمہیں گھر لے جاؤں گا.....'' وہ آہستہ، آہستہ اسے بتارہا تھا۔ ''چلو گی ناں.....؟''

وہ خاموش رہی..... وہ بار، بار دہراتا رہا۔

''انہوں نے آپ کو چھین لیا ہے..... چھین لیا ہے.....'' بے ربط جملے۔ ''دور لے گئے ہیں..... سب لوگ.....''

''کس نے عنایہ..... کیا کہہ رہی ہو؟'' اس نے عنایہ کے بکھرے بالوں کو سمیٹتے ہوئے پوچھا..... وہ مکمل غنودگی میں تھی..... پانی پی کر وہ دوبارہ تکیہ پر گر گئی یا شاید سوگئی تھی۔

گھر سے مستقل فون آرہے تھے..... وہ مجبوراً فریدہ کو ہدایت دیتا ہوا نہ جانے کس دل سے رخصت ہوا تھا۔

''فریدہ، میں فون کرکے پوچھتا رہوں گا..... خیریت سے مطلع کرنا اور اگر زیادہ طبیعت خراب ہوجائے تو مجھے فوراً اطلاع دینا.....لو یہ عنایہ کا موبائل لے کر یہیں لیٹ جاؤ.....'' وہ جاتے، جاتے بھی کئی بار پلٹا۔

''آپ فکر نہیں کریں صاحب، بی بی ہمارا اتنا خیال رکھتی رہی ہیں..... ایسے وقت میں ہم انہیں کیسے چھوڑ دیں گے..... آپ گھر چلے جائیں.....'' فریدہ نے عامر کا پریشان چہرہ دیکھا تو وہ خود بھی اداس ہوگئی..... ''میں یہیں ان کے قریب ہی بیٹھی ہوں..... آپ کو میسج کرکے بتاتی رہوں گی تاکہ گھر والے موبائل کی آواز سے پریشان نہ ہوجائیں۔ آپ پڑھ لیجیے گا اور سونے کی کوشش بھی کیجیے گا۔'' وہ اس دلاسے پر مشکور سا اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

تین دن، تین راتیں تیز بخار نے اس کی رگ، رگ میں کمزوری اتاردی..... ان دنوں فریدہ نے تمام انتظامات سنبھالنے کے ساتھ جی جان سے عنایہ کی..... تیمارداری کی تھی۔ اس کا تمام جسم آگ کے مانند دہک رہا تھا۔ وہ دو دن سے بے سدھ پڑی تھی..... عامر صبح شام چکر تو لگا رہا تھا لیکن اتنے تیز بخار کی وجہ نہیں سمجھ پایا..... ڈاکٹر بے حد تجربے کار تھا اور وہ مستقل دوا بھی کھارہی تھی۔ پھر اب تک افاقہ کیوں نہیں ہوا تھا۔

''اچانک کیا ہوا اسے؟'' وہ متفکر گھنٹوں سے یہیں بیٹھا تھا..... آفس بھی نہیں گیا..... نہ کچھ کھایا، پیا..... فریدہ پانی کا گلاس تھماتے ہوئے بولی۔

''صاحب جی ایک بیگم صاحبہ آئی تھیں..... پتا نہیں وہ کیا، کیا کہہ رہی تھیں۔ عنایہ بی بی ان کے جاتے ہی بے ہوش ہوکر گریں اور تب سے ہی بخار ہے۔''

''کس عمر کی خاتون تھیں؟'' وہ دیر تک سوچتا رہا۔

''یہی غلطی ہوئی..... اصل میں باجی کے پاس کافی خواتین آتی ہیں، میں اپنے کام میں مصروف رہتی ہوں..... یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ کیسی تھیں اور وہ کیا سنا کر، کیا کہہ گئیں.....'' فریدہ کی بات پر وہ گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔ اس کا ذہن تو اتر سے نعیم احمد کے گروہ ہی کی کسی خاتون کی طرف جارہا تھا، اس کی اپنی بہن تو کسی مخالفت کا اظہار ہی نہیں کررہی تھیں۔ ان کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بارے میں تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

''عامر بھیا...... کھانے کا وقت ہو گیا...... آپ کے لیے لاؤں...... کچھ کھا لیں......'' وہ لجاجت سے بولی۔

''نہیں، بھوک نہیں ہے۔''

''آپ بیٹھے ہیں ناں یہاں...... پھر میں اور سب کو کھانا دے دوں......''

''ہاں...... تم جاؤ......'' وہ اس گتھی کو سلجھا نہیں پا رہا تھا۔

''یہ سوپ لے لیں باجی...... عامر صاحب بہت پریشان ہو گئے ہیں آپ کی بیماری سے...... تینوں دن آفس جانے کے بجائے یہیں رہے...... وہ تو گھر سے بلاوے نہ آتے تو وہ رات بھی یہیں بسیرا کرتے......''

فریدہ اسے ایک، ایک چمچہ سوپ بھی زبردستی پلاتے، پلاتے تین دن اور راتوں کی کہانیاں بھی سناتی گئی۔

''گھر سے بلاوے......؟'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔

''ایک وقت بھی جو کچھ کھایا ہو...... میں زبردستی چائے پلا دیتی تھی...... یہاں نمازیں پڑھتے تو میں نے انہیں کئی مرتبہ دیکھا باجی لیکن اتنی لمبی دعائیں مانگتے پہلی مرتبہ نظر آئے۔ دعاؤں میں اثر بھی تو کتنا ہوتا ہے...... آپ تو لگتا ہے ہر چیز سے بیگانہ ہو گئی تھیں...... بس یہ عامر صاحب کی دعائیں ہی تھیں جو آپ اتنی جلد ٹھیک ہو گئی ہیں۔''

فریدہ کی باتوں پر وہ صرف ایک آہ بھر کر رہ گئی...... اس کی وہ تمام خوشیاں، مسرتیں وہ سہانے خواب جو اس نے چند دنوں میں دیکھے تھے ایک بار پھر ملیا میٹ ہو گئے تھے...... پُر خلوص محبت بانٹنے والا عامر صرف اس کی نظروں میں تھا...... ہتھیلیوں کی لکیروں میں نہیں تھا۔ قسمت اس کے ساتھ جو...... بے دردانہ کھیل، کھیل رہی تھی...... وہ اب اسے زندہ تو رکھ سکتا تھا زندگی جینے کی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ فریدہ کے جانے کے بعد وہ دیر تک آنسوؤں سے تکیے کو بھگوتی رہی کہ شاید یہ آنسو ہی اس کا مقدر تھے۔

یہاں سے وہاں تک سناٹا پھیلا ہوا تھا...... دوپہر کے کھانے کے بعد سب ہی اپنی، اپنی جگہ یا تو لیٹے تھے یا نیند میں دھت تھے...... وہ آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

''آج کل آپ آفس سے بہت جلد اٹھ آتے ہیں......'' سفید دوپٹے کو سلیقے سے اوڑھے عنایہ کا پاکیزہ چہرہ عامر کو بہت ہی اداس لگا۔

''تمہیں میرا آنا اچھا نہیں لگتا کیا......؟'' وہ اس کے عین سامنے آبیٹھا تھا۔

''نہیں...... ایسی بات نہیں......'' وہ کسی رجسٹر کے صفحے میں گم ہو گئی۔

''کیا بات ہے عنایہ تم آج کل مجھے بہت بدلی، بدلی لگ رہی ہو......'' وہ اٹھ کر اس کے بالکل آیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں...... آپ کو وہم ہو گیا ہے اور وہم کی دوا حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھی......''

وہی اجنبی، اجنبی سا لہجہ جو بخار سے صحت یابی تک موجود تھا۔

''کچھ تو ہے عنایہ...... میں ہمیشہ سے تمہارے دل کی دھڑکنیں اپنے وجود میں محسوس کرتا آیا ہوں...... اور اب تو شدت میں اضافہ ہو گیا ہے۔'' وہ شرارت سے مسکرا دیا...... کتنا بھلا لگتا تھا وہ اسے...... چمکتے سفید دانتوں کی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل کر بہت خوب صورت ہو جایا کرتی تھی۔

اس نے مزید قریب ہو کر اپنے ہاتھوں کا بوجھ اس کے کندھے پر رکھ دیا...... وہ اچھل سی گئی...... اچھل کیا گئی قدرے بیزاری کا مظاہرہ بھی کیا۔

''مجھ پر اعتبار نہیں کرتیں؟''

''اعتبار نہ کرتی تو آج زندہ بھی نہیں ہوتی......'' وہ اداسی سے مسکرا دی اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

''کچھ بولو گی نہیں...... بس یہ پھیکے، پھیکے انداز میں مسکراتی رہو گی...... بیماری کے بعد سے میں تم میں بہت بڑی تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بیماری کے بعد ہی مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ مجھے اب کہیں ملازمت کر لینی چاہیے...... میں کب تک آپ پر بوجھ بنوں......''

''اوہ...... اچھا......'' وہ معصوم محبت کا گناہ گار اب بھی نہ جان پایا۔ ''مجھے تو تم کہیں سے بھی بوجھ نہیں لگتیں...... بیماری میں کافی وزن یونہی گھٹا لیا ہے...... اٹھا کر دکھاؤں......'' اس نے تو صرف پوچھا تھا وہ حقیقتاً ڈر گئی۔

''کیا بچوں والی باتیں کرتے ہیں۔''

وہ ہنس دیا۔

''لڑکی...... یہ اتنا کچھ کر رہی ہو...... سات بوڑھی خواتین کو سنبھال لیا ہے...... ایک مطلقہ کو جینے کا حوصلہ دے ڈالا ہے...... یہی تو تمہاری ملازمت ہے...... بس ہاں غلطی ہوئی......'' وہ دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر ہنس دیا...... ''اتنے مہینوں سے تمہیں تنخواہ جو نہیں ملی...... چلو اس ماہ سے تنخواہ بھی شروع...... بتاؤ کتنی لوگی؟ ویسے جو کچھ میرے اکاؤنٹ میں میری رقم ہے...... وہ سب تمہاری تنخواہ ہے...... میں سوچ رہا تھا کہ میرے ساتھ آج کل میں بینک جا کر اکاؤنٹ جوائنٹ کرا لو...... بلکہ ابھی چلو تین بجے ہیں...... بینک پانچ بجے سے پہلے بند نہیں ہوتا۔''

''شکریہ......'' وہ بے دلی سے ہنس دی۔ ''اس کی ضرورت نہیں...... جو اخراجات ہوتے ہیں وہ میرے ہاتھ سے ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ مجھے تو اب شرمندگی محسوس ہونے لگی ہے۔ تین وقت کی روٹیاں مفت میں توڑ رہی ہوں۔''

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' وہ اسے بے حد غور سے دیکھتا ہوا غمگین سا ہو گیا...... نہ جانے بیماری نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا...... وہ روز بروز اجنبی ہوتی جا رہی تھی...... اب اس سے پہلے کی طرح بات بھی نہیں کرتی تھی۔ بلکہ وہ محسوس کر رہا تھا وہ کترا کر بیزاری سے اِدھر اُدھر ہو جاتی تھی...... موبائل فون بھی اٹینڈ نہیں کرتی تھی...... عام طور پر فریدہ ہی اٹھاتی تھی اور جو وہ کہتا اسے عنایہ تک پہنچا دیتی تھی۔ شروع میں تو وہ اسے بیماری کا ہی کوئی حصہ سمجھا تھا لیکن اب اسے کچھ، کچھ پریشانی بھی لاحق ہونے لگی تھی۔

''چلو میں انتظار کر لیتا ہوں تم تیار ہو جاؤ......'' اس نے بہت خلوص سے پیشکش کی تھی اور منتظر تھا کہ وہ بھی ایسا ہی مثبت رویہ اختیار کرے گی۔

قارئین متوجہ ہوں

پرچا نہیں ملتا

کچھ عرصے سے بعض مقامات سے یہ شکایات مل رہی ہیں کہ ذرا بھی تاخیر کی صورت میں قارئین کو پرچا نہیں ملتا۔ ایجنٹوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے ہماری گزارش ہے کہ پرچا نہ ملنے کی صورت میں ادارے کو خط یا فون کے ذریعے مندرجہ ذیل معلومات ضرور فراہم کریں۔

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پر چا دستیاب نہ ہو۔
☆ شہر اور علاقے کا نام۔
☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل نمبر۔

رابطہ اور مزید معلومات کے لیے

ثمر عباس 0301-2454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
سسپنس، جاسوسی، پاکیزہ، سرگزشت
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ کراچی

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں
35802552-35386783-35804200
ای میل: jdpgroup@hotmail.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"پلیز...... ایسی باتیں نہ کریں...... مجھے آپ کے ساتھ جوائنٹ اکاؤنٹ نہیں کرنا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو عنایہ...... اب میرا سب کچھ تمہارا ہے......" اور وہ اس کی جھیل سی گہری سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"اور میں بھی تمہارا بولو...... قبول کرلوگی ناں سب کے سامنے......"

"فضول نہ بولا کریں......" وہ دور جا بیٹھی...... ایسا کوئی ضروری کام تھا نہیں پر وہ خود کو بہت مصروف ظاہر کررہی تھی۔

"کیوں، کیا ہوا......؟" وہ تو اپنے جنون میں نہ کچھ سمجھ رہا تھا نہ جان رہا تھا۔ اس کے لیے تو یہی بہت کافی تھا کہ وہ اس کے سامنے موجود تھی......

"میں اچھا نہیں لگتا۔ اب ہماری شادی کے دن بہت قریب آرہے ہیں۔" اس نے ایک اور دھماکا کیا۔ "پندرہ دن کے اندر، اندر......"

"عامر...... آپ کی خوب صورت سی آفر کا بہت شکریہ۔" وہ اپنے درد کو خود بھی چھپا گئی۔ "لیکن میں نے بہت غور کیا...... سوچا اور سمجھا کہ شادی صرف ایک شخص سے نہیں ہوتی...... اس شخص سے وابستہ تمام افراد حصہ بنتے ہیں۔ میں ایک مرد کے نام لکھی جاچکی ہوں...... آپ کنوارے ہیں...... ایک حیثیت ہے آپ کی جبکہ میں ایک اجڑی ہوئی عورت جس کی حیثیت ایک ملازمہ یا خادمہ کے طور تو ہوسکتی ہے...... آپ کے قابل نہیں...... اور پھر آپ کے گھر والے بھی مجھے قبول نہیں کریں گے۔"

"تم لڑکی......" وہ اس کے بے حد قریب آکھڑا ہوا۔ "میرے ساتھ رہ کر اپنی حیثیت منواؤ گی...... کیا سمجھتی ہو تمہیں تنہا چھوڑ دوں گا...... اب تمہارا نام ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ ہوگا...... سمجھیں تم......"

"نہیں عامر میں ایسا نہیں چاہتی...... میں آپ کی احسان مند ہوں...... زندگی سے سمجھوتا کرنا میں نے آپ سے ہی سیکھا لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ سے شادی نہیں کروں گی......" کون سا بم پھوڑا تھا اس نے...... کیسی بھیانک حقیقت آشکار کی تھی...... وہ تو یہاں سے وہاں تک سناٹے میں آگیا تھا۔

"برائے مہربانی آپ مجھ سے اس موضوع پر بات نہ کریں۔" کتنی تلخ ہوگئی تھی وہ...... کس بے دردی سے منع کرڈالا تھا۔

"کیا یہ وہی عنایہ ہے......؟ کیا یہ وہی عنایہ ہے......" وہ جاننے کی کوشش کررہا تھا۔

صغریٰ آپا اسے دھمکا گئی تھیں اگر اس نے عامر سے شادی کی تو وہ خودکشی کرلیں گی...... عامر کو کچھ بھی بتانے پر انہوں نے صاف، صاف خود کو جلا کر مارنے کی دھمکی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین کرایا تھا کہ وہ اپنی خودکشی کی ذمے دار اسے ہی ٹھہرا کر جائیں گی۔

وہ ایک کمزور انسان ان کے طنز کے تیروں ہی سے لڑکھڑا گئی تھی...... ایسی دھمکی اور بدزبانی کی متحمل کیسے ہوسکتی تھی۔

وہ بہت اداس اور افسردہ بیٹھا نظر آیا تھا...... بہت منتیں بھی کیں...... بہت سمجھایا بھی لیکن اس کی نہ ہاں میں نہ بدل سکی تھی۔

"ایسے کیسے زندگی گزرے گی عنایہ...... زندگی میں سہارے لینا پڑتے ہیں...... تنہا زندگی گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے...... قدم، قدم پر مصائب چین نہیں لینے دیتے...... یہ دنیا تو بہت اچھی ہے پر اس میں بسنے والے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کب کس کو اذیت پہنچائیں، پچھاڑیں...... ایک دن...... تنہا شخص بالآخر پچھتاتا ہے...... خدا کرے...... میری دعا ہے کہ عنایہ ایسا دن تمہاری زندگی میں کبھی نہیں آئے۔" وہ بے حد دلگرفتہ لوٹا تھا۔ "میں تمہارا منتظر رہوں گا...... ہمیشہ، ہر وقت...... جب بھی تمہارا دل میرے بارے میں فیصلہ کرے، آواز دے لینا...... مایوس نہیں کروں گا۔"

عامر کی آواز اس کے کانوں میں دنوں تک گونجتی رہی...... وہ جو صبح شام چکر لگاتا تھا...... پورا ہفتہ نظر ہی نہیں آیا...... بے چین بے قرار وہ بھی رہی...... خود کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ڈھیر سارے کاموں میں مشغول کرنے کے بعد بھی راتیں کروٹیں بدلتے ہی گزریں......

اس دن وہ خود کو بہت تھکا، تھکا محسوس کر رہی تھی...... ماں جی کو ناشتا دے کر لان میں جا بیٹھی...... دور تک پھیلے ہوئے پھولوں کی خوشبو نے ذہن کو کچھ دیر کے لیے پُرسکون کر ڈالا...... وہ جب سے آئی تھی اسی کی فرمائش پر عامر نے ایک مالی رکھوا دیا تھا...... اس کے پسندیدہ چنبیلی کے پودے یہاں سے وہاں تک پھیلے تھے...... مختلف اقسام کے سدا بہار اور مختلف پھولوں کے پودے کچھ اعلیٰ قسم کے گلاب پچھلے دنوں ہی لگوائے تھے...... اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں...... وہ ایک ایسے شخص سے بچھڑ چکی تھیں جو اس کی پسند کے بارے میں پتا چلتے ہی پوری کرنے کی کوشش کرتا...... اس کے ہم قدم چلنے کو ہمہ وقت تیار رہتا......

☆☆☆

''کل کچھ مہمان آئیں گے......'' فریدہ نے اسے دوپہر ہی میں بتا دیا تھا۔

کون ہوں گے......؟ کس لیے آ رہے ہیں؟ یہ سب ماں جی نے بتایا تھا...... رشتہ کس کی معرفت آیا تھا...... وہ ماں جی سے پوچھنا بھول گئی...... پر ڈھیر سے آنسو بہانہ یاد رہا......

صغریٰ آپا کا ایک، ایک لفظ تیر کے مانند دل میں نہ کُھبا ہوتا تو شاید وہ عامر کو بتا دیتی...... لیکن وہ بہن بھائی کو الگ کرنا نہیں چاہتی تھی...... ہو سکتا تھا عامر کی بہن حقیقتاً خودکشی کر لیتیں...... جل مرتیں تو بدنامی کے ساتھ، ساتھ وہ اپنے سر اتنا بڑا گناہ کیوں لیتی...... ماں جی نے آ کر اسے ایک بار پھر چونکا دیا تھا۔

''بیٹی رشتہ مناسب لگتا ہے...... کریانہ کی بڑی دکان ہے...... ماں، باپ بوڑھے ہیں...... ایک بہن کنواری ہے...... جیسے تم یہاں سب کی خدمت کرتی ہو وہاں بھی کرنا...... ہمارے دل جیتے، وہاں بھی اپنا دل بڑا ہی رکھنا...... نہ جانے آج کل کی لڑکیوں کو کیا ہو گیا ہے...... تحمل ہے، نہ برداشت...... بس چاہتی ہیں کہ اکیلی میاں کے ساتھ رہیں...... سسرال والے جہنم رسید ہو جائیں...... میں کہتی ہوں...... اتنا نہیں سوچتیں یہ لڑکیاں ایک پلا پلایا، پڑھا لکھا مرد دینے والی ہستی وہ ماں ہے...... اس سے ہی نفرت کرتی ہیں...... اس سے ہی اس کی اولاد کو الگ کروا دیتی ہیں...... کتنا بڑا گناہ اپنے سر مول لے رہی ہیں...... دلوں میں برائیاں ڈلوا کر بیٹے سے باپ کو...... بھائی سے بھائی کو...... بہن سے بھائی کو جدا کروا کے خوشی محسوس کرتی ہیں...... عنایہ بیٹی میرا دل نہ جانے کیوں کہتا تھا...... عامر تم سے ضرور شادی کرلے گا...... پر چلو...... خیر۔'' وہ ٹٹول، ٹٹول کر اٹھتے ہوئے بولیں۔

''باتھ روم جائیں گی؟'' وہ فق چہرہ اور لرزتے ہاتھوں سے انہیں تھامتے ہوئے بولی۔

''ہاں بیٹا...... خود سے بھی کچھ کرنے کی عادت ڈال رہی ہوں...... تمہارے جانے کے بعد فریدہ بدل نہ جائے۔''

وہ تو باتھ روم چلی گئیں اور وہ آنے والے کل کے متعلق ہی سوچتی رہ گئی......

صبح بہت ہی اداس تھی، ناشتا اس نے برائے نام ہی کیا تھا...... ماں جی کی بیٹیوں نے اس مرتبہ کافی رقم بھیجی تھی...... اس کا اندراج کر کے وہ باہر نکلی تو فریدہ دو شاپنگ بیگز لیے کھڑی تھیں۔

''باجی...... عامر بھائی یہ سامان دے گئے ہیں...... ماں جی نے انہیں فون کر کے آپ کے رشتے کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ یہ سب اٹھا لائے...... میں نے کہا بھی چھوٹو سے منگوا لیتے...... چپ چاپ دے کر چلے گئے......'' وہ بھی خاموشی سے بیگ کھولنے لگی۔

ایک شاپنگ بیگ میں سموسے...... دو تین قسم کے بسکٹ اور کیک پیس تھے...... دوسرے میں دو عدد شالیں تھیں...... ایک ہلکے فیروزی رنگ کی دوسری سرمئی...... اسے یاد آیا اس نے کسی دن ایک فیروزی شال خریدنے کو کہا تھا...... فریدہ کو رنگ بھی بتا رہی تھی...... عامر رجسٹر پر لاتعلق سا جھکا رقم کی تفصیل پڑھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہا تھا..... تو کیا اس نے اس کی اس چھوٹی سی چیز کے بارے میں رنگ تک یاد رکھا تھا۔

دل میں درد کی ایک ہلکی سی لہر ابھری اور پھر معدوم ہوتی چلی گئی۔

مہمان کچھ زیادہ ہی شور شرابا مچانے والے تھے..... آنے والی خاتون انوری کچھ زیادہ ہی چیخ، چیخ کر باتیں کرنے کی عادی تھیں..... فریدہ، ماں جی کو ان کے پاس بٹھا کر کھانے پینے کی تمام چیزیں بھی لے آئی..... چائے کے لوازمات رکھتے ہوئے اس نے بے دلی سے مرد نما لڑکے کو دیکھا..... اس کی عنایہ باجی کا کوئی جوڑ تو نہیں تھا۔ موٹی توند والا گنجا آدمی اسے بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

''باجی..... آجائیں..... لگتا ہے وہ تمام سامان صاف کر کے ہی دم لیں گے۔'' فریدہ نے آکر بتایا تو وہ مجبوراً اٹھ کھڑی ہوئی..... آہستہ آہستہ چلتے ہوئے محسوس کیا اپنی ہی کھودی قبر میں اترنے جا رہی ہے..... اپنا جنازہ اپنے ہاتھوں سے تیار کرنا ہو تو کن کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے..... جس پر گزرتی ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔

اندر داخل ہونے پر انوری بیگم اور شکیل جمالی نے اس کا اوپر سے نیچے تک ایسا جائزہ لیا کہ وہ جھکا سر اوپر نہ اٹھا سکی۔

''وہی بڑے بازار کے لگتے ہیں.....'' خاتون اب پُرسکون انداز میں دہی بڑوں پر ہاتھ صاف کر رہی تھیں۔

''باجی نے بنائے ہیں.....'' فریدہ بولی۔

''بڑوں میں کچھ سختی ہے..... وہ چٹخارا لیتے ہوئے بولیں۔ فریدہ اور ماں جی کے علاوہ کون بولتا..... پر دونوں خاموش رہیں..... ''بی بی گھومنے پھرنے کی شوقین ہو.....؟'' انہوں نے سوال داغا۔

''کون، کون سی جگہ جانے کا شوق ہے.....؟'' شکیل جمالی براہ راست پوچھنے لگے۔

''کہیں بھی نہیں.....'' وہ دوبارہ سر جھکا کر بیٹھ گئیں۔

''گھر کے کاموں میں گھومنے پھرنے کی فرصت کہاں..... اگر شوقین ہوتی تو اتنا سب بکھیڑا کہاں سنبھالتی.....'' ماں جی فوراً ہی بول پڑیں۔

''اماں ہم نکاح سادگی سے کریں گے۔'' یہ جملہ اس بات کی گواہی تھا کہ عنایہ انہیں پسند آگئی ہے۔

''ساٹھ، ستر لوگ ہی ہوں گے بس..... پر ماں جی کھانا مزیدار پکوایئے گا..... فرائیڈ فش، تکے، بریانی، قورمہ کے علاوہ باقی چیزیں آپ اپنی پسند سے رکھیے گا۔''

''ہاں بیٹی.....'' ماں جی نرمی سے بولیں۔

''شادی دونوں جانب سے فریقین کی مرضی سے ہی ہوتی ہے.....'' وہ چور سی بن کر بیٹھ گئی..... کیسی دیدہ دلیری سے کھانے گنوائے جا رہے تھے تو آگے کیا ہوگا..... اتنا بہت سا فرمائشی پروگرام کتنے ہزاروں کا نقصان پہنچائے گا اور کہاں سے آئے گا..... عنایہ تو ابھی سے سوچ میں پڑ گئی..... ماں جی مطمئن تھیں..... عامر اور اپنی بیٹیوں پر انہیں بھرپور اعتماد تھا۔

''رنگ بتا دینا بی بی..... پانچ جوڑے ہم نے اپنی بڑی بھاوج کو بھی چڑھائے تھے۔'' انوری بیگم اپنا تجربہ دُہرا رہی تھیں۔

''آپا گہرے رنگ بنایئے گا.....'' شکیل جمالی ایک بار پھر سموسہ کھاتے ہوئے ہنس پڑے۔ ''یہ تو بہت گوری ہیں..... بھابی تو اندھیرا کر ڈالتی تھیں۔''

''پانی ہمارے علاقے میں بہت کم آتا تھا..... اب کنواں کھدوالیا ہے، بڑی آسانی ہے۔'' انوری بتا رہی تھیں۔ شکیل جمالی نے کچھ گھور کر بہن کو دیکھا پر وہ اپنی باتوں میں مگن تھیں۔

''سوئی گیس بھی بس آنے ہی والی ہے..... ہمارے شکیل کو تو لکڑیوں پر پکائی ہوئی روٹیاں ہی پسند ہیں۔''

''دھت ترے کی!'' شکیل بڑبڑائے..... پر وہ خاتون کہاں سن رہی تھیں۔ بھائی کی پسند گوش گزار کر رہی تھیں۔

''بس جی تیاری مکمل کر رکھیے..... ہم بھی آپ کو انتظار نہیں کروائیں گے۔'' انوری بیگم چلتے، چلتے اپنا عندیہ دے گئی تھیں۔ پھر انوری بیگم روز آتیں..... روز پسند اور ناپسند کی تفصیل بتاتی اور چل دیتیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس دن انوری بیگم پھر موجود تھیں......

''اے میں نے سنا ہے تمہارے پاس بہت سے ڈالر آتے ہیں۔'' وہ ہنس رہی تھیں۔'' خوب اچھا سا جہیز بناؤ گی......'' وہ کل تک تو بالکل خاموش رہی تھی۔ سر جھکا کر سب سن لیا تھا......آج چپ نہ رہ سکی۔

''وہ ڈالر غریبوں کے لیے ہیں......مجبور خواتین پر خرچ کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں......جہیز نہیں بن سکتا۔''

''لو بی بی، ہم کون سے امیر ہیں...... جو لاؤ گی اپنے لیے اور اچھی زندگی گزارنے کے لیے ہی ہوگا ناں......''

''معاف کیجیے گا انوری آپا......آپ اس سلسلے میں مزید بات نہ بڑھائیں......'' پندرہ دن سے سب کچھ سنتے، سنتے اب اس کے کان حقیقتاً پک گئے تھے۔

وہ تو اپنے کمرے میں چلی گئی اور انوری آپا کا جاہ و جلال فریدہ اور ماں جی نے بھگتا......

☆☆☆

یہ دوسرا اور غالباً تیسرا رشتہ تھا......ایک ساٹھ سالہ مرد جو اپنے سترہ، اٹھارہ اور انیس سال کے بیٹوں سمیت آئے تھے...... دو بیٹیاں بیاہ دی تھیں...... دو بیاہتا تھیں، ان کی کوئی خاص فرمائش نہ تھی...... بچوں نے پریشان کر دیا تھا۔

''مرزا صاحب ہماری عنایہ، صرف پچیس سال کی ہے......آپ خود کو ساٹھ کا بتاتے ہیں...... ہمارے ہاں ایک طلاق یافتہ خاتون ہیں آپ اُن سے عقدِ ثانی کرلیں...... عنایہ تو آپ کی بیٹیوں کے برابر ہی ہے......'' ماں جی نے ان صاحب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''صحیح فرمایا محترمہ......'' وہ کھسیا سے گئے۔'' ان بچوں کو عمر رسیدہ خاتون پسند نہیں آئی...... یہ ہلے گلے کے عادی ہیں، انہیں ہنستی بولتی ماں چاہیے۔''

''بڑا سونا، سونا گھر لگتا ہے...... نانی جی......'' ایک بولا۔

''ہم تو ہنسی کو ترس گئے ہیں......ہمیں عنایہ باجی پسند بھی آگئی ہیں۔ ہم انہیں بہت خوش رکھیں......ڈیڈی نے تو بس یا تو کھا لیا......یا سو گئے......'' چھوٹا بیٹا بولا۔

''جمعہ کی نماز بھی تو پڑھتے ہیں......'' اس نے پھر ٹکڑا لگایا۔

''استغفراللہ......!'' ماں جی چڑ کر خود ہی اندر چلی گئیں۔

''بھائی...... یہ ٹائم ماں جی کے سونے کا ہے...... فون پر بات کر لیجیے گا۔'' فریدہ نے جلدی سے بات بناتے ہوئے انہیں احترام سے جانے کا مشورہ بھی دے ڈالا۔

''فریدہ...... یہ رشتے کون بھیجتا ہے...... یہ کون ہے جو عنایہ سے اتنی ہمدردی جتاتا ہے......'' ماں جی کو عنایہ نے اب اتنا اعتماد دے ڈالا تھا کہ وہ ایک بزرگ کی طرح لتے لینے لگی تھیں۔

''پتا نہیں ماں جی...... مجھے تو خود سمجھ میں نہیں آتا......'' وہ ان کو کمرے میں پہنچا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

آنسوؤں سے لبریز چہرہ، ندامت، افسردگی......وہ اس کے سامنے مجرم بنی کھڑی تھیں...... نہ وہ طنطنہ......نہ وہ رعونت...... لہجے کا حقیر پن عاجزی میں بدل گیا تھا......وہ حیران انہیں ایک ٹک دیکھے جارہی تھی۔

''معاف کردو...... مجھے معاف کردو عنایہ...... میں تمہارے ساتھ، ساتھ عامر کی بھی مجرم ہوں...... میں نے اپنے بھائی پر بڑا ظلم کیا...... اسے بھی تمہاری طرح دکھ میں مبتلا کیا......تمہارے ساتھ برائی کرتے میں نے بھائی کی محبتوں کو بھی فراموش کر ڈالا......رضیہ نے مجھے تمہارے بارے میں ایک، ایک بات صحیح بتادی تھی...... اس پر بھی میں نے تم پر الزام لگائے۔'' وہ اب دھواں دار رو رہی تھیں۔'' اور تم خاموش رہیں...... صفائی میں کچھ بھی نہیں کہا...... میں بہت بری ہوں،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یقیناً قابلِ معافی بھی نہیں..... لیکن اگر میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا..... الٹے سیدھے رشتے بھیج کر تمہاری شادی کروانا چاہی..... تمہیں دھمکیاں دے کر ڈرایا..... پر تم نے زبان نہیں کھولی..... صبر کیا تمہارے اسی صبر نے مجھ سے بدلہ لے لیا..... میری دو ماہ کی بیاہی بیٹی مطلقہ کر کے بھیج دی گئی ہے.....'' وہ بار، بار معافی مانگ رہی تھیں۔

''آپا..... آپ کیسی بات کر رہی ہیں..... معافی نہ مانگیں..... میں رضیہ خالہ سے رابطے میں تھی انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آپ کو سب کچھ بتا چکی ہیں..... چھوڑیں آپا..... آئیں اندر چلیں.....'' اس نے ڈھیر سے گلابوں کی ٹوکری اٹھائی اور انہیں سہارا دیتی ہوئی اندر آ گئی۔

☆☆☆

وہ سرخ اور سنہری لباس میں بے حد حسین لگ رہی تھی..... دادی اور اشفاق احمد نے اسے بہت دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا..... آپا نے خود جا کر رشتہ مانگا تھا..... وہ عنایہ کے بارے میں جان کر ''شادیِ مرگ'' ہوتے ہوتے بچے تھے اور اب وہ بیاہ کر اس گھر میں آ چکی تھیں۔

''عنایہ..... بیٹی..... آرام سے بیٹھ جاؤ..... میں عامر کو بھیجتی ہوں.....'' وہ اسے ابھی، ابھی بتا کر کمرے سے نکلی تھیں۔

''آداب.....'' وہ کمرے میں داخل ہوا تھا..... وہ سمٹی سمٹائی اور سمٹ گئی تھی۔

''کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں.....'' وہ مسکرا دی..... خوب صورت سی مسکراہٹ کا تبادلہ اُدھر سے بھی ہوا۔

''یہ ایک چھوٹا سا تحفہ.....'' اب کی بار اس نے بہت مضبوطی سے بے دھڑک ہاتھ تھاما تھا..... نازک سا خوب صورت بریسلیٹ اس کے سامنے تھا جو عنایہ کو بہت زیادہ ہی خوب صورت لگا۔

''یہ گھڑی ہمیں بہت پہلے نصیب ہو سکتی تھی..... لیکن تم نے مجھے اپنا نہیں سمجھا.....'' اس نے بیٹھتے ہی شکوہ کر ڈالا۔

''آپ ہی کو اپنا سمجھا تھا.....'' اس نے بے حد یقین اور اعتماد کے ساتھ کہا۔

''اوں ہوں.....'' وہ مان ہی نہیں رہا تھا۔ ''اگر تم مجھے اپنا سمجھتیں تو مجھے بتاتیں کہ آپا، تم سے ملنے آئی تھیں..... تمہیں دھمکیاں دے کر گئی ہیں۔''

''بہن، بھائی میں جھگڑا کروا دیتی؟ آپ کو تو میرا شکر گزار ہونا چاہیے..... الٹا شکوہ کر رہے ہیں۔''

''لڑکی..... مل کر کوئی راستہ ڈھونڈ لیتے..... یہ تکالیف تو نہ سہنا پڑتیں..... میں بہت بڑے، بڑے عذابوں سے گزرا ہوں۔''

''سوری..... میں آپ کو اور آپا کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتی تھی..... نہیں جانتی تھی میری خاموشی آپ کے لیے اور عذاب بن جائے گی۔'' گو ندامت تھی پر اب وہ بھرپور انداز میں مسکرا رہی تھی۔

''سنو.....'' اب اس کے بے حد قریب بیٹھا اسے سمجھا رہا تھا..... ''تمہاری خاموشی نے مجھے بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا تھا..... میں باوجود کوشش کے سمجھ ہی نہیں پایا کہ تمہاری بیماری کی وجہ میری اپنی آپا تھیں..... تمہاری نفرت کی وجہ بھی نہیں جان پایا.....''

''اب کتنا شرمندہ کریں گے۔'' وہ بریسلیٹ پر ہاتھ دھرے، دھرے ہنس پڑی۔

''ایک بات اور سنو..... آپا کو دھمکیاں دینے کی عادت ہے..... آئندہ ہر بات بتا دینا..... خاموش نہ رہنا۔''

''آئندہ، آئندہ کیا دھمکی دیں گی؟'' وہ معصومیت سے پوچھنے لگی۔

''یہی کہ ہمارا آنے والا بچہ..... بیٹا نہیں بیٹی ہونی چاہیے..... بالکل تمہاری طرح.....'' عنایہ کا شرماتا، مسکراتا چہرہ عامر کے کاندھے سے جا لگا تھا۔

اور اس چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کے سارے خوب صورت رنگ عامر نے لمحے ہی میں چرا لیے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

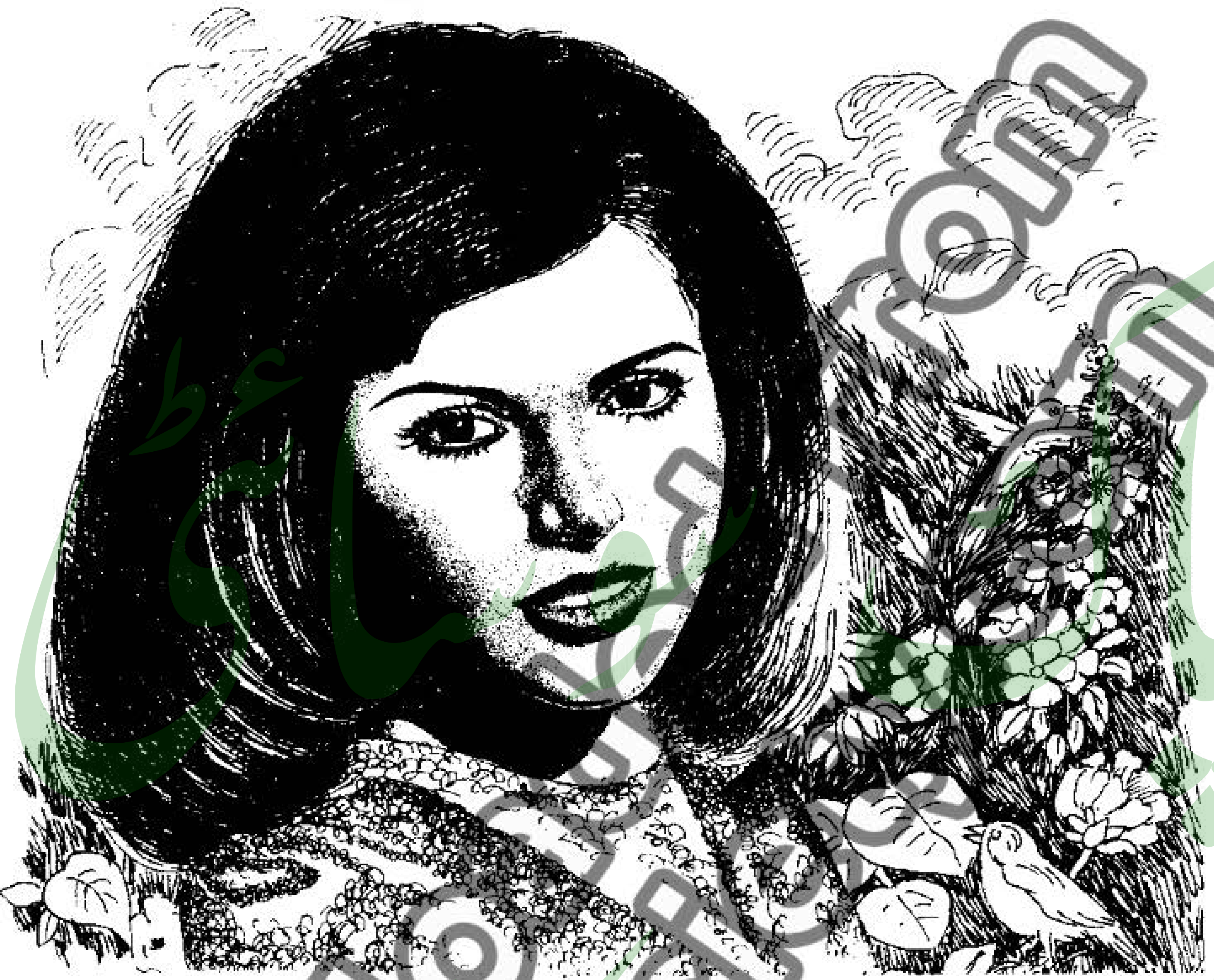

ساجن کی سہیلی

ہما بیگ

'' آ گئی، آ گئی! اللہ تیرا شکر ہے۔'' عشرت نے بس اسٹاپ پر اپنی مطلوبہ بس کے آنے پر نعرہ لگایا۔

'' چلو، چلو جلدی کرو...... اگر یہ نکل گئی تو پھر آدھا گھنٹا خوار ہونا پڑے گا۔'' رضوانہ نے بھاگتے ہوئے کہا۔

اچھے دوست بھی قسمت سے ملتے ہیں۔ اور دوستی کے لیے بھی ایک عمر ہوتی ہے۔ عشرت اور رضوانہ بچپن سے ایک دوسرے کے پڑوس میں رہتی تھیں۔ تعلیم بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اسکول سے کالج تک ایک ساتھ ہی حاصل کی اور اب یونیورسٹی میں بھی ایک جان دو قالب تھیں۔

شکل صورت کی دونوں ہی پیاری تھیں اور جہاں بیر ہوتے ہیں پتھروں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ ان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ پہلے عشرت پیا گھر سدھاری پھر کچھ ہی مہینوں بعد رضوانہ بھی بیاہ کر امریکا چلی گئی ...... شروع، شروع میں یہ دوری دونوں کے لیے کافی تکلیف دہ رہی ...... پھر گھریلو ذمے داریوں اور شوہروں کی محبت نے بچپن کے پیار کو پسِ پشت ڈال دیا اور بھلا ہو آج کی ایجاد واٹس ایپ اور فیس بک کا کہ اس بہانے دونوں رابطے میں رہتی تھیں۔

کچھ عرصے سے رضوانہ پہلے کی طرح عشرت سے باتیں نہیں کر رہی تھی۔ عجیب کھوئی، کھوئی سی ...... بات کچھ ہوتی جواب کچھ دیتی آخر ایک دن جھنجلا کر عشرت نے اس کو ڈانٹا۔

''کیا ہو گیا ہے آخر تمہیں؟ نہ تو تمہارے پاس اب میرے لیے ٹائم ہے۔ اور نہ ہی بتانے کے لیے کچھ، ایسی بھی کیا مصروفیت ......؟ کیا میرے شوہر اور بچے نہیں ہیں؟'' اس کی ڈانٹ پر وہ چونک پڑی۔

''پلیز ناراض نہ ہو، ایک تم ہی تو میرے دکھ سکھ کی ساتھی ہو۔'' وہ اپنی عزیز از جان دوست کی بات پر چونکی تو ضرور مگر انداز وہی کھویا، کھویا سا تھا۔

''تم کو تو پتا ہے عرفان ہمیشہ سے مزاج کے تیز ہیں۔ اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے......''

عشرت ابھی تک غصے میں تھی۔ جبھی اس کی بات کاٹی۔

''کتنا سمجھایا تھا تمہیں نہ کہنے کی بھی عادت ڈالو۔ اپنی بھی منواؤ ...... کسی کی سنتی ہو! جو عرفان کہہ دے وہ حرفِ آخر ...... اس طرح ڈر، ڈر کر کب تک زندگی گزارو گی ......؟''

''عشرت زندگی تو اتنی گزر ہی گئی۔ باقی کی بھی بسر ہو ہی جائے گی اور جو ڈرتا نہیں ہے ناں وہ محبت نہیں کر سکتا، اس کے دل میں یہ خوف ہمہ وقت رہتا ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے، جدا نہ ہو جائے۔ اسی لیے اس کی مرضی پر آنکھ بند کر کے چلتا رہتا ہے۔ محبت بڑی ظالم ہے عشرت ...... جینے دیتی ہے نہ مرنے، اپنے شکار کو تڑپتا دیکھ کر یہ خوش ہوتی ہے۔''

''تالیاں! واہ واہ کیا سولہ سال کی لڑکی کی طرح تقریر کی ہے۔'' عشرت نے اس کا فلسفۂ محبت ہنسی میں اڑا دیا ...... ''تم اس کے بچوں کی ماں ہو آخر، اب بھی ہزاروں میں ایک ہو کون سی کمی ہے تمہارے اندر ......؟ زندگی ابھی گزری کہاں، ابھی تو شروع ہوئی ہے، تم مجھ سے بھی دور، دور رہنے لگی ہو، ہر بات چھپاتی ہو، اب وہ بچپن والی دکھ سکھ کی ساتھی کہاں رہیں تم ...... اب تو پتا نہیں کتنی سہیلیاں اور بنالی ہیں تم نے ...... روز تمہارے FB پر مختلف خواتین کی تمہارے اور تمہارے شوہر کے ساتھ تصویریں ہوتی ہیں اور یہ بتاؤ یہ آج کل جو چھمک چھلو ہر وقت چپکی رہتی ہے بھلا وہ کون ہے؟'' عشرت نے سختی سے پوچھا۔

''عشرت سمجھنے کی کوششیں کرو سہیلی ہے وہ ......'' رضوانہ نے بچپن کی سکھی کو ٹالنے کی کوشش کی مگر وہ بھی کہاں پیچھے ہٹنے والی تھی۔

''رضوانہ مجھے ابھی کے ابھی اس کے بارے میں بتاؤ ورنہ میری تمہاری دوستی ختم ......''

''عشرت تم بالکل بھی نہیں بدلیں ویسے کی ویسی ہی ہو ضدی ...... چھوڑو کوئی اور بات کرو......''

''دیکھو رضوانہ تم بات بدلنے کی کوشش نہ کرو مجھے صحیح صحیح جواب دو ......'' عشرت نے سخت لہجے میں کہا۔

''وہ دراصل ...... وہ......''

''ہاں، ہاں ...... بولو......''

''لو پھر سنو ...... وہ میری نہیں ...... بلکہ میرے ساجن کی سہیلی ہے۔'' ایک ہی سانس میں کہہ کر اس نے فون بند کر دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

ناولٹ

نیا سویرا

اُمِ ایمان

یہ ضلع راجن پور کے ایک قصبے نور آباد کے گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول کا منظر تھا۔ جہاں بریک ٹائم تھا اس لیے کہیں لڑکیاں گروپ کی صورت میں گپیں لگا رہی تھیں تو کینٹین پر بھی سموسوں اور بوتلوں کی خریداری کے لیے.... بے حد رش تھا۔ زندگی کی تلخ اور کٹھن حقیقتوں سے دور ہر چہرے پر بے فکری اور الہڑ پن کا راج تھا جو عموماً اس عمر کی دین ہوتا ہے خصوصاً آٹھویں سے لے کر دسویں تک کی بچیاں، سرما کی نرم

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

Downloaded From Paksociety.com

دھوپ جسم کو حرارت بخش رہی تھی۔ سفیدے کے درختوں کے جھنڈ کے پاس بھی لڑکیوں کا ایک گروپ موجود تھا جس میں موجود تقریباً سات، آٹھ لڑکیاں اس وقت دیسی گھی اور خوب میوؤں والی پنجیری سے لطف اندوز ہو رہی تھیں اور ان سب میں نمایاں اور خوب صورت لڑکی کھانے کے بجائے مسکرا کر اس لذیذ پنجیری پر ان کے تبصروں سے لطف لے رہی تھی۔ وہ تھی فجر شاہ...... نور آباد کے چوہدری فضل حسین شاہ کی اکلوتی بیٹی جس کی پیدائش پر سات دنوں تک جشن منایا جاتا رہا تھا۔ چار بھائیوں سے چھوٹی اور تین سے بڑی...... خوب صورتی میں ان کا گھرانا بے مثل تھا اور فجر شاہ کی خوب صورتی کے تو آس پاس کے کئی گاؤں میں بھی گُن گائے جاتے تھے۔

اپنے بابا جان کی راج دلاری، اماں کے دل کی ٹھنڈک اور بھائیوں کی آنکھ کا تارہ تھی فجر شاہ...... جس کو بابا جان بھی ست بھرائی کہہ کر پکارتے تو وہ لاڈ سے ان کے کندھوں سے آ کر جھول جاتی حسن کی فراوانی اور محبتوں کے ڈھیر کی فراوانی نے اس کو بگاڑا نہیں تھا بلکہ تعلیم نے اسے شعور کی راہ دکھائی تھی، ادب کے قرینے بتائے تھے۔ ان کی سات پشتوں میں بھی کسی لڑکی نے اسکول کی شکل نہیں دیکھی تھی مگر اسکول جا کر تعلیم حاصل کرنے کا اعزاز بھی صرف فجر شاہ کے حصے میں آیا تھا۔ بابا جان نے اس کا نام رکھ کر کہا تھا کہ یہ میری زندگی اور خوشیوں کی فجر ہے۔ رشتے داروں اور برداری کے اعتراضات کو پسِ پشت ڈال کر انہوں نے اسے پہلے پرائمری پھر مڈل اور اب ہائی اسکول میں داخلہ دلوایا تھا۔ فجر بھی ان کی امیدوں پر پوری اتری تھی۔ پہلے پانچویں میں بورڈ ٹاپ کیا اس نے پھر مڈل میں ضلع بھر میں دوسری پوزیشن لے کر بابا جان کا سر ان لوگوں میں بلند کر دیا جو تعلیم کو عورت ذات کے بگاڑ کا سبب جانتے تھے۔ ہاں مرد اس سے مستثنیٰ تھے ان کی نظر میں۔

فجر کے بڑے بھائی ادا فیروز نے زراعت میں ماسٹرز کر کے اپنی زمینوں کا سارا کام سنبھال لیا تھا۔ ان کی بیوی فجر کی ماموں زاد تھی...... ابھی تین سال ہوئے تھے ان کی شادی کو دوسرے اور تیسرے نمبر والے ادا شہروز اور ادا بہروز تعلیم مکمل کر کے اپنی شہر والی فیکٹری سنبھالتے تھے ان دونوں بھائیوں کی پچھلے سال شادیاں ہوئی تھیں۔ ادا شہروز کی بیوی تو ان کی پھوپھو زاد تھیں مگر ادا فیروز نے اپنی کلاس فیلو سے شادی کی تھی جنہیں وہ یونیورسٹی میں پسند کرتے تھے اگرچہ اس شادی کے لیے انہیں خاندان بھر کی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن انہوں نے بھی آخر کار اپنی ضد منوا کر چھوڑی تھی۔ چھوٹے نمبر والا حیدر بھی زراعت میں ایم ایس سی کر کے بڑے بھائی کے نقشِ قدم پر چلنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کا فائنل ایئر تھا اس سے تین سال چھوٹی فجر شاہ تھی پھر تین بھائی بالترتیب دسویں، نویں اور آٹھویں کے طالب علم تھے۔ اور برائے تعلیم بڑے بھائیوں شہروز اور بہروز کے پاس شہر میں رہائش پزیر تھے۔ فجر بھی میٹرک میں ایسی شاندار پوزیشن لانا چاہتی تھی کہ بعد میں بابا جان اسے بھی آگے شہر جا کر مزید پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ بھائیوں کا اسے پتا تھا کہ اس کے منہ سے بات نکلتے ہی پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اسکول میں بریک ٹائم کے لیے اماں کی تاکید ہوتی کہ بازاری الابلا لے کر کھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کبھی کچھ بنا کر دیتیں تو کبھی کچھ۔ آج بھی اماں نے کل کا سارا دن صرف کر کے خوب میوؤں والی پنجیری بنا کر دی تھی۔ اس کی دوستیں بھی طرح، طرح کی فرمائشیں کر کے فجر کی اماں سے بہت کچھ بنواتیں اور وہ سادہ دل لڑکی انہیں کھلا کر خوش ہوتی۔

”واہ بھئی فجر...... ! آج تو قسم سے مزہ ہی آ گیا۔ بھئی اللہ بنائے قسمت تو تمہارے جیسی بنائے...... جان چھڑکنے والے ماں، باپ، ایک بلاوے پر دوڑے آنے والے سات بھائی، دست بستہ کئی ملازمائیں تمہارا حکم بجالانے کو تیار...... ایک ہم ہیں، گھر میں دس بہن، بھائیوں کی فوج میں اول تو ڈھنگ کی کوئی چیز مشکل سے ہی گھر میں بنتی ہے۔ بن بھی جائے تو ترس،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ترس کر ایسے کھانے کو ملتا ہے کہ بندہ ایسے کھانے سے ہی توبہ کرلے......'' حبیبہ کے لہجے میں جہاں رشک در آیا وہاں حسرت بھی ٹپکنے لگی۔ باقی لڑکیوں کے چہروں پر بھی کم وبیش وہی تاثرات تھے۔

''چلو چھوڑو ان باتوں کو...... گھنٹی ہوگئی ہے اور اگلا پیریڈ مسز صدیقی کا ہے جو ایک منٹ بھی لیٹ ہوجاؤ تو پھر ہم سب جانتے ہیں کہ اگلے کا کیا حشر کرتی ہیں۔'' فجر نے نرمی سے کہہ کر خالی برتن سمیٹ کر شاپر میں ڈالے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چلو بھئی، پڑھاکو بی بی کو چین نہیں آئے گا جب تک اپنی مرشد مسز صدیقی کا دیدار نہ کرلے۔'' سچ بھی یہی تھا مسز صدیقی اس کی روحانی استاد بھی تھیں۔ وہ قابل طالبہ ہونے کی وجہ سے تمام اساتذہ کی منظورِ نظر تھی مگر مسز صدیقی اس سے خصوصی لگاؤ رکھتی تھیں وہ اس کی اردو کی ٹیچر تھیں۔

چھٹی کے وقت اس نے سفید کڑھائی والی چادر اوڑھ کر نقاب کیا اور باہر آگئی۔ جہاں چاچا دینو تانگا لیے اس کے منتظر تھے۔ اونچی نیچی پگڈنڈی پر سفر کرتے ہوئے وہ اپنے دونوں اطراف میں کھلے سرسوں کے خوب صورت پھولوں کو دیکھے گئی۔

اپنی زمینوں پر مالٹوں کے باغات آتے ہی وہ سیدھی ہوکر بیٹھ گئی کہ حویلی آنے والی تھی۔ اندر داخل ہونے پر سامنے تخت پر اماں کے ساتھ حیدر لالا کو دیکھ کر وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ پیپرز کی وجہ سے وہ اس بار پورے دو ماہ بعد آئے تھے ورنہ تو ہفتہ، پندرہ دن بعد چکر لگا ہی لیتے تھے۔

''لالا اتنے دن لگادیے، آپ کو پتا بھی ہے کہ میں آپ سب کو دو تین دن بعد دیکھ نہ لوں تو چین نہیں آتا۔'' وہ لاڈ سے ان کے کندھے پر سر رکھ کر بولی۔ لالہ حیدر ہنس پڑے۔

''پتا ہے مجھے، میری رانی اداس ہوجاتی ہے پر تمہارے لالا نے پوزیشن بھی تو لینی ہے ناں سو ساری سرگرمیاں ترک کرکے صرف پڑھائی کی ہے اور دیکھ لو آج آخری پیپر سے فارغ ہوتے ہی ایگزامینیشن ہال سے نکل کر سیدھا نور آباد چلا آیا ہوں۔'' لالا حیدر نے تفصیل بتائی۔ اماں خیراں جو اُن کی پرانی ملازمہ تھیں گڑوالی چائے بنا کر لے آئیں۔ حیدر ان کے ہاتھ کی گڑوالی چائے شوق سے پیتا تھا۔

''اماں خیراں......! سالن کے ساتھ پلاؤ بھی بنوالو میرا پتر شوق سے کھاتا ہے پلاؤ......'' اپنے ہاتھ سے فجر کی قمیص پر کڑھائی کرتی اماں جو مسکراتے ہوئے دونوں بہن، بھائیوں کی باتیں سن رہی تھیں نے اماں خیراں کو مخاطب کرکے کہا۔

''اور ہاں اماں سائیں، آج میں لالا کے لیے خود کدو کا حلوا بناؤں گی۔ اور لالا آپ نے مجھے چودھویں کی رات کو دریا پر بھی لے جانا ہے آپ نے پچھلی بار وعدہ کیا تھا۔'' اس نے جوش سے حیدر کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔ ''اتنی سردی میں کیا کروگی فجر...... ابھی تو دریا بھی سوکھا، سوکھا سا ہوگا۔ کشتی کی سیر کا مزہ کہاں آئے گا؟''

''کہاں کی سیر ہورہی ہے بھئی......'' بابا جان اور ادا فیروز اکٹھے ہی اندر آئے تھے۔ ''واہ بھئی آج تو حیدر شیر کو ہماری یاد آ ہی گئی میں بھی کہوں اپنی ست بھرائی کیوں اتنی خوش نظر آرہی ہے۔'' بابا جان نے زور سے بھینچ کر حیدر کو گلے سے لگایا۔ پھر وہ ادا فیروز سے ملا۔

''فجر دھی! جاؤ اماں خیراں سے کہو تمہارے بابا اور بھائی کے لیے بھی چا (چائے) لے آئے۔'' اماں نے فریم سائڈ پر رکھ کر فجر سے کہا تو وہ جی اماں سائیں کہہ کر باہر چلی گئی۔

''ادا شہروز بتا رہے تھے کہ ساتھ والے گاؤں کے شیر خان کا بیٹا زمینوں میں پانی کے مسئلے پر پھڈا کررہا ہے۔'' حیدر نے دونوں کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔

''ہوں، ایک آدھ دفعہ ہمارے مزارعوں کے ساتھ منہ ماری کی ہے پھر یہ سب تو چلتا رہتا ہے۔ تم پریشان مت ہو، یہ بتاؤ امتحان کیسا ہوا تمہارا......؟'' بابا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جان نے حیدر کا دھیان بٹایا تھا۔

☆☆☆

میں انمول ہوں ناں......؟

جب سے ہوئی ہوں پیدا
اماں نے پہنایا محبتوں کا تاج
بابا نے اوڑھائی پیار کی ردا
بھائیوں نے دیا مان سمان
بھابیوں نے دی خوش رہنے کی دعا
سکھیاں کریں جان نچھاور
ہر پل آتی ہے خوشیوں کی صدا
میں انمول ہوں ناں......

''فجر کہاں ہو بھئی......؟'' حیدر کی آواز پر اس نے قلم ڈائری میں رکھ کر ڈائری بند کر دی۔

''مجھے پتا تھا میری رانی اپنی پسندیدہ جگہ پر ہی ملے گی۔'' حیدر بھی اس کے ساتھ پھسکڑا مار کر پچھلے باغ میں آم کے سب سے گھنے پیڑ کے نیچے بیٹھ گیا۔ فجر کو یہ جگہ بہت پسند تھی۔ اپنا ہوم ورک، پڑھائی وہ یہیں پر کیا کرتی۔ بابا سے کہہ کر اس نے یہیں جھولا بھی ڈلوایا تھا۔ دل چاہنے پر خوب لمبے، لمبے جھولے لے لیتی ورنہ گھنٹوں یہیں بیٹھی رہتی......

''ارے فجر! یہ تم نے لکھا ہے؟'' اس کی ڈائری کی ورق گردانی ہوئے نگاہ اسی صفحے پر آ کر پڑی جہاں اس نے ابھی، ابھی لکھ کر قلم رکھ چھوڑا تھا۔

''جی لالا......'' اس نے کسی قدر شرمندگی سے کہا۔

''ویری گڈ بھئی، اس کا مطلب ہے تم میں یہ لکھنے لکھانے والے جراثیم بھی ہیں۔'' اب حیدر اس کی شاعری بہ آواز بلند پڑھ رہا تھا۔

''بس کریں ناں لالا...... مجھے شرم آ رہی ہے، یہ تو جو ذہن میں ہوتا ہے صفحے پہ اتار دیتی ہوں۔ کبھی دوبارہ دیکھا ہی نہیں، نہ کسی سے تصیح کروائی بس دل و دماغ پر کبھی کوئی الجھن ہو تو اسے قلم کے حوالے کر کے خود کو پرُسکون محسوس کرتی ہوں۔'' وہ اسے فوراً ٹوک کر آہستہ سے بولی اور حیدر سے ڈائری لے کر اسے اپنے گھٹنے کے نیچے رکھ دیا۔

''پاگل لڑکی! اس میں بھلا شرمندہ ہونے کی کیا بات ہے؟ لفظوں کو برتنے کا فن اور اسے زیرِ قلم لانے کی مہارت تو خدا بہت خاص بندوں کو ودیعت کرتا ہے بہت خوب صورت اور حساس دلوں کو اور تمہیں ایک بات بتاؤں فجر......'' وہ اس کے کان کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

''وہ بھی ایسی چھوٹی، چھوٹی باتیں، احساسات اپنے لفظوں میں ڈھال کر اپنی ڈائری میں اتار لیتی ہے مگر تمہاری طرح شرماتی ہرگز نہیں ہے بلکہ فخر یہ مجھے سناتی ہے اور زبردستی داد بھی وصول کرتی ہے۔'' حیدر لالا کا خوب صورت چہرہ کسی کی شبیہہ کو تصور میں دیکھتے اتنا دل آویز ہو گیا کہ فجر کتنے ہی پل انہیں دیکھے چلی گئی۔

''وہ کون لالا...... مجھے بھی نہیں بتائیں گے؟ اپنی رانی کو......؟'' اس کے مان بھرے اصرار پر وہ بے اختیار ہنس دیا۔

''ہے ایک نک چڑھی لڑکی جو تیرے لالا کو بھا گئی ہے۔ اور سنو میں تمہارے لیے اس کی تصویر بھی لایا ہوں، میری فجر کو پسند آ گئی تو جلد ہی اسے دلہن بنا کر لے آئیں گے۔'' حیدر کے لہجے میں محبتوں کا ایک جہاں آباد تھا۔

''اور اگر مجھے پسند نہ آئی تو لالا......؟'' فجر کے لہجے میں شرارت رقصاں تھی۔ مگر اس نے دیکھا کہ لالا حیدر کا چہرہ ایک پل میں پھیکا پڑ گیا۔

''تو اپنی رانی پر ایسی سو محبتیں قربان......'' وہ پھیکا سا مسکرا دیے۔ حیدر نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر جواب دیا اور فجر جانتی تھی کہ اس نے سچ کہا تھا اگر فجر منع کر دیتی تو اس نے بھول کر بھی اس لڑکی کا نام نہیں لینا تھا ایسی ہی شدت پائی جاتی تھی صرف حیدر کیا اس کے ہر بھائی کے دل میں فجر کے لیے...... حیدر لالا کی اتنی محبت پر فجر کی خوب صورت آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔

''مجھے میرے لالا کی پسند دل و جان سے پسند ہے۔ دیکھوں یا نہیں...... بس آپ کی محبت کا پیمانہ دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہی تھی۔'' وہ پیار سے بھائی کو دیکھ کر بولی۔

''محبت ناپنے کا کوئی آلہ ایجاد ہوا ہی نہیں رانی اور تمہارے بھائیوں کی تم سے محبت ہر پیمائش کے آلے سے اوپر ہے۔ اچھا یہ دیکھو جس کام کے لیے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا، یہ تمہاری کچھ چیزیں شہر سے لایا ہوں دیکھ لو کہ پسند آتی ہیں یا نہیں؟'' سائڈ میں رکھا بڑا سا شاپر اٹھا کر حیدر نے بہن کو تھمایا۔ جسے کھول کر وہ خوشی سے ایک، ایک چیز دیکھنے لگی۔ کپڑے، جیولری، جوتے، بہت اعلیٰ چوائس تھی حیدر لالا کی۔

''بہت ہی خوب صورت ہیں سب چیزیں اور مجھے پسند بھی آئی ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ بڑے بھائی، بھابیاں اور چھوٹے کب تک آئیں گے۔ کل بابا جان بتا رہے تھے کہ ادا بہروز نے ہفتہ پہلے فون کر کے کہا تھا کہ وہ سب جلدی یہاں کا چکر لگانے والے ہیں مگر ہفتہ ہو گیا اس بات کو...... مجھے بہت یاد آتی ہے ان کی......''

''اصل میں چھوٹوں کے فائنل ایگزامز ہو رہے تھے تو سب لوگ اسی وجہ سے رکے ہوئے ہیں، سبھی کا اکٹھے ہی آنے کا پروگرام ہے۔'' اب وہ دونوں چہل قدمی کرتے ہوئے رہائشی حصے کی طرف آرہے تھے۔

''اچھا فجر، اماں سائیں کو بتا دینا کہ میں ذرا زمینوں کی طرف جا رہا ہوں۔'' حیدر نے کہا تو وہ سر ہلاتی اندر آ گئی۔

☆☆☆

''لالا، حیدر لالا آنکھیں کھولیں، لالا...... کیا ہو گیا ہے آپ کو......؟'' خون میں لت پت بھائی کو دیکھ کر اس کی چیخیں نکل گئیں۔

''بابا، اماں، جلدی آئیں، دیکھیں تو لالا کو کیا ہو گیا ہے؟'' رو، رو کر اس کا گلا بیٹھ گیا اور وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ جب اس نے خود سے اور لالا حیدر سے دور کھڑے سب گھر والوں کو دیکھا وہ سب چپ چاپ کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ایسا لگتا تھا کہ وہ ان کے پاس آنا چاہتے ہوں مگر کوئی نادیدہ طاقت انہیں روک رہی ہو...... سب کی آنکھوں سے بہتے آنسو اسے

مزید ہراساں کر گئے۔ اس نے پھر لالا حیدر کی جانب دیکھا ان کا تیزی سے بہتا سرخ اور گاڑھا خون اسے خوفزدہ کر گیا۔ جسم کا کوئی حصہ نہیں تھا جو اُن کا انہی کے خون سے رنگا ہوا نہ ہو۔ کچھ سمجھ نہ آنے پر اس نے اپنا دوپٹا اتارا اور خون صاف کرنے لگی مگر جہاں، جہاں وہ خون روکنے کی کوشش کرتی خون زیادہ تیزی سے نکلنے لگتا۔ اس کا سفید دوپٹا لمحوں میں سرخ خون سے رنگ گیا اس نے زار و قطار روتے ہوئے، ڈبڈبائی آنکھوں سے ایک بار پھر ان سب کو دیکھا اور حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا لگا کہ وہ سب مڑ کر واپس جا رہے تھے۔

''بابا جان......'' اس نے چیخ کر پکارا اور اس کی آنکھ کھل گئی وہ پسینے سے تر بتر ہوتی، بہتی آنکھوں کے ساتھ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر تھی۔ تنفس کی رفتار بے حد تیز تھی جیسے میلوں کا سفر دوڑ کر طے کیا ہو اس نے...... پیاس سے حلق الگ خشک ہو رہا تھا۔ اتنے عجیب و غریب خواب پر خوف سے اس کی بری حالت تھی۔ اٹھ کر سائڈ ٹیبل پر پڑے جگ میں سے انڈیل کر گلاس میں پانی ڈالا اور ایک ہی سانس میں اسے خالی کر ڈالا...... سائڈ لیمپ جلا کر ٹائم دیکھنے پر پتا چلا صبح کے پونے چار بج رہے تھے۔ خواب کی جزئیات یاد آتے ہی اس سے بستر پر مزید نہ رہا گیا۔ وضو کر کے آئی اور تسبیح اٹھا کر درود پاک کا ورد کرنے لگی۔ آنسو بلاوجہ ہی آنکھوں کے بند توڑ کر نکلنے لگے۔ پتا نہیں کتنی دیر بعد اذانوں کی آواز پر اس نے نماز پڑھ کر اللہ کے حضور خوب گڑگڑا کر اپنے پیاروں کی سلامتی کی دعا کی۔ اتنے میں خوف سے دہلتے دل کو بھی کچھ سکون ملا اور باہر بھی ہلکی سی چہل پہل کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ مزید سونے کا ارادہ ملتوی کرتے وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔ صبح کی پُرنور سپیدی چار سو پھیل رہی تھی۔ کچن سے مدھانی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اماں خیراں لسی بلو رہی تھیں۔ اماں کے کمرے میں آئی تو وہ اپنے تخت پر بیٹھی تسبیح کرتی نظر آئیں۔ اشارے سے اسے پاس بلا کر اس پر پھونک ماری، عام طور پر وہ اس کے کمرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آ کر اس پر پھونک مارتی تھیں۔ فجر کو پتا تھا ابھی ان کی تسبیحات رہتی ہوں گی جبھی اٹھ کر پائیں باغ میں اپنی مخصوص جگہ پر آ گئی۔ سوچوں میں آج پہلے جیسی.... بے فکری کے بجائے عجیب سی بے چینی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اماں خیراں اسے ناشتے کے لیے بلانے چلی آئیں۔

حیدر کی وجہ سے ناشتے پر کچھ زیادہ ہی اہتمام تھا۔ اماں سائیں ایک، ایک چیز اٹھا کر ان کے سامنے رکھ رہی تھیں۔ اس نے لالا حیدر کو دیکھ کر رات والا خواب ذہن میں آتے ہی دل ہی دل میں ان کی سلامتی کی دعا کرتے ہوئے شکر ادا کیا کہ وہ خواب ہی تھا۔

''آج میرا فجر پتر بڑا خاموش ہے، خیر ہے ناں دھی رانی......؟'' بابا جان نے اس کا کھویا، کھویا سا انداز نوٹ کر کے فکر مندی سے کہا۔ حیدر لالا اور اماں سائیں بھی اسی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس نے خود کو قصداً ہشاش بشاش ظاہر کیا اور جلدی سے پراٹھے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

''نہیں تو بابا جان، میں سوچ رہی ہوں کہ لالا کے آنے کی خوشی میں ناشتے میں اتنی ورائٹی رکھی ہے کہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ پہلے کیا لوں......؟''

''دیکھ لیں اماں سائیں......! فجر کے کہنے کا مطلب ہے کہ روزانہ اماں ہمیں تو ایسے ہی ٹرخا دیتی ہیں۔ اور اپنے لاڈلے بیٹے کے لیے اتنا اہتمام کر ڈالا۔'' ادا فیروز نے شرارت سے کہا۔

''مجھے پتا ہے میری دھی میرے بارے میں ایسا نہیں سوچتی'' اماں سائیں نے اطمینان سے کہا تو فجر سمیت سب مسکرا دیے۔

☆☆☆

حیدر آج کل بابا اور ادا فیروز کے ساتھ زمینوں پر مصروف تھا۔ اس دفعہ اپنے ساتھ اپنی زمینوں پر اور فصلوں کے حوالے سے کئی نئی اور جدید ٹیکنیکس لے کر آیا تھا۔ فجر کے امتحان نزدیک تھے سو سارے اوہام ذہن سے جھٹک کر وہ پڑھائی میں مصروف ہو گئی......

چھٹی والے دن اماں سائیں نے زبردستی اسے اپنے پاس بٹھایا اور اس کے خوب صورت، لمبے اور گھنے بال کھول کر تیل لگانے لگیں۔ اس کے بال جنہیں دیکھ کر لڑکیاں رشک کرتیں اماں کی محنت اور دیکھ بھال کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

''دیکھو تو دھی رانی! اس پڑھائی نے تو تمہیں بالکل بے حال کر رکھا ہے۔ بال ایسے خشک جیسے جھاڑ جھنکاڑ، اماں دماغ بھی تو ایسے ہی خشک ہو رہا ہو گا ناں......اوپر سے کھانے پینے میں چور ہو فجر، رنگت ایسی پیلی پھٹک بس یہ پرچے دے کر چھوڑو اس پڑھائی کی جان بہت پڑھ لیا، میں تو اپنی دھی کی شکل دیکھنے اور باتیں کرنے کو ترس جاتی ہوں۔''

''بس اماں سائیں، صرف دو ماہ صبر کر لیں پھر امتحانوں کے بعد اتنی باتیں کروں گی...... اتنی باتیں کروں گی آپ سے کہ آپ تھک جائیں گی سنتے، سنتے......'' اس نے اپنے لمبے بال سمیٹ کر اماں سائیں کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

''اچھا اب میری دھی بتائے کہ آج کیا کھانے کو دل کر رہا ہے۔ میں اپنے ہاتھ سے بنا دیتی ہوں۔'' دفعتاً اماں خیراں کی بیٹی زرد رنگت اور پھولی سانسوں کے ساتھ دوڑی چلی آئی۔

''چوہدرائین...... غضب ہو گیا ہے۔'' اس کے پیچھے کم و بیش ویسے ہی تاثرات لیے اماں خیراں تھیں۔

''کیا ہو گیا زیبو؟'' اماں سائیں نے تشویش سے اسے دیکھا...... فجر بھی حواس باختہ سی ان دونوں ماں، بیٹی کو دیکھنے لگی۔

''وہ جی سائیں......! میں ابھی ابھی باہر سے سن کر آ رہی ہوں کہ چھوٹے سائیں ہیں ناں حیدر سائیں......انہوں نے ساتھ والے گاؤں کے چوہدری کا بیٹا مار دیا ہے۔ دل میں گولی ماری ہے اس کے، وہ وہیں ختم ہو گیا ہے۔ حیدر سائیں غائب ہو گئے ہیں۔'' اب کے وہ لڑکی رونا شروع ہو چکی تھی۔

''کیا بک رہی ہے؟'' اماں سائیں جھٹکے سے بولیں۔ وہ کہتے ہی کھڑی ہو گئیں۔ پاس رکھی تیل کی بوتل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نیچے گر پڑی اور تیل بہہ کر دور تک اپنا رستہ بناتا چلا گیا۔

''خیر اں ایکوں آکھ چپ رہے۔ پتا نہیں کیا، کیا غلط باتیں منہ سے نکال رہی ہے۔''

''فجر پتر اپنے بابا جان کو فون کرو، ان کو کہو میرے بچوں کو لے کر فوراً گھر آئیں، میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' اماں سائیں تخت پر ڈھے گئی تھیں اور ساکت بیٹھی فجر کو لگا جیسے کوئی اسے کند چھری سے ذبح کر رہا ہو...... وہ خواب ایک بار پھر ویسے ہی یاد آیا۔ اسی اثنا میں کندھے جھکائے بابا جان اور پریشان چہرہ اور سرخ آنکھیں لیے ادا فیروز داخل ہوئے۔

''بابا جان...... ادا فیروز، لالا حیدر کہاں ہیں، وہ آپ کے ساتھ کیوں نہیں آئے؟'' فجر کے ساکت جسم میں حرکت پڑی اور وہ تیزی سے بھاگ کے بابا جان کے پاس گئی۔ حیدر لالا کی غیر موجودگی نے اس کے خدشوں کو مزید ہوا دی...... اماں سائیں بھی ہراساں چہرے کے ساتھ منتظر نظروں سے بابا جان کو دیکھے جا رہی تھیں کہ باوجود کوشش کے کوئی لفظ زبان سے نکل کے ہی نہیں دے رہا تھا۔

''مجھ سے بہت بڑی بھول ہوگئی پتر...... مجھے پتا تھا وہ جوشیلا ہے، جذباتی ہے اسے اس معاملے میں الجھانا ہی نہیں تھا۔ اسے واپس شہر بھیج دینا چاہیے تھا۔'' بابا جان اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر تخت پر ڈھے سے گئے۔ فجر کا دل پسلیاں توڑ، توڑ کر باہر نکلنے کو تھا۔

''ہاں بہروز اسے اپنے کسی قابلِ اعتماد دوست کے ہاں رکھو فی الحال، پولیس کو قطعاً اس کا سراغ نہ ملے......'' ادا فیروز فون پر ادا بہروز سے مخاطب تھے۔ فجر نے زرد چہرے کے ساتھ ان کی جانب نگاہ کی۔ اب وہ دوسری جانب کی بات سن رہے تھے۔

''کریں گے بات بہروز...... کچھ وقت تو گزرنے...... ابھی تو جوان میت اُن کے گھر رکھی ہے، سب جانتے ہیں چوہدری شیر خان کے بیٹے کو کہ کیسا غنڈہ موالی تھا...... گولی سے بات کرنا پسند کرتا تھا بجائے زبان کے...... مگر اب تو بندہ مرا ہے اُن کا سو کچھ دن رک کر حالات کا جائزہ لے کر ہی حیدر کو بچانے کا کوئی لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔'' فجر کو چند ہی لمحے لگے تھے ساری بات سمجھنے میں...... اس نے سر جھکا کر بابا جان کے چہرے پر مہیب تفکرات کے سائے منڈلاتے دیکھے...... اوڑھنی منہ پر رکھے اماں سائیں کبھی تو سسکیاں بھرتیں تو کبھی ہراساں نظروں سے کبھی ایک جگہ تو کبھی دوسری جگہ کال ملاتے ادا فیروز کو دیکھنے لگتیں۔ فجر نے خود میں مزید کھڑا ہونے کی ہمت کو ختم ہوتے محسوس کیا تو مرے، مرے قدموں سے چلتے اماں سائیں کے پاس آکر بیٹھی اور ان کے گرد بازو حمائل کرکے ان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ دونوں ہی کو کسی سہارے کی تلاش تھی سو سہارا ملتے ہی دونوں پھوٹ، پھوٹ کر رو دیں۔

''دعا کر فجر...... دعا کر دھی......! اللہ میرے پتر کو ہر امتحان میں کامیاب کرے۔ سب کو پتا ہے ناں میرا حیدر ویسا نہیں ہے...... اللہ...... میرا سوہنڑا اللہ...... میرے پتر کو اپنی امان میں رکھنا۔'' اماں روتے ہوئے اب دوپٹے کا پلو اٹھا کر اللہ سے مدد طلب کرنے لگیں۔

☆☆☆

چوہدری شیر خان اس وقت اپنے ڈیرے پر موجود تھا۔ چہرے پر جوان بیٹے کی موت کا غم چھایا تھا۔ چوہدری جواد خان، اس کا شیر جوان بیٹا، اس کا دایاں بازو، کیا تھا جو ذرا سا جوشیلا تھا، کیا تھا جو جذباتی تھا۔ ہتھ چھٹ بھی تھا۔ وہ تمام سماجی و اخلاقی برائیاں بدرجۂ اتم اس میں موجود تھیں جو اس قسم کے زمینداروں کے سپوتوں کا طرۂ امتیاز ہوتی ہیں مگر اس قسم کے لوگ ایسی باتوں کو برائی مانتے ہی کب ہیں، یہ برائیاں تو ان کی مردانگی کی شان ہوتی ہیں۔ زندگی گزارنے کا وتیرہ ہوتی ہیں۔ کسی کا پانی بند کرا دیا۔ کسی کی گندم روک لی۔ کسی غریب کی بیٹی کی عزت کو پامال کر دیا کہ ان لوگوں کے نزدیک غریب کی عزت ہوتی ہی کہاں ہے؟ ہاریوں کی بیٹیوں پر نظر ڈالنا تو مقتول اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔ یہی باتیں تو اس کی شان بڑھاتی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس کے رعب کو زیادہ کرتی تھیں۔ اس کی موت نے چوہدری شیر خان کی کمر توڑ دی تھی اسے آج چار دن گزر جانے کے بعد بھی یقین نہیں آیا تھا کہ چوہدری جواد خان جیسا ناقابلِ تسخیر بندہ اب اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اس وقت ڈیرے پر اس کا دوسرا بیٹا چوہدری ارباز خان، برادری کے ایک دو بزرگ اور تحصیل کا ایس ایچ او بھی موجود تھا۔

''چوہدری صاحب آپ فکر نہ کریں۔ ہم نے تمام متعلقہ تھانوں تک چوہدری حیدر کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کروا دیے ہیں۔ اس کی تلاش بھی زور شور سے جاری ہے۔ ایک دفعہ وہ قانون کے ہاتھ لگ جائے پھر دیکھیے گا پھانسی تک لے جانے میں اس کا باپ بھی کچھ نہیں کر سکتا۔'' فاتحہ خوانی کے بعد ایس ایچ او نے چوہدری حیدر کی گرفتاری کے حوالے سے استفسار کیا تو اس نے تفصیلی جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

''میرا دل کرتا ہے مراد خان...... ایک دفعہ وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو اس کی بوٹیاں اپنے ہاتھوں سے چیل کوؤں کو کھلاؤں، ان ہاتھوں کے ٹوٹے کردوں جنہوں نے میرے سونہڑے گبرو جوان کو مٹی تلے سلا دیا۔'' چوہدری شیر خان کا غصے سے چہرہ سرخ پڑ گیا۔

''سنا ہے چوہدری فضل شاہ فیصلہ پنچایت میں لا کر صلح کی بات کرنا چاہتا ہے۔'' چاچا حاکم علی نے کہا۔

''صلح......؟ نہیں چاچا...... پہاڑ جیسا غم مجھے ڈھائے دے رہا ہے وہی درد میں نے چوہدری فضل کو نہ دیا تو چوہدری میرا نام نہیں...... اور میرے شملے کا سب سے قیمتی نگ، میرا اکڑیل جوان مارا ہے اس کے پتر نے...... بھلے سو پنچایت بلوائے، اس کے بیٹے کو سزا دلوائے بغیر ٹھنڈ نہیں پڑے گی... سینے میں، آگ لگی ہے چاچا آگ......'' چوہدری نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا تو چاچا حاکم نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

''اچھا چوہدری صاحب مجھے اجازت...... جلد ہی آپ کے مطلب کی خبر لے کر حاضری دوں گا۔''

ایس ایچ او نے اٹھ کر اجازت لی اور ڈیرے سے باہر نکل گیا۔

چوہدری فضل شاہ کی بے حد کوششوں کے بعد پانچ گاؤں کے سردار پنچایت بلانے پر راضی ہو گئے تھے۔ حیدر ہنوز روپوش تھا۔ آج وہ لوگ پنچایت میں شرکت کی غرض سے گئے تھے۔ چوہدری فضل کی خواہش تھی کہ بات پولیس اور عدالت کی پہنچ میں جانے سے پہلے ہی بالا ہی بالا طے کر کے صلح صفائی کر لی جائے۔ اس مقصد کے لیے وہ اپنی تمام تر دولت، زمینیں جائداد چھوڑنے کو تیار تھے اور تو اور گاؤں کی سرداری سے بھی دستبردار ہونے کی پیشکش بھی رکھی تھی۔ ان کے جانے کے بعد سے اماں سائیں مصلیٰ بچھا کر بیٹھی تھیں۔ فجر ایک کمرے سے دوسرے کمرے، دوسرے سے تیسرے میں بولائی، بولائی پھر رہی تھیں۔ سر پر نماز کے انداز میں دوپٹا لیے اس کے لب مسلسل درود پاک کا ورد کرنے میں مصروف تھے۔

پنچایت بیٹھی تھی پہلے تو چوہدری اور اس کا بیٹا کچھ سننے کو تیار نہ تھے پر جب پنچایت کے بڑوں کا زور پڑا تو دو دن سوچنے کا وقت مانگا تھا انہوں نے...... اور یہ دو دن ان سب پر بے حد بھاری تھے۔ وظیفے، دعائیں، منتیں کیا کچھ نہ کر ڈالا تھا انہوں نے...... آج کل اپنی ڈائری سے فجر کے راز و نیاز بڑھ گئے تھے۔ جب سے یہ مسئلہ ہوا تھا اسکول بھی نہیں گئی تھی وہ...... دل و دماغ تو ایک ہی پریشانی میں اٹکے تھے۔ کل فیصلے کا دن تھا اور آج کی رات سب پر بھاری گزر رہی تھی۔

انتظار کی وہ کیفیت بہت جان لیوا تھی۔ آج فیصلے کا دن آن پہنچا تھا۔

خدا، خدا کر کے بیٹھک سے مردوں کی واپسی ہوئی تھی مگر سب کے چہروں پر نظر پڑتے ہی ان کے دل دھڑک، دھڑک گئے کہ چہروں پر تھکن اور اضمحلال کچھ اچھی نوید نہیں دے رہا تھا۔ اماں سائیں کی حالت تو سب سے زیادہ خراب ہونے لگی۔

''کیا ہوا ہے فیروز کے بابا......؟ جلدی بتاؤ میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل بند ہونے کو ہے۔ ایک ماں کے دل کا زیادہ امتحان مت لو اور جو خبر ہے جلدی سے سنا ڈالو......'' وہ اٹھ کر بابا سائیں کے قریب آ گئیں۔

''رونا بند کرو فیروز کی ماں...... ابھی تو ایسے بہت سے موقع آنے ہیں جہاں ان آنسوؤں کو لٹانا ہے۔'' ان کے زخمی لہجے پر فجر کی سسکی نکل گئی۔ بھابیوں کی بھی آنکھیں بھر آئیں اور اماں سائیں تو ساکت رہ گئیں۔

''کیا ہوا...... کیا فیصلہ ہوا میرے جگر کے ٹکڑے کے بارے میں، فیروز تم ہی بتا دو...... اللہ کا واسطہ......'' اب وہ فیروز کا بازو جھنجوڑ رہی تھیں۔

''چوہدری نے خوں بہا میں مقدمہ ایک شرط پر واپس لینے کو کہا ہے۔'' انہوں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں جس طرح فجر کو دیکھا اسے لگا اس کا دل بند ہونے کو ہے۔

''ہاں، ہاں بول فیروز...... ہم سب شرائط پوری کریں گے...... سب کچھ لے لیں، دولت، جائداد، ساری جاگیر، بس میرا بچہ واپس آ جائے۔ ہاں میرا بچہ......'' اماں سائیں کے تڑپنے پر بابا جان نے اپنی آنکھیں سختی سے میچ کر آنسو کی صورت باہر نکلتے کرب کو واپس دھکیلنا چاہا۔

''انہوں نے ایک جگر کا ٹکڑا واپس کرنے کی شرط اپنا دل نوچ کر ان کے حوالے کرنے کی رکھی ہے۔ فجر کو اگر ان کے دوسرے بیٹے کی بیوی بنا دیا جائے تو ہی حیدر شاہ پھانسی سے بچ سکتا ہے ورنہ نہیں......''

ادا فیروز یہ خبر سنا کر رکے نہیں فوراً ہی باہر نکل گئے کہ فجر کا چہرہ دیکھنے کی ہمت نہیں تھی ان کے اندر......

اماں سائیں نے ہائے کہہ کر سینے پر دوہتڑ مارے...... بھابیوں کی چیخیں لبوں پر ہی رک گئیں کہ انہوں نے پہلے فجر کا دھواں، دھواں ہوتا چہرہ اور پھر زمین پر آ گرتا ساکت وجود دیکھا تھا۔

مقدروں کے کھیل بھی
کتنے عجیب ہوتے ہیں
لاڈوں میں پلنے والے بھی
قدموں کی دھول ہوتے ہیں

نیا سویرا

خوشی کے ہنڈولے جھولتے، جھولتے
اِک پل میں راکھ ہوتے ہیں
خون بہا اور قصاص کے نام پر
یہاں روز قتلِ عام ہوتے ہیں

پوری حویلی پر موت کا سا سناٹا طاری تھا۔ ایسی نازک صورتِ حال اور ایسے جان لیوا فیصلے کا ان سب میں سے کسی ایک نے بھی تصور تک نہیں کیا تھا۔ بابا جان جو آج تک ایسے کئی فیصلے صادر کر چکے تھے کتنی ہی لڑکیاں ان کے اپنے اور پھر آس پاس کے گاؤں کے خوں بہا میں گئی تھیں۔ نکاح کے نام پر جانے والی لڑکی کا آگے اس کی سسرال میں کیا حشر ہوتا تھا وہ سب اس سے آگاہ تھے مگر صدیوں پرانے رائج اس قانون کے آگے وہ بے بس تھے۔

رخصتی سے لے کر مرتے دم تک اس کا رابطہ میکے سے ختم ہو جاتا تھا۔ سسرال میں ظلم وستم کی چکی میں پس کر کئی حوا کی بیٹیاں ایڑیاں رگڑتے، رگڑتے مر جاتیں مگر کبھی یہ آگ خود ان کے دامن کو بھی جلا دے گی یہ کبھی نہیں سوچا تھا۔ فجر کا نکاح چوہدری ارباز سے کرنے کی صورت انہیں عزیز از جان بیٹی سے ہاتھ دھونے پڑتے جس کے پیدا ہونے کی خوشی میں سات روز تک جشن کا سا سماں رہا تھا۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں جوان کڑیل بیٹا پھانسی چڑھ جاتا تھا۔ ہوش وحواس میں واپس آتے ہی زہر سے بھی کڑوا یہ گھونٹ فجر نے پیا تھا کہ اسی میں اس کے حیدر لالا کی زندگی کی بقا ممکن تھی۔ وہ فجر کی نماز کے بعد بابا جان کے کمرے میں آئی تھی اپنے آپ کو مضبوط ثابت کرتے ہوئے۔ اماں سائیں بھی وہیں موجود تھیں۔ اس کی حالت دیکھ کر دونوں کے دل خون کے آنسو رو دیے۔

''بابا جان، مجھے شیر خان کا فیصلہ منظور ہے۔ آپ ہر صورت حیدر لالا کو بچا لیجیے...... مجھ پر کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے اگر ایسا نہ ہوا تو میں اپنے آپ کو تمام عمر معاف نہیں کر پاؤں گی۔''

اماں، بابا کے سفید پڑتے چہروں کو دیکھنے کا مزید حوصلہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اندر نہ پایا تو تیزی سے اپنے کمرے کی جانب آگئی۔ اندر داخل ہوتے ہی ضبط کی طنابیں ہاتھ سے چھوٹ گئیں اس روز اس نے تمام عمر کا رونا رولیا تھا۔

آج اس کی رخصتی تھی، گھر میں کسی مرگ کا سا سماں تھا۔ نہ ڈھولک بجی، نہ سکھیوں نے مہندی لگائی، نہ گیت گائے، اماں سائیں اب تک تین بار بلڈ پریشر لو ہوجانے کے باعث بے ہوش ہوچکی تھیں۔ تینوں بھابیاں اس کے پاس تھیں۔ اس سے چھپ کر روآتیں۔ بھائیوں میں تو اسے اندر آکر دیکھنے اور سامنا کرنے کا حوصلہ ہی کب تھا۔ وہ خود جیسے کسی پتھر کی مورت میں ڈھل گئی تھی۔ چپ چاپ اور کسی غیر مرئی نکتے کو تکتی ساکت...... ظہر کے وقت چوہدری ارباز گاؤں کے چند معززین اور مولوی کے ہمراہ آیا تھا بڑی بھابی نے ہلکے گلابی رنگ کا کام والا جوڑا اسے پہنا کر میک اپ کردیا اور باہر آکر پھوٹ، پھوٹ کررودیں۔ چھوٹی بھابی نے بے حد ضبط کے ساتھ چار سونے کی چوڑیاں، بالیاں اور چین بھی پہنادی...... ایک تلخ مسکراہٹ اس کے چہرے پر چھب دکھلاگئی جس میں ہزار نوحوں کا غم بلکتا تھا۔ اس کا چھوٹا سا سوٹ کیس جو بھابیوں نے تیار کیا تھا اس میں فجر نے صرف اپنا قلم اور اپنی ڈائری رکھی تھی باقی اسے کچھ نہیں پتا تھا کہ بھابیوں نے کیا، کیا رکھا تھا۔ رخصتی کے وقت اس کا شدت سے دل چاہا کہ چیخ مار کر بابا جان کے سینے میں چھپ جائے جہاں خوں بہا جیسی کوئی عفریت اسے نگل نہ سکے...... ہر سکتے دل پر قابو پانے کا یہی تو وقت تھا۔ باری، باری بھائیوں کے گلے ملتی فجر کا پتھر سا انداز بھائیوں کو دہاڑیں مار، مار کر رونے پر مجبور کررہا تھا۔ اماں سائیں ایک بار پھر بے ہوش تھیں۔ انہیں پتا تھا کہ آخری بار اپنی لاڈلی کی صورت دیکھ رہی ہیں اور پھر تب دیکھیں گی جب اس کے جنازے کو کندھا دینے کا بلاوا آئے گا۔ وہ خود ہی اماں سائیں کے کمرے کی طرف آئی، ان کی پیشانی پر پیار کیا ان کے سرد ہاتھ بہت دیر تک اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی رہی......

''اماں اٹھیں ناں چھپالیں اپنی فجر کو......'' ہر بار دکھ درد سے بچالینے والی ماں سے اس کا دل رو، رو کر فریاد کررہا تھا۔ اماں خیراں روتے ہوئے اس سے آکر لپٹ گئیں۔ اس آزمائش کے وقت قدرت نے کمال کا ضبط اس چھوٹی سی لڑکی کے اندر اتارا تھا کہ ایک آنسو بھی آنکھ کی دہلیز پار نہ کرپایا اور اندر ہی اندر ماتم بپا کیے رکھا...... شاید جانتی تھی کہ اس کا رونا اس کے پیاروں کو مزید توڑ دے گا...... بھابی نے جس پل سفید چادر اس کو لاکر اوڑھائی بابا جان ایک بار پھر اندر آئے اور اسے خود میں بھینچ کر پھوٹ، پھوٹ کررودیے۔

''معاف کرنا فجر دھی......! میں نے پتر کو تجھ پر ترجیح دی، میں بھی ایک روایتی باپ بن گیا۔ بیٹے کو فوقیت دینے والا...... یہ دکھ اب مجھے جینے نہیں دینے والا......''

فجر نے ان کے لرزتے لبوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

''بس کریں بابا جان...... اللہ کے لیے مجھے ثابت قدم رہنے دیں...... آپ کے آنسو مجھے کمزور کردیں گے۔ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے بابا جان...... میرے مقدر میں ایسا ہونا ہی درج تھا تو آپ اور میں کیا کرسکتے ہیں۔ میں نے قبول کیا...... آپ بھی اللہ کی رضا پر راضی ہوجائیں۔ میرے لیے دعا کرنا بس......'' ضبط کرتے، کرتے بھی کچھ دھوکا باز آنسو بے وفائی کر کے گالوں پر پھسل ہی آئے۔ آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتی گھٹ، گھٹ کرروتی وہ بابا جان کے بازوؤں کے گھیرے میں گاڑی تک آئی تھی۔ چوہدری شیر خان اور ارباز خان پتھر سے چہروں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔

''خوں بہا میں جانے والی لڑکی کے انجام سے واقف ہوتے ہوئے بھی التجا کررہا ہوں کہ خدا کے لیے میرے جگر کے ٹکڑے کے ساتھ اگر کچھ اچھا نہ کرنا تو برا بھی نہ کرنا...... اس کے ساتھ کیا گیا کوئی ایک اچھا عمل ہوسکتا ہے تم لوگوں کا زادِ راہ بن جائے۔ اللہ نہ کرے کل کسی اور کو ایسی آزمائش سے گزرنا پڑے جس سے میں گزر رہا ہوں۔'' بابا جان کے گڑگڑانے پر چوہدری شیر خان نے ہنکارا ابھرا تھا جس سے اس کی ہاں پتا چل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سکی تھی نہ، نہ......

''پتر! میرے بیٹے جیسے ہوں، میری دھی بہت معصوم ہے۔ سب جانتے ہیں کہ یہ بے قصور ہے، اس کا خیال کرنا، میرے سفید بالوں اور اس کی ماں کی ماتا کا خیال کر کے رحم کرنا......'' اب وہ ہاتھ جوڑے دوسری طرف اکڑے کھڑے امیاز خان کی طرف مڑے تھے۔

''بہت دیر ہوگئی ہے، میرا خیال ہے اب چلنا چاہیے۔'' بابا جان کی گلوگیر لہجے میں کی گئی استدعا کا اس نے یہ جواب دیا تھا۔

بابا جان نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اسے اندر بٹھایا تھا۔ دھندلی ہوتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔ پتا تھا کہ آخری بار دیکھ رہے تھے۔ معلوم تھا کہ انہیں اب نہ چاہتے ہوئے بھی اس حویلی کے لیے اسے مردہ تصور کرنا ضروری تھا۔ وہ لحہ بہ لحہ دور ہوتی گاڑی کو اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک گاڑی ٹیڑھے میڑھے راستوں سے گزر کر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی۔ چونکے اس وقت جب کسی نے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ فیروز تھے، ستا ہوا چہرہ اور متورم آنکھیں لیے...... غمگسار بیٹے کے گلے لگ کر ایک بار پھر پھوٹ، پھوٹ کر رو دیے آخر خود ہی چپ ہو کر الگ ہوئے کہ یہ رونا تو عمر بھر کا رونا تھا۔

فیروز، بابا جان کو سہارا دے کر اندر لائے تھے۔ اولاد کی آزمائش ایسی ہی ہوتی ہے۔ بڑے، بڑے سورماؤں کو مات دے دینے والی...... اب یہ ناسور ان کے کلیجے چھلنی کرنے کو ان کی زندگی کا حصہ بن کر موجود رہنا تھا ہمیشہ کے لیے......

پتا نہیں کتنے جان لیوا گھنٹے گزرے تھے۔ جسم و روح گویا ہر احساس سے عاری ہو چکے تھے، کئی گھنٹوں کے اس سفر میں ساتھ بیٹھے نفوس انسان نہیں گویا روبوٹ تھے جن کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ معاً گاڑی ایک دھچکے سے رکی......

''اترو......'' ان میں سے ایک کرخت آواز نے یقیناً اسے ہی مخاطب کیا تھا۔ ان دو مردوں کے پیچھے وہ گاڑی سے نیچے اتر آئی جن میں ایک اس کا شوہر اور دوسرا اس کا سسر تھا۔ آہستہ، آہستہ چلتے وہ ایک کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ بھانت، بھانت کی عورتوں کی آوازیں اس کی سماعتوں کے کواڑ کھول کر اندر چلی آئیں۔ امتحان در امتحان...... یہاں آگئی تھی اسی کو اس نے امتحان جانا تھا۔ مگر زندگی اس کے لیے ہر گھڑی اب امتحان ثابت ہونے والی تھی۔ اس کا اندازہ اسے ابھی، ابھی ہوا تھا۔ آہوں، کراہوں کا ایک طوفان تھا جو اس کے داخل ہوتے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''قاتل کی بہن، منحوس عورت تو کیا سمجھتی ہے یہاں عیش کرنے آئی ہے، ارے تجھے دیکھ کر پل، پل تڑپوں گی میں...... مجھے جواد خان یاد آگئے گا تیری منحوس صورت دیکھ کر......'' ان میں سے ایک لڑکی بھیڑ چیر کر آئی اور اسے بے تحاشا مارنا اور کوسنے دینا شروع کر دیا...... عورتوں کے بین حد سے بڑھ گئے تھے۔

''تو کیا سمجھی' تیرے حسن کو اور تیرے باپ بھائیوں کی دولت کی وجہ سے تجھے سوتن بنانا گوارا کیا میں نے...... ارے ہم تو تجھ پر زندگی ایسی اوکھی کر دیں گے کہ تیرا قاتل بھائی جب، جب تیرے بارے میں سنے گا سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گا۔ پھانسی لگنے سے تو ایک بار مر جاتا وہ...... پر تیرے دکھ اسے روز ماریں گے۔'' پہلی لڑکی سے ملتی جلتی ایک اور لڑکی اب اس عمل میں شریک تھی۔ جوں، جوں نفرت آمیز جملوں میں اضافہ ہوتا عورتوں کے بین اسی حساب سے بڑھتے جا رہے تھے۔ شل ہوتی ٹانگوں میں سکت نہ رہی انہوں نے جسم کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا تو وہ نیچے گر پڑی۔ عورتوں کے اس ہجوم میں ایک بھی اس کی غم گسار نہ تھی۔ آہوں اور سسکیوں کا طوفان تھما تو گاؤں کی عورتیں تعزیتی کلمات ایک ادھیڑ عمر عورت اور ان دو لڑکیوں سے کہتی جاتیں اور نفرت آمیز نظروں سے اسے گھورتی، بعض نفرت آمیز کلمات کہتی جاتیں' آہستہ، آہستہ صحن خالی ہونا شروع ہوگیا۔ بالآخر رات گہری ہونے کے ساتھ ہی گھر کی وہ تین عورتیں اور چار

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پانچ ملازمائیں رہ گئیں۔

''تاجو......'' ادھیڑ عمر عورت نے ان میں سے ایک عورت کو مخاطب کر کے بلایا۔

''لے جا اس منحوس کو...... جب تک میرے سامنے رہے گی میرے جواد کی شکل نظروں کے سامنے گھومتی رہے گی۔'' پھر خود ہی سیدھی ہو کر ایک سائڈ پر کسی مجسمے کے مانند بیٹھی تھی۔ تاجو نامی عورت نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور طویل صحن عبور کر کے بھینسوں کے باڑے کے پاس ایک چھوٹے سے کمرے بلکہ کوٹھڑی کہنا زیادہ مناسب ہوگا، میں لے آئی......

''آج سے تم یہاں رہوگی...... کل آ کر تمہیں تمہارا کام سمجھا جاؤں گی۔ نہ تمہارا ابھرا (بھائی) ایسی حرکت کرتا نہ تیرے جیسی سوہنڑی شکل کو رُلنا پڑتا۔ سچ کہہ گئے ہیں سیانے کہ نصیباں کے لیکھے کا شکل صورت نال کوئی واسطہ نہیں...... ایویں ہوتا تو تیرے ورگی حور عیش کر رہی ہوتی...... ہنڑ (اب) ایک بات میری کان کھول کر سن لے دماغ وچ بٹھالے کہ تیرے جیسی خون بہا وچ آنے والی جتنی زیادہ زبان بندی کے اصول پر عمل کرے گی اتنے ہی فیدے میں رہے گی۔ اور ہاں ایک بات اور وی سن لے جتنی جلدی اپنے پچھلیں (پیچھے والے) کو بھلیں (بھولوگی) اتنی ہی تیری عمر میں اضافہ ہوگا نئیں تے بس روگی ہی رہ جاؤ گی۔'' جاتے، جاتے وہ ملازمہ اسے نسخہ بقائے حیات تھما گئی تھی۔ اس کے باہر جاتے ہی بے جان بت میں جیسے جان پڑ گئی تھی۔ نظریں گھما کر دیکھنے پر ایک بے حد نیچی چھت والا کمرا نظر آیا جس میں صرف ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پڑی تھی جس کی پائنتی ندارد تھی۔ کونے میں بنے طاق میں لالٹین رکھی تھی اس کی زرد روشنی میں دیوار پر بنتا اپنا ہی سایہ اسے بے حد عجیب سا لگا...... اس پل نہ جانے کیا ہوا کہ اسے اپنا کشادہ ہوا دار کمرا یاد آیا۔ کمرے کے یاد آتے ہی کیا کچھ اور کون، کون نہ یاد آیا تھا۔ پتا نہ چلا کہ خشک ہوتے آنسو کب جاری ہوئے اور روتے، روتے ہچکیاں بندھ گئیں وہ بھی گوشت پوست کی بنی ہوئی انسان تھی۔ اس وقت صرف یہی بات اس کی جان نکالے دے رہی تھی کہ اپنا سب کچھ وہ پیچھے چھوڑ آئی ہے اور جان سے پیارے ان لوگوں کو بھی نہیں دیکھ پائے گی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے مغرب اور عشا کی نماز نہیں پڑھی۔ اور مشکل اور آزمائش میں نماز ہی تو بڑی طاقت ہے۔

''اللہ مجھے صبر دینا......'' صبر اپنے وقت پر ہی ہوتا ہے۔ مدت گزر جانے کے بعد صبر آ ہی جاتا ہے ہر ایک کو پر وہ باعثِ اجر نہیں ہوتا...... ''صبر وہی باعثِ اجر ہوتا ہے جو ارادہ اور اختیار سے مصیبت دبانے کے لیے کیا جائے......'' اسے کب کی پڑھی ہوئی بات یاد آئی تو بے ساختہ چادر کے پلو سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ ''اور اگر اللہ نے میرے لیے یہ راہ متعین کر رکھی ہے تو مجھے صبر کا درس بھی دے گا کہ وہ ستر ماؤں سی محبت کرنے والا کبھی اپنے بندوں کو تنہا نہیں چھوڑتا......'' باہر وضو کی غرض سے نکلتے اس نے سوچا...... لالٹین بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وسیع و عریض صحن میں ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ کونے میں لگے ہینڈ پمپ سے وضو کر کے وہ واپس اسی کال کوٹھڑی میں پلٹ آئی جو اس کی جائے پناہ قرار پائی تھی۔ اندر آ کر اپنے اوپر اوڑھنی چادر کو نیچے بچھایا اور گلے میں پڑے دوپٹے کو ٹھیک کر کے اوڑھا اور قضا مغرب اور عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے پر یاد ہی نہیں آسکا کہ کیا مانگے اور اپنی ثابت قدمی کی دعا کرنے کے بعد خالی الذہنی کی کیفیت میں بیٹھی تھی کہ کھٹکے کی آواز پر مڑ کر دیکھا تو وہی ملازمہ تاجو پلیٹ میں چاول لیے اندر داخل ہو رہی تھی۔

''تمہارا سمان (سامان) پلنگ تھلے رکھ دیا تھا۔ صبح نمازاں ویلے آ کے جگا ڈیساں...... اے کھا کے سوجا......'' ترس اور ہمدردی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ وہ دروازہ بند کرتی باہر چلی گئی۔ پلیٹ میں ٹھنڈے اور گھی جمے چاول دیکھ کر اپنے گھر کا وسیع و عریض دستر خوان یاد آیا مگر دل میں اٹھتے درد کو دبا کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تین چار چھوٹے، چھوٹے نوالے لیے اور پلیٹ ایک سائڈ پر رکھ کر جب جھلنگا چارپائی پر لیٹی تو ایک .... بے ساختہ کراہ منہ سے نکل گئی کہ مار کھائے جسم کا جوڑ، جوڑ دکھ رہا تھا۔ کمر الگ اکڑی ہوئی تھی۔ اب تک گزاری گئی زندگی جیسے ایک فلم کے مانند نظروں کے سامنے چلنے لگی...... تھکی ہاری آنکھوں نے نیند سے کب ساز باز کر کے اسے دھوکا دیا پتا نہ چل سکا۔ کسی اجنبی لمس سے خوابیدہ حواس ایک دم بیدار ہوئے۔ منہ سے چیخ نکلنے ہی لگی تھی کہ ہاتھ سے منہ کو دبوچ کر اسے ایسا کرنے سے باز رکھ دیا گیا۔

''آواز مت نکالنا، یہ میں ہوں چوہدری ارباز خان......'' کہہ کر اس اجنبی نے منہ سے اپنا ہاتھ ہٹالیا...... اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھ کر سر جھکالیا۔ دن کو خوں بہا کے عوض اسے بیاہ کر لانے والا رات کے پچھلے پہر اپنا شوہر ہونے کا خراج وصول کرنے آیا تھا۔ کوئی تسلی، نہ تشفی، بس وہ اس کا شوہر بن کر آیا تھا۔ وہ ابھی اپنے ٹوٹتے جسم اور زخمی روح کی کرچیاں سنبھالنے نہ پائی تھی کہ تاجو ایک بار پھر اسے جگانے چلی آئی۔ جانوروں کے بارے میں اسے اس کا کام سمجھانے کے ساتھ، ساتھ باقی کام جو اس کے ذمے تھے ان کی تفصیل بھی بتاتی چلی گئی وہ۔ جسے کسی میکانکی اثر کے تحت اس کی سماعت نے اپنے اندر اتار کر محفوظ کرلیا۔

☆☆☆

''اوہ میرے خدا......! کیوں ایسا ظلم کیا آپ لوگوں نے کیوں......'' وہ بار، بار اپنے بال نوچتا، کبھی غم غصے سے ٹہلنے لگ جاتا......''میری معصوم رانی جس کو ہم نے کبھی پھولوں کی چھڑی سے نہیں چھوا اسے میری ذات کے بدلے گروی رکھ دیا...... ایسی عورتوں کا حال آپ سے چھپا ہوا تو نہیں ہے ناں...... یہ سوچے بغیر کہ میں اب باقی زندگی کیسے گزاروں گا، پل، پل مر، مر کے کہ میری فجر...... مجھے ایک بار ہی پھانسی لگ جانے دیا ہوتا......'' ضبط کرتے، کرتے بھی حیدر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ سارے قانونی معاملات طے ہوتے ہی فجر کی رخصتی کے چوتھے روز وہ حویلی واپس آیا تھا اور اپنے واپس آنے کی ایسی کڑی شرط اس کی جان نکال کر لے گئی تھی۔ جب، جب سوچتا اس کی سانسیں بند ہونے لگتیں کہ اس کے لیے اس کی لاڈلی نے اتنی بڑی قربانی دے ڈالی کہ خود کو برباد کر ڈالا اور جان نچھاور کرنے والے ماں باپ کچھ کر پائے نہ بھائی کوئی راستہ نکال پائے۔

''مجھے ایسی زندگی کیوں دینا گوارا کیا آپ نے بابا جان...... جس میں فجر کے بارے میں سوچ، سوچ کر روز جیوں گا، روز مروں گا...... کچھ کریں بابا جان...... کچھ کریں...... ایسے میں نہیں جی پاؤں گا......'' وہ بے بسی سے بولا تو بابا جان نے ہارے ہوئے انداز میں اپنے سب سے جی دار اور خوب

غرقِ محبت

''کب تک مجھ کو بھولو گے!''

چاہتوں کا بھیدوں بھرا یہ سوال اسے حال سے بے حال کیے ہوئے تھا۔ اس نے محبوب کی آہٹوں پر کان اور راہوں میں پلکیں بچھائے زندگی تمام کر دی مگر...... فاصلوں میں کمی نہ آئی۔ ابھی تو زندگی کی تلاش جاری تھی کہ اچانک اس انداز میں رقصِ اجل شروع ہوا کہ وہ چاہتوں کے مدفن پر حسرتوں کے پھول چڑھانے پر مجبور ہو گیا۔

جون 2017ء کے شمارے میں سسپنس

کے آخری صفحات پر جادوئی انداز لیے......

محبوب قلمکار **طاہر جاوید مغل** کی چونکا

دینے والی سحر انگیز طویل داستان آپ کی توجہ کی منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صورت بیٹے کو اس حال میں دیکھا اور کرب سے آنکھیں موندلیں جبکہ اماں سائیں دوپٹا منہ پر رکھ کر ایک بار پھر رو دی تھیں۔

''بس کرو حیدر، ایک مرے ہوئے باپ کو لفظوں کی اور مار مت دو...... ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہوتا تو بھلا اپنے جگر کے ٹکڑے کو یوں جانے دیتے......؟'' ٹوٹے ہوئے لہجے والے وہ بابا جان تھے۔

''اسے بھول جاؤ حیدر...... سمجھو وہ تھی ہی نہیں......'' بابا جان کا یہ جملہ وہاں پر موجود سب لوگوں کے دل چیر گیا تھا۔ اور یہ تو بابا جان جانتے تھے کہ انہوں نے یہ جملہ کس اذیت کے دریا کو عبور کر کے ادا کیا تھا۔

☆☆☆

کتنے دن یونہی گزرتے چلے گئے، آہستہ، آہستہ وہاں پر موجود رشتوں سے آگاہی ہوئی تو پتا چلا کہ چوہدری جواد اور چوہدری ارباز کی بیویاں آپس میں بہنیں تھیں۔ چوہدری جواد کی شادی کو تین سال ہونے کو آئے تھے اس کی اولاد نہیں تھی جبکہ چوہدری ارباز کی شادی کو ایک سال ہوا تھا اس کی بیوی امید سے تھی تیسری عورت چوہدرائن اس کی ساس تھیں۔ فجر کی صبح سورج طلوع ہونے سے بھی بہت پہلے ہو جاتی تھی اس کے بعد تھکا دینے والا کاموں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوتا جو رات گئے تک جاری رہتا...... گالیاں، کوسنے، بد دعائیں اور دن میں کئی بار گھر کی عورتوں کی مار بھی اس کی زندگی کا حصہ تھی۔ رات کے اندھیرے میں اس کے وجود پر حق جتانے والا شوہر کسی معمول کی طرح اس ظلم کو دیکھتا اور نظر انداز کر دیتا۔

ہر ظلم پر آنکھیں بند کرے دل میں اپنے پیدا کرنے والے کا نام لے کر وہ سکون محسوس کرتی۔ زندگی کا یہ سفر یونہی جاری و ساری تھا۔ مگر ابھی اور امتحان باقی تھے۔ ہوا یوں کہ ماہ نور اس کی سوتن کے کسی بھی وقت بچے کی پیدائش متوقع تھی۔ ایسے میں اس کا حکم تھا کہ فجر کسی صورت اس کے سامنے نہ آئے کیونکہ یہ ٹائم وہ خوشی محسوس کرتے ہوئے گزارنا چاہتی ہے جبکہ فجر کی موجودگی میں ایسا ہرگز ممکن نہیں اور بدقسمتی سے جس روز اس کی طبیعت خراب ہوئی۔ گاؤں کی تجربہ کار اور عمر رسیدہ دائی کو بلوایا گیا اسی روز کسی کام سے اندر آنے والی فجر کا ماہ نور سے سامنا ہو گیا اور اسی آنے والی رات میں ماہ نور نے ایک مردہ بچی کو جنم دیا...... ماہ نور یہ سن کر کہ بچی مردہ پیدا ہوئی ہے اپنے اوپر گزرنے اور سہنے والی ہر تکلیف بھول گئی کہ اس پر اولاد کے مرنے کا غم حاوی ہو گیا۔ اور اس حادثے کو اس نے فجر کی ذات سے منسوب کیا اور اپنی حالت درست ہونے پر پہلی فرصت میں بالن کی لکڑی اٹھا کر فجر کی نازک کمر پر برسا کر اپنا دکھ کم کرنے کی کوشش کی...... بچی کے غم سے افسردہ ارباز خان نے معمول کے سے انداز میں اپنی پہلی بیوی کو یہ ظلم کرتے دیکھا اور خاموشی سے سر جھکا لیا پھر کچھ ہی دیر بعد وہ باہر چلا گیا...... البتہ ماہ نور کے جانے کے بعد فجر کی کمر کی سکائی کرتے تاجو بے ساختہ رو دی تھی۔ فجر کے احساسات نے گویا اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پندرہ منٹ کے اس آرام کے بعد وہ اٹھی اور معمول کے کام نپٹانے شروع کر دیے...... رات کو بستر پر لیٹتے ہی اس کی چیخیں باہر نکلنے کو بے تاب ہو گئیں...... اس چھوٹی سی لڑکی نے قیامت کا صبر کیا تھا اس پل...... اور پھر اس روز چکی پیستے ہوئے وہ کسی مشین کی طرح اپنے کام میں مصروف تھی جب تاجو قدرے مشکوک سے انداز میں اس کے پاس آئی۔

''سنو...... ! تھوڑی دیر بعد مجھے اپنی کوٹھڑی میں ملو...... ایک ضروری گال (بات) کرنی ہے۔'' اس کے سرگوشی بھرے انداز پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

''جو بات ہے یہاں بتا دیں...... میرے لیے اب زندگی میں کچھ خاص نہیں رہا......'' اس کی بات سن کر لحہ بھر کو اس کے ہاتھ سست پڑے تھے پھر سے اسی تیزی سے اس کے ہاتھ چکی کو حرکت دینے لگے۔ جب وہ اپنی ملازماؤں کو چکی پر کام کرتے دیکھتی تو اسے وہ کام خاصا دلچسپ لگا کرتا تھا۔

اب جب، جب وہ چکی چلاتی تب اپنے پہلے

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

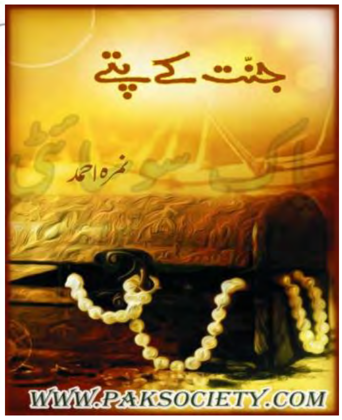

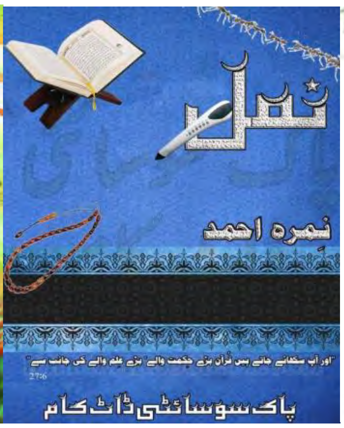

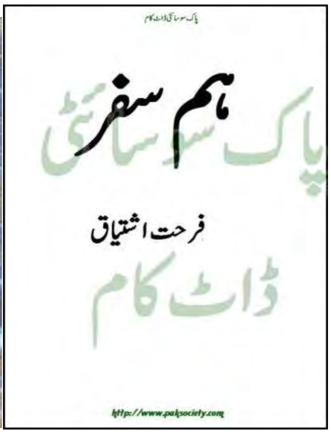

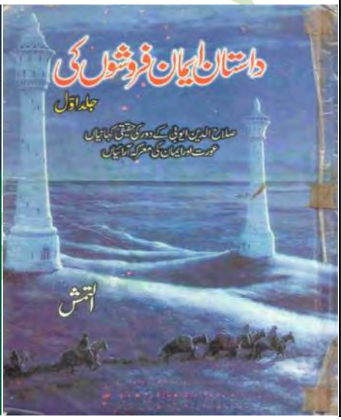

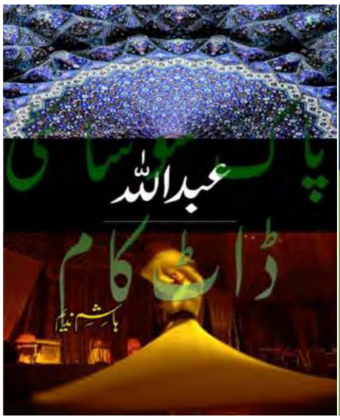

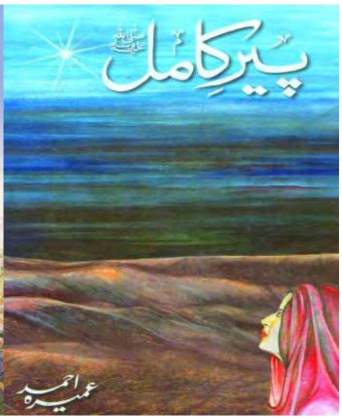

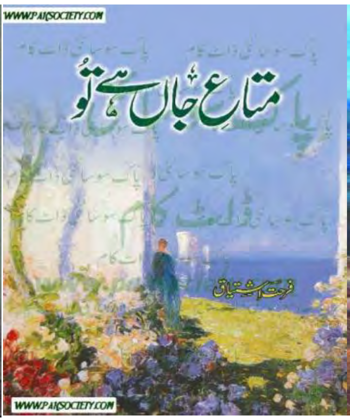

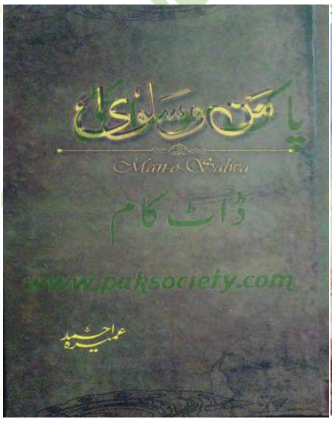

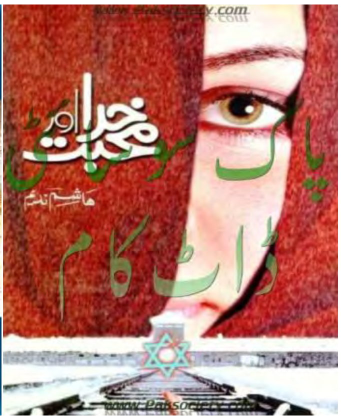

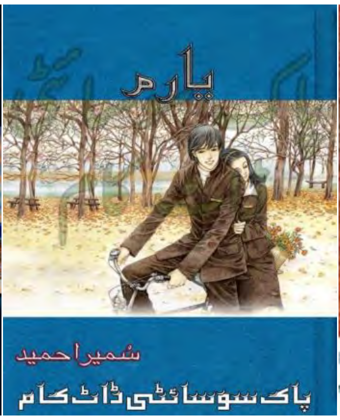

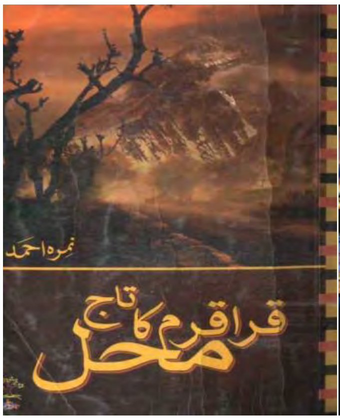

Downloaded From Paksociety.com

والے خیالات پر ایک تلخ مسکراہٹ لبوں کو چھو جاتی۔
''ارے تم آؤ تو سہی.....'' اب کے تاجو نے اصرار کیا تو فجر نے چند لمحے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا پھر ڈھیلے انداز میں اٹھ کر اپنی کوٹھڑی کی جانب آ گئی..... اس زندان میں ایک تاجو ہی تو اس کے لیے روشنی کی ایک کرن تھی۔ دن کی روشنی میں پہلی بار شاید وہ اپنے کمرے میں آئی تھی ورنہ تو رات سے پہلے کبھی آنا ممکن ہی نہیں ہو سکا تھا۔ نمازوں کے لیے وہ مشکل سے وقت نکالتی تھی۔ تھوڑی دیر میں پُرجوش چہرہ لیے تاجو بھی آ گئی وہاں.....
''اب بولو کیا ہے، نماز پڑھ کر کچن میں جانا ہے مجھے.....''
''یہ دیکھو تمہاری اماں کے گاؤں سے ایک عورت آئی تھی۔ شکر ہے مجھ سے ملاقات ہو گئی اس کی۔ تمہاری اماں نے یہ پنجیری اور اپنا دوپٹا تجھے بھیجا ہے۔'' درد کی ایک تیز لہر نے دل میں سر اٹھایا، کیا، کیا نہ یاد دلایا تھا تاجو نے..... اولاد عمر کے کسی بھی حصے میں ہو ماں، باپ اس کے لیے ہر عمر میں سایہ دار شجر کے مانند ہوتے ہیں ایک لمحے میں ہر درد کو بھلا کر جھپٹ کر اس نے تاجو سے وہ دونوں چیزیں جھپٹیں جو وہ دوپٹے میں چھپا کر لائی تھی۔ ڈبا کھول کر دیوانہ وار اماں کے ہاتھ کی بنی پنجیری بے تابی سے کھاتی اس دم وہ تاجو کو عجیب دیوانی لگی۔ ماں کی خوشبو اور لمس کو محسوس کرتی، روتی اور بلکتی فجر کو دیکھ کر تاجو بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی..... وہ تو شکر ہے دونوں بہنیں میکے گئی ہیں۔
''وڈی بی بی کی طبیعت خراب ہے، اپنے کمرے میں سوئی ہوئی ہیں۔ اس عورت کا یہاں میکا ہے اور تیری اماں کے گاؤں اس کا سسرال ہے تم نے کوئی پیغام بھیجنا ہو تو بتانا، اس نے دو ایک دن بعد واپس جانا ہے۔'' تاجو نے آنسو پونچھ کر اماں کے دوپٹے کو منہ اور سینے سے لگاتی فجر کو دیکھ کر کہا۔
''پیغام.....؟'' اس نے سوچا۔
''کوئی پیغام نہیں بس وہ کہہ دے کہ فجر، ان کی دھی یہاں بہت خوش ہے۔'' بہتی آنکھوں کے ساتھ اس نے کہا تو تاجو اس کے چہرے کو دیکھ کر نظریں چرا گئی۔ اس سے بہتر بھلا کون جانتا تھا کہ وہ یہاں کتنی خوش تھی۔
''سنو تاجو..... جب وہ اگلی بار آئے تو کہنا سب کا تفصیلی حال لے آئے اماں سائیں، بابا جان، حیدر لالا کی شادی ہو گئی اور ادا فیروز.....'' وہ ٹوٹے ہوئے الفاظ میں سب کے نام لیتی چلی گئی جن کو دل میں دبا کر اور زبان پر نہ لا کر وہ سمجھتی کہ وہ سب بھول گئی اور یہ اس کی بھول تھی بھلا خون سے جڑے رشتے دل سے بندھے لوگ بھی بھلائے جا سکتے ہیں۔ میکے سے آنے والی ہوا بھی یونہی پاگل کر جایا کرتی ہے اور تپتی لو کے ظالم تھپیڑے ٹھنڈی ٹھار ہوا میں بدل جاتے ہیں۔ اس دن اسے لگا کہ شاید دنیا میں ابھی خوشی کی رمق باقی ہے، اسے اپنے اللہ پر پیار آیا جس نے اس کے ماں، باپ تک اس کی اور اس تک ان کی خبر پہنچانے کا کوئی ایک روزن رکھا تھا۔ ''بے شک میرا رب کسی کو اس کے صبر سے زیادہ نہیں آزماتا.....'' اس نے سوچا اور ایک طمانیت بھرے احساس کے ساتھ کام میں جت گئی۔

☆☆☆

بیٹیاں، تتلیاں
پھول ہیں، چاند ہیں
دیکھو تو پیار سے
رکھو تو گلزار سے
روپہلی صبح کی طرح
ساون کی بوندوں کی طرح
بیٹیاں، تتلیاں.....

بہت دن بعد بند سوٹ کیس کھول کر اپنی ہم راز، سہیلی، ڈائری کی گرد جھاڑی، چوما، نم آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے قلم پکڑا اور لکھتی چلی گئی۔ اگلے چند دن زندگی میں مزید کٹھنائیاں لے کر آئے جب اس کی ساس کو فالج ہو گیا اور وہ بستر کی محتاج ہو گئیں۔ ان کی آنکھیں دیکھتی تھیں، سماعتیں سنتی تھیں باقی سارا جسم مفلوج ہو گیا تھا۔ ان کی دیکھ بھال گھر کے دیگر بکھیڑوں کے ساتھ ایک مشکل امر تھا۔ جسے وہ صبر اور شکر سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کررہی تھی۔ اس عورت نے اس پر ظلم کی انتہا کی تھی اور اب جب لاچار ہو کر اس کے رحم و کرم پر تھی تو وہ اس کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرتی پر اسے اس عورت کی لاچاری پر دکھ ہوتا جس کا جوان بیٹا چلا گیا تھا اور قدرت نے اس سے بڑا امتحان اس سے اس کی محتاجی کی صورت لیا تھا۔ فجر کو اس میں اپنی ماں نظر آتی تو پورے دل سے اس کی خدمت کرتی۔ اس کی ورزش کراتی، دوائیوں کا باقاعدہ استعمال دیگر حوائج ضروریہ، کپڑے تبدیل کرانا، بستر صاف کرنا، جب وہ صحت مند تھی تو اس سے ہاتھ کی زبان میں بات کرتی تھی اور زبان سے آگ برساتی تھی اب اس کی آنکھوں کی نمی فجر سے ہر پل کوئی التجا کرتی نظر آتی۔ انہی دنوں خود میں ہونے والی ایک تبدیلی اور وہ بھی خوشگوار تبدیلی نے چونکا دیا۔ وہ اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجا لائی جوان کٹھن حالات میں اس کے جینے کے خوب صورت اسباب پیدا کررہا تھا۔ ماہ نور نے بہت ہنگامہ کیا کہ حویلی کے وارث کو صرف وہی جنم دینے کی اہل ہے۔ خوں بہا میں آئی ہوئی ایک لاوارث عورت نہیں مگر کچھ دنوں کے واویلے کے بعد وہ خود ہی چپ ہوگئی تھی۔

اس دوران اماں کے گاؤں کی عورت ایک بار پھر آئی تھی اور بتایا تھا کہ بابا جان بہت بیمار رہنے لگے ہیں۔ اس نے بتایا تھا کہ حیدر لالا نے شادی سے انکار کردیا تھا اور کہا تھا کہ اس کی فجر ایسی زندگی گزارے اور وہ زندگی سے خوشیاں لیں ایسا ناممکن ہے۔ تب اسے بابا جان کی بیماری اور حیدر لالا کی سونی زندگی کا دکھ رُلا رُلا گیا تھا۔ اس نے اپنی قسمت سے سمجھوتا کرلیا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے گھر والوں کو کسی قسم کا احساسِ جرم ہو پھر ایسی قربانی دینے کا فائدہ ہی کیا تھا۔

انہی دنوں ماہ نور ایک بار پھر امید سے ہوگئی اور اس بار فجر پر لگائی گئی دفع زیادہ شدید تھی کہ وہ پورا عرصہ اس کو اپنی شکل نہ دکھائے۔ فجر ویسے بھی سارا دن اپنی ساس میں مصروف رہتی۔ اس نے محسوس کیا کہ چوہدری شیر دل کا رویہ اس سے کچھ نرم ہوگیا تھا۔ ان کے لفظوں کی سنگ باری اس پر کم، کم ہوتی۔ اب اسے دیکھ کر وہ جواد خان کی موت کا رونا نہیں ڈالتے تھے۔ وہ خوش تھی کہ سنگلاخ چٹانوں جیسے رویوں میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔ اسے لگا اس کا صبر رنگ لانے کو ہے۔

اس نے لالا حیدر کو پیغام بھیجا تھا کہ اگر فجر کے دل کی خوشی عزیز ہے تو جلد سے جلد اپنی سونی زندگی کو آباد کریں۔ اور محض ڈیڑھ ماہ بعد اسے حیدر لالا کی شادی کی خبر ملی۔ اس روز وہ خوشی سے رو پڑی۔ اس روز صبح سے اس کی طبیعت بہت خراب تھی۔ کسی پر ظاہر کیے بنا وہ اپنے معمول کے کاموں میں مصروف رہی پھر جب درد حد سے سوا ہوگیا تو تاجو بھاگ کر دائی کو بلا لائی۔ درد و اذیت کے کئی گھنٹے گزارنے کے بعد اس نے ایک صحت مند اور گول مٹول بیٹے کو جنم دیا۔ اللہ کی اتنی بڑی مہربانی پر وہ شکر گزار ہوگئی۔ اس دن پہلی بار اس نے ارباز خان کو دن کی روشنی میں اپنی کوٹھڑی میں دیکھا تھا۔ سچ ہے کہ اولاد انسان کی سب سے بڑی طاقت ہوتی اور سب سے بڑی کمزوری بھی......

''یہ...... یہ یہاں تنگ ہوگا...... اس کو بہت گرمی لگے گی۔'' ارباز خان کا جملہ اس کے دل پر ترازو ہوگیا...... وہ بھی تو کسی کی اولاد تھی۔ عرصہ ہوا اسی تنگ و تاریک کمرے میں گرمی اور سردی کے کئی تاریک اور طویل رات دن گزارے تھے۔ مگر خاموش بیٹھی رہی ارباز خان بھی اسے گود میں لیتا، کبھی اس کے ننھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا اور جھک کر اس کا منہ چوم لیتا......

''میں اس کا نام بیدار بخت رکھ رہا ہوں......''

اس نے کہا اور فجر نے خاموشی سے سن لیا۔ اس وقت فجر کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب بڑے چوہدری خود چل کر اس کی کوٹھڑی تک آئے تھے اور ہزاروں نوٹ بچے پر سے وار کر کھڑے، کھڑے ملازماؤں میں تقسیم کردیے۔ جواد خان کے گزر جانے کے بعد گھر کی پہلی خوشی تھی جسے اچھی طرح منایا گیا مگر اس بچے کی ماں کی حیثیت اب بھی وہی تھی۔ بچہ سارا دن تاجو کے پاس ہوتا گھر کے اندرونی حصے میں، بہت دن بعد اس نے ماہ نور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

.....اور جواد خان کی بیوی کو دیکھا جب وہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔

''بہت خوش ہو حویلی کا وارث پیدا کر کے۔'' طنزیہ انداز میں کہا گیا۔ وہ چپ رہی۔ ''کسی بھی غلط فہمی کو دل میں جگہ مت دینا۔ خانوں کی ایسی بیویاں بھی کئی ہوتی ہیں اور ایسی اولادیں بھی کئی...... اصل مقام تو خاندانی بیوی اور اس سے ہونے والی اولاد کو ملتا ہے۔ تمہارا حوالہ صرف یہ ہے کہ تم ایک قاتل کی بہن ہو اور تمہارا بیٹا خوں بہا میں آئی ہوئی کنیز کی بے نام اولاد اپنی اوقات یہیں تک رکھنا اور اسے بھی اپنے دودھ کے ساتھ یہ سبق روزانہ پڑھانا۔'' بڑے کروفر سے کہتی وہ بہن کا ہاتھ تھامے وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔ بہت دنوں بعد الفاظ تازیانے بن کر دل کو لگے اور چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ شاید یہ احساس ہی روح میں شگاف ڈالنے والا تھا کہ وہ دودھ سے کیوں نہ دھل کر آ جائے اس کا حوالہ ایک قاتل کی بہن ہی رہنا تھا۔

کچھ دنوں بعد ماہ نور کے ہاں ایک مردہ بچے نے پھر جنم لیا تھا اس بار اس نے صرف چیخنے چلّانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سیدھا اس کی کوٹھڑی میں آئی اور فجر کے پاس لیٹے ایک ماہ کے ننھے بیدار بخت کو جھپٹ کر اٹھا لیا۔

''یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا بیٹا ہے یہ...... سنا تم نے......'' چیخ، چیخ کر روتی وہ فجر کو کوئی جنونی عورت لگی۔

''ہاں یہ آپ کا بیٹا ہے لیکن فی الحال اسے سویا رہنے دیں۔ دیکھیں یہ رو رہا ہے۔'' اس نے رسان سے کہتے ہوئے روتے بچے کو اس سے لینا چاہا۔

''نہیں، تم اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گی۔ یہ صرف میرا بچہ ہے۔ تمہارا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی اس پر......'' چیخ کر کہتے اس نے فجر کو ایک ہاتھ سے دھکا دیا وہ لڑکھڑا گئی...... بیدار بخت کو زور، زور سے روتا دیکھ کر فجر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''ماہ نور ...... ماہ نور...... کیا ہو گیا ہے ہوش کرو......'' اچانک ارباز خان نے آ کر صورتِ حال کا اندازہ لگایا اور ماہ نور سے کہا۔

''دیکھو ناں...... خان، یہ منحوس عورت میرا بچہ لے کر آ گئی ہے اور اپنے پاس سلا لیا ہے، میں سارے گھر میں ڈھونڈ، ڈھونڈ کر پریشان ہو رہی تھی۔'' روتے ہوئے ماہ نور نے کہا۔ گویا فجر کی شکایت کی۔ ارباز خان نے ایک نظر ہراساں کھڑی فجر پر ڈالی اور ماہ نور کے بازوؤں میں بلک، بلک کر روتے بچے کو دیکھا۔

''اچھا، اچھا ٹھیک ہے لیکن تم بھی تو بچے کو رُلا رہی ہو ناں...... لاؤ اسے مجھے دو......'' اس نے ہاتھ بڑھا کر بچے کو لینا چاہا۔

''نہیں، نہیں تم اسے اس عورت کے حوالے کر دو گے، یہ میرے بچے کو لے کر چلی جائے گی۔'' اس نے خوفزدہ انداز میں کہہ کر بچے کو خود میں مزید بھینچ لیا۔

''نہیں' میں اسے نہیں دوں گا......'' ارباز نے نرمی سے کہتے بچے کو آرام سے اس سے لے لیا۔

''اب چلو اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔'' ایک بازو خوفزدہ ماہ نور کے گرد پھیلاتے اس نے ہراساں کھڑی فجر کو بھی دیکھا تھا۔ وہ اس کا خوف سمجھ رہا تھا۔ دروازے کے پاس جا کر اس نے پیچھے مڑ کر فجر کو تسلی آمیز اشارہ کیا جس سے فجر کا خوف سے تنا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور وہ گرنے کے انداز میں پلنگ پر بیٹھ گئی۔ اس گھر میں آنے کے بعد بیدار بخت اس کی واحد خوشی تھا جسے دیکھ کر اپنے دکھ درد کچھ پل کو وہ بھول جایا کرتی تھی۔ بے چینی سے وہ کبھی کھڑی ہو جاتی، کبھی بیٹھ جاتی۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد کھٹکے پر مڑ کر دیکھنے پر اس نے ارباز خان کو دیکھا جو احتیاط سے سوئے ہوئے بیدار بخت کو اندر لا رہا تھا۔ اندر لا کر اس نے آرام سے بچے کو لٹا دیا مبادا اس کی نیند خراب نہ ہو جائے......

''بیٹھ جاؤ......'' اب اسی کوٹھڑی میں جھلنگے پلنگ کی جگہ ایک بڑی اور نواڑ والی مسہری نے لے لی تھی۔

''فجر'' آہستہ سے کہتے اس شخص نے فجر کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا جس کی صرف کرخت آواز اور انداز اپنے لیے دیکھا اور سنا تھا اس کا آرام سے بولنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فجر کو حیرت میں مبتلا کر گیا۔

''تمہارا یہاں آنا اور ایسے آنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں تھی۔ یہاں روزانہ ایسے کئی رشتے ہم سنتے اور دیکھتے ہیں جیسے تمہارا ہوا...... ہمارے سینوں میں آگ جل رہی تھی۔ قاتل کے جگر گوشے کو ذلیل و خوار کر کے جو سزا ہم دے سکتے تھے وہ صرف تمہارے بھائی کی پھانسی سے نہیں پوری ہونے والی تھی۔ تمہارے ساتھ بھی وہی ہوا جو ہمارے علاقے میں کئی لڑکیوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے اس قسم کے حالات میں...... حالات ملتے جلتے تھے مگر تم ان لڑکیوں سے جدا تھیں شاید......''

وہ رکا تو فجر بھی جیسے خواب سے چونکی۔

''لڑکیاں آتی ہیں، اسی قسم کے حالات برداشت کرتی ہیں مگر احتجاج بھی کرتی ہیں، مقابلہ بھی کرتی ہیں اور زبان کا بھی استعمال کرتی ہیں جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو...... تم نے، تم نے کیا کیا...... صرف صبر...... اور تمہارے صبر نے آہستہ، آہستہ اس گھر کی بنیادوں کو ہلانا شروع کر دیا...... میرے ہاں مردہ بچی کی پیدائش کو میں مشیتِ الٰہی جان کر اللہ کی رضا پر راضی ہو گیا مگر اس گھر پر مصیبتوں کا ایسے گرنا پے در پے جیسے تسبیح کے دانے ٹوٹ کر گرتے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا...... یہ تمہارا صبر تھا جو ہم پر ایک سزا کی صورت اتر رہا تھا۔ ایک بے قصور پر ظلم ڈھانے کی سزا، بچی کا مردہ پیدا ہونا، اماں کو فالج ہو جانا اور ان کا معذور ہو جانا...... دوسری بار پھر بچے کا مردہ پیدا ہونا۔ فصلوں میں بار، بار نقصانات......'' وہ کہتے، کہتے پھر رکا......

''مگر خان جی خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ کو یا آپ کے گھر والوں کو کبھی بددعا نہیں دی اور نہ کبھی ایسا چاہا۔''

''بددعا دے دیتیں تو شاید ایسا نہیں ہوتا...... میں نے سوچا ہے بہت سوچا ہے، ہم نے جو کیا ہے اسے لوٹانے پر قادر نہیں ہیں پر اب بھی بہت کچھ ہمارے پاس ہے۔ جسے سدھار کر ہم تلافی کی کوشش تو کر ہی سکتے ہیں ناں...... ہم انسان سزا و جزا کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے کر اوپر بیٹھے قادرِ مطلق کو بھول جاتے ہیں۔ یہ جانے بنا کہ یہ کام صرف اسی کو بجتا ہے وہی اس پر قادر ہے۔ ہم اور تم نہیں...... آج کے بعد جیسے ماہ نور اور ارباز خان کی بیوی ہے، تم بھی اس کی بیوی ہو، تمہیں کوئی اس گھر میں قاتل کی بہن کے نام سے نہیں پکارے گا، تمہیں وہ تمام حقوق ملیں گے جو ایک بیوی کا حق ہوتے ہیں۔'' آنسو لڑیوں کے مانند قطار در قطار فجر کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

''ماہ نور کی ذہنی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہے، میں اسے سمجھا دوں گا اگرچہ اس میں وقت لگے گا...... رواج کے مطابق اس قسم کی شادیوں میں لڑکیوں کا رشتہ اس کے میکے سے ہمیشہ کے لیے کٹ جاتا ہے لیکن میں اپنے اوپر کوئی اور قرض نہیں رکھنا چاہتا، نہ ہی کسی اور نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت ہے مجھ میں......'' وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔ فجر کی سسکی نکل گئی۔ ''فی الحال صرف تم جاسکو گی اپنے میکے اگرچہ اس کے لیے مجھے ابھی برادری اور پنچایت میں بہت کڑے ردِعمل اور رویّوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن میں ایک مرد ہوں اور مرد کا کام ہی مشکلات کے دریا عبور کرنے کا ہے۔'' فجر کا جی چاہا وہ زور، زور سے قہقہے لگائے، رقص کرے، وہ بہتے آنسو کے ساتھ مسکرا دی......

''ابھی تمہارے گھر والے یہاں نہیں آسکیں گے۔ ہوسکتا ہے کبھی نہ کبھی ایسا ممکن بھی ہو جائے۔'' وہ ناممکن کو ممکن بنانے کے لیے پُر امید تھا۔ اچانک ہی سکتے کی سی حالت میں بیٹھی فجر کو نہ جانے کیا ہوا وہ اس کے کندھے سے سر ٹکا کر پھوٹ، پھوٹ کر رو دی۔

''میری زیادتیوں کو یہ سوچ کر معاف کر دینا کہ قسمت میں ایسے ہو کر ہی سب صحیح ہونا لکھا تھا۔ ہمارا بیٹا خوشیوں کی نئی امید لے کر آیا ہے۔'' پیار سے کہتے ارباز خان نے روتی ہوئی فجر کا سر سہلایا۔ وہ روتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتی مسکرا دی تھی۔ دھوپ چھاؤں سا یہ منظر ارباز خان کی آنکھوں کو بے حد بھلا لگا اور وہ بھی سچے دل سے مسکرا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

نیتِ شوق

ہاجرہ ریحان

میرا تو ہمیشہ سے یہی المیہ رہا ہے کہ جو کام کرنے کے تھے..... نہیں کیے اور جو کام نہیں کرنے تھے، وہ بھی نہیں کیے..... کردہ اور ناکردہ کے درمیان ایک ایسا طویل سفر درپیش رہا کہ اب پلٹ کر دیکھتی ہوں تو لگتا ہے جیسے میں نہیں کوئی اور ہی اب تک سفر میں تھا مگر یہ کیا..... اب میری سانس ہی پھولی ہوئی ہے اور نہ ہی آنکھوں میں کوئی تھکاوٹ ہے..... جب نوکری کرتی تھی تو خود کو کوستی تھی کہ دنیا اپنے گھر میں رہتی ہے، اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

سنوارتی بناتی ہے اور میں دَر دَر کی خاک چھانتی رہتی ہوں...... نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھی تو بھی دن بھر سوائے دیواروں سے سر ٹکرانے کے کرتی ہی کیا ہوں...... ٹھیک ہی تو کہتے ہیں میرے شوہر صاحب کہ مجھ میں...... ''میں'' بہت ہے...... صرف اپنے بارے میں سوچتی رہتی ہوں...... کبھی دنیا کی بھی فکر کی...... کبھی سوچا کہ کون، کون سی دریافت کر کے دوسرے ممالک آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں...... کیسی، کیسی تعلیم لوگ حاصل کر کے لاکھوں کما رہے ہیں...... اسٹینڈرڈ بنا رہے ہیں...... اور میرا اسٹینڈرڈ...... تف ہے مجھ پر...... مجھ پر تو یہ لفظ...... اسٹینڈرڈ آ کر جیسے ''لنڈے بازار'' سے لیا گیا ڈھیلا ڈھالا کوٹ جیسا بن جاتا ہے...... اور پھر...... دور سے ہلکی، ہلکی آتی میڈم نور جہاں کی گنگناتی آواز نے باقاعدہ اپنا آپ منوالیا...... شاید میرے ہی حسب معمول تھا۔

گلی، گلی میری رسوائیوں کا ساتھی ہو
کوئی تو ہو جو میری وحشتوں کا ساتھی ہو

توبہ ہے یہ شاعر لوگ بھی ناں...... ہم جیسے دیوانوں کو اور بھی دیوانہ بنائے دیتے ہیں...... میں نے لاؤنج میں بجنے والے ریڈیو کی آواز ہلکی کر دی اور توقع رہی کہ یہیں کہیں کونے کھدرے سے وہ سر نکالے گا...... اس کی یہی تو پہچان تھی...... جہاں ہوتا اس کا ریڈیو اسی طرح میڈم نور جہاں الاپتا رہتا اور وہ کسی کونے میں گھسا یا پھر کہیں دیوار پر چمٹا کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا...... مگر حیرت انگیز طور پر اس کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی...... میں نے بھی خاموشی سے کچن کا رخ کیا...... جہاں ساس صاحبہ جلدی، جلدی دوپہر کے کھانے کے بعد اٹھائی گئی پلیٹوں سے بچا کچا کھانا ایک بدرنگی پلیٹ میں ڈھیر کر رہی تھیں...... میں چائے کی رسیا...... کیتلی اٹھائی ہی تھی کہ ساس صاحبہ نے جھٹ سے شاید صبح کی بنی ہوئی چائے ایک کپ (جو اپنا رنگ نسل بھول چکا تھا......) میں انڈیل لی۔

''فیصل کے لیے رکھ رہی ہوں...... وہ دوپہر کے کھانے کے ساتھ چائے پیتا ہے ناں......'' پھر کچھ توقف کے بعد گویا ہوئیں۔ ''تمہاری طرح......'' ساس صاحبہ نے وہی ٹھنڈی چائے اور پلیٹ میں بچا ہوا کھانا ٹرے میں رکھا اور فیصل کو بہ آواز بلند پکارنے لگیں......

وہ اللہ کا بندہ پتا نہیں کہاں سے اچانک نمودار ہو گیا...... ساس صاحبہ نے فخریہ ٹرے اسے تھما دی...... میرے گلے میں کچھ اٹک گیا...... جیسے دل پر ایک دھچکا سا لگا...... میں شرمندگی سے نظریں چرانے لگی۔ وہ کچن میں چوکی گھسیٹ کر کونے میں براجمان بڑے اہتمام سے کھانا جیسا کھانا کھانے لگا۔

''بھائی آپ چائے بہت پیتی ہیں صحت کے لیے اچھی نہیں ہوتی...... ہر وقت چائے، اتنی چائے......'' اس نے ایک دو نوالے خاموشی سے کھانے کے بعد کہا...... میں جواب تک چائے دو کپ میں انڈیل چکی تھی مسکرا گئی...... میں نے ایک کپ اس کی طرف بڑھا دیا...... وہ دم بخود رہ گیا۔

''کیا بھائی صاحب کو دے آؤں...... پر وہ تو سو رہے ہیں...... اوپر والے کمرے میں ابھی چند منٹوں پہلے ہی تو دیکھ کر آیا تھا میں......''

''یہ تمہارے لیے ہے...... گرم اور تازہ......'' میں نے ہلکے سے کہا......

وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا...... چائے کا کپ لیتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے...... میں خاموشی سے اوپر جانے کے لیے زینہ چڑھ گئی۔

شام تک ہم واپسی کے لیے نکلے...... کل پیر ہے اور دو دن سسرال میں گزار کر اب ہم واپس اپنے گھر جا رہے تھے...... راستے میں شوہر صاحب نے بتایا کہ گیلری کی صفائی کے لیے انہوں نے فیصل سے بات کر لی ہے، وہ ایک دو دن میں ہمارے ہاں آئے گا اور گیلری کی صفائی کر دے گا...... مجھے ہدایات دیں کہ اور بھی کچھ کام ہوں تو کروا لوں...... مجھے واقعی ایک مددگار کی ضرورت تھی...... یوں تو میرے گھر میں کوئی ملازمہ نہیں آتی تھی میں جب سے نوکری چھوڑ کر بیٹھی تھی گھر کے تمام کام خود اپنے ہاتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے کرنے لگی تھی...... مگر ہمارے فلیٹ کی گیلری کچھ اس طرح کی تھی کہ پورا محلہ اس میں جھانک تانک کرتا جاتا لہٰذا مجھے اکیلے گیلری میں صفائی کرنے سے حجاب آتا...... پھر کچھ چیزیں جو دو چھتی میں پڑی سڑ رہی تھیں ان کو نکلوا کر کسی کو دینا دلانا تھا اور کچھ باہر کے کام...... میں دل میں تھوڑی مطمئن ہوگئی۔

فیصل، میری ساس صاحبہ کے محلے میں رہتا تھا...... اس کو کونے والے گھر میں کسی صاحب نے گود لیا تھا مگر بعد میں ان کے انتقال کے بعد سے فیصل کے ساتھ گھر والوں کا رویہ اچھا نہیں رہا تھا۔ وہ اسی طرح محلے والوں کے چھوٹے موٹے کام کر کے دو وقت کی روٹی کا انتظام کرتا تھا...... ساتویں تک ہی تعلیم حاصل کر سکا تھا دبلا پتلا لمبا چھریرا بیس بائیس سال کا لڑکا تھا...... میں نے ایک دو بار ساس صاحبہ سے پوچھا بھی کہ آخر یہ فیصل کہیں باقاعدہ نوکری کیوں نہیں کر لیتا...... جس پر انہوں نے یہی بتایا کہ اس کے گھر والے نہ تو اس کے تعلیمی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں اور نہ ہی اب تک اس کا شناختی کارڈ ہی بنوایا ہے کہ اس کے لیے خاندان نمبر دینا ضروری ہے اور وہ لوگ جائداد کی وجہ سے ایسا کچھ کرنے سے گریزاں ہیں...... میں کیونکہ کم ہی سسرال جاتی تھی اس وجہ سے کبھی موقع نہیں ملا تھا کہ فیصل سے پوچھتی...... وہ ہر کام میں ماہر تھا...... پینٹ کروالو...... پلستر کروالو...... کارپینٹری میں بھی بہت ماہر...... غرض لوگوں کے ہاں صرف ایک وقت کے کھانے کے عوض وہ اچھے سے اچھا کام کر کے دے دیتا تھا۔ مگر پھر بھی اس کی حیثیت لوگوں کی نظروں میں بس...... ایک معمولی کام کرنے والے سے زیادہ نہیں تھی...... وہ سب محلے والوں کا کام ایک طرح سے محنت اور دل لگا کر کرتا مگر لوگوں کی نظروں میں وہ نوکر ہی تھا جبکہ ساس صاحبہ نے تو اس کے کھانے اور پینے کے برتن تک علیحدہ کر رکھے تھے۔ شکل صورت اور قد کاٹھ سے کسی طرح کا معمولی نوکر نہ لگتا بلکہ مجھے تو اس کے لیے نوکر کا لفظ استعمال کرنا ہی بڑا افسردہ کر دیا کرتا تھا۔

ہمارا گھر سسرال سے کافی دور تھا...... میں نے آج

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں

گھر بیٹھے

رسائل حاصل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت

باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 800 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 9,000 روپے

بقیہ ممالک کے لیے 8,000 روپے

آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔

یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے

بیرون ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔

رابطہ: ثمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C فیز II ایکسٹینشن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 021-35895313 فیکس: 021-35802551

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تک بس سے سفر نہیں کیا تھا اس لیے جب فیصل کافی بوجھل سے قدموں سے پہنچا تو معلوم چلا کہ اسے ہمارے گھر آتے، آتے تین بسیں بدلنا پڑیں اور دو سے ڈھائی گھنٹے سفر میں لگے...... میں شرمندہ، شرمندہ اصولاً تو مجھے اس کے لیے گاڑی بھجوانی چاہیے تھی یا پھر اسے رکشے کا کرایہ ہی دے کر آتی۔ بہر حال یہی سوچا کہ واپسی پر شوہر صاحب سے کہوں گی کہ تھوڑی دیر کے لیے ڈرائیور کو روک لیں...... تاکہ اسے واپسی پر آسانی رہے۔

وہ کمر باندھ کر گیلری میں کام سے لگ گیا تھا۔ کئی دنوں سے کبوتروں نے جو انڈے بچے دیے تھے اس سب سے گندگی کی صفائی...... جس کی صفائی کرنے سے ہماری بلڈنگ میں آنے والے آدمی نے صاف انکار کر دیا تھا...... اس نے تحمل سے سب پر ایک نظر ڈالی اور پھر مجھ سے صفائی کرنے کے لیے ڈٹرجنٹ، جھاڑو اور فنائل مانگا...... میں نے بھاگ، بھاگ کر سب کچھ لا کر گیلری میں ڈھیر کر دیا...... اب وہ دھڑ، دھڑ صفائی میں لگ گیا تھا۔ مجھے کچھ اور سمجھ نہیں آیا تو میں نے اس کے لیے جلدی سے پراٹھے اور آملیٹ بنا کر رکھ لیا...... ایک گھنٹے تک مسلسل خوب اچھی طرح سے صفائی کرنے کے بعد وہ گیلری کو چمکا کر مجھے آوازیں دے کر بلانے لگا...... اس کا ریڈیو ویسے ہی الاپے جا رہا تھا۔

میرے مزاج کے سب موسموں کا ساتھی ہو
کوئی تو ہو جو میری وحشتوں کا ساتھی ہو

میں گیلری کی اتنی نفاست سے کی گئی صفائی پر خوشی سے جھوم گئی...... اس نے ایک پرانی پڑی ہوئی پلاسٹک کی کرسی بھی دھو چمکا کر بڑے اہتمام سے ایسی جگہ رکھ دی تھی کہ بے پردگی نہ ہو اور گیلری میں بیٹھا بھی جا سکے...... اس نے مسکراتے ہوئے مجھے میرے بازو سے پکڑ کر کرسی پر بڑھا دیا۔

''دلیں...... بھابی...... یہ جگہ بالکل آپ پر سجتی ہے...... اب آپ اس کونے میں چھپی بیٹھ کر وقت کو گزرتے دیکھیں......''

''یہ کیا ہوا......؟'' میرا دل دو ایک بار اپنی ہی دھڑکن میں الجھ گیا تھا...... الفاظ......؟ کہاں گئے الفاظ...... کدھر کو جا چھپے......؟ جب بھی ان کی ضرورت ہوتی ہے کیوں میرے پاس سے رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ کتنی آسانی سے اس نے مجھے پہچان کر میری ہی سچائی کو مجھ سے ہی بیان کر دیا تھا...... اور میں...... شکریہ تک بھی نہ کہہ سکی...... میں بیٹھتے کے ساتھ ہی گھبرا کر کھڑی ہو گئی...... اور اس سے پہلے کہ وہ میرے بیٹھنے کی ضد کرتا میں گیلری سے نکل آئی...... تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی واپس آ گیا...... اور خاموشی سے باہر کی طرف جاتی ہوئی گلی میں کھڑا ہو گیا...... میں کچن سے ٹرے میں اس کے لیے پراٹھے اور آملیٹ لے کر نکلی تو وہ اپنے ریڈیو کے کان مروڑ رہا تھا...... میں نے ٹرے میز پر رکھ کر اسے آواز دی...... اور واپس کچن میں چائے بنانے چلی گئی...... اسی اثنا میں، مجھے یاد آیا کہ ایک دو دن پہلے برابر والوں کے ہاں سے باہر کی چاکلیٹ بھی تحفتاً آئیں تھیں...... میں نے فریج سے ایک دو چاکلیٹ بار نکال کر واپس لاؤنج کی طرف رخ کیا تو اسے میز کے پاس کھڑے پایا۔

''کیوں، کیا ہوا؟ کھاؤ ناں...... سوری بھئی میں دوپہر میں کھانا تو کھاتی نہیں...... اسی لیے تم کو یہ پیش کر سکتی ہوں...... ہاں رات تک رکو تو ہمارے ساتھ ہی کھانا کھا کر جانا...... بس اب تم کھانا شروع کرو جب تک میں چائے لے کر آتی ہوں۔'' میں نے مسکرا کر اس کے لیے ایک کرسی میز سے باہر نکال دی...... اب کی بار وہ گڑبڑا گیا۔

''بھابی...... میں اِدھر اس کرسی پر......'' اس کے ہکلانے پر مجھے احساس ہوا۔

''ہم م م...... اب کیا کروں...... میرے کچن میں چوکی نہیں ہے۔'' اب کی بار میں نے اس کو بازو سے پکڑ کر کرسی پر لا بٹھایا تھا۔ اچانک اس کا ریڈیو چلا اٹھا۔

''میں تیرے سنگ کیسے چلوں......'' اس نے جلدی سے ریڈیو کا کان مروڑ کر اسے بے آواز کر دیا...... اس کو میز کرسی پر بیٹھے کھاتے دیکھ کر جیسے میرے دل میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہیں کچھ بہت دھیما سا تیزی سے گزر گیا تھا......میں چائے لے کر آئی اور دوسری کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ اب کافی پُرسکون انداز میں کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ہر انداز میں نفاست اور صفائی چھلکی پڑتی تھی......چائے پیتے اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتے وقت کا احساس تک نہ ہوا......وہ ایک دو بار ہنسا......کسی بات پر......اور خوش دلی سے اپنے معمولات بتاتا رہا......اس کی واپسی کا وقت ہو چلا تھا۔ چائے پیتے ادھر ادھر کی گفتگو کرتے کرتے احساس تک نہیں ہوا......وہ ایک دو بار ہنسا کسی بات پر اور خوش دلی سے اپنے معمولات بتاتا رہا......اس کی واپسی کا وقت ہو چلا تھا......میں نے واپسی کے لیے اس کو رکشے کا کرایہ دینا چاہا تو وہ اکڑ گیا۔

''ارے تو جاؤ گے کیسے؟ بس سے تو میں بالکل اجازت نہیں دوں گی......ابھی اتنا کام کیا اور اب واپسی ہوتے، ہوتے رات ہو جائے گی......اتنی محنت کی ہے......کچھ تو خیال کرو......'' میں بالکل ہی... گڑگڑانے لگی تو وہ زیرِ لب فخریہ سا مسکرا اٹھا۔

''اچھا، اچھا بھئی......میں بس سے نہیں رکشے سے چلا جاؤں گا......بس......مگر آپ یہ ظلم نہیں کریں......یہ تو پھر کوئی بات ہی نہیں ہوئی ناں......بھابی......آخر کو آپ بھابی ہیں......'' یوں وہ چلا گیا۔

اگلے ہفتے ہمیں گھر میں کچھ رشتے داروں کی دعوت کا اہتمام کرنا تھا لہٰذا سسرال میں جانا نہیں ہو سکا......اور شوہر صاحب اتوار کے دن خود ہی صبح صبح دو چار گھنٹے کے لیے ہو کر آ گئے تھے اور مجھے گیلری میں بیٹھا دیکھ کر شوہر صاحب بھی گیلری میں ہی آ گئے۔

''اچھے وقت میں فیصل سے کام کروا لیا ورنہ......اب تو......''

''اب تو......کیا؟'' میں گھبرا گئی۔ شوہر صاحب نے غور سے مجھے دیکھا......اور اچانک ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

''سمجھ گیا......آخری بار آپ کے پاس ہی بھیجا تھا ناں فیصل کو......بس سمجھ گیا......اس بیچارے کے ساتھ تو یہی ہونا تھا......''

''ھم م م......'' میں بے چین سی ہو کر رہ گئی تھی۔ شوہر صاحب ہنسی پر قابو کرتے بتانے لگے۔

''بھئی فیصل کی تو کایا پلٹ ہی ہو گئی......سب سے پہلے تو اس نے ڈیمانڈ کرنی شروع کی کہ جب بھی اسے کھانا دیا جائے صاف ستھری پلیٹ میں اور گرم دیا جائے......ساتھ میں چائے بھی اچھی سی گرما گرم ملے......پھر ڈائننگ ٹیبل پر یا دسترخوان پر جیسے گھر کے باقی لوگ کھانا کھاتے ہیں ویسے ہی اسے بھی سب کے ساتھ کھانے میں شریک کیا جائے......رات گھر لے جانے کے لیے اسے باسی روٹی وغیرہ دی جاتی تھی......وہ بھی اس نے واپس کرنا شروع کر دی......اس کے چند دن بعد ہی وہ نکڑ کے قسائی کے پاس نوکر ہو گیا......اب صبح، صبح اٹھ کر قسائی کے ساتھ مل کر بکرے، گائے کا گوشت بیچتا ہے اور دوپہر میں ہوٹل سے گرما گرم کھانا منگوا کر کھاتا ہے اور رات میں دکان میں ہی سوتا ہے......اور معلوم ہوا ہے کہ اب رہائش کے لیے مکان اور اپنی دیکھ بھال کے لیے لڑکی بھی تلاش کر رہا ہے......آپ جیسے لوگوں کا تو یہی وتیرہ ہے خود تو کچھ کر نہیں پاتے جو دوسرے سیدھی لائن میں لگے نظر آتے ہیں ان کو بھی ڈانواں ڈول کر کے چل پڑتے ہیں......بیچارہ پورا محلہ اب پریشان ہے کہ سب کے گھر کے کتنے ہی کام پڑے رہ جاتے ہیں۔''

شوہر صاحب نے ایک دو اور طنز مار کر کمرے کی راہ لی اور میں فیصل کو قسائی کی دکان میں گوشت بناتے تولتے......ریڈیو پر میڈم نور جہاں کو الاپتے سوچنے لگی۔

''وہ میرے نام کی نسبت سے معتبر ٹھہرے......
میرے مزاج کے سب موسموں کا ساتھی ہو......''

گیلری سے زمانہ ویسا ہی بھاگتا......دوڑتا نظر آ رہا تھا۔ جیسے ایک منٹ کی دیر بھی نہ جانے کون سا طوفان لے آئے گی......میں اچانک مسکرا گئی......شاید زندگی میں پہلی بار میں نے وہی کر دکھایا......جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

مکمل ناول

بے مشروط محبت کے سنگ

ایک اچھوتے مگر حساس موضوع پر رفاقت جاوید کی خوب صورت تحریر

آمل بہار کی خوب صورت سہ پہر میں اپنے گھر کے ٹیرس کی ریلنگ پر دونوں بازو رکھے نیچے جھکا انوشہ کا محویت سے جائزہ لے رہا تھا۔ LUMS کی ہونہار... پُراعتماد طالبہ انوشہ آج کی نسل کی نمائندہ تھی۔ ٹائٹ جینز اور سیاہ سلیولیس ٹاپ میں اس کی دودھیا رنگت کچھ اور نمایاں تھی...... بازو سنہری دھوپ میں چمک رہے تھے۔ البتہ کھلے دراز بالوں نے اس کی پتلی کمر کی پردہ داری میں کمال کا کام کیا تھا۔ لان میں ایک طرف رکھی میز پر اس کی کتابیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

پھیلی ہوئی تھیں۔ سامنے ہی لان کے کونے میں اس کا پالتو کتا رنگ برنگے موسمی پھولوں پر اڑنے والی تتلیوں کے ساتھ اچھلتے کودتے ہوئے بہار کی شگفتگی کے مزے لوٹ رہا تھا۔ انوشہ کو یہ کتا جتنا پسند تھا، آمل کو اس سے اتنی ہی گھن آیا کرتی تھی۔ اس کے لٹکے ہوئے کان، لمبی تھوتنی، کھچڑی نما صاف ستھرے چمکتے ہوئے بالوں پر جب وہ ہاتھ پھیرتی اور اسے ”بیغو“ کہہ کر پکارتی تو اس کے لہجے میں دنیا بھر کا پیار سمٹ آیا کرتا...... اور آمل اس کی آواز سنتے ہی اس کی اس بے لوث محبت پر کھول اٹھتا...... لیکن وہ مجبور تھا۔ کیونکہ ڈیڑھ مہینہ پہلے ہی انوشہ کے والدین نے گراؤنڈ فلور پورشن ان سے رینٹ پر لیا تھا۔ اور انہوں نے اس آرام دہ اور صاف ستھرے پورشن کا کرایہ بھی منہ مانگا ادا کیا تھا...... اس کے والدین ڈاکٹر تھے۔ اور نہایت دیانت داری سے خدمتِ خلق کے فرائض ادا کر رہے تھے اور اپنے شعبے میں اچھی شہرت کے حامل تھے۔

آمل دو سال قبل انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن لندن سے بی بی اے کی ڈگری امتیازی پوزیشن میں حاصل کر کے اپنے وطن لوٹا تھا۔ شب و روز کی کاوش کے باوجود اسے کسی کمپنی نے ابھی تک جاب آفر نہیں کی تھی۔ جوں، جوں اس کی فرسٹریشن بڑھی، اس کی آوارہ گردی میں اضافہ ہوتا گیا۔ شہر بھر میں مٹر گشت سے دل بہلانا، اپنے جیسے جاب لیس دوستوں کی قربت میں بیٹھنا، راتوں کو دیر سے گھر واپس آنا، وہ بھی گھر کی چار دیواری پھلانگ کر دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے کی بالکنی کی کھلی کھڑکی سے اندر کود جانا...... یہ روز کا معمول تھا۔ عمر رسیدہ والدین جنہوں نے اپنے پانچ عدد بچوں کی ذمے داریوں کو رزقِ حلال سے نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا تھا۔ آمل کی بے روزگاری کے باوجود وہ طمانیت سے بھرپور زندگی گزار رہے تھے کیونکہ زندگی کے تجربات و مشاہدات نے ان کے ایمان کو اس قدر مستحکم بنا ڈالا تھا کہ مشکلیں ہی آسان ہو گئی تھیں۔

انوشہ اور آمل کا آمنا سامنا پورچ میں ہی اکثر ہوا کرتا تھا کیونکہ دونوں گھرانے کی گاڑیوں کے لیے یہی پورچ تھا اور داخلی راستہ بھی جدا نہ تھا۔ لیکن ابھی تک ان کا ایک دوسرے سے تعلق رسمی علیک سلیک تک ہی محدود تھا۔ جبکہ آمل اسے پہلی مرتبہ دیکھتے ہی اس کے حسن اور معصومیت کے فسوں میں کتنے ہی لمحے کھویا رہا...... وہ اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا، اس کے قریب ہونے کی کوشش کرتا مگر ہنوز کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ کتے نے اچھلتے کودتے اپنا منہ اوپر کیا اور آمل کو ریلنگ پر جھکے دیکھ کر ایک دم سے مزید اچھلنا اور بھونکنا شروع کر دیا...... انوشہ کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گئی اور اسے تھپکی دیتے ہوئے اوپر دیکھنے لگی...... آمل کو مسکراتا دیکھ کر وہ ندامت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

”آئی ایم سوری......“

”محترمہ اسے اتنا تو سکھا دیجیے کہ مالک اور چور میں فرق ہوتا ہے۔“ وہ شریر لہجے میں بولا۔

”جناب......! آپ اس سوال کا جواب دیجیے کہ آپ چوروں کی طرح اوپر کیوں چھپے ہوئے ہیں...... تاک جھانک کرنے سے جانور تو کیا انسان بھی دھوکا کھا جائے۔“ وہ بے ساختگی سے بولی...... تو وہ ایک دم حیرت میں آ گیا۔

”جب گھر کا رکھوالا کتا غیظ و غضب میں آ جائے تو اسے فوراً بند کر دینا چاہیے...... ورنہ یہ تو ایسی بے ہودہ نسل ہے کہ خاموش نہیں ہو گی۔ اور کم از کم مجھے تو پاگل کر دے گا یہ کم بخت...... ہر وقت بھونکنے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہیں......“ وہ نہایت بے رحمانہ لہجے میں بولا۔

”میرا بیغو تو کھلا رہے گا...... آزاد اور بے لگام...... بہتر ہو گا کہ آپ اپنے کمرے میں تشریف لے جائیں......“ وہ جارحانہ انداز میں بولی۔ ”بلکہ بہتر ہو گا کہ اپنا کمرا ہی بدل لیجیے...... آپ ڈسٹرب ہوں گے نہ ہم......“

”میرا خیال ہے کہ ہمیں معاملہ فہمی سے کام لینا چاہیے۔“ وہ چیں بہ جبیں ہونے لگا تو انوشہ کے لبوں پر شگفتہ مسکان نے ڈیرے جما لیے...... وہ ریلنگ کے ساتھ لگ کر کھڑا رہا اور انہماک سے انوشہ کا سراپا تکنے لگا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

....وہ ایک دم سے سنجیدہ ہو گئی تھی۔

''لگتا ہے آپ کو جنون کی حد تک اس سے لگاؤ ہے۔'' وہ اپنی شرمندگی کو مٹانے کی کوشش کرنے لگا...... کیونکہ یہ سچ ہی تو تھا کہ اس کی چوری رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی۔

''آئندہ کے لیے میری ایک بات یاد رکھیے گا کہ آپ میرے بیٹو کو آج کل کے نوجوانوں سے کہیں زیادہ عقلمند اور مردم شناس پائیں گے۔ اگر اگلی بار اس نے آپ کی چوری پکڑلی تو میرا فرمانبردار بچہ آپ کو وہ سبق سکھائے گا کہ آپ تاحیات فراموش نہیں کر پائیں گے۔'' وہ اسے کٹیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سختی سے بولی۔

''محترمہ مجھے آپ یہ بتائیں کہ میں چور کیسے ہوگیا......؟ میں اپنے پورشن کی چھت پر گھٹنوں کھڑا رہوں...... چاہے یہاں چارپائی ڈال کر رات گزاروں...... اس پر میرا حق ہے جیسے لان میں آپ کی جو مرضی کریں...... میں اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہوں...... آپ بھی ذرا اپنا رویہ درست کرلیجیے...... تمام مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے اور پلیز مائنڈ مت کیجیے گا...... آخر ہم نے اسی گھر میں مل جل کر صلح واتفاق سے رہ کر اپنے اس خوب صورت وقت کو یادگار بنانا ہے۔''

''یادگار، خوب صورت، مل جل کر صلح و اتفاق سے......'' وہ بوکھلاہٹ میں بڑبڑاتی ہوئی کرسی پر جا بیٹھی۔ کتا بھی خاموشی سے کھیل میں مگن ہوگیا۔

''نک چڑھی، بدتمیز، بے لحاظ، شکل پر جاؤ تو لگتا ہے جیسے جنت کی معصوم حور ہو...... اور جیسے اس کے منہ میں زبان کی جگہ مصری کی ڈلی فٹ ہو...... مزاج کو پرکھو تو زہر سے بھری ہوئی، ناقابلِ اصلاح و ناقابلِ برداشت لڑکی......'' وہ بڑبڑاتا ہوا ریلنگ سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد انوشہ نے مڑ کر اوپر دیکھا تو اس کے چہرے پر فتح مندی کی پرچھائیاں لہرائیں۔ اس کے برعکس والدین کا سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا آمل اپنی توہین محسوس کرتے ہوئے ہاتھوں کو رگڑتے ہوئے اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

''آج کمرا بدلہ لینے کا حکم صادر کررہی ہے۔ کل گھر چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے گی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مجھے اکڑ اور نخرے دکھائے، ہونہہ......'' وہ سخت بیزار تھا۔

☆☆☆

''ممی کیا آپ کو اس کی خبر تھی کہ ہمارے لینڈ لارڈ کا ایک عدد آوارہ اور نکما بیٹا بھی ان کے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہے؟'' انوشہ نے کئی راتیں کھلی آنکھوں میں گزارنے کے بعد اپنی ماں صفیہ سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا ہمیں علم تھا مگر چاہے ان کا ایک بیٹا ہو چاہے دس...... ہمیں ان سے کیا لینا دینا...... پورچ میں چار گاڑیاں بیک وقت پارک ہوسکتی ہیں۔ دو گاڑیاں ان کی اور دو ہماری...... اور پورچ سے ہی سیڑھی فرسٹ فلور کی طرف نکل جاتی ہے۔ میرا خیال کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ ہمارے درمیان کسی قسم کے مسائل حائل نہیں ہوں گے...... چھوٹی سی فیملی ہماری اور چھوٹی سی ان کی...... ہیں بھی عمر رسیدہ...... بے حد سلجھے ہوئے، شریف لوگ...... اور دونوں ہی مختلف بیماریوں کے شکار...... ہم نے تو فیصلہ کرلیا ہے کہ جب تک ہمارا اپنا گھر مکمل نہیں ہوجاتا ہم اسی گھر میں رہیں گے۔'' صفیہ مستحکم لہجے میں بولیں۔ ''بہت پُرسکون ماحول ہے یہاں کا...... کم از کم ہمیں تمہاری فکر نہیں رہی......''

''آپ نے درست کہا ہے لیکن مجھے ان کا بیٹا ایک آنکھ نہیں بھایا...... اول درجے کا دھوکے باز اور جھوٹا ہے...... آدھی رات کو دیوار پھلانگ کر گھر میں بالکونی سے داخل ہوتا ہے۔ جس اولاد نے ماں، باپ کے ساتھ ایسی فریب کاری سے کام لیا...... اس کے کردار کا آپ خود اندازہ لگاسکتی ہیں......'' وہ ذہنی رد و کد ... میں بولی۔

''بیٹا، ہم یہاں کسی کو سدھارنے نہیں آئے۔ ان کے اپنے ذاتی مسائل ہیں۔ ہمیں ان میں دخل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ بس تم اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو......'' وہ نرماہٹ سے بولیں ''اگلا سمسٹر کب شروع ہو رہا ہے؟''

''اس سمسٹر میں جی پی اے درست ہوا تو پھر اگلے کے بارے میں سوچوں گی۔'' وہ متذبذب لہجے میں بولی۔

''دراصل نیا گھر، نئی جگہ اور نئے سیٹ اپ کی وجہ سے پڑھائی کو کوالٹی ٹائم نہیں دے سکی۔''

''بیٹا تھوڑا سا اور صبر و حوصلہ کرلو...... سال بھر میں میری جانِ من کا بنگلا تیار ہو جائے گا۔'' ماں نے اسے پچکارتے ہوئے کہا تو وہ ہلکے سے مسکرا کر لاؤنج سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''اللہ تیرا شکر......'' وہ چھت کی طرف دیکھ کر تشکرانہ انداز میں بولی۔

''اس وقت یہاں شانتی، کا دور دورہ ہے۔'' یک دم ٹریڈمل کی آواز کی گھوں، گھوں شروع ہوئی۔ اور ساتھ بلند آواز انگلش میوزک جس نے اس کا جینا حرام کر دیا تھا...... اس کے اوپر والا کمرا آمل کا تھا...... شام تک وہ خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتا اور اس کے بعد اس کے دن کا آغاز اور انوشہ کے دن کا اختتام ہوتا تھا۔

وہ یونی سے تھکی ہاری واپس آکر کچھ کھائے پیے بغیر ہی بستر پر آڑھی ترچھی گر جاتی۔ اور بہت جلد وہ نیند کی وادیوں کی سیر کرنے لگتی...... ایک گھنٹے کے آرام کے بعد وہ اپنے والدین کے ساتھ گپ شپ لگاتی اور رات کے کھانے کے بعد کمرے میں آجاتی، یہ اس کی کئی سالوں کی روٹین تھی لیکن جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی۔ اس کے آرام اور پڑھنے کی روٹین کو کسی کی ایسی... بدعا لگی.... اوپر کے کمرے میں ہونے والی تمام تر ایکٹوٹیز اس کے گھر پہنچتے ہی شروع ہو جایا کرتیں۔

رات کو جب انوشہ اپنی پڑھائی اور ٹی وی دیکھنے سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹتی تو...... آمل چھپتا چھپاتا گھر آتا...... اور اپنی مرضی کے مطابق وہ اپنے کمرے کے فرش یعنی انوشہ کی چھت پر خود ہی بیٹ بال کھیلتا اور ساتھ اپنی خوب صورت آواز میں گانا بھی گایا کرتا تھا۔ جسے وہ انہماک سے سنتے ہوئے کوستی بھی جاتی۔ انوشہ ایک مہینے میں ہی اس کی اس روٹین سے اس قدر تنگ آچکی تھی کہ اس کا دل چاہتا تھا کہ یہاں سے فوراً بھاگ جائے یا آمل کا سر پھاڑ دے...... آج کی معمولی سی ناکام کوشش پر اس کے اعصاب مشتعل ہونے لگے تھے۔ لیکن تقاضائے.... وقت کو مدِنظر رکھ کر وہ ماں کو اپنی بے آرامی، دردسری اور پریشانی کو کھل کر بیان کرنے کے بجائے حسبِ عادت خاموش رہی۔ وہ اس وقت حیران و پریشان سر تھامے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی...... یہ اس کی بہت پارینہ سی عادت تھی کہ کسی بات پر تبصرہ اور قیل و قال زیادہ دیر تک کرنے سے قاصر رہتی...... کئی بار پورچ میں ان کی مڈبھیڑ بھی ہوئی۔ لیکن انوشہ کے چہرے پر ناگواری اور خفگی کے آثار تو ہویدا ہوتے تھے۔ مگر زبان گنگ رہتی......

ایک روشن صبح یونی جانے کے لیے تیار ہو کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھی تو گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وائپر کے نیچے گلاب کی ادھ کھلی کلی اور ٹہنی پر لپٹا ہوا کاغذ کا ٹکڑا دیکھ کر اس کی آنکھیں سکڑیں اور پھر پھیل گئیں...... بڑبڑاتے ہوئے وہ باہر نکلی۔ کسی قسم کا اعتراض یا غصہ نہ کرنے کا آخر نتیجہ سامنے آ ہی گیا۔

''یہ اسی نامراد کی کوئی نئی چال ہے۔'' اس نے کلی کو ٹہنی سے پکڑ کر کاغذ کے ٹکڑے پر موبائل نمبر دیکھ کر پورے زور سے ٹہنی کو گیٹ سے باہر پھینک دیا اور گاڑی میں بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لیے حواس باختہ سی ہو کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ اس کے چہرے کی لالی، زردی میں بدل چکی تھی...... جب وہ سنبھلی تو آنسو اس کے رخساروں کو بھگونے لگے۔ سر پھٹتا ہوا اور جسم لرزتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ گاڑی سے باہر نکلی اور چابی نکالے بغیر ہی گھر کے اندر آ گئی۔

''یہ خود کو سمجھتا کیا ہے...... آوارہ، بدکردار اور دھوکے باز......'' اپنے کمرے میں پہنچ کر اس کی آئینے پر نظر پڑی تو گھبراہٹ و بے چینی کا ابال مزید بڑھ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ آنکھیں بند کر کے اپنے بیڈ پر گر گئی۔ باہر کتے نے جو بھونکنا شروع کیا تو آمل کے کمرے سے کھڑکی کے زور سے بند کرنے کی آواز اس قدر چونکا دینے والی تھی کہ وہ چیخ کر اٹھ بیٹھی۔ جیسے زلزلے کے جھٹکے اس کے کمرے اور کھڑکی نے بھی محسوس کیے ہوں۔

”یہ انسان پاگل ہے یا بہت ہی شاطر و چالباز ہے کہ ہر وقت میرے ذہن پر کسی آسیب کی طرح سوار رہنے لگا ہے۔ میں تو پاگل اور وہ صحت یاب ہو جائے گا۔“ یک دم کتے کی بھونکنے کی آواز بدلی...... جیسے وہ کسی تکلیف میں رو رہا ہو...... وہ فکر مندی اور بے تابی سے بیڈ سے نیچے اتر کر کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر دیکھنے لگی۔ کتا زمین پر سر رکھے تڑپ رہا تھا اور کرکٹ بال اس کے قریب پڑی ہوئی تھی...... وہ تیزی سے ملازم کو آوازیں دیتی ہوئی باہر بھاگ گئی...... کتے کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس نے آمل کے کمرے کی طرف سر اٹھا کر چیخنے کی کوشش کی۔ مگر آواز اندر ہی دب گئی۔

”میرا بیضو مر گیا تو تجھے پھانسی پر لٹکا دوں گی ظالم انسان...... تمہارے سینے میں دل کی جگہ پتھر فٹ ہے۔“

”چھوٹی بی بی......! بیضو ٹھیک ٹھاک ہے، اس کا ابھی ڈاکٹر سے چیک اپ بھی کروا لیتے ہیں۔ فکر کی بات نہیں لگ رہی۔ یہ دیکھیں کیسے پیار سے آپ کا بازو چاٹنے لگا ہے...... میں ابھی اس کے لیے دودھ لاتا ہوں۔“

”ہاں چاچا، تم ٹھیک کہتے ہو...... میرا بیضو آج جان سے بچ گیا۔ اوپر جاؤ، آنٹی کو ان کے صاحبزادے کی یہ ظالمانہ حرکت بتاؤ...... کہ اگر یہ ان کا آوارہ لڑکا راتیں سڑکوں پر گزارنے سے باز آ جائے تو تمام مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔“ وہ بیضو کو پیار کرتے ہوئے بولی۔ ”اس کے دماغ میں بے روزگاری کے شیطان نے گھروندا بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس پر رحم کرے۔“ وہ اب منہ ہی منہ میں بول رہی تھی۔

”بی بی جی......! صاحب کی طبیعت کچھ درست نہیں رہتی...... ہمارے ڈاکٹر صاحب اسپتال جانے سے پہلے انہیں ضرور دیکھنے جاتے ہیں۔ بیٹے کی شکایت سن کر وہ مزید پریشان ہو جائیں گے۔ ویسے آمل صاحب انسان تو بہت اچھے ہیں، یہاں کے تمام ملازموں کے دوست اور ہمدرد......“ وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا۔ ”میں سمجھا دوں گا انہیں...... اگر آپ کو مناسب لگے تو ان سے بات کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے زندگی سے سیکھا ہے کہ شکایت یا گلہ کرنے سے بنی بنائی بھی بگڑ جاتی ہے۔“

”میں تو ایسے بے ہودہ انسان کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ بات کرنا تو درکنار...... چاچا آپ بھی اس پاگل اور بے عزت انسان کو منہ نہ لگائیں...... جیسے تیسے ہمیں یہاں ایک سال تو گزارنا ہی پڑے گا...... صلح و اتفاق میں گزر جاتا تو بہتر ہوتا......“ وہ آہ بھر کر بولی تو ملازم بیضو کے لیے دودھ لینے چلا گیا۔

انوشہ نے غصے و نفرت سے بالکونی کی طرف دیکھا...... وہاں آمل کو کھڑا دیکھ کر وہ کھول ہی گئی۔

”آپ جیسا بے حس انسان میں نے اپنی زندگی میں آج تک نہیں دیکھا...... اس بے زبان پر اس قدر تشدد جبکہ بیضو بے مقصد نہیں بھونکتا...... اپنی ڈیوٹی نہایت خوش اسلوبی سے نبھاتا ہے۔ مجھے آج آپ کی ذہنیت پر بہت افسوس ہوا ہے۔“ وہ تاسف بھرے لہجے میں بولی۔

”آئی ایم سوری...... اسے تکلیف پہنچانا میرا مقصد نہیں تھا۔ ذرا نشانہ چوک گیا۔“ وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لیے گلا کھنکھارنے لگا وہ خاموشی سے بیضو کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہی۔

”مجھے ہم دونوں کے ہم عمر ہونے کا ادراک ہوا ہے۔ اور لگتا ہے کہ ہم بنے بھی ایک ہی طرح سے ہیں کہ ہم دونوں میں ہی برداشت کا مادہ کم ہے...... ہم ایک دوسرے کی غلطی کو درگزر کرنے کے بجائے ہر وقت جرم کی یاد دہانی کرانے سے باز نہیں آتے۔ چپقلش کو دوستی کا روپ دینے سے ہم کتراتے ہیں۔ ہم دونوں اپنی، اپنی جبلت کی اسیری میں زندگی گزارنے کو رہائی و آزادی کا نام دیتے ہیں۔“ یہ سنتے ہی انوشہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کی پیشانی کی رگ پھڑکی۔

''آگے بولیے.....خاموش کیوں ہو گئے؟''

اس نے یکا یک درشتگی اور بیزاری سے کہا۔

''مجھے بھی ایک سوال کا جواب چاہیے۔آپ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار کیوں رہتی ہیں۔ اس عمر میں پیشانی پر ابھرتی ہوئی لکیر جو ٹینشن کی غمازی کرتی ہے..... چہرے پر ناموزوں سی خاموشی اور آنکھوں میں نفرت و حقارت کے لہراتے سائے یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے اور کب سے ہے؟'' آمل نے شرارتی بچے کی طرح دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''جب سے اس جہنم میں قدم رکھا ہے۔تم واحد شخص ہو، بدتمیز چرب زبان اور بے ہودہ..... جو مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی جرأت کر رہا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ میں فطرتاً تمہاری جیسی لگوں..... ایسی خوش فہمیوں سے نکل آئیں جناب..... اور اپنی چالوں کو خیر باد کہہ کر میری ذاتی زندگی میں جھانکنا چھوڑ دیجیے۔ برخوردار..... اور نوکری تلاش کرنے میں اپنا وقت صرف کیجیے..... جانتے ہو کہ تم اس معاشرے میں اِک سرطان کی طرح ہو.....'' اس نے سختی سے کہا اور وہاں سے فوراً ہٹ گئی۔

☆☆☆

''میں بے روزگار کیا ہوا کہ سرطان کے خطاب سے نوازا گیا۔'' وہ زچ ہوا۔ ''کرایے دار ہیں وہ ہمارے۔ میں آج چاہوں تو اسے پکڑ کر باہر نکال دوں..... کیا بگاڑ لیں گے میرا.....'' اس نے نفرت و حقارت سے سوچتے ہوئے اپنی گاڑی اس کی گاڑی کے ساتھ جوڑ کر پارک کر دی..... ''اب دیکھتا ہوں کہ محترمہ مابدولت سے بات کرنے پر مجبور ہوتی ہیں کہ نہیں..... ناممکن کو ممکن تک لانے کے لیے صبر و تحمل کی نہیں بلکہ ذاتیات پر حملے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اس کی نظروں میں اپنے لیے ناپسندیدگی محسوس کرتا ہوں..... پھر اس کی حرکات و سکنات میں پرلے درجے کی بے پروائی اور بے توجہی مجھے مٹی کا ذرہ بنا دیتی ہے۔ یہاں ہم تو خود کو بے حد دھماکا خیز جوان سمجھتے ہیں..... اس نے تو زیرو ہی کر دیا۔'' وہ بیک ویو مرر میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے بڑبڑایا..... اسی لمحے ڈاکٹر صاحب کی آواز پر چونکا.....

''برخوردار، ذرا گاڑی کو ریورس کیجیے اور پھر سوچ سمجھ کر پارک کیجیے..... اگر مسئلہ ہے تو انوشہ پارک کیے دیتی ہے اس کی ڈرائیونگ کا جواب نہیں.....''

''جی، جی.....'' وہ منمنایا..... ''شاید میں کسی سوچ میں تھا۔''

''ڈرائیور وہی بہترین ہوتا ہے جو ہر طرح کی سوچ و فکر میں بھی غلطی نہ کرے..... انسان کا ذہن تو الٹی سیدھی سوچوں میں الجھا ہوا ہوتا ہے۔ ہمیں اسی کے سنگ اپنی زندگی کی گاڑی چلانی ہے ناں.....'' وہ اپنائیت بھرے لہجے میں بولے۔ ''تم ابھی پریکٹیکل لائف سے کوسوں دور ہو..... بیٹا، تمہارا قصور نہیں..... بے کاری اور بے روزگاری انسان کو ڈل کر دیتی ہے..... ذہنی اور جسمانی طور پر انسان کو خبر تک نہیں ہوتی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔''

''جی..... آپ نے درست فرمایا.....'' وہ سر اثبات میں ہلا کر مؤدبانہ انداز میں بولا۔

''بیٹا جب تک جاب نہیں ملتی..... ماسٹرز کرلو..... تعلیم ایسی دولت ہے۔ جو زندگی کے کسی مقام پر رائگاں نہیں جاتی..... بلکہ اس کا تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔'' وہ نرماہٹ سے بولے۔

''جی.....'' وہ مختصراً بولا اور گاڑی ریورس کرنے لگا۔ ''نصیحتوں، فضیحتوں اور اندیشوں و سوسوں کا پلڑا کھول کر میرے سامنے رکھ دیا.....'' آخر انوشہ بیٹی تو اسی چرب زبان باپ کی ہی ہے ناں..... ہمیں ایسے اجڈ، کھردرے اور خود کو عقلِ کُل سمجھنے والے کرایے دار آج تک نہیں ملے تھے۔ یہ فیملی کچھ نرالی اور عجیب ہی ہے۔''

ڈاکٹر صاحب نے انوشہ کی گاڑی کے پیچھے پارک کی ہوئی سرف جیپ کو گیٹ سے باہر نکالا اور یہ جا وہ جا ہو گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آمل نے اپنی گاڑی شانِ بے نیازی سے انوشہ کی گاڑی کے عین پیچھے پارک کر دی۔

''چلو ڈاکٹر تو نائٹ شفٹ کے لیے جا چکے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحبہ اپنی نائٹ شفٹ کے بعد ابھی تک بے ہوش پڑی ہوں گی...... ''انوشہ کا پروگرام فلم دیکھنے کا ہے۔'' اگر تو ملازم کی یہ انفارمیشن درست ثابت ہوئی تو پھر آئے گا مزہ...... آج اس مغرور حسینہ کو ناک سے چنے نہ چبوا دیے تو میرا نام آمل نہیں...... الو کا...... ہوگا......''

وہ دانت پیستے ہوئے بولا تو ایک تسلی بخش مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی...... جس میں غصے کی ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی بلکہ شرارت کی چنگاریاں اس کی آنکھوں سے پھوٹ رہی تھیں۔

''ویسے اسے تنگ کرنے کی کوئی تو وجہ ہوگی؟'' وہ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا سوچنے لگا...... '' دراصل بات یہاں آ کر اختتام پزیر ہوتی ہے کہ جب چھاچھ سے مکھن نکالنا ہو تو وہ سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلتا...... انگلیوں کو خم دینا ہی پڑتا ہے۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ انوشہ مجھے پہلی نظر میں بھا گئی تھی جبکہ میں اسے نکما، آوارہ اور فریبی لگا اور وہ میری پسندیدگی کو سمجھنے کے بجائے مجھ سے بات، بات پر الجھنے لگی۔''

''نہیں آمل تم سراسر غلط کہہ رہے ہو۔ جب وہ تمہیں نظر انداز کرتی ہے تو تم اس سے الجھ جاتے ہو...... بچگانہ حرکتوں سے اسے تنگ کرنے لگتے ہو...... جب اس کی برداشت ختم ہو جاتی ہے تو پھر بالآخر وہ بول اٹھتی ہے۔'' اس کے اندر سے جیسے کوئی بولا۔

''اسی میں تو میری انجوائے منٹ ہے۔'' وہ خود کلامی کرتا رہا اور مسکراتے ہوئے انوشہ کا انتظار کرنے لگا۔

اس نے گلاب کا پھول توڑا اور ٹہنی پر کاغذ لپیٹا...... اپنا موبائل نمبر لکھ کر اس کی گاڑی کے دروازے کے ہینڈل کے ساتھ چسپاں کر کے مین ڈور کی جانب بے چینی سے دیکھا۔ کچن کے دروازے سے خانساماں اپنے ہاتھ ایپرن سے صاف کرتا ہوا اسی کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔

خواہشات

یہ ایک ''غار'' ہے ایک ''کنواں'' ہے ایک ''سمندر'' ہے یا یوں سمجھ لیں ایک ''موٹی چھلنی'' ہے جس میں ان گنت بے شمار چھید ہے۔ ایک چھید سے کوئی شے گری کہ اس کی جگہ دوسری شے نکلتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے

بندے کی ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو دوسری سر ابھارنے لگتی ہے نہ اس کا کوئی کنارہ ہے نہ ہی کوئی منزل، نہ کوئی حد......

انسان کی بے قرار و بے چین طبیعت میں سکون ہے نہ اکتفا نہ شکر...... کہیں خواہشات کے انبار لگے ہوئے ہیں، انسان پہلی خواہش کو پورا ہوتا دیکھ کر بے صبری اور لالچی فطرت کے پیش نظر فوراً دوسری خواہش کا اظہار کر دیتا ہے اور کبھی کہیں کوئی بد نصیب...... ایک چھوٹی سی خواہش کے حصول میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس امید کی نذر کر دیتا ہے جس میں شاید کی گردان ہوتی ہے کہ شاید اب میری خواہش پوری ہو اسی امید اور شاید کے درمیان وہ اپنی زندگی سے نبرد آزما رہتا ہے اور کوئی تھک کر نامراد اس دنیا سے رختِ سفر باندھ لیتا ہے۔

یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جسے سکوت ہے نہ جمود...... اس کا سفر ازل سے ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔

از: مسز نگہت غفار، کراچی

قابلِ غور

☆ میرے رب کا فرمان ہے...... کسی کو تکلیف دے کر مجھ سے اپنی خوشیوں کی دعا مت کرنا لیکن...... اگر کسی کو ایک بھی خوشی دیتے ہو تو اپنی تکالیف کی فکر مت کرنا۔

☆ میری قدرت کے مظاہر پر غور کرو، فکر کرو پھر تم کسی کے عیبوں پر غور کرنا چھوڑ دو گے۔

مطالبِ قرآن

مرسلہ: نگینہ ضیا بنگش، کیماڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"صاحب جی......! آپ اپنی گاڑی پیچھے سے ہٹا لیجیے...... بی بی جی یونیورسٹی جانا چاہ رہی ہیں۔"

"ارے بدھو اس وقت اس نوابزادی کے لیے کون سی یونیورسٹی کے دروازے کھولے گئے ہیں۔ ذرا پوچھ کر بتاؤ......" وہ شریر لہجے میں بولا تو خانساماں اپنی عزت بچاتا ہوا وہاں سے واپس کچن میں چلا گیا۔

آمل نے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتے ہوئے گنگنانا شروع کر دیا...... بالکل ایک آوارہ گلی کے چھوکرے کی طرح...... صرف سگریٹ کی کمی تھی، وہ بھی پوری ہو جاتی اگر آمل کو سگریٹ نوشی سے سروکار ہوتا۔

وہ کافی دیر تک پورے اعتماد و مکمل احتیاط اور پورے جوش و ولولے کے ساتھ گاڑی سے ٹیک لگائے گنگناتے ہوئے اس کا انتظار کرتا رہا۔ آخر تنگ آ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ابھی اس نے پہلی سیڑھی پر قدم ہی رکھا تھا کہ انوشہ نے مین ڈور کھولا اور تیزی سے باہر نکل کر قدرے خوش مزاجی سے بولی۔

"جناب اپنی گاڑی کی چابی مجھے تھما دیجیے...... اس خوش فہمی میں مت رہیے گا کہ میں آپ کی گاڑی نکال کر سائڈ پارک کر دوں گی......"

"محترمہ...... تو پھر چابی لینے کا مقصد سمجھا دیجیے......" وہ چابی اس کی طرف بڑھا کر بولا۔ "گاڑی پارک کرنا آتی بھی ہے کہ نہیں...... کہیں ادھر اُدھر مار کر اسے زخمی مت کر دیجیے گا...... ورنہ بھاری جرمانہ دینا پڑے گا۔"

انوشہ نے اس کے ہاتھ سے چابی پکڑی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کرتی ہوئی گیٹ سے باہر لے گئی...... اور سڑک کے درمیان کھڑی کر کے گاڑی کو لاک کیا اور پھر اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔

"چابی تو دیجیے...... یہ کیا بدتمیزی ہے؟ سڑک کے درمیان گاڑی پارک کرنے کا انجام جانتی ہو کہ نہیں......" وہ چیخ کر بولا۔ اسے چند سیکنڈ لگے تھے آپ سے تم تک آتے ہوئے۔" اس وقت ٹریفک پولیس سائرن سے اپنی موجودگی کا پیغام دے رہی...... کیا تم نے سنا نہیں؟"

"تم اپنے بارے میں بھی بتاؤ کہ میری گاڑی کے عین پیچھے پارک کرنے کی سزا کا علم ہے کہ نہیں...... تو...... آج پولیس ہی تم سے حساب کتاب کرے گی جناب......" وہ قہقہہ لگا کر بولی تو آمل جل کر راکھ ہو گیا...... انوشہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے برہمی سے بولی۔

"بہت نامعقول انسان ہو تم...... اور یاد رکھنا کہ آئندہ تمہیں اس پورشن کا کرایہ بھی نہیں ملے گا اور ہم یہ زندگی بھر خالی بھی نہیں کریں گے۔ اسی غرور و تکبر کے بل بوتے پر تم کبھی تاک جھانک تو کبھی میرے بیغو کو گالیاں دیتے ہو۔ تم بھلا کیا جانو...... بیغو کی اہمیت و حیثیت کو......" اس نے اس کی طرف نخوت سے دیکھ کر گاڑی کا شیشہ چڑھایا اور تیزی سے گاڑی ریورس کر کے باہر نکل گئی...... آمل بھاگتے کے سے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ ہانک لگائی...... زور سے آواز دی...... لیکن انوشہ نے ایک نہ سنی...... وہ ہاتھ ہلاتی بائے، بائے کہتی ہوئی پل میں غائب ہو گئی۔

"او مائی گاڈ......! کس قدر نامعقول لڑکی...... میری بلی مجھے ہی میاؤں...... صبح ہی انہیں گھر خالی کرنے کا نوٹس مل جائے گا...... یہ بھی کیا یاد کرے گی کہ کس سے پالا پڑا ہے۔" وہ خود کلامی کرتا ہوا تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

گاڑی کی ڈوپلیکیٹ چابی ہر دراز میں ڈھونڈنے کے باوجود بھی نہ ملی۔

"ویسے سوچنے کا مقام ہے کہ ہم ایک دوسرے سے الجھ کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔" وہ سوچتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگا...... تو ماں کی آواز پر رک گیا۔

"بیٹا مسئلہ کیا ہے؟ کبھی اوپر کبھی نیچے...... کبھی ایک کمرے میں کبھی دوسرے کمرے میں...... بولو کیوں پریشان ہو......؟"

"امی، گاڑی کی چابی کہیں کھو گئی ہے۔ دوسری مل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں رہی...... اگر آپ کو علم ہو تو......'' وہ جھوٹ بولتے ہوئے قدرے ہچکچایا۔

''ماں سے جھوٹ چھپانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ سچ سچ بتاؤ کہ گاڑی سڑک کے درمیان کیوں کھڑی ہے؟'' وہ خفگی سے بولیں۔

''امی...... !اس بار کرائے دار......''

''بہت ہی اچھے، نیک اور ہمدرد ملے ہیں......''
ماں نے فوراً اس کی بات اچک لی۔

''بالکل ہی تھرڈ کلاس...... اس مرتبہ آپ دھوکا کھا گئیں۔'' وہ بھویں چڑھا کر بولا۔ ''ان لوگوں کا تعلق قبضہ گروپ سے ہے۔ اگر آپ نے انہیں جلد از جلد یہاں سے رخصت نہ کیا تو آپ خود بنگلے سے کوچ کرنے کی تیاری کر لیجیے......''

''بیٹا...... کیسی عجیب ہانکے جا رہے ہو......'' وہ بے پروائی سے بولیں اور مین ڈور کی طرف بڑھ گئیں۔

''سب جانتی ہوں اس عمر کی رمزیں...... جب دیکھو دونوں ایک دوسرے سے نالاں اور الجھے ہوئے...... قصور اس فرصت کا ہے کہ آمل کا دماغ چل گیا ہے۔ اگر یہ انوشہ کے ساتھ ایسا ہی روڈ سلوک روا رکھے گا تو ڈاکٹر صاحب ہمارے نوٹس سے پہلے ہی گھر چھوڑ جائیں گے۔'' وہ کمرے میں پہنچ کر دراز میں ہاتھ مارنے لگیں...... گاڑی کی چابی لے کر سیڑھیوں کی طرف بڑھیں۔ لیکن اس کی گاڑی ماں سے باتیں کرنے کے دوران ہی پولیس نے فورک لفٹر کے ذریعے اٹھالی تھی۔

آمل نے سیڑھیاں اتر کر ماں کی طرف مڑ کر دیکھا...... بلب کی روشنی میں اسے چابی نظر آ گئی...... دل ہی دل میں شکرانہ بجالایا اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا ماں کے قریب کھڑا ہو کر ہاتھ بڑھا کر بولا۔

''امی جلدی سے چابی دیجیے...... کوئی سر پھرا میری گاڑی کو پیچھے سے ایسی زبردست ٹکر لگائے گا کہ مہینے کا کرایہ تو اس پر قربان ہو جائے گا...... اگر پولیس کے ہتھے چڑھ گئی تو ہفتہ بھر وہ عیاشی کریں گے اور ہم سے جرمانہ بھی وصول کرلیں گے...... ہمیں مجبوراً یہ سب کچھ کرنا پڑے گا......'' ماں اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائیں۔

''آمل باز آ جاؤ...... انوشہ سے چھیڑ خانیاں اور بدتمیزیاں کرنا چھوڑ دو...... میں اس کا مطلب خوب جانتی ہوں۔ تم ماں کی چھٹی حس کو نہیں پہچانتے...... میرے بچے تم میرے جسم کا حصہ ہو، مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے......'' آمل نے سراسیمگی سے ماں کی طرف دیکھا۔

''دراصل انٹرنس اور پورچ کامن ہونے کی وجہ سے کچھ مسائل نے جنم ضرور لیا ہے۔ مگر یہ لڑکی بہت بے وقوف اور لڑاکا ہے امی! اس کے پاس سے گزرو بھی تو خواہ مخواہ ہنگامہ کھڑا کر دیتی ہے۔ غلطی سے اس پر نظر پڑ جائے تو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہتی ہے۔ نگاہیں نیچی اور زبان پر قابو رکھنا سیکھو...... ورنہ تم پر بیفو چھوڑ دوں گی...... مجھے تو یہ لڑکی پاگل ہی لگتی ہے اور اوپر سے سونے پر سہاگا کہ والدین کے بے جا لاڈ پیار نے اسے ایک کوڑی کا بھی نہیں چھوڑا۔'' وہ غصے سے بولا۔ ''جس گھر جائے گی اسے تو جہنم بنا ڈالے گی اور اس کا شوہر خودکشی سے ہی اپنی جان اس سے چھڑائے گا۔''

''تم اپنا راستہ ناپو آمل...... جن کی یہ اولاد ہے وہی جانیں، تم میری التجا سن لو کہ اس سے دور رہا کرو...... بہتری اسی میں ہے کہ تم دونوں کا آمنا سامنا نہیں ہونا چاہیے...... اب جاؤ اور اپنی گاڑی ایک سائڈ میں پارک کر دو...... اور خبردار جو آئندہ کوئی غلط حرکت کی۔'' ماں نے اسے ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا اور مین ڈور کی طرف بڑھ گئیں۔

''امی بھی کمال کی خاتون ہیں، دوسروں کی ہر حرکت اور ہر بات کی مخبری کرنا تو کوئی ان سے سیکھے...... لیکن اس کم بخت، نامراد اور بگڑی ہوئی لڑکی کو سبق سکھانے سے میں بھی باز نہیں آؤں گا۔ خود کو سمجھتی کیا ہے؟'' وہ اسے سبق سکھانے کے طریقوں پر غور کرنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆☆☆

کتے کو جلیبی کھلاؤ، فربہ کے سامنے ذائقہ دار کھانا اور شوقین مزاج کے ہاتھ میں جام تھما دو...... پھر دیکھو کہ خودداری، انا اور غیرت وعزت کی تمام سیسہ پلائی ہوئی دیواریں دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ اور کتا تو بیچارہ ہوتا ہے ہی حرصی اور لالچی...... آمل مٹھائی کی دکان سے جلیبی خریدتے ہوئے سوچے جا رہا تھا۔

حسب معمول وہ رات دیر سے گھر واپس آیا جونہی اس نے دیوار پھلانگی...... کتے نے بھی اپنی ڈیوٹی نبھاتے ہوئے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے آج کتا آزاد تھا...... اس نے اچھل کر اس پر حملہ کر دیا...... اور اس کا گریبان اپنے دانتوں میں قابو کر کے غرانے لگا...... آمل اس کے اچانک حملے سے پہلے تو بوکھلایا، ڈگمگایا اور پھر اپنی آشفتہ ہمت کو بحال کرتے ہوئے اس کے قبضے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا...... اسی ہاتھا پائی میں اس کے دائیں ہاتھ پر کتے کے ناخنوں اور دانتوں کے نشان مرتسم ہو گئے۔

اس کی خاطر و مدارات کے لیے جو جلیبی خریدی گئی تھی۔ وہ بھی لان میں بکھر گئی...... اسی اثنا ڈاکٹر صاحب نائٹ گاؤن پہنے آنکھیں ملتے ہوئے جائے حادثہ پر پہنچے اور کتے کو ''بیضو'' کہہ کر پکارا ہی تھا کہ اس نے فوراً اپنی گرفت ڈھیلی چھوڑ دی...... اور آمل تیزی سے پورچ کی طرف بھاگا...... اور تکلیف کی شدت سے ہاتھ کا جائزہ لینے لگا۔

''گڈ جاب...... شاباش!'' وہ بے اختیاری میں بولے۔

ڈاکٹر صاحب نے کتے کے گلے میں زنجیر ڈال کر اسے تھپکی سے سہلایا۔ جیسے اس کے اس کارنامے پر صد آفرین کہہ کر اس کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہو...... اپنی یہ تضحیک دیکھ کر آمل کے دل میں پھانس چبھی اور وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

''انکل میں کسی دن اس کتے کو گولی مار دوں گا...... اس نے جس طریقے سے مجھ پر حملہ کر کے مجھے زخمی کیا ہے، ایک پاگل کتا ہی ایسی خطرناک حرکت کر سکتا ہے۔''

''بیٹا، ایسا مسئلہ قطعی طور پر نہیں...... ڈاکٹر ہونے کے ناتے ہم اسے ہمیشہ انجکشن بھی لگواتے ہیں اور اس کی خبر گیری بھی رکھتے ہیں۔ مقابلے میں انسان بھی تو ایک دوسرے کو زخمی کر دیتے ہیں۔ جبکہ اس کا کام ہی چور کو بھگانے کا ہے۔'' وہ ہانپتے ہوئے کتے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ''فکر کی کوئی بات نہیں......''

''پلیز انکل جسٹی فائے کرنے کی کوشش مت کریں۔'' وہ نخوت سے بولا...... اور ہاتھ ان کے سامنے کر دیا۔

''اوہ مائی گاڈ......!'' وہ ایک دم سے گھبراہٹ سے بھرپور لہجے میں بولے۔ ''تم سچ کہتے ہو...... مجھے جسٹی فائے کرنے کے بجائے انویسٹیگیٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ کتا کس نے آزاد چھوڑا ہوا تھا...... جبکہ ملازم جب بھی اسے سیر کرا کر لاتا ہے تو فوراً اسے باندھ دیتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں انکل...... کہ یہ بے ہودہ حرکت کس کی ہے۔ میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا...... آپ بے فکر رہیں...... آئندہ کی حکمتِ عملی مجھ پر چھوڑ دیجیے......'' وہ ایجی ٹیشن کو کم کرتے ہوئے بولا۔ ''اور انکل آپ جا کر آرام فرمائیں...... میں اسپتال خود ہی چلا جاؤں گا......''

''بیٹا یہ کیسے ممکن ہے......؟ میں سو نہیں سکوں گا......'' وہ ہذیانی انداز میں بولے۔ ''میں بس دو منٹ میں آیا...... ابھی DMO سے مشورہ بھی لینا پڑے گا...... اور کچھ ٹیسٹ بھی بہت ضروری ہیں۔ فوری طور پر ایک عدد انجکشن وغیرہ......''

''انکل میں ٹھیک ہوں...... پین کلر سے کام چلے گا......؟ زخم کی ڈیٹول سے صفائی کر لیتا ہوں۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر بولا۔

''ہاں ویسے صبح تک ڈاکٹر کے پاس جانے میں کوئی مضائقہ نہیں...... بیٹا ایک بات پلے سے باندھ لو...... برے کاموں کے نتائج کبھی بھلے نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتے...... یہ روز کا معمول ہے کہ تم اپنے بوڑھے والدین کو چکمہ دے کر اپنی گاڑی پورچ میں چھوڑ دیتے ہو......اور خود دوست کی موٹر بائیک پر آوارہ گردی کرنا اور پھر آدھی رات کو دیوار پھلانگنا اور کمرے کی بالکنی سے اپنے کمرے میں کود جانا۔ آخر ایک دن تو چور کو پکڑنے جانا ہی تھا ناں۔ مجھے امید ہے کہ تم نے کوئی تو سبق سیکھ ہی لیا ہوگا...... اس حادثے کے بعد یا تو تم ایک اچھے انسان بن جاؤ گے یا اور بھی ناکارہ اور آوارہ......'' وہ نرم لہجے میں کہتے ہوئے اسے آئینہ دکھا رہے تھے۔ اس پر ان کی تقریر کا کچھ اثر نہیں ہوا۔

''انکل ہمارا زمانہ آپ کے دور سے بالکل فرق ہے۔ آج کل سب چلتا ہے۔ میں نہ تو الکوحل کا شکار ہوں، نہ ہی سگریٹ اور دوسرے ڈرگز کا محتاج ہوں...... نہ ہی لڑکیوں کو دھوکا دیتا ہوں۔ مطلب کہ میرا ایک بھی تو افیئر نہیں ہوا۔ خوش قسمتی سے میرے دوست یار بھی سب میرے ہی جیسے ہیں......ہم مل کر رات کو ڈاکو منٹری دیکھتے ہیں۔ اسکریبل کو انجوائے کرتے ہیں...... پھر کسی سستی ترین جگہ سے کھانا پکڑتے ہیں......دن میں کرکٹ اور جاگنگ سے دل بہلاتے ہیں۔ کچھ وقت لائبریری میں گزار کر اپنے، اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں......آپ ہی بتائیں کہ ہم جاب کے بغیر اپنا وقت کیسے گزاریں......؟ اگر آپ کو مجھ پر اعتراض ہے تو سنیں کہ والدین پرانے زمانے کے نمائندے ہیں۔ وہ کچھ بھی سمجھنا نہیں چاہتے تو پھر چوری تو لازم ہے۔'' ڈاکٹر صاحب نے اس کی طرف ترحم نظروں سے دیکھا......اور اپنے گھر کے مین ڈور کی طرف بڑھ گئے۔

''برخوردار!'' انہوں نے اسے آواز دی اور گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ مزید قیل وقال کیے بغیر گاڑی میں آبیٹھا کیونکہ اس نے اپنی ماں کی زبانی کتے کاٹے کی بیسیوں دل ہلا دینے والی کہانیاں سن رکھی تھیں۔ اس لیے رسک لینے پر اکتفا کرنا اسے بھی نادانی و بے وقوفی لگ رہی تھی۔ گاڑی سڑک پر فراٹے بھرتی ہوئی اسپتال کی طرف جا رہی تھی۔ باہر ابھی تک چہل پہل تھی جبکہ گاڑی کے اندر مکمل طور پر خاموشی تھی۔

''آمل! مجھے کل ہی اپنی سی وی ای میل کے ذریعے ارسال کرو۔ تمہاری جاب کے لیے کوشش کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرے ہاتھوں یہ کوشش لکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کے حصے کا رزق پیدائش سے پہلے ہی اس کے مقدر کی تختی پر لکھ دیا ہوتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ مجھے اپنی قوم کی نئی نسل کا مستقبل بہت تاریک نظر آنے لگا ہے۔ بہت افسوس ہوتا ہے مجھے۔'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولے۔ ''جبکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آج کی نسل ہم سے دس ہاتھ آگے ہے۔ بے حد ذہین وفطین......'' آمل خاموشی سے انہیں سنتا رہا۔

''آج قوم کا ہر بچہ فرسٹریشن کا شکار ہو چکا ہے تم اس دوڑ میں اکیلے نہیں ہو......'' وہ افسردگی و پژمردگی سے بولے۔ ''آئی ایم سوری بیٹا! فی الحال کوئی چھوٹی موٹی نوکری ہی پکڑلو......''

''انکل ہر طرف، ہر قسم کی نوکری کے لیے ہاتھ پاؤں مار چکا ہوں۔ اب وہ دور ہے کہ کسی کی سفارش نہیں چلتی...... بلکہ صرف رشوت، وہ بھی بہت بھاری ہو جو چپکے سے بینک میں جمع کرادی جائے۔ پھر کہیں کلرکی ملتی ہے۔ میں نے اپنے والد صاحب سے یہی اصول سیکھا ہے کہ رشوت دو نہ ہی رشوت لو......سفارش کراؤ نہ ہی کسی کی سفارش کرنے کا گناہ کرو......'' وہ مستحکم لہجے میں بولا۔ اسی اثنا وہ اسپتال کے گیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ چوکیدار نے انہیں شناسا نظروں سے دیکھا اور گیٹ کھول دیا۔

''افسوس ہے، ہم پر کہ اب خدمتِ خلق کا یہ پیشہ بھی ملاوٹ کی نذر ہو گیا۔'' وہ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کرتے ہوئے بولے تھے۔

☆☆☆

''ڈیڈی میرا کتا غائب کرنے والا آمل ہے۔ پہلے دن سے یہ ہی بیغو کا جانی دشمن بن گیا تھا۔'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ڈیڈی شام ہونے کو ہے۔ ہم اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے ہیں۔''

''بیٹا، حوصلہ کرو...... یہ وفادار جانور واپس ضرور لوٹے گا...... ذرا اسے زنجیر کی قید سے نکلنے کا موقع ملنے دو پھر دیکھو کہ کسی کے ہاتھ نہیں لگے گا......'' ڈاکٹر صاحب نے اسے تسلی وتشفی دینے کے انداز میں کہا۔ تو وہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگی۔ بیضو صبح سے ہی لاپتا تھا اور ظاہر ہے انوشہ کو شک بلکہ یقین تھا کہ اس میں آمل کا ہاتھ ہے۔

آمل کے والدین بھی ان کے گھر کتے کے یوں کھو جانے کا افسوس کرنے آئے تو انوشہ نے انہیں بھی تفصیلی روداد سنائی کہ ''کتا تو آدھی رات سے غائب ہے۔ اس کے سامنے کسی چور نے جلیبی ڈالی اور اسے کھول کر لے گیا...... ہائے میرا معصوم بچہ......''

''کسی پر شک تو ہوگا ناں...... ؟'' ماں بولی۔

''آنٹی شک نہیں سو فیصدی مجھے چور کا علم بھی ہے اور یقین بھی۔'' وہ نتھنے پھلا کر بولی۔ آمل کے والدین تو خاموش رہے مگر ڈاکٹر صاحب فوراً بولے۔

''دراصل جب کوئی شے ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو ایمان بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔ انوشہ کو تو ہر ایک پر شک بھی ہے اور یقین بھی ہے۔''

''بیٹا تم فکر مت کرو۔ یہ کام آمل کے سپرد کرتی ہوں...... وہ بیضو کو ڈھونڈنے میں ضرور کامیاب ہوگا۔'' ماں نے مصالحانہ انداز میں کہا۔

وہ انوشے کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیر کر باہر کی طرف چل پڑے اور پھر ایسا ہی معجزہ وارد ہوا کہ والدین کی لعن طعن کے بعد اور انوشہ کی منت سماجت کی لاج رکھتے ہوئے ایک ہفتے بعد وہ کتا اپنے دوست کے گھر سے لے آیا اور رات کی تاریکی میں لان میں چھوڑ دیا...... کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی سب نے یہی سمجھا کہ وہ خود واپس آیا ہے۔ لیکن انوشہ اس کی مکروفریب اور چالبازی کی حرکت جان چکی تھی۔ ان کی چپقلش میں مزید اضافہ ہوگیا تھا...... کیونکہ آمل اس کی ہر حرکت اور ہر بات سے اس قدر محظوظ ہونے لگا تھا۔ جس کا انوشہ کو کوئی اندازہ نہ ہوا تھا۔

☆☆☆

انسان تو جلیبی کے مانند بل کھاتا ہوا الجھاؤ ہے۔ اس شخص کو اپنی محبت کا تاج پہنانا چاہتا ہے جو اس کے قابل نہیں ہوتا...... لیکن عاشق اندھی محبت میں مجبور ہو جاتا ہے۔ آمل نے سوچتے ہوئے لان کے تمام تازہ اور رنگ برنگے نیلے' پیلے پھولوں اور خاص طور پر سفید اور لال گلابوں کا گلدستہ بنایا اور بیضو کے سامنے پھینک کر پلٹا ہی تھا کہ انوشہ سے ٹکرا گیا۔ اس نے اچھل کر اس کی طرف دیکھا...... آج اسے قوسِ قزح کے شوخ و شنگ رنگوں میں ملبوس دیکھ کر وہ چونکا۔ کس قدر حسین و جمیل لگ رہی تھی۔ معمولی سا میک اپ ہلکی سی جیولری اور ماڈرن کٹ کا پہناوا ہلکے اور گہرے شیڈ میں رنگے لمبے بال...... وہ غضب ہی تو ڈھا رہی تھی۔

''پھول توڑنا منع ہے۔'' آپ کو یہ بورڈ نظر نہیں آیا۔ اور بیضو کو ہاتھ لگانا کچھ کھلانا بھی ممنوع ہے۔'' وہ بیزار کن لہجے میں بولی۔ ''تم باز آجاؤ آمل ...... ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گی...... دراصل تم مجھے جانتے نہیں ہو۔''

''مابدولت ایسے بے ہودہ الفاظ پر غور نہیں کرتے...... ویسے ایک بات غور سے سننا...... تمہارے کانوں کو بہت بھلی لگے گی۔ آج میرا دل چاہا کہ تمہیں برتھ ڈے کی خوشی میں پھولوں کا گلدستہ پیش کر کے داد وصول کروں گا...... لیکن مجھے یکلخت خیال آیا کہ اگر مجھے اپنی خوشی کا اظہار کر کے تمہیں شاداں وفرحاں کرنا ہی ہے تو تمہارے لاڈلے بیضو کی خدمت میں پھولوں کا نذرانہ پیش کیا جائے کیونکہ اس کی حیثیت انسانوں سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ تمہاری نظر میں انسان حقیر اور تمہارا کتا بہت معتبر ہے۔'' وہ طنزیہ نشتر چلاتے ہوئے بولا۔

''تم نے سو فیصدی درست کہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ بعض انسان اس قدر گھٹیا اور بے وقعت ہوتے ہیں کہ ان کے منہ پر طمانچہ مارنا بھی وقت کا زیاں لگتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آمل آج میری یہ مشکل آسان کردو...... کہ تم ہر وقت میرے منہ کیوں لگتے ہو؟ جبکہ لان میرا اور ٹیرس تمہاری ملکیت ہے۔ یہ رنگ برنگے خوب صورت پھولوں کو توڑنا تو درکنار تم دیکھنے کی غلطی سے بھی باز رہو تو بہتر ہے، تم اپنی چھت پر کبوتروں کے ڈربے کیوں نہیں بنا لیتے' مصروف ہو جاؤ گے۔ تمہارے لیے ایسی کوئی مصروفیت فائدہ مند ہو یا نہ ہو...... مجھے اس کی پروا نہیں......کم از کم میری جان بخشی تو کردو گے...... یا تم افیم، چرس، تمباکو اور دیگر منشیات کا کاروبار کرلو یا پھر اسمگلنگ کے بارے میں سوچو...... کسی چوری، ڈکیتی میں حصے دار بن جاؤ...... ویسے اغوا کرنے کے طریقے بھی تمہیں خوب آتے ہیں۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے اپنی ہنسی کو دبانے کی کوشش کررہی تھی۔ ''اس گھر کو جب تک الوداع نہیں کہو گے اسی طرح نکمے ہی رہو گے۔''

''تم سمجھتی ہو کہ مجھے مژدۂ راحت...... سنا رہی ہو، میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جلد از جلد یہاں سے رخصت ہو جاؤں اور اس وقت تک واپس نہ آؤں جب تک تم نہ چلی جاؤ۔'' وہ برہمی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا...تو وہ نظریں جھکا کر پھولوں کے بکھرے ہوئے گلدستے کی طرف دیکھنے لگی۔ جسے بیضو نے حساب کتاب کرنے میں قطعاً دیر نہیں لگائی تھی۔ اس کی بلند آواز سے وہ ذرا سا کانپی اور مدھم بھی پڑ گئی تھی۔

''ویری بیڈ......!'' وہ بڑبڑائی اور پھولوں کو اکٹھا کرنے لگی۔ ''لان کے تمام تازہ پھولوں کا جنازہ نکال دیا ہے اس جاہل گنوار نے...... سچ یہ دنیا پاگلوں، دیوانوں اور سرپھروں کی آماجگاہ ہے' یہاں ایسے ہی لوگ کامیاب رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہم جیسوں کا جینا حرام کردیتے ہیں۔ آمل میں واپس آکر تمہاری شکایت آنٹی سے ضرور کروں گی۔ اگر انہوں نے ایکشن نہ لیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔'' وہ بیزاری و خفگی سے کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ جس کے دو عدد ٹائر پنکچر ہو چکے تھے۔

''یہ بھی تمہارا ہی کمال ہے۔ نئی گاڑی کے ٹائر اس قدر کمزور نہیں ہوسکتے کہ کھڑی گاڑی کا بوجھ برداشت نہ کرسکیں گے۔ اور غور سے سنو خبردار جو آئندہ تم مجھ پر چیخے...... منہ توڑ دوں گی تمہارا......'' وہ خشم ناک نگاہوں سے گھورنے لگی تو آمل ایک دم سے مدھم ہو کر نہایت شائستگی سے بولا۔

''یار میں نے کچھ نہیں کیا۔ بھلا میں تم سے لڑائی مول کیونکر لوں گا......'' اس کے تیور اسے بے گناہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھے۔ لیکن وہ بے گناہ ہرگز نہیں تھا۔ یہ شرارت اسی نے اسے تنگ کرنے کے لیے کی تھی۔ اس نے شکوک و بے یقینی کے ملے جلے جذبات میں اپنے موبائل پر وقت دیکھا۔

''میری تمام سہیلیاں انتظار کررہی ہوں گی۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت تو ٹیکسی ہی کو غنیمت سمجھوں...... کیونکہ اب تو ناشتے کے بجائے برنچ کے لیے ہی جانا پڑے گا۔ تم نے بہت زیادتی کی ہے۔''

''بندہ حاضر ہے۔'' آمل نے سینے پر ہاتھ رکھ کر مؤدبانہ انداز میں کہا تو انوشہ نے اچنبھے سے اس کا جائزہ لیا۔ اس وقت بھی اس کی نگاہوں میں شرارت رقصاں تھی اور ہونٹوں پر پھیکی شریر مسکان بھی کسی شوخی کی غمازی کررہی تھی۔ وہ ایک دم سے چونکی...... آمل کس قدر ہینڈسم ہے، مردانہ وجاہت کا مکمل شاہکار...... اس نے یہ سوچتے ہی نگاہیں دوسری طرف گھمائیں۔ آمل اس کی دلی کیفیت کو بھانپتے ہوئے اس کے قریب آگیا۔

''آئی ایم سوری انوشہ......! آج کے بعد تمام شرارتیں ختم...... مسکرادو...... اسی وعدے پر اور میں بھی اپنے کسی ضروری کام سے جارہا تھا، تمہیں ڈراپ کرسکتا ہوں۔ فکر مند ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں...... ریلیکس ہو جاؤ...... آئندہ تم بھی مجھے ٹیز نہیں کرو گی......''

''تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی...... مجھے تم پر بھروسا و اعتماد ہی نہیں رہا۔'' وہ بے ساختگی سے بولی۔

''جو انسان میرے بے زبان بیضو پر ظلم کرسکتا ہے۔ وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔'' وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تمہارے اور میرے بیچ میں یہ غلیظ کتا کیوں آجاتا ہے ہر بار...... کیا میں اتنا برا ہوں کہ تم مجھ پر یقین نہیں کرسکتیں۔ یہ الفاظ تمہاری زبان سے سن کر دل کو شدید جھٹکا لگا ہے ازراہِ مذاق گفتگو کو بات برائے بات بڑھانا، طویل قیل وقال سے ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کاوش ...... یہ محض چھیڑ خانیاں ہی تو تھیں۔ اب تم اپنا دل میری طرف سے صاف کرلو......" وہ دھیمے پن سے بولا تو وہ حق دق اسے دیکھنے لگی۔

"یقین جانو انوشہ تمہاری عدالت میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا......" اس کے لہجے کی مضبوطی میں سچائی نمایاں تھی۔ حالانکہ یہ سب ایکٹنگ تھی۔

"چلتے ہیں.... میرا خیال ہے ہم دونوں ہی لیٹ ہورہے ہیں۔" وہ گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے بولا۔

"تم کہاں جارہے ہو.... اتنے سوٹڈ، بوٹڈ ہو کر؟" وہ آہستگی سے بولی۔

"آج انٹرویو ہے میرا...... حاصل تو آئے گا زیرو...... لیکن امی میرے خیالات سے اتفاق کرنے سے قاصر ہیں...... امید کی دنیا سجائے رکھنا ان کا شیوہ ہے۔" وہ قدرے سنجیدگی سے بولا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں اس وقت دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ لڑائی جھگڑے، طعنے وتشنوں کی نہیں...... چلو آج مجھ سے صلح کرکے انٹرویو کے لیے جارہے ہو...... شرطیہ کامیاب لوٹو گے۔" اس نے لال گلاب کی ادھ کھلی کلی توڑ کر اس کے کوٹ کے کالر پر لگادی...... تو چند لمحوں کے لیے وہ ساکت وجامد ہوگیا...... یہ کیسے ہوگیا...... کیونکر ہوا...... وہ خود سے سوال کررہا تھا۔ انوشہ نے اس کے ہاتھ سے چابی لے کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی...... وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اپنے آشفتہ ہوش وحواس کو مجتمع کرنے لگا۔

"آج کی غلطی اس لیے معاف کردی ہے کیونکہ تمہیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آج کے بعد مجھے تنگ کیا تو بہت بد دعائیں دوں گی میں بھی اور میرا بیضو بھی......" وہ شگفتہ مسکان سے شیریں لہجے میں بولی۔

"تم بھی ایک وعدہ کرو...... اس کے بعد میرا وعدہ ہوگا...... پکا سچا اور اٹوٹ......" وہ بھی مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ تو اس نے معنی خیز نگاہوں سے آمل کی طرف دیکھا جس کی نگاہوں میں آج کچھ اور ہی پیغام تھا۔

☆☆☆

"واہ میرے رب، نوکری بھی بہترین اور مجھے دعاؤں کے سائے میں رخصت کرنے والی بھی لاجواب...... تو بھی چھپر پھاڑ کر نوازنے پر آتا ہے تو پھر کہیں بھی کمی نہیں چھوڑتا......" آمل اپنے کمرے کی کھڑکی سے لان کا نظارہ کرتے ہوئے اپنے رب سے محوِ گفتگو تھا......

جب ہاتھ میں چائے کا مگ اٹھائے انوشہ لان میں پہنچی تو اس نے فوراً اوپر دیکھا۔ کھلی کھڑکی سے آمل کو نیچے دیکھتے ہوئے وہ اشارے سے اسے نیچے بلانے لگی۔

"نیچے آجاؤ، ہم مل کر چائے پئیں گے...!"

☆☆☆

"قانونِ قدرت بھی کیسا حسین تحفہ ہے۔ خصوصاً میرے لیے کہ دل میں جو انوشہ کو پانے کی خواہش ابھری تھی...... اور پھر اس خواہش کے سنگ میں اس قدر بے بس ہوتا چلا گیا کہ خود کو ہی فراموش کر بیٹھا اور ایک ایسا طناز انسان بن کر انوشہ کے سامنے ظاہر ہوا کہ وہ میرے قریب آنے کے بجائے میری جا وبے جا حرکتوں سے چڑنے لگی تھی۔ میں جوں، جوں اپنے طریقوں سے اس کی قربت کو اپنانا چاہتا تھا تو اس کی خاموشی اور صبر وتحمل مجھے متاثر کیے بغیر نہ رہتا...... اور پھر اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے لگتا...... جس دن اس نے اپنے مقفل ہونٹوں کو کھول دیا تو مسئلہ ہی حل ہوگیا...... اور پھر ایک دوسرے سے بدلے لینے کے بعد ہم بہترین دوست بن چکے تھے۔ اور آج میری انوشہ میرے پہلو میں منگنی کی انگوٹھی پہن کر ہمیشہ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حنا ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

لیے میرے جیون بھر کا ساتھی بننے کا عہد کر گئی...... سوچتا ہوں کہ کیسے یہ سب آناً فاناً ہوا...... جیسے اِک معجزہ یا آسمان سے اترا ہوا اِک حسین و فرحت افروز سندیسہ...... اس نے پہلو میں بیٹھی ہوئی آسمانی رنگ کے کامدار بھاری جوڑے میں ملبوس انوشہ کو پُرستائش نظروں سے دیکھا...... نیلا آسمان، جھیل، دریا اور سمندر کا پانی نیلا اور پرستان کا رنگ...... اس نے مسرت سے مغلوب ہو کر اس کا ہاتھ اتنی مضبوطی سے پکڑ لیا جیسے کبھی نہ چھوڑنے کا عہد کر رہا ہو...... سب اس کی اس حرکت سے محظوظ ہو رہے تھے...... لیکن یک دم انوشہ کے ہاتھ کانپنے اور نچلا ہونٹ پھڑ پھڑانے لگا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی...... اس کا چہرہ شرم و حیا سے سرخ پھول کے مانند ہو گیا تھا۔ یہ دیکھ کر آمل کے ہاتھ کا دباؤ اور بھی مضبوط ہو گیا تھا۔ تو اس نے زور سے ہاتھ اپنی طرف کھینچ لیا...... کبھی ہاتھوں کو مروڑتی کبھی دوپٹے کو مضبوطی سے پکڑ لیتی...... لیکن ہاتھوں کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

ڈاکٹر صاحب دور کھڑے اپنی حسین و جمیل بیٹی کو نہایت انہماک سے دیکھ رہے تھے۔ فوراً چونکے اور تیزی سے اس کے قریب آ گئے۔ آمل احتراماً کھڑا ہو گیا تو ڈاکٹر صاحب نے بیٹی کے سر پر بوسہ دیا۔ اسے دعائیں دیتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے۔ انہوں نے دونوں کے لیے فوراً کھانا اسٹیج پر بھیج دیا۔ اور پھر بیٹی کے قریب بیٹھ کر اس کے منہ میں اس کی پسندیدہ ڈش پلاؤ کا نوالہ ڈالا اور اسے پیار کرتے ہوئے محبت آگیں لہجے میں بولے۔

''اپنی منگنی اور شادی کا کھانا زندگی میں ایک بار ہی کھانے کو ملتا ہے۔ خوب پیٹ بھر کر دونوں کھاؤ......'' ان کی بات سن کر سب ہی ہنسنے لگے۔ انوشہ ناز و انداز سے آہستہ، آہستہ کھانا کھاتے ہوئے آمل سے باتیں بھی کر رہی تھی۔

''آمل ہم کتنے ہی ماڈرن کیوں نہ ہو جائیں۔ پھر بھی ہمیں اپنی حدوں کو پہچاننا چاہیے...... ذرا تم مجھے اس سوال کا جواب دو......؟ کہ ہال میں سیکڑوں لوگوں کے سامنے تم نے میرا ہاتھ کیوں پکڑ لیا تھا؟'' گھر پہنچتے ہی وہ اسے فون پر اپنی خفگی و شرمندگی کی اطلاع دینے لگی۔

''نکاح کے بعد ہمارا اسٹیٹس فوراً بدل جائے گا۔ پھر ایسا کرنا معیوب نہیں لگے گا۔''

''یار موقع کی اہمیت پہچاننے کی کوشش کرو...... تم نکاح کو اہمیت دیتے ہوئے اسی کے انتظار میں شب و روز گزارنے کی اذیت برداشت کرنے کی ہمت رکھتی ہو...... میں منگنی کو بہت اہم سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسم ہمارے دلوں پر دستخط کر کے ہمیشہ کے لیے ہمیں جیت لیتی ہے۔ مجھے آج یوں ہی محسوس ہونے لگا ہے کہ ہم نے اپنے رب کی گواہی میں ذہن و قلب پر قبولیت و پزیرائی کے دستخط کر دیے ہیں۔'' وہ خوشی سے مغلوب ہو کر بول رہا تھا۔

''منگنی نام ہے ایک دوسرے کو پہچاننے کا...... لیکن آج کل منگنی پہچان کے بعد ہی ہوتی ہے، اس لیے اب ہم اس آزمائش سے نکل چکے ہیں۔''

''فی الحال اپنی اڑان ذرا سی نیچی کر لو......'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''ویسے میں تمہیں بہت اچھی طرح جان گئی ہوں۔ اب تو مجھے تم سے ڈر لگنے لگا ہے۔ تم کافی جذباتی انسان ہو...... اور جانتے ہو ناں کہ ایسے لوگ پرلے درجے کے بے صبرے اور جلد باز واقع ہوتے ہیں۔ پرانے وقتوں میں اسی لیے تو پردے پر زور دیا جاتا تھا۔'' وہ نقرئی ہنسی بکھیرتے ہوئے بولی۔

''یہ تو بتاؤ کہ تم اس وقت کیا کر رہی ہو......؟'' وہ بھی خوش دلی سے بولا۔

''میں تو اپنے نرم گرم کمبل میں دبک کر لیٹ چکی ہوں...... کیونکہ ہلکی، ہلکی ہونے والی جنوری کی اس بارش نے سردی کی شدت کو ناقابلِ برداشت بنا دیا ہے۔''

''گپ شپ کی حدت اور احساسِ قربت کی تپش سے اس ظالم دوری کے باوجود ٹھنڈ کو ختم کرتے ہیں۔ چلو آج جی بھر کر باتیں کرتے ہیں اور اس ٹھنڈ کو اپنی گپ شپ کی حدت سے کم کرتے ہیں مستقبل کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

منصوبے بناتے ہیں۔ جدائی کی یہ طویل رات پل بھر میں گزر جائے گی۔'' وہ بے اختیار بولا۔

''مجنوں کے نانا جی......! ذرا حوصلہ کرو......اگر نیند نہ آ رہی ہو تو کوئی اچھی سی کتاب پڑھ کر رات گزار لو......'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''کتاب...... ہرگز نہیں......'' وہ ضدی بچے کی طرح بولا۔

''تو پھر ایسے کرو تم کھلی آنکھوں سے خواب دیکھو...... میں آنکھیں بند کر کے سپنے دیکھتی ہوں، کل ہم ایک دوسرے کے خواب شیئر کریں گے...... اور انہیں اپنی، اپنی ڈائری میں لکھ لیں گے تاکہ ہم مستقبل میں انہیں اپنی ہمراہی میں رکھ سکیں......'' وہ خوشگوار لہجے میں چھیڑنے کے سے انداز میں بولی۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہی ہو...... میرا خیال ہے کہ تم بھول گئی ہو...... مجھے تمہیں شب بھر جگانا آتا ہے۔'' آمل نے کہتے ہوئے ساتھ ہی کرکٹ بال فرش پر دے مارا......

''اوہو، تمہاری دیوانگی بدستور قائم ہے......'' وہ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ذرا تم بڑے بھی ہو جاؤ، خود بھی آرام کرو اور مجھے بھی چین سے سونے دو......'' وہ مصنوعی ناراضی سے بولی۔

''ہرگز نہیں......نہ کھیلیں گے نہ کھیلنے دیں گے۔'' وہ شگفتگی سے بولا۔

''انوشہ...... یہ خوب صورت راتیں اور دلنشین دن بار، بار ہماری زندگی میں نہیں آئیں گے۔ شادی کا بندھن تو ذ تے داریوں میں جکڑ دیتا ہے۔ پیار کرنے والے دو عاشق اور دیوانے بھی اس شکنجے سے نکل نہیں پاتے۔'' وہ اس قدر سنجیدگی سے بولا کہ انوشہ کی پلکیں جھلک گئیں اور اس نے نوٹ کیا کہ لرزیدہ ہاتھ اسے مضطرب کرنے لگے ہیں۔ اس نے فوراً فون بند کر دیا......اور اپنا جائزہ لیتے ہوئے بڑبڑائی۔

''خوشی اور پریشانی میں میرے وجود پر عجیب اضطراری کیفیت کیوں چھا جاتی ہے۔'' وہ کمبل سے باہر نکل کر کھڑکی کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

باہر گھپ اندھیرا تھا۔ گیٹ پر لگے دونوں بلب بھی بارش کی وجہ سے روشنی بکھیرنے سے قاصر تھے۔ یک دم اسے بیضو کا خیال آیا۔ اُف بے زبان سردی کی شدت سے کانپ رہا ہوگا۔

☆☆☆

''بیگم! ڈاکٹر ہونے کے ناتے تم نے انوشہ میں عجیب قسم کی تبدیلی تو محسوس کی ہوگی اور کل سے تو میں بہت فکر مند ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میں نے انوشہ کو پہلے بھی کئی بار کسی قسم کی معمولی سی ٹینشن یا معمولی سی خوشی میں یک دم لرزتے اور عجیب کیفیت کا شکار ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور کل تو میرے شکوک وشبہات پر مہر چسپاں ہو گئی۔ جب انوشہ اپنی ایکسائٹمنٹ پر قابو نہ رکھ سکی...... اور اس کے ہاتھوں اور ہونٹوں میں لرزش آ گئی...... خود کو قابو کرنے کے لیے اس نے دوپٹے کو اپنے ہاتھوں میں بھینچ لیا تھا۔'' ''ڈاکٹر صاحب دکھ بھرے لہجے میں بولے۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' وہ لرزیدہ آواز میں بولیں۔

''تمہیں یاد ہوگا جب اماں جان پر اس بیماری نے حملہ کیا تھا تو ان کے تمام ایکشنز انوشہ کی طرح ہی تھے۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو لیکن چیک اپ کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' وہ بے حد فکر مندی سے بولے۔

''آپ نے تو بہت ہی دور کی بلکہ بہت بری سوچی...... ایسا کچھ نہیں ہے، انوشہ ہمیشہ سے تھوڑی (panicky) پینکی ہے مطلب...... جلد ہی panicky ہو جاتی ہے (مضطرب)'' انہوں نے سر کو انگوٹھوں سے دباتے ہوئے کہا۔

''پلیز ڈاکٹر صاحب مجھے ایسی باتوں سے ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔ آئندہ کے لیے ذرا احتاط ہی رہیں۔'' وہ اگرچہ کچھ عرصے سے یہ تبدیلی نوٹ کر رہی تھیں مگر پھر بھی دھیان کسی بیماری کی طرف نہیں گیا تھا۔

''بیگم بلی کو دیکھ کر کبوتر آنکھیں موند لیتا ہے......اور بلی اس کا نوالہ بنانے میں ایک پل نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لگاتی...... اگر وہ اپنے بچاؤ کے لیے اڑ جاتا تو کیا بہتر نہ ہوتا......'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دیتے ہوئے بولے۔

''بس کریں...... میں کچھ بھی سننا نہیں چاہتی......'' اب ان کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

''بیگم ہمیں بہت صبر و تحمل سے کام لینا پڑے گا......تاکہ انوشہ کو بھی خبر نہ ہو اور نہ ہی آمل کو...... ہمیں انوشہ کی صحت کی فکر کرتے ہوئے فوری طور پر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔'' وہ اختلاجِ قلب کی حالت میں بہ مشکل بولے۔

''ڈاکٹر صاحب...... پارکنسن تو اِک لاعلاج بیماری ہے۔ میری بچی کی عمر ہی کیا ہے؟ اس نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟'' وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔''میرا دل کٹ رہا ہے، میں مر جاؤں گی۔''

''تم ایک ڈاکٹر ہو صفیہ......! دل چھوٹا مت کرو۔ ہمیں اپنی بچی کی زندگی کو مینٹین کرنے کی ضرورت ہے۔ تم تو جانتی ہو کہ اماں جان کو ہم وہ دوائیاں دینے لگے تھے جو دماغ میں پیدا ہونے والے ہارمون ڈوپامین کے لیول کو مناسب رکھنے میں کامیاب ہوتی ہیں...... اور پھر ماحول کی تبدیلی، صحت مند خوراک، مناسب ورزش اور خوش رہنے سے بھی ڈوپامین بنتی ہے۔ ہم تو ایسا ہی مریض وہ بھی اپنا عزیز ان آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، اس لیے اب کسی قسم کی غلطی کے امکان نہیں ہوں گے...... ہمیں انوشہ کو ہر وقت خوش و خرم رکھنے کے لیے اس کی ہر خواہش کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔''

''سب جانتی ہوں ڈاکٹر صاحب...... مگر اتنی چھوٹی

نسوانی حسن میں اضافہ (بلوسم یونانی کریم) کل نہیں آج خوبصورت اور جاذب نظر آئیں

بلوسم بریسٹ ڈولپنگ اینڈ ٹائیٹنگ کریم (ہربل)

چھوٹی بریسٹ میں اضافہ کرکے بریسٹ کی نشوونما کو مکمل کرتی ہے
بریسٹ کی نرمی کو دور کرکے سختی لاتی ہے۔ بریسٹ کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہے۔
گزشتہ 30 سال سے آزمودہ

گلیسی یونانی کریم
چہرے کے فاضل بالوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کرتی ہے۔

اپنی PIC روانہ کریں
watsap: 0311-5800057
Email: bdhdeva@yahoo.com
skype: devapak
کراچی ہوم ڈیلیوری 0322-2916250
پنڈی ڈیلیوری 0300-2500026

بادشاہ دی ہٹی بوہڑ بازار راولپنڈی 051-5502903-5533528 اپنا ایڈریس SMS کر کے لٹریچر مفت منگوائیں

الحبیب یونانی اسٹور شاپ نمبر 4، زینت میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال کراچی 021-32720328, ریاض محمد 69 نیو عالمگیر مارکیٹ شاہ عالم لاہور۔ فون 042-7666264

پورے پاکستان میں گھر پر منگوانے کے لیے...... بریسٹ میں کمی یا اضافہ کے بارے میں مفت طبی مشورے کے لیے حکیم صاحب سے تمام امراض کے مشورے کی سہولت بریسٹ ڈولپر آلہ کے بارے میں معلومات اس نمبر پر حاصل کریں۔
Cell: 0333-5203553, Website: www.devaherbal.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عمر میں یہ بیماری.....'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولیں۔

''اماں جان اس موذی مرض کی شکار نہ ہوتیں تو آج پھر بھی کچھ امید و آس بندھ جاتی...... میں نے تو انہیں آہستہ، آہستہ گھلتے اور ختم ہوتے ہی دیکھا...... ہم نے ان کے لیے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا......اور آخر کیسی ناگفتہ بہ حالت میں چلی گئیں۔''

''ہاں صفیہ تم درست کہتی ہو...... parkinson مرض دراصل ایک دماغی کنکشن ہی سے وابستہ ہے کہ جب dopamen دماغ درست مقدار میں بنانے لگتا ہے تو ہمارے بدن کے تمام حصے ریلیکس ہوجاتے ہیں......اور مسلز کا توازن برقرار رہتا ہے۔ بدقسمتی سے میری بچی نے یہ مرض اپنی دادی سے لیا۔'' ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں...... ''اُف ہم اپنی وراثت سے کیسی کیسی مہلک اور جان لیوا اور تکلیف دہ بیماریوں کا سودا انجانے میں ہی کر لیتے ہیں۔''

''ڈاکٹر صاحب......ہم انوشہ کی شادی جلد از جلد کرنے کا پروگرام اس کی ساس کے گوش گزار دیتے ہیں...... میاں، بیوی کے خوشگوار باہمی تعلق سے بھی اس مرض میں افاقہ ہوتا ہے۔'' صفیہ نے پُرامید لہجے میں کہا۔ ''ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔''

''فی الحال ہم اسے وہ میڈیسن تو شروع کروا سکتے ہیں جو ڈوپامین بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور شادی کرنے سے اس کی طبیعت تو بہتر ہو سکتی ہے لیکن ابھی اس کی ضرورت نہیں۔ اسے ذرا بہتر ہونے دیں۔'' ڈاکٹر صاحب امید و بیم کی کیفیت میں بولے۔

''ڈاکٹر صاحب ہم ایسا کرتے ہیں کہ انوشہ کو سیر و سیاحت کے بہانے لندن کے کسی بہترین ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے لے جاتے ہیں۔ یہاں تو ایسا کرنا ناممکن ہوجائے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ اس کی سسرال کو معمولی سا شک بھی گزرے کہ انوشہ بیمار ہے۔'' صفیہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''ان کو بتانا بے حد ضروری ہے صفیہ...... ہم آمل کو دھوکا دینے میں فی الحال کامیاب تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن کب تک اس فریب کی پردہ داری رہ سکتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''جب تک اس کے مرض کو وہ خود محسوس نہیں کر لیتا یوں بھی ابھی انوشہ کی پہلی اسٹیج ہے۔ پانچویں تک پہنچنے سے پہلے انوشہ دو بچوں کی ماں بھی بن چکی ہوگی......اولاد بھی تو ماں کو ان گنت خوشیوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ اس مرض کا علاج ہی ذہنی و دلی خوشی سے وابستہ ہے۔'' وہ پُرامید لہجے میں بولیں۔

''میں تمہارے مشورے سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ فی الحال ہم لندن جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ انوشہ کی طبیعت دیکھ کر ہی ہم ان کی شادی کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور میں کسی قیمت پر آمل کو دھوکے میں نہیں رکھوں گا۔'' وہ توقف کے بعد بولے۔

''اگر یہ سب جان کر اس نے انکار کر دیا تو پھر......؟ پھر کیا ہوگا......؟ ہماری بیٹی تو یہ صدمہ برداشت ہی نہیں کر سکے گی۔ وہ تو ڈپریشن کا شکار ہو سکتی ہے۔'' اسی اثنا ڈاکٹر صاحب کے موبائل کی رنگ نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ڈاکٹر صاحب نے انوشہ کا نام لیا......اور موبائل کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے اس کی دوست حنا کی مانوس آواز آئی۔

''انکل......! انوشہ کی طبیعت ٹھیک نہیں...... وہ گاڑی ڈرائیو نہیں کر سکتی...... آپ اگر ڈرائیور کو بھیج دیں تو ویسے زیادہ فکر کی بات نہیں...... اس کے ہاتھ نہ جانے کیوں بری طرح لرز رہے ہیں۔ شاید اسے ٹھنڈ لگ گئی ہے۔'' حنا نے جگہ کا بتایا جہاں وہ کھڑی تھیں۔

''میں ابھی خود پہنچتا ہوں۔ آپ سب وہیں میرا انتظار کریں۔'' ڈاکٹر صاحب اضطراری کیفیت میں بولے اور فون بند کر کے تیزی سے کھڑے ہوگئے۔ بہ مشکل صفیہ کو سہارا دے کر اٹھایا اور انہیں گاڑی تک لائے۔

''بیگم تم نے ہمت سے کام لینا ہے۔ ورنہ انوشہ بہت پریشان ہوجائے گی۔ کاش ہماری بچی اس قدر حساس طبیعت کی مالک نہ ہوتی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ڈاکٹر صاحب وہ پہلے تو ایسی نہیں تھی۔ کچھ مہینوں سے میں نے اس میں یہ بھول وغیرہ کا ہونا تو محسوس کیا تھا۔''

''اسی لیے تو میں سوچ رہا ہوں کہ انوشہ کو شادی جیسی آزمائش سے بچایا جائے۔ شاید اس کی زندگی بڑھ جائے اور بہتر بھی ہو جائے۔''

☆☆☆

انوشہ کو یکبارگی حیرت ہوئی۔ وہ والدین کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ کیونکہ آج کل گھر بنانے کی وجہ سے والدین ہر وقت جمع و تفریق کے حساب و کتاب میں مشغول رہنے لگے تھے۔ ہر وقت مہنگائی کا رونا اور حکمرانوں کو کوسنا روز کا معمول بن چکا تھا۔ یک دم لندن جانے کے فیصلے پر وہ چونکی...... اور پھر اداسی و مسرت کے ملے جلے جذبات میں وہ لاؤنج سے اٹھ کر کمرے میں آ گئی۔ آمل کو فون کرتے ہوئے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کا بیلنس کچھ خراب سا ہونے لگا ہے۔ وہ فون بند کر کے بستر پر لیٹ کر چھت کو گھورنے لگی۔

''لندن جانے کا مزہ تو آئے گا لیکن آمل یہاں ہی رہ جائے گا۔ تنہا بالکل اکیلا...... مجھے بہت مس کرے گا...... اور میرا بیضو، وہ میری جدائی کیسے برداشت کرے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے یاد کرتا، کرتا مر ہی نہ جائے۔ پہلے ایک بیضو ہی میرے دل کے اس قدر قریب تھا۔'' وہ خود ہی اپنی سوچ پر چونکی اس نے بیضو کو محض ایک کتاب جانا تھا وہ تو اس کا دوست تھا۔ اور اب آمل دل و دماغ میں ہی بس گیا ہے۔ ''دوسرے سمسٹر کے فائنل ایگزام بھی سر پر سوار ہیں نہ جانے ممی اور ڈیڈی کو یک دم لندن جانے کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے۔ ایسی بھی کیا ایمرجنسی...... ہے کہ جلد از جلد جانے کا دن طے کر رہے ہیں۔''

اسی اثنا میں آمل کا فون آ گیا۔

''انوشہ میں ایک میٹنگ میں ہوں، ایک گھنٹے بعد فون کروں گا اور تم آج یونی نہیں گئیں...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' اس کے لہجے میں بے قراری اور فکر

سندر سپنا ٹوٹ گیا

بچپن کے دن بھی کتنے حسین ہوتے ہیں
شرارتیں، نادانیاں وہ ہنسنا ہنسانا
کبھی بابا کے سینے پر سر رکھ کر سو جانا
کبھی امی کی ممتا بھری آغوش میں چھپ جاتا
کبھی روٹھی امی کی گردن میں بانہیں ڈال کر منانا
کبھی بابا کا چشمہ چھپا کر ان کو ستانا
کبھی سمندر کنارے گھروندے بنانا
بچپن کی شرارتوں سے الجھتے، الجھتے
جوانی کی دہلیز پر آ جانا
اور آنکھیں موندے اک نئے سفر پر رواں ہونا
یہ کیسا سفر ہے یہ ہے کیسا ہم سفر
دور...... بہت دور ایک دوجے کا ہاتھ تھامے
چلتے ہی جانا چلتے ہی جانا
وہ پیارے بابل اور میّا سے دور
اک اجنبی کے سنگ حسین خوابوں میں الجھنا
اور...... اور پھر آنکھ کھلی تو خود کو بستر پر پانا
وہ بابل کا آنگن...... وہ میّا کی دہلیز
وہ سکھیاں وہ خواب...... سب بکھر جانا
اک سندر سپنے کا یوں ٹوٹ جانا

شاعرہ: مسز نگہت غفار، کراچی

مندی کو محسوس کرتے ہوئے وہ ہنسنے لگی۔ اور اس نے کسی حد تک اطمینان محسوس کر کے فون بند کر دیا......

''میں تو ابھی سے اداس ہو گئی ہوں تمہارے لیے......'' یکا یک بیضو کی آواز پر وہ اور اداس ہو گئی۔

''میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ ممی اور ڈیڈی کے درمیان میں ہڈی کیونکر بنوں...... یہ دونوں بھی خود کو پیسہ بنانے کی مشین بنا چکے ہیں...... انہیں بریک کی اشد ضرورت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔لیکن وہ میری ایک نہیں سنیں گے۔ بات بھی سچ ہے کہ وہ میرے بغیر کیسے جاسکتے ہیں؟'' وہ یہ سوچ کر اٹھی اور الماری کھول کر کپڑوں کے ہینگرز کو آگے پیچھے کرنے لگی......اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو پانچ منٹ تک ہراساں و پریشان دیکھتے ہوئے وہ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی ہو کر پھولوں کے رنگوں میں کھو گئی......جب وہ اس فسوں سے باہر نکلی تو اس کے ہاتھ کافی حد تک نارمل ہو چکے تھے اور بدن کی بے چینی بھی کافور ہو چکی تھی......وہ خوشی، خوشی لاؤنج میں آ کر ممی، ڈیڈی کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے لگی۔

☆☆☆

اس نے بالکونی کی جانب کھلنے والی کھڑکی کے سامنے سے پردے سرکا کر لان میں دیکھا۔وہاں کرسی خالی دیکھ کر وہ اداس ہو گیا۔آج اسے گئے دوسرا دن ہی تو تھا......لیکن اداسی کا پیمانہ اتنا ہمہ گیر تھا کہ وہ خود کو اس میں ڈوبتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔

''بیٹا تمہیں پاپا نے یاد فرمایا ہے۔ وہ کافی دیر سے چائے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔اب تو چائے بھی ٹھنڈی ہو گئی ہو گی۔''ماں جو چائے لیے اسے بلانے آئیں تو اسے کھڑکی میں کھڑا دیکھ کر غمگین اور افسردہ ہو کر بولیں۔

''امی......چائے کا موڈ نہیں......آج آفس کا لنچ خاصا ہیوی تھا۔''ماں اس کی کھوئی کھوئی کیفیت نوٹ کر رہی تھیں۔

''ایک مہینے کی بات ہے، انوشہ خیریت سے واپس آجائے پھر شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کی کوشش کریں گے۔اور اس کی پڑھائی کا تو مسئلہ نہیں، وہ اپنی پڑھائی جاری رکھ سکتی ہے۔اس کی زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی آنے والی تو ہے نہیں......نیچے کے پورشن سے اوپر منتقل ہو جائے گی۔گھر بھی وہی اور ماں، باپ بھی نزدیک......بہت پیاری بچی ہے، ہم تو قسمت کے دھنی نکلے کہ ہماری تینوں بہویں ایک دوسرے سے بڑھ کر حسین اور بااخلاق ہیں۔''وہ اسے بہلانے کی خاطر بولتی چلی گئی......آمل کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی اور وہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر لاؤنج میں آ گیا......جہاں ٹرالی پر چائے کے لوازمات اور ٹی کوزی سے ڈھکی چائے رکھی تھی۔

''سوری پاپا......آپ میرے انتظار میں اپنی چائے برف کر لیتے ہیں۔'' وہ ان کے قریب بیٹھ کر عقیدت مندانہ لہجے میں بولا۔

''بیٹا......ناشتے پر، نہ ہی لنچ پر تم نظر آتے ہو......چائے اور ڈنر پر ملاقات ہونی بے حد ضروری ہے۔کل تمہاری بیوی بھی اس گھر کی رونق بننے والی ہے۔اب تمہارے پرانے لاابالی طریقے نہیں چلیں گے جو تم سالہا سال سے اپنائے ہوئے ہو......وہ بھی تمہاری دیکھا دیکھی ہم سے بہت دور ہو جائے گی اور یہ حرکت ہمارے لیے ناقابل برداشت ہو گی۔اس لیے ابھی سے کان کھول کر سن لو کہ شادی کے بعد لڑکے عقل و سمجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیں تو گھر جنت کے بجائے جہنم بن جاتا ہے۔'' وہ سمجھانے کے انداز میں بولے۔''اور تم نے اپنی حالت مجنوں جیسی کیوں بنا رکھی ہے۔ایسی بھی کیا جدائی......اللہ خیر کرے زندگی اسی کے ساتھ گزرے گی۔آج وہ تمہیں کوہِ قاف کی پری دکھتی ہے یا کسی ملک کی شہزادی......کل اِک عام عورت کے علاوہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔اس لیے ابھی سے اسے اتنا ہی پیار دو جتنا عمر بھر اس کی آغوش میں ڈال سکو گے......یہ جو لو میرج ہوتی ہے ناں اس کی ناکامی کا مسئلہ ہی یہی ہے کہ ایک دوسرے سے توقعات اس حد تک قائم کر لیتے ہیں جو شادی کے بعد پوری ہونی ناممکن ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہمارا بیٹا بہت سمجھدار ہے۔''وہ اس کے شانے تھپکتے ہوئے بولے۔

''آپ اس کی فکر کرنا چھوڑ دیں۔اور اپنی صحت کا خیال رکھیں۔''ماں نے مسکرا کر تسلی دی۔اب وہ تینوں چائے کے ساتھ، ساتھ لوازمات سے بھی انصاف کر رہے تھے اور ساتھ، ساتھ اس کی شادی کی پلاننگ بھی ہو رہی تھی۔

''آپ بالکل بے فکر رہیں......سب کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو جائے گا۔ آخر میں نے اپنے پیٹ پونچھن بیٹے کا حصہ تو نکالنا ہی تھا...... سب کچھ میرے پاس موجود ہے۔ آپ کوئی غم نہیں کھائیں۔ بس اپنی صحت کا خیال رکھیں اور خوش رہیں۔'' وہ انہیں تسلی دے رہی تھیں۔

''ورنہ جیولری ہماری کمر توڑ ڈالتی...... سونا اس قدر مہنگا ہو چکا ہے کہ الامان، ہم نے بھلے وقتوں میں اپنی ذمے داریوں سے جان چھڑا لی۔''

''اچھا ہوا کہ ہم نے کچھ پس انداز کر رکھا تھا ورنہ تو تعلیم بھی مہنگی اور بچوں کے گھر آباد کرنا بھی بے حد مہنگا ہو چکا ہے۔'' وہ ایک گہری سانس بھر کر بولے۔

''بیٹا میری دعا ہے کہ اللہ کرے انوشہ بھی ایک عقلمند اور دور اندیش ساتھی ثابت ہو۔ جس گھر کی عورت نا سمجھ، فضول خرچ اور چرب زبان ہو...... وہ گھر جلد یا بدیر تباہ ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں دو بہویں.... بے حد سمجھدار مل گئیں کیونکہ ان کا بیک گراؤنڈ ہمارے جیسا ہی تھا۔ انہیں ایڈجسٹ ہونے میں رتی بھر مشکل نہ ہوئی تھی۔ انوشہ کا بیک گراؤنڈ ہم سے اسٹرانگ ہے لیکن بچی بہت سوبر اور سلجھی ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا آمل بہت خوش رہے گا اس کے ساتھ۔'' وہ چائے کا سپ لے کر بولے۔

''مجھے بھی تو انوشہ کی یہی عادات پسند آئی ہیں۔ ورنہ کبھی مان کر نہ دیتی ہمارے خاندان میں ابھی تک لو میرج کا دخل نہیں ہوا...... اب پہلی بار اس محبت نے ہمارے دروازے پر دستک دی ہے تو مجھے اچھا ہی گمان ہو رہا ہے۔ ہمارے حساب سے منگنی کی رسم ادا ہوئی۔ اب شادی بھی مژدہ فزا ہی سمجھیں۔'' وہ پُرامید انداز میں بولی تو آمل جو خاموشی سے چائے پی رہا تھا بے اختیار ہنسنے لگا۔

''ہنستے ہوئے ہی اچھے لگتے ہو، خبردار جو اب منہ بسور کر بیٹھے......'' ماں کی اس ضربِ خفیف پر وہ پھر مسکرایا۔

''ویسے آپس کی بات ہے انوشہ ہے خوش بخت بچی جس دن سے ہم دونوں کی چپقلش ختم ہوئی، تمہیں نوکری مل گئی۔ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اشارہ دیا ہے کہ صلح د اتفاق میں برکت ہی برکت ہے۔ جن گھروں میں ہر وقت کی لڑائی اور جھک جھک کا ماحول چھایا رہتا ہے، وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ صحت، رزق اور سکونِ قلب سب سے پہلے وہاں سے رخصت ہو جاتا ہے۔'' ماں نے چائے پیتے ہوئے کہا تو باپ، بیٹا مسکرانے لگے۔ اسی اثنا آمل کے موبائل پر بیل ہوئی...... اس نے جس پھرتی اور بے چینی سے موبائل کو جیب سے نکالا دونوں.... فوراً سمجھ گئے کہ کال انوشہ کی طرف سے ہے۔ آمل نے موبائل کان کے ساتھ لگایا اور لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

چند دن تو انوشہ کے فون باقاعدگی سے آتے رہے اور پھر وہ ایسی اذیت اور خدشات کا شکار ہوئی کہ اسے فون کرنا تو در کنار خود سے بھی دور ہونے لگی۔ اپنی لاعلاج بیماری کا سن کر اس کی آنکھوں میں اپنی دادی کی تصویر اٹک کر رہ گئی تھی۔ وہ جس طرف نظر اٹھاتی تھی اسے اپنی بارعب اور دبدبے والی متاثر کُن شخصیت اور باتوں میں شوخ و شنگ رنگ بھرتی ہوئی دادی بے حد لاغر اور رعشے میں تھرکتی ہوئی نظر آنے لگی تھیں۔ اپنا آغاز اور انجام اس سے ڈھکا چھپا ہرگز نہیں تھا۔ وہ پل بھر میں خود کو منوں مٹی کے نیچے دبا ہوا محسوس کر کے بلکتے ہوئے اپنے رب سے سوال کرنے لگتی...... اور آمل پر اسے بے پناہ ترس و رحم آنے لگتا۔ اس کا فون آتا تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی کہ جو وعدے وعید انہوں نے ایک دوسرے سے کیے تھے، وہ تو شاید کانچ کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ وہ ایک بیمار لڑکی سے شادی کرنے کی غلطی ہرگز نہیں کرے گا...... یہ سوچ کر وہ دہل سی جاتی۔

☆☆☆

وہ تیار ہو کر قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر اپنا جائزہ لینے لگا۔ کئی بار تو اس نے اپنے بالوں کو سنوارا تھا۔ اور پولو کے اسپرے سے کمرا مہک اٹھا تھا کیونکہ آج انوشہ اپنے والدین کے ساتھ واپس آرہی تھی۔ گزرے ہوئے مہینے کے ہر لمحے کا جو بہت بے قراری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور انتظار میں گزرا تھا...... حساب چکانے کا دن آ گیا تھا۔ وہ کبھی تو اسے اپنے تصورات میں گلے سے لگالیتا تو کبھی اس کو نظر انداز کرکے بے نیازی کا مظاہرہ کرنے کا سوچتا لگتا...... لیکن اس کی بے تابی سے اس کے ارادے ڈھے جانے کی توقع تھی کہ وہ بے اختیار ہو کر اس کی موجودگی کی پروا کیے بغیر اسے اپنے سینے سے لگالے گا...... اور وہ شرم و حیا سے انار کی کلی کی طرح سرخ ہو کر اسے دھکا دے ڈالے گی۔

پاپا کے اکیلے پن کی وجہ سے ماں اس کے ساتھ ائرپورٹ نہ جاسکی...... البتہ انہوں نے آنے والوں کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی...... ائرپورٹ پہنچتے ہی اس نے بورڈ سے فلائٹ دو گھنٹے لیٹ کا شیڈول پڑھ کر فوراً موبائل پر وقت دیکھا اور ائرپورٹ سے باہر نکل آیا...... آج کے دو گھنٹے جان لیوا انتظار میں اتنے طویل ہو گئے تھے کہ ہر منٹ ہی بھاری ہو گیا۔ آخر خدا، خدا کرکے دو گھنٹے گزرے اور بالآخر انوشہ اپنے والدین کے ہمراہ باہر آتی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی وہ اچھنبے سے حق دق ہو گیا۔

''انوشہ تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی ہو...... طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' سب سے پہلا سوال وہ یہی کر پایا۔

''جغرافیائی تبدیلی انسان کی صحت پر مثبت اثرات بھی چھوڑتی ہے اور منفی بھی...... دراصل انوشہ کو وہاں کا موسم نہیں بھایا...... مسلسل بیمار ہی رہی۔'' ڈاکٹر صاحب کا لہجہ بہت اداس و مایوس کن تھا۔ جسے آمل نے بھی محسوس کیا تھا۔ صفیہ بھی آنے والے وقت میں تلپٹ ہوتا ہوا شادی کے پروگرام کا سوچ کر نگاہیں جھکائے وہیں کھڑی رہیں...... ناگہانی آفتیں اور بیماریاں دستک دے کر نہیں آتیں بس بند دروازوں کی درزوں سے بھی گھر کے اندر داخل ہو جاتی ہیں اور پھر واپس جانے کا نام نہیں لیتیں...... میری معصوم بچی کو بیماری نے بے وجہ ہی جکڑ لیا اسے کچھ سال تو مل جاتے...... وہ آمل کو دیکھ کر مزید پریشان ہو کر سوچے جا رہی تھیں۔

گھر پہنچتے ہی جونہی چوکیدار نے گیٹ کھولا...... کتا بھونکنے لگا...... بلب کی ہلکی روشنی کے باوجود اس نے انوشہ کو پہچان کر اپنی زنجیر کو کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن انوشہ گاڑی سے بے پروائی میں ہی نکلی اور کتے کی طرف دیکھے بغیر داخلی دروازے کی جانب چل دی۔

''انوشہ، بیضو تمہیں بلا رہا ہے تم سے ملنے اور ہگ کرنے کے لیے بے چین ہو رہا ہے۔'' ڈاکٹر صاحب نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ آمل نے اس کی خمار آلود آنکھوں میں مایوسی کے سائے لہراتے ہوئے محسوس کیے تھے۔ اور چہرے کی زرد رنگت میں انجانے سے تاثرات تھے۔

''انکل آپ فریش ہو کر اوپر تشریف لائیں یا ہم کھانا نیچے بھجوا دیں۔ جیسا آپ مناسب سمجھتے ہیں۔'' آمل نے انہیں گھر کے اندر جاتا دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں تو کھانا نہیں کھاؤں گی......'' وہ اکتاہٹ و تھکاوٹ سے بھرپور آواز میں بولی۔ ''میں جلد از جلد سونا چاہتی ہوں۔''

''کیا اپنی ساسو جی کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاؤ گی؟'' صفیہ نے پیار بھرے لہجے میں اس سے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔

''آمل ہم دس منٹ میں اوپر آتے ہیں۔ اس وقت تو تقریباً سحری کا وقت ہو رہا ہے، بیچاری بہن کلثوم ابھی تک جاگ رہی ہوں گی۔ بیٹا تم نے خواہ مخواہ ...... ہی تکلف کیا اور ماں کو تکلیف میں ڈالا۔ کھانے کی ضرورت نہیں تھی...... رستے بھر ہم کچھ نہ کچھ چکھتے ہوئے آئے ہیں۔'' صفیہ نے مردنی آواز میں کہا...... اسی اثنا کلثوم آہستہ، آہستہ اتر کر نیچے آ گئی...... رسمی علیک سلیک اور بغلگیر ہونے کے بعد انوشہ کو اپنے سینے سے لگا کر پیار کرنے لگی جبکہ انوشہ ان کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتی رہی۔

''میرا خیال ہے سب بہت تھک چکے ہیں...... ملازم کھانا نیچے ہی لے آتا ہے۔'' وہ کچھ شرمندہ سی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتے ہوئے بولی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی......

آملِ بھی دل برداشتہ ہوکر وہیں کھڑا انوشہ کا جائزہ لینے لگا۔ اس کی پیشانی پر چند ناگوار ابھرتی ہوئی لکیریں دیکھ کر وہ بھی سیڑھیوں کی جانب چل پڑا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا.. پر ڈھیلے ڈھالے انداز میں وہ کچھ سوچ رہا تھا کہ لندن پہنچنے کے بعد ایک ہفتے تک تو انوشہ کے فون دن میں کئی بار آتے رہتے پھر یک دم ان میں وقفہ آنے لگا جو ایک مہینہ ختم ہونے تک اس قدر طویل ہو چکا تھا کہ وہ خود پریشان ہوکر اسے بار، بار فون کرنے لگتا تھا۔ وہ کبھی تو فون اٹھالیتی اور کبھی کبھار لگتا تھا کہ فون نہ اٹھانے کی قسم کھالی ہو۔ ایسا کیوں تھا......کیا اسے مجھ سے محبت نہیں رہی...... یہ کیسے ممکن ہے مجھے خدشہ ہونے لگا ہے کہ کہیں وہ کسی اور میں تو انٹرسٹڈ نہیں ہوگئی...... آج یہ سوچ اسے بہت دور لے گئی تھی اسے آج کے سرد رویے' بے پروائی، بے اعتنائی اور اجنبیت کی کوئی اور وجہ نظر نہیں آرہی تھی۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک مہینہ پہلے والی سرخ و سفید انوشہ گھوم گئی۔ جو آج کی انوشہ سے بالکل مختلف تھی۔

اسی عالم مایوسی میں صبح ہوگئی۔ رات بھر اضطراب میں بیدار رہنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں دہکتا ہوا انگارہ ہو رہی تھیں...... اور حلق خشک اور زبان چمڑے کے مانند سخت تھی۔ واش روم جا کر آنکھوں میں ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے...... اور اب نائٹ سوٹ پہن کر وہ اپنے بستر میں گھس کر سونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ ابھی انوشہ کے امی، ابو سے کھانے کی بات کر کے آیا ہے۔

☆☆☆

''ممی......! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں...... میں آملِ کے ساتھ منافقانہ ایکٹنگ نہیں کرسکتی...... میں جانتی ہوں وہ میرے اس رویے کی وجہ سے بہت افسردہ ہوگیا ہے۔'' وہ افسردہ لہجے میں بولی۔

''بیٹا بعض اوقات شادی کے بعد اس بیماری میں افاقہ ہونے لگتا ہے۔ ہمیں رسک لینے کی اجازت دے دو...... اپنی کوشش کے باوجود بھی کچھ حاصل نہ ہوا تو کم از کم ہمیں پچھتاوا تو نہیں ہوگا ناں...... ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر راضی بہ رضا ہونے سے ہم زندہ درگور ہوجائیں گے...... ہم آج ہی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے اوپر جارہے ہیں۔ دیکھو تم کہیں رنگ میں بھنگ نہ ڈال دینا...... پلیز انوشہ......'' صفیہ نے اشکبار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر التجائیہ لہجے میں کہا۔

''اب بھی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، میری صحت ہی اس کی اجازت دے گی۔'' وہ دیر تک سوچنے کے بعد بولی۔

''ممی آپ ایک محبت کرنے والے فرشتہ خصائل انسان کو دھوکا دے کر مجھے بھی خوش نہیں دیکھیں گی۔ افسوس کا مقام ہے۔ ممی...... یہ ہیں ہمارے اخلاقیات اور کردار......'' وہ پژمردگی اور تاسف بھرے لہجے میں بولی۔ ''جس دن آملِ پر حقیقت و سچائی واضح ہوگئی جو کہ شادی کے فوراً بعد ہی نمایاں ہوجائے گی تو ذرا سوچیں کہ وہ میرے ساتھ کیسا سلوک روا رکھے گا۔ ممی اس نے مجھے ٹوٹ کر پیار کیا ہے۔ میں...... اس کی رتی بھر نفرت کو برداشت نہیں کرسکوں گی۔ اسی لیے زہر کھالوں گی...... اس لیے مجھے محبت کی بے قدری کرنے کی تلقین مت کریں...... مجھے بہت سال زندہ رہنا ہے۔''

''بدشگونی کی باتیں مت کرو...... صرف ہمت سے کام لو اس معمولی سے مسئلے کو دائمی مت بناؤ......'' وہ سختی سے بولیں۔ ''میں تمہاری ماں ہوں، دشمن نہیں ہوں بس تم خوشی، خوشی سسرال جانے کی تیاری کرو میری بچی......''

''ممی آپ نے نوٹ کیا ہے کہ میں دو مہینوں میں تیسری اسٹیج پر پہنچ گئی ہوں...... سیدھا چلتے ہوئے میرا توازن خراب ہونے لگا ہے۔ ہاتھوں میں رعشہ بھی بڑھ گیا ہے۔ اور ویسے بھی میں حرکات و سکنات میں سست ہوگئی ہوں۔ آملِ کے سامنے جانا مجھے ہرگز اچھا نہیں لگتا...... حالانکہ میرے اس رویے سے وہ بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نالاں اور بہت حیران ہے۔ مجھ سے کئی بار سوال بھی کر چکا ہے کہ میں کسی اور سے محبت تو نہیں کرنے لگی۔ ممی، مجھے آپ آزاد کر دیں۔ میں اسے اپنی بیماری کے بارے میں تفصیلاً بتانا چاہتی ہوں۔ میں اپنی پیشانی پر بے وفائی، دغا بازی اور دھوکا دہی کی مہر ثبت نہیں کرنا چاہتی۔ اگر میری زندگی ایک سال ہے تو اس نفرت و حقارت میں آپ کی بیٹی بہت جلد اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائے گی...... کیا آپ ایسا چاہتی ہیں تو پھر چند دن انتظار کیجیے جب آپ کی بیٹی اس بیماری کی چوتھی اسٹیج میں داخل ہو جائے گی۔ میں آپ کی بے جا خواہش کی وجہ سے ذہنی طور پر اس قدر پریشان ہو گئی ہوں کہ میں خود کو بہت تیزی سے مرتے ہوئے محسوس کرنے لگی ہوں۔'' وہ دکھ بھرے لہجے میں پانی کی بوتل کا ڈھکنا کھولنے لگی۔

کوشش کے باوجود وہ اس میں ناکام رہی۔ مضطرب سی ہو کر اس نے دونوں ہاتھوں سے خود اپنے شانوں کو پکڑ لیا۔ توقف کے بعد اس نے فریج کو بند کرنے کی ناکام کوشش کی۔

اور اس کے بعد حالتِ غیر میں پاؤں گھسیٹتی نزدیک رکھی کرسی کی طرف بڑھنے لگی۔

پچھلے دو مہینوں سے اس کے کچھ دن قدرے بہتر گزرے تھے۔ ان دنوں میں وہ آمل سے ملاقات کرتی۔ اس کے ساتھ کھانے پر بھی چلی جایا کرتی تھی۔ اپنے ہیضوں سے بھی باتیں کرتی اسے کھانا بھی کھلایا کرتی تھی...... پھر یک دم ہی آج کی طرح کے بے حد اذیت ناک و المناک دن بھی آتے تھے۔ جب وہ کپڑے بدلنے اور غسل کرنے سے بھی قاصر ہو جایا کرتی تھی۔ اس ناگفتہ بہ حالت میں اسے سامنے دادی نظر آنے لگتیں۔ اس کی حالت عجیب ہو جایا کرتی۔ اور ایسی حالت میں اسے کمرے میں تنہا چھوڑنا ناممکن ہو جاتا۔ اور آخر کار صفیہ اسپتال سے چھٹیاں لے کر گھر بیٹھ جاتیں۔ جب اس کی حالت سنبھلتی تو صفیہ دوبارہ اسپتال کا رخ کرتیں۔ آمل دن بھر آفس میں رہتا......

شام کو تھکا ماندہ واپس آتا تو انوشہ دوا کھا کر سو چکی ہوتی تھی۔ اس حیران کن رویے نے اسے سوچنے ہی نہ دیا کہ انوشہ ذہنی یا جسمانی طور پر بیمار بھی ہو سکتی ہے۔ روز بروز اس کے شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جو انوشہ کے لیے بھی بے حد تکلیف دہ ثابت ہو کر اس کی طبیعت کو بگاڑنے میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ لیکن صفیہ اس کی تیزی سے خراب ہوتی ہوئی طبیعت کو نظر انداز کر کے گھنٹوں اسے لیکچر دینے سے باز نہ آئیں۔ ڈاکٹر صاحب کے منع کرنے کے باوجود وہ اس بیماری کو راز میں ہی رکھنے پر زور دیتی رہیں۔

☆☆☆

''انوشہ، آج مجھ سے اپنے دل کا حال کھل کر بیان کرو...... یقین جانو مائنڈ نہیں کروں گا بلکہ ہم دونوں مل کر مسئلے کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔'' آمل نے انوشہ کو گہری خاموشی اور سوچ میں دیکھ کر کہا تو وہ ایک دم سے اچھل پڑی۔

''میں کہاں ہوں؟'' وہ گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

''تمہارے پسندیدہ ریسٹورنٹ میں......'' وہ آہستگی سے بولا۔ ''بولو کیا کھانا پسند کرو گی، پہلے کی طرح فرمائش کرو مجھ سے۔ پیار بھری باتیں کرو اور میری شرارتوں سے محظوظ ہو جاؤ۔''

''ایک منٹ......'' وہ انگلی اٹھا کر بولی۔ ''وہ سامنے دیکھو کون کھڑا ہے۔ تم نہیں پہچانو گے، میری پیاری سی دادی اماں مجھے اپنی طرف بلا رہی ہیں۔ سفید رنگ کی ساڑی میں دادی اماں ہمیشہ ہی حور دکھتی ہیں ناں......''

''انوشہ پلیز کوئی ڈھنگ کی بات کرو...... مجھے ان باتوں سے خوف آنے لگا ہے۔ اٹھو چلو چلتے ہیں۔'' وہ ناگواری سے بولا اور چند قدم آگے بڑھا مگر انوشہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ وہ واپس اس کی طرف آیا اور اسے کسی گہری سوچ میں دیکھ کر خفگی سے بولا۔

''نہ جانے تمہاری سوچوں میں کون سما گیا ہے۔ کاش تم لندن نہ جاتیں کچھ بتاتی بھی تو نہیں...... میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جان، کس روگ نے تمہیں یہاں تک پہنچا دیا ہے۔'' وہ اس کے سہارے پاؤں گھسیٹتی ہوئی باہر کار تک آگئی۔

''آمل تم جانتے ہو کہ میرے وجود کے اندر کیا پل رہا ہے؟'' وہ اس کی یہ بات سن کر بری طرح چونکا...... وہ اب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ اور حیرت سے اس کی دھنسی ہوئی آنکھوں میں غلافی خمار آلود آنکھوں کو کھوجنے لگا۔

''میرے اندر احساسِ جرم پل رہا ہے۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑا...... میں ہی خسارے میں رہی۔'' وہ دونوں ہاتھ آپس میں ملتے ہوئے بولی۔

''میں یہی تو التجا کر رہا ہوں کہ آج اپنا دل کھول دو، زبان کا تالا توڑ دو۔ مجھے اپنا جرم بتا دو، میں اس پیار کے بدلے خدا کی قسم تمہیں معاف کر دوں گا۔ میری بات پر بھروسا رکھو...... میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل ہی تمہیں بیاہنے آجاؤں گا۔ میرے وعدے پر یقین کرو......''

اب وہ اس کا سر اپنے کندھے کے ساتھ ٹکا کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا تھا۔

''دیکھو انوشے یہ جو غلطی ہوتی ہے ناں...... انسانوں سے ہی سرزد ہوتی ہے۔ جب غلطی کا اعتراف کر لیا جائے تو پھر وہ غلطی نہیں رہتی۔ وہ رب کے حضور توبہ بن کر حاضر ہو جاتی ہے۔ اور پھر غلطی کرنے والا انسان سرخروئی حاصل کر کے مطمئن اور پُرسکون ہو جاتا ہے۔ تم اپنی غلطی مجھ سے شیئر نہیں کرو گی تو کیا لندن والوں سے کرو گی۔''

''تم مجھے ہمیشہ ہی غلط سمجھتے رہے...... جس طرف تمہارا اشارہ ہے۔ وہ تو یقیناً سراسر ظلم ہے۔ میں نے تم سے والہانہ محبت کی ہے آمل......!''

''پھر کیا مسئلہ ہے بتاؤ تو سہی......'' وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

''آج تمہیں حتمی فیصلہ سنانا چاہتی ہوں۔ میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی، اس لیے آج کی ملاقات کو آخری سمجھو...... اور آئندہ میرا سامنا کرنے کی کوشش بھی مت کرنا...... میں لندن والے سے ہی شادی

اظہارِ تشکر

ماہنامہ پاکیزہ کے اجرا کے پینتالیس سال مکمل ہونے پر جہاں ہمارے باذوق قارئین نے پُرخلوص مبارکبادیں دیں وہیں ہماری معزز مصنفات، شاعرات و دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے بہی خواہوں نے جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز کی ان کاوشوں کو خوب سراہا۔ اس کے لیے ہم آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

......اور اب پہلے سے بڑھ کر......

اِک نئے انداز اور دلچسپ پیرائے میں......
خوشگوار اور پُرلطف سلسلوں سے آراستہ......
پاکیزہ صفحات آپ کی اعلیٰ ذوقی کی نذر......

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کروں گی۔ جلد ہی تمہیں انوٹیشن کارڈ مل جائے گا۔'' وہ طنزیہ بولی۔

''تو میرا اندازہ درست ہی نکلا ناں کہ تمہارے من میں کوئی اور بس گیا ہے۔'' وہ وثوق سے بولا۔

''کہاں گئی وہ پاکیزہ محبت، وعدے وعید..... کہاں چھوڑ آئی ہو؟''

''خبردار جو مجھ پر کیچڑ اچھالا..... شادی سے انکار کی وجہ بھی سنو..... میری زندگی میں کسی لندن والے کا کوئی دخل نہیں..... میری بات پر یقین کرنا مجھے ایک ایسی لاعلاج بیماری نے اپنے شکنجے میں لے لیا ہے جو بہت جلد مجھے بیڈ ریڈن (صاحبِ فراش) کر دے گی۔ کیا تم ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہو گے جو تمہاری ذمّے داریاں بانٹنے کے بجائے تمہارے لیے ایسا بوجھ بن جائے کہ تم چھٹکارا حاصل کرنا بھی چاہو تو اس میں کامیاب نہیں ہو پاؤ گے۔ میری بیماری میں جس تیزی سے اضافہ ہوا ہے اس کی قصوروار میں خود ہوں۔ ممی تو مجھے تمہیں دھوکا دینے کے درس سکھاتی ہیں اور میں ہر لمحے ٹوٹتی رہی، آج بھی میرے جسم کے ہر عضو میں توڑ پھوڑ جاری ہے۔ لیکن یہ سچ بولنے کے بعد اس میں کمی محسوس کرنے لگی ہوں۔ آمل مجھے بھولنے کی کوشش کرنا میں موت ہوں..... موت سے پیار نہیں کیا جاتا..... اس سے فرار حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' آمل نے ایک دم اسے گلے لگا کر سوری کہا۔

''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ کیا تمہیں میرے پیار پر یقین نہیں تھا، تم کیا سمجھتی ہو کہ میں بیماری کی حالت میں تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا..... تم سے نفرت کرنے لگوں گا..... بلکہ تم میری رگ، رگ میں سرائیت کرنے لگی ہو۔ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا..... مرد شک کی حالت میں اپنی محبت سے منہ موڑ لیتا ہے یا مارنے مرنے پر تل جاتا ہے۔ میں نے تو شک کی حالت میں بھی تمہیں قبول کیے رکھا..... بیماری میں تم سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا تصور تم نے کیسے کر لیا.....؟ بس مجھ پر اتنا سا ہی بھروسا تھا۔ اتنا سا ہی اعتماد تھا میری محبت پر..... میری چاہ پر.....؟ ہماری محبت بے مشروط ہے انوشہ..... یہ مت بھولو.....'' وہ ایک جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

''میں جانتی ہوں آمل..... میں تمہیں ناخوش نہیں دیکھ سکتی۔ تم مجھے ایک زندہ لاش کی صورت میں اپنی کامیاب زندگی میں کہاں..... تک لے کر چلو گے..... تنگ آ جاؤ گے بہت جلد.....'' وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ ''مجھے اپنی حسین اور بہترین یادوں کے سنگ جینے دو..... میں تمہاری نفرت تمہاری حقارت کو برداشت نہیں کر سکوں گی۔ میں تمہاری محبت کو ابدی دیکھنا چاہتی ہوں۔'' وہ بے بسی سے کہہ رہی تھی۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، خدارا خود کو ذہنی اور جسمانی طور پر تندرست سمجھو..... خوش، خوش رہو..... سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ جو ذہن ہوتا ہے ناں اسے جس جانب دھکیل دو وہ ویسا ہی سوچنے لگتا ہے اور یہ سوچ ہی ہوتی ہے جو انسان کو عرشِ بریں پر بھی پہنچا دیتی ہے اور مٹی کا ذرہ بھی بنا ڈالتی ہے۔ اس وقت تم مٹی کا ذرہ بن چکی ہو..... اب مثبت سوچ سے تم نے اپنی اڑان کے لیے پر تولنے ہیں..... اور میں تمہارا پیچھا کرتا ہوا تمہاری ہمراہی میں اڑتا چلا جاؤں گا۔'' وہ پیار سے مغلوب ہو کر بولا۔ ''تمہاری قربت میں گزرے ہوئے دنوں کی قسم تم سے کبھی منہ نہیں موڑوں گا۔''

''ناممکن.....'' وہ سختی سے بولی۔ ''یہ تمام تسلیاں، وعدے اور انہونی باتیں وقتی ہیں، ایسی بیماری میں ماں اولاد سے اور اولاد ماں، باپ سے جان چھڑانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔''

''انوشہ مجھے تم ایک بتاؤ..... اگر مجھ پر یہ بیماری حملہ آور ہو جاتی تو کیا تم مجھے اس حالت میں مزید دکھ و کرب دے کر ہنسی خوشی رخصت ہو جاتیں؟ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ تم ایسا ہر گز نہیں کر پاتیں۔ میری زندگی کے چند دنوں کو تم اپنی محبت و عشق سے سالوں پر محیط کر لیتیں۔ ذہنی سکون اور دلی طمانیت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بیماری کو بھگانے کی دوا ہے میری جان...... تمہیں یہ دوا میرے دواخانے میں ہی مل پائے گی۔ سنو یاد رکھنا یہ راز تمہارے اور میرے درمیان ہی محفوظ رہنا چاہیے۔ انکل، پاپا سے شادی ڈیٹ فکس کرنے کے بارے میں پوچھ کچھ کررہے تھے۔ بہت جلد، میری دلہنیا ہمیشہ کے لیے میری زندگی میں شامل ہوجائے گی۔'' وہ خوش دلی سے بولا تو وہ حیران کن نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

''یار ایسی قاتلانہ نظروں سے تو مت دیکھو...... قہقہہ لگاؤ اور زور سے ہنسنا سیکھو زبردستی یا مرضی سے۔'' وہ اس کا ہاتھ دبا کر بولا۔ ''مجھ سے لڑو جھگڑو، اپنے دل کا غبار مجھ پر نکال لیا کرو، میں مائنڈ نہیں کروں گا......''

''آمل...... آمل تم ٹھیک کہتے ہو، تمہاری توجہ اور بے لوث محبت اس بیماری پر غالب آسکتی ہے۔ ذہن کے ٹوٹے ہوئے تمام کنکشن بحال ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا رشتہ ہی پیار سے ہے۔'' اس نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں کو آمل کے ہاتھوں میں دے کر تسکین کی ایک طویل سانس لی اور اس کی آنکھیں نیند کے بوجھ سے بند ہونے لگیں۔

آمل نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہلکی رفتار میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا گھر پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب مین ڈور سے باہر ہی مل گئے۔ وہ اپنی عمر سے دس سال بڑے لگنے لگے تھے۔ بیٹی کے غم نے ان کی تمام خوشیوں پر ایسا ڈاکا ڈالا تھا...... کہ ان کے اپنے ہوش و حواس معطل ہونے لگے تھے۔

''انوشہ کہاں ہے بیٹا......'' وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر بولے۔ ''اسے کسی سہیلی کے گھر تو نہیں چھوڑ آئے۔ بیٹا ہم اسے باتھ روم تک بھی تنہا نہیں جانے دیتے۔ آمل وہ اس چھوٹی سی عمر میں بہت بڑی بیماری کا شکار ہوگئی ہے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے......''

''کہ کل ہی ہمارا نکاح پڑھا دیا جائے گا۔'' وہ ڈاکٹر صاحب کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''انکل گستاخی معاف......! اب یہ معاملہ میں جانوں اور انوشہ...... آپ نے جو کرنا تھا وہ کر دکھایا۔'' چلتے چلتے وہ اندر آگئے تھے۔ انوشہ اپنے کمرے میں جاچکی تھی۔

''یہ سب کہنا تمہارے لیے اس لیے آسان ہے کیونکہ تمہیں اس بیماری کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں......'' ڈاکٹر صاحب نے اس پر سراسیمہ نگاہ ڈالی۔ اس کے چہرے پر بھرپور طمانیت و سکون تھا۔

''آمل میری بات غور سے سننا...... اسے نصیحت بازی کا نام دے کر نظر انداز مت کرنا۔'' ڈاکٹر صاحب نہایت اپنائیت و ملائمت سے بولے۔

''میں تمہیں اس بیماری کے بارے میں تفصیلاً بتانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد کا فیصلہ قابلِ قبول ہوسکتا ہے۔ فی الحال تم اس وقت ہمدردانہ کیفیت میں مبتلا ہو...... اس لیے غلط فیصلہ ہی کروگے۔'' وہ تفصیل سے بتانے لگے۔

''انوشہ کا حالیہ بی ہیویر قابلِ برداشت ہے سب کے لیے کیونکہ...... انوشہ تیز رعشے کے حملے میں زیادہ دیر نہیں رہتی۔ جبکہ تم نے نوٹ کیا ہوگا کہ بدستور اس کے ہاتھ اور دائیں ٹانگ میں رعشہ رہنے لگا ہے۔ کبھی کبھار اس کا بیلنس بھی خراب ہونے لگا ہے۔ اسے سیدھا چلنے میں دقت محسوس ہوتی ہے اس سے اس کی حرکات و سکنات میں پرلے درجے کی سستی آجاتی ہے۔ اگر اس پر زبردستی یا زور آوری کی جائے تو...... بہ مشکل کھڑی تو ہوجاتی ہے لیکن ڈر و خوف سے دوسروں کو پکڑ کر پاؤں گھسٹ کر چلنے لگتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس حالت میں دوسروں کے سامنے آنے سے گھبراتی ہے۔'' وہ انکشاف کرتے ہوئے سر جھکا کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے۔

''انکل آپ ہمت کریں...... میں سب کچھ جانتا ہوں کیونکہ جب وہ خود کو بہتر محسوس کرتی ہے تو پھر اس کا میرے ساتھ باہر گھومنے اور کھانا کھانے کو دل بھی چاہنے لگتا ہے۔ ہمیں اس کے برے دنوں اور لمحوں میں اس کا ساتھ دینے کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسئلہ اتنا بڑا نہیں ہے۔'' وہ تسلی و تشفی دینے کے انداز

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں بولا۔

''بیٹا مسئلہ چھوٹا بھی نہیں...... یہاں تک تو تم مینج کرلو گے......لیکن چوتھی اور پانچویں اسٹیج اس کے لیے بہت جان لیوا اور تمہارے لیے ایک کٹھن امتحان ہوگی۔ اس میں تم کامیاب نہیں ہو پاؤ گے۔'' وہ وثوق سے بولے۔

''انکل مجھ سے بدگمان مت ہوں......'' وہ تاسف بھرے لہجے میں بولا۔ ''مجھے اس کے بعد کے اثرات بتائیں......میں سب کچھ مینج کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

''سن نہیں سکو گے بیٹا؟'' وہ تڑپ کر بولے۔

''انسان زندہ لاش کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ وہ تو اکیلا بھی نہیں چھوڑا جا سکتا......اسے ہروقت نرسنگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹھہراؤ اور طاقت نہیں رہتی......پنسل تک اٹھانے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ لکھنا اور پڑھنا، چلنا اور بیٹھنا تو درکنار...... کروٹ تک بدلنے کے قابل نہیں رہتے...ایسے مریض اور پھر وہ گہری ڈپریشن میں چلے جاتے ہیں۔''

آمل کی آنکھیں تاسف سے سکڑیں اور پھر حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اب وہ دونوں نیچے ہی ڈرائنگ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''بیٹا، تمہاری زندگی کی شروعات ہے۔ اسے انجوائے کرو......میرا تو یہی مشورہ ہے۔ ہر ذی روح نے یہاں سے ایک نہ ایک دن اپنے مالکِ حقیقی کے پاس واپس جانا ہے۔ اس میں عمر کی قید نہیں ہوتی۔ ایسا کیوں ہے؟ ہم یہ بھید سمجھنے سے نابلد ہیں۔ یہ راز اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں ہی لے رکھا ہے۔ انوشہ نے بھی بہت جلد یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ یہ تو سمجھ آتی ہے۔ لیکن اتنی تکلیف اور آزمائش اس معصوم پر کیونکر طاری کردی گئی ہے۔ یہ سمجھ نہیں آتی۔'' کمرے میں ہولناک خاموشی چھا گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب اس کی نم آلود نگاہوں میں جھانک کر پژمردگی سے بولے۔

''جب مریض ڈرگز کی زیادتی اور ڈوپامین کیمیکل کی کمی کی وجہ سے ڈی منشیا (dementia) جیسی عبرت ناک بیماری کی گرفت میں آجاتا ہے تو اسے مرے ہوئے لوگ اور سانپ، بچھو نظر آنے لگتے ہیں)۔ ڈر و خوف سے ہی تو پھر اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ وہ موت سے پہلے ڈر و خوف سے ہی مرجاتا ہے۔ اور اپنے پیاروں کے لیے ایسی بھیانک اور ڈراؤنی آزمائش بن جاتا ہے کہ ان کے کان اس کی موت کی خبر سننے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں اور یہ زبان جس کے لیے دعائیں کرتے نہیں تھکتی دبے ڈھکے چھپے لفظوں میں اس کی موت کی دعائیں مانگنے لگتی ہے۔''

وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پا کر بول رہے تھے۔

''ڈوپامین ایسا کیمیکل ہے یعنی کنکشن جو ہمارے جسم کے ہر عضو کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ یہ دماغ اسی کنکشن کے ذریعے ہمارے اعضا کو حرکت کرنے کا حکم صادر کرتا ہے۔ میری بچی کا دماغ اس کنکشن سے دھیرے، دھیرے محروم ہو رہا ہے۔ بیٹا کبھی کبھار میں اس بیماری میں تیزی کی وجہ انوشہ کی ماں کو بھی ٹھہراتا ہوں جس نے اسے شادی کے لیے ہر لمحے پریشرائز کر کے اس اسے قدر پریشان رکھا کہ چند مہینوں میں انوشہ اس حالت پر پہنچ گئی۔''

''انکل! ہر ماں اپنی اولاد کے بھلے کے لیے ایسے جھوٹ، دھوکے اور فریب کو گناہ نہیں سمجھتی......وہ اپنی اولاد کی زندگی، خوشی اور کامیابی کی خاطر اپنا سودا کرنے سے بھی باز نہیں آتی۔ اسے شادی کے لیے منانا اور مجھ سے حقیقت چھپائے رکھنے کی تلقین کرتے رہنا ایک فطری امر ہے۔ میں نے یہ سن کر قطعاً مائنڈ نہیں کیا......اور نہ ہی آپ انہیں موردِ الزام ٹھہرائیں۔'' وہ نرماہٹ سے بولا......اور چند لمحوں کے لیے گہری سوچ میں چلا گیا۔

''میں نے بھی تو اس کا جینا حرام کر دیا تھا۔ مجھے تو یہ احساس ستانے لگا ہے جیسے اس ضمن میں پہل تو میری طرف سے ہوئی ہے۔''

''آمل تم ٹھیک کہتے ہو، یہ تو وہ بھی جانتی ہے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

باہمی ملاپ سے بھی دماغ ڈوپا مین بنانے لگتا ہے۔''
ان کی آواز پر وہ ایک دم سے چونکا اور سنبھل کر بولا۔
''انکل میں ڈوپامین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ دماغ کا یہ کنکشن کیسے بحال کرسکتے ہیں؟''
''کنکشن بحال کرنا تو ناممکن ہے، ہاں اپنی کوشش سے اسے وقتی طور پر جوڑنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ یہ کام بہت مشکل ہے۔'' وہ امید و بیم کے لہجے میں بولے۔
''آپ بتائیں...... ہوسکتا ہے کہ ہم سب مل جل کر انوشہ کو زندہ لاش بننے سے بچاسکیں۔'' وہ آس و امید سے لبریز لہجے میں بولا۔
''ناممکن ہے بیٹے...... کسی کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے۔ ہر انسان اپنے ہی مسائل میں گھرا ہوا ہے۔'' وہ ناامیدی سے بولے۔ ''ایسے مریض کو ہر وقت خوش رکھنے کے لیے کون سی ایسی ہستی ہے جو تگنی کا ناچ ناچتی رہے گی۔''
''وہ میں ہوں ناں انکل...... اگر انوشہ کو خوش رکھنے سے اس کی بیماری میں کمی آسکتی ہے، اس کی عمر بڑھ سکتی ہے تو میں وہ سب کچھ عملاً کر کے دکھاؤں گا...... میری انوشہ میرے ساتھ اس وقت تک آباد و شاد رہے گی جب تک میری سانس کی ڈوری مضبوط رہے گی۔ میرا آپ سے وعدہ ہے۔'' وہ مستحکم لہجے میں بولا۔
''سوچ لو آمل...... بہت بڑا دعویٰ کررہے ہو......'' وہ حیرت زدہ ہوکر بولے۔
''انکل میں نے سوچ لیا ہے، میں نے انوشہ سے سچی محبت کی ہے۔ میں اس کی خاطر دنیا تیاگ سکتا ہوں۔ میں اسے یہاں سے لے جاؤں گا۔ پُرسکون اور حسین و دلنشین پہاڑوں کی وادی میں اس کے لیے ایک چھوٹا سا گھر بناؤں گا۔ جہاں انوشہ اور میں دنیا کے تمام بکھیڑوں سے دور رہ کر خالص اور پاک صاف فضا میں زندگی کو بامقصد اور خوب صورت بنانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ ہمیں دنیا کے ان ہنگاموں، محفلوں اور رونقوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے تخلیق کیا تھا۔ ہم اس عظیم خالق کی خواہش کا احترام نہیں کرسکے انکل......!'' وہ بہت گمبھیر لہجے میں بول رہا تھا۔
''اور بے شک اس گناہِ کبیرہ کا خمیازہ ہم اسی دنیا میں ہی بھگت لیتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہم سمجھ نہیں پاتے کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہورہا ہے؟''
ڈاکٹر صاحب اس کی باتیں سن کر حق دق انداز میں اسے دیکھنے لگے۔
''آپ یقین اور بھروسا کیجیے...... میں آپ کے اعتبار، بھرم اور ساکھ کی لاج رکھوں گا...... میری امانت جلد از جلد میرے حوالے کردیجیے......'' وہ مستحکم لہجے میں بولا تو ڈاکٹر صاحب لڑکھڑاتے ہوئے صوفے سے اٹھے۔ آمل بھی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے اسے اپنے سینے سے بھینچ کر حسرت زدہ آواز میں کہا۔
''کاش ہر ماں تمہارے جیسا بیٹا جنم دینے کا شرف حاصل کرلے، تم نے ایک خاندان کی پریشانیوں اور ذمے داریوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا کر ایسی زندہ مثال قائم کی ہے کہ اب ایسے معصوم، بے ضرر اور بے گناہ مریضوں سے کوئی بھی کنارہ کشی اختیار کرنے کے بہانے نہیں ڈھونڈے گا۔ بلکہ انہیں گلے لگا کر ان کی زندگی کو مسرتوں اور راحتوں سے دوبالا اور طویل کرکے اپنے رب کی رحمتوں اور فضل و کرم کے سائے میں اپنی آماجگاہ بنالے گا۔'' وہ خوشی کے مارے بہ مشکل بول رہے تھے۔
''انکل، اس میں کوئی شک نہیں۔'' وہ خوشی و غمی کے ملے جلے آنسو اپنے اندر ہی اندر گراتے ہوئے تشکرانہ انداز میں بولا۔
اس مختصر زندگی میں ایک معمولی ہی سہی ذرہ برابر ہی سہی...... نیکی کرکے تو دیکھو...... وہ بھی ناکام واپس نہیں لوٹائے گا۔

۲۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رفاقت جاوید چیئرمین سینیٹ رضا ربانی سے عکسِ خوشبو ایوارڈ لیتے ہوئے

خوب صورت رفاقتیں

مصنفہ رفاقت جاوید کے ناول کے لیے ایوارڈ

ماہنامہ پاکیزہ میں قسط وار شائع ہونے والے رفاقت جاوید کے ناول رنگِ خلش 2016ء نے بیسٹ فکشن ایوارڈ عکسِ خوشبو حاصل کیا ہے۔ جب ہمارے پینل نے اس ناول کو ایوارڈ کے لیے منتخب کیا تو ہمیں اس کا علم ہی نہیں تھا کہ یہ ناول قسط وار شائع بھی ہوا اور ایک نفسیاتی معاشرتی مسئلے کی وجہ سے خوب سراہا بھی گیا...... رفاقت جاوید کی زبانی یہ سن کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بہت خوشی ہوئی کہ پاکیزہ کا ادارہ اردو زبان کو زندہ رکھنے میں شب و روز کوشاں بھی ہے اور معیاری ادبی تحریروں سے وابستہ بھی ہے۔ ہم سب نے اسے کتابی شکل میں بغور پڑھا اور یہ ہمارے لیے فخر کی بات ہے کہ اب ڈائجسٹ کا ادبی معیار کافی حد تک بلند ہو گیا ہے...... اور ان کی وجہ سے بے شمار رائٹرز بھی منظرِ عام پر نمایاں کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ جب ہم نے ایوارڈز کی تقریب کے لیے چیف گیسٹ چیئر مین سینٹ میاں رضا ربانی صاحب کو مدعو کیا تو ہم کچھ فکر مند بھی تھے کہ 29 جنوری اتوار کی صبح نو بجے اس تقریب میں شرکت کرنے والوں کی تعداد نہ جانے کتنی ہو...... جب چیف گیسٹ کی تشریف آوری ہوئی تو انہوں نے حیرت و مسرت سے ہال پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اور پھر انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز ان جملوں سے کیا کہ ”جب میں نے ہال میں قدم رکھا تو اردو ادب کے شائقین حضرات کی نفری کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا کہ ہماری قوم میں اب بھی اردو ادب کے قدر دان موجود ہیں کہ ہال میں تل رکھنے کی جگہ نہیں......“ پروین شاکر ٹرسٹ کی بھی یہی کاوش ہے کہ ہم اردو ادب سے وابستہ لکھاریوں کی پزیرائی کے لیے پروین شاکر ٹرسٹ کا سہارا لے کر ان کی حوصلہ افزائی کرنے میں پیش پیش رہیں...... اس مرتبہ ہم نے پروین شاکر کی پہلی کتاب خوشبو کی انتالیسویں سالگرہ منانے کا پروگرام بنایا...... جو بہت کامیاب رہا...... اور صبح نو بجے سے لے کر رات نو بجے تک تمام حضرات اس پروگرام کا حصہ بنے رہے۔ جن میں پاکیزہ کی ایڈیٹرز بھی غائبانہ طور پر ہمارے ساتھ تھیں۔ ہم نے پروین کے اس دارِ فانی سے جانے کے بعد پہلی بار 29 جنوری کا دن مختلف پرانے مشہور شعرا اور نئے شعرا جو سب کی نظروں سے اوجھل تھے ان کے نام وقف کر کے دلی و ذہنی سکون محسوس کیا ہے کیونکہ نئے اور پرانے قابلِ ستائش ادبی لکھاریوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے ہمارے ہاں کوئی خاص الخاص پلیٹ فارم نہیں ہے۔ پروین شاکر ٹرسٹ نے اس کارِ خیر کا بیڑا اٹھا رکھا ہے تاکہ چھپے قلم کار اپنی صلاحیتیں دوسروں کے سامنے اجاگر کرنے کے مواقع حاصل کر سکیں...... اور اردو ادب کی شان کو جاوداں بنانے میں اپنا اہم کردار ادا کر سکیں...... آپ سب کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دائیں سے نگہت صاحبہ، انجم انصار، عظمیٰ آفاق، رفاقت جاوید، عذرا رسول، نزہت اصغر و بیگم ائیر کموڈور شبیر

بے حد مبارک باد...... اور میری دعا ہے کہ ہماری زبان کو حیات بخشنے والے تمام ادارے دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں۔ (آمین) کیونکہ اردو زبان ہی ہماری شناخت ہے اور آنے والی نئی نسلوں کی بقا ہے...... اسی مقصد کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم ہر دو سال بعد ہی اسی پلیٹ فارم پر قابل لکھاریوں کو جمع کرتے ہیں جن میں عکسِ خوشبو ایوارڈز کے علاوہ یونیورسٹی کے پوزیشن ہولڈرز کو گولڈ میڈل سے بھی نوازا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کارِ خیر میں کامیابی عطا فرمائے۔

اللہ نگہبان......

آپ کی قدردان......

چیئرپرسن پروین شاکر ٹرسٹ

پروین قادر آغا

رفاقت جاوید کی رفاقت میں

عزیز بہنو! پاکیزہ کی سالگرہ کی مبارک باد کے ساتھ، ساتھ رفاقت جاوید کو بھی ایوارڈ عکسِ خوشبو مبارک ہو۔ پاکیزہ مصنفین کی فہرست میں گزشتہ کئی برسوں پر محیط یہ خوب صورت اضافہ ہمارے لیے باعثِ خوشی و تسکین ہے۔ رفاقت کا قلم نہایت اچھوتے اور انوکھے موضوعات پر چلتا ہے۔ سو اس طرح پُرتنوع کہانیاں پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں۔

اس مرتبہ رفاقت جاوید کراچی آئیں جن کی آمد کا اصل مقصد راشد آباد سٹی کا دورہ اور وہاں ترقیاتی کاموں کا جائزہ لینا تھا اور ساتھ، ساتھ اپنی پیاری، پیاری دوستوں سے ملنا بھی (جس میں خیر سے ہم بھی شامل ہیں) اس دفعہ رفاقت طے کر کے آئی تھیں چونکہ ہم سب اسلام آباد بیک وقت نہیں جاسکتے۔ لہٰذا انہوں نے یہاں پر ساحلِ سمندر کے پُرسکون و پُرفضا مقام کریک کلب میں ایک پُرتکلف ضیافت کا اہتمام کرڈالا۔ رفاقت کی بھرپور رفاقت میں ہم نے مختلف امور پر گفتگو کے ساتھ، ساتھ مزیدار کھانوں کا بھی خوب لطف اٹھایا۔ اس ضیافت میں رفاقت جاوید، بیگم ائیر کموڈور شبیر، نگہت صاحبہ، انجم انصار، عذرا رسول صاحبہ، عظمیٰ آفاق اور ہم نے بھی شرکت کی۔ کراچی کی اس سنہری دوپہر میں پیاری، پیاری سہیلیوں کا آپس میں ملنا سب کو ہی بھایا اگرچہ موسم اور ماحول کی تبدیلی سے رفاقت کی طبیعت کچھ ناساز رہی مگر انہوں نے ظاہر ہونے نہ دیا اور یہ ہمیں بعد میں پتا چلا۔ رفاقت جاوید کی ہم ذوق سہیلیوں سے بھی مل کر بہت خوشی ہوئی۔

دعا گو ہیں کہ پاکیزہ سے وابستہ تمام چاہنے والے اور اس کے خیر خواہ ہمیشہ صحت و سلامتی کے ساتھ جہاں بھی رہیں خوش آباد رہیں۔

نزہت اصغر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

باتیں بہار وخزاں کی

زندگی رات دن کی گردش ہے
کچھ خزاں کی ہے کچھ بہار کی بات

ہم ہمیشہ ہی سے کچھ نہ کچھ نیا اور دلچسپ کرتے چلے آئے ہیں سو آج بھی ایک مختصر مگر جامع سوالنامہ حاضر خدمت ہے تاکہ آپ کی اپنی شخصیت کے بھی کچھ نہاں پہلو سب کے سامنے آئیں اور آپ کے ذاتی افکار، خیالات اور تجربات سے ہم سب بھی آگاہ ہوں اور لطف بھی اٹھائیں۔ امید ہے آپ کو یہ چھوٹا سلسلہ بہت پسند آئے گا۔

سوالات حاضرِ خدمت ہیں۔

توقیر ہاشمی...... منڈی بہاؤالدین

1۔ روز و شب کے اس گزرتے وقت میں خواتین اپنی شخصیت پُراثر بنانے کے لیے خلوص نیت سے اپنی ذات اور اپنے سے منسلک تمام لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور نفرت کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اس زمانے میں اپنے بچوں کی بہترین اخلاقی تربیت کر کے ہی انہیں اچھا انسان بنا سکتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اس رحمان و رحیم کی ذات پر بھروسا کریں وہ سب کام کا کرنے والا ہے وہ جو بھی کرتا ہے اپنے بندے کے لیے بہتر کرتا ہے......

2۔ میری زندگی کا دلچسپ واقعہ جو میں اپنی فرینڈز اور بچوں سے میں اکثر شیئر کرتی ہوں جب میں شاید چار، پانچ سال کی تھی اپنی خالہ کے پاس گاؤں گئی ہوئی تھی مجھے پانچ کا کھوٹا سکہ ملا سوچا کیسے لگاؤں (یعنی خرچ کروں) پھر ایسا آئیڈیا آیا کہ کیا کہنے گاؤں میں ٹوٹی ٹانگ والے بابا جی کی دکان تھی گلی سے بہت اونچی شام کو جب لائٹ گئی میں ان کی دکان پر گئی سارا انتظام مکمل کر کے یعنی پاجامہ اونچا کر کے جوتا اتار کر انہیں کہا بابا جی یہ لیں پانچ روپے اور ایک روپے کی چیز دیں اور چار بقایا دیں جلدی کریں میں یہاں مہمان ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔ اندھیرا ہو رہا ہے اور ایسی تیزی مچائی کہ انہیں جلدی، جلدی میرا کام کرنا پڑا اور پھر ایسی بھاگی کہ اللہ کی پناہ پھر باقی پیسوں کی مزے لے کر ڈیکو مکھن ٹافیاں کھائیں مجھے آج بھی یاد آتا ہے تو بہت ہنسی آتی ہے۔ (ہاہاہا) پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرتی ہوں کہ مجھے معاف کرے......

3۔ پاکیزہ سرورق سے لے کر آخری صفحے تک میری جان ہے ایک مکمل اور پرفیکٹ نالج سے بھرپور پٹاری ہے جو کھلتے ہی میجک ہوتا چلا جاتا ہے اور ہم اس کے سحر میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی اچھی بات جو مجھے بے حد پسند ہے وہ ہے ہر نئی لکھنے والی کی حوصلہ افزائی، انجم آپی کی اس بات سے نہال ہو جاتے ہیں دل سے ان کے لیے دعاؤں کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں اور سمجھ نہیں آتی وہ جلترنگ کہاں سے نکالتی ہیں مزہ آجاتا ہے۔ بہنوں کی محفل میری من پسند ہے ذکیہ بلگرامی، عذرا رسول صاحبہ، عظمیٰ آفاق میری موسٹ فیورٹ ہیں۔ ناول افسانے اور سارے سلسلے ہی مجھے بہت بھاتے ہیں۔ جو بات اچھی لگتی ہے اسے آگے ضرور کرتی ہوں پاکیزہ کا حوالہ دے کر۔

4۔ پاکیزہ کی سبھی مصنفات میری بہت پیاری ہیں، خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی ان سے یہی کہوں گی کہ معاشرے کی اصلاح کے لیے خاص طور پر نوعمر لڑکیوں اور لڑکوں کی ہدایت کے لیے لکھا کریں۔ قرآن پاک کی آیات کا حوالہ دے کر تاکہ معاشرتی اصلاح ہو...... باقی کچھ کہنا مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے برابر ہوگا کیونکہ میں آپ سب کو اعلیٰ مقام پر دیکھتی ہوں۔

5۔ اپنا تعارف کیا کراؤں میری ساری پہچان میرا پاکیزہ ہے۔ باقی میرا دل چاہتا ہے کہ سب کے کام آؤں اپنے اردگرد اور اپنے پیاروں کا خیال رکھوں کسی کے لیے ذہنی اذیت کا سبب نہ بنوں۔ سب کی خدمت کروں (اجر اللہ رحمان رحیم سے)

میرا پیغام خلوص اور محبت ہے جہاں تک پہنچے......

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور سب پاکیزہ بہنوں کو میرا اسلام قبول ہو......

(وعلیکم السلام)

فرخندہ جعفری...... گجرات

1۔ عورت پڑھی لکھی ہو یا ان پڑھ...... اسے اپنے آپ کو پُراثر بنانے کے لیے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ایک پڑھی لکھی عورت ہی پراثر ہو سکتی ہے میں نے بعض ایسی ان پڑھ خواتین کہ جنہوں نے اسکول کی شکل تک نہیں دیکھی ان میں اتنا سلیقہ، ہنر اور اخلاق دیکھا ہے اور گھر کو اتنے اچھے طریقے سے چلا رہی ہیں کہ ایک یونیورسٹی میں پڑھی خاتون میں بھی یہ خوبیاں کم نظر آئیں گی...... پُراثر ہونے کے لیے تعلیم یا دولت ضروری نہیں ہوتی انسان کی اپنی زبان، لباس، رکھ رکھاؤ، سچائی، حیا، پاکیزگی دوسروں کی عزت کرنے اور اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

1۔روز وشب کے اس گزرتے گورکھ دھندے میں خواتین اپنی شخصیت کو کیسے پُراثر بنا سکتی ہیں، آپ کا مشورہ اپنے تجربے کے حوالے سے......

2۔آپ کی زندگی کا کوئی دلچسپ قصہ، واقعہ یا لمحہ جس نے آپ کے فکروخیال کا رخ موڑ دیا۔

3۔پاکیزہ کے مختلف سلسلے کیوں پسند ہیں؟ اور آپ کون سا ایسا سلسلہ شروع کرنا چاہیں گی جو سب کو پسند بھی آئے؟

4۔پاکیزہ مصنفات سے آپ کیا کہنا چاہتی ہیں......کوئی دل کی بات؟

5۔اپنے تعارف کو دو جملوں یا دو اشعار میں بیان کیجیے۔

آپ کے قیمتی خیالات کا انتظار رہے گا۔ آپ چاہیں تو اپنی تصویر بھی ارسال کرسکتی ہیں۔

عزت کروانے کا ڈھنگ، ہمدردی، خلوص، یہ سب مل کر انسان کو پُراثر بنا دیتی ہیں۔ مگر ضروری نہیں کہ یہ تمام خوبیاں ایک ہی انسان میں اکٹھی ہو جائیں......اگر ان میں سے آدھی بھی اکٹھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر کریں سجدہ ریز رہیں اور دوسروں کی نظر میں پُراثر ہونے کی داد وصول کریں۔

2۔میں نے آٹھ جنوری 2014ء کو پہلا عمرہ کیا تھا جس کے بارے میں باقاعدہ پاکیزہ میں لکھا بھی تھا......اس وقت سے دل میں تڑپ رہی کہ میں دوبارہ اللہ تعالیٰ کے گھر جاؤں......اللہ پاک نے کرم کیا اور میں اپنے میاں اور 150 افراد کے قافلے کے ساتھ سات جنوری 2017ء میں دوبارہ پہلے ایران، عراق کے تمام مقدس مقامات کی زیارات کیں پھر تین فروری 2017ء کو مدینہ منورہ پہنچی وہاں 5 ایام قیام کیا۔ مسجد نبوی میں نمازیں پڑھیں اور جنت البقیع اور تمام مقدس مقامات کی زیارات کیں......باقی پانچ ایام عمرہ کی سعادت حاصل کرنے مکہ مکرمہ پہنچی......میں شوگر اور جوڑوں کے درد کی مریضہ ہوں......لگتا تھا کہ اب میں اپنے قدموں پر چل کر طواف نہیں کرسکوں گی......مگر یہ کیا......میرے جسم میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی......خدا کے گھر سامنے کھڑے ہو کر دعا کی......ضروری احکام بجالانے کے بعد میں طواف شروع کرنے کی جگہ پہنچی تو دیکھا کہ ہمارے قافلے میں ایک دوسری خاتون جس کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا قد مشکل سے تین سالہ بچے کا لگتا تھا بالکل زمین پر جھکا ہوا جسم اور وہ اوپر بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ پیٹ سے آدھا جسم نیچے تھا اور آدھا اوپر وہ بغیر کسی سہارے کے اتنی خلقت کے درمیان آرام سے طواف کررہی تھی لگتا تھا کوئی گٹھری چل رہی ہے۔ (سبحان اللہ) جب میری نظر

باہمت اور بلند حوصلہ والی خاتون پر پڑی تو میرے فکروخیال کا رخ مڑ گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں اس سے تو بہتر چل سکتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس خاتون کو اس عبادت کا اجر دے اور بہتر صحت عطا کرے......آمین......

3۔پاکیزہ نے کوئی ایسا سلسلہ ہی نہیں چھوڑا جس کے لیے کہا جائے کہ یہ ہونا چاہیے وہ ہونا چاہیے......میں رسالہ پہلے صفحے سے شروع کرتی ہوں اور آخری صفحے تک تقریباً ایک ماہ میں چار دفعہ پڑھتی ہوں کسی بھی سلسلے میں کوئی جھول نظر نہیں آتا ایک سے بڑھ کر ایک اچھی بات پڑھنے کو ملتی ہے۔ سب نے جان مار کر اپنا عکس کہانی میں ڈالا ہوتا ہے۔ اور میں رسالے کا شدت سے انتظار کرتی ہوں جیسے کوئی بہت ہی پیارا مہمان آنے والا ہو......جلترنگ پڑھ کر اداس دل خوش ہو جاتا ہے۔ کہانیوں سے بہت کچھ سیکھا ہے......اب بھی اگر کسی کو پاکیزہ پسند نہیں آتا تو نہ آئے ہماری بلا سے......

4۔پاکیزہ مصنفات سے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ سب کی ہمت اور محنت سے رسالہ پاکیزہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کی طرف گامزن ہے۔ آپ ہم پڑھنے والوں کو اتنے اچھے پیغام دیتی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، کہانی میں اتنا ڈوب جاتی ہوں کہ جیسے یہ میری ہی کہانی ہو......کبھی ہانڈی جل جاتی ہے کبھی دودھ ابل جاتا ہے کبھی گھر والوں کی سننی پڑتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ صرف پڑھنے سے یہ حالت ہوتی ہے تو آپ اتنا اچھا لکھتی ہیں اور کہانی کو ایک سیدھے موڑ پر رکھنے کے لیے اپنی ہمت اور طاقت کی کتنی قربانی دیتی ہوں گی۔ اس پر یہ کہہ دیا جائے کہ فلاں رائٹر اچھا لکھتی ہے فلاں کی کہانی اچھی نہیں لگی یہ سراسر زیادتی والی بات ہوگی۔ آپ کی کہانیاں مجھے ڈھارس دیتی اور پُرامید کرتی ہیں یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ پرانے لکھنے والوں سے میں التماس کروں گی کہ اس رسالے میں نئی آنے والیوں کا حوصلہ بڑھائیں انہیں شاباش دیں۔ تاکہ وہ اچھی رائٹر ثابت ہوں۔

5۔ میری طرح سے یہ کچے گھروں میں رہتے ہیں
جو گھیر لائے ہیں برسات میرے اپنے ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ آئے بزم میں.....

نزہت اصغر

ہماری دیرینہ قلمکار

مہناز عرفان

سے خوب صورت و دلچسپ گفتگو

سالگرہ کا لطف اٹھاتے اپنے خوش ذوق قارئین کی خدمت میں سلام اور پُرخلوص دعائیں...... حسبِ وعدہ اس بزم میں آپ کی اور اپنی مایہ ناز مصنفہ مہناز عرفان سے مزید گفتگو کرنے حاضر ہیں۔

آپ سب کے بے شمار تبصرے بذریعہ خطوط، فون، ای میلز موصول ہوئے کہ ہماری دیرینہ رائٹر سے ملاقات کروا کے بہت اچھا کیا مگر باقی آئندہ نہیں ہونا چاہیے تھا ایک دفعہ ہی میں طویل انٹرویو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوجاتا...... مہناز عرفان کے متعلق پڑھ کر اچھا لگا...... وغیرہ وغیرہ تو قارئین اس کے لیے عرض ہے کہ انتظار ہی میں تو لذت ہے۔ آپ کی آرا کا شکریہ اور بزم کے لیے پُرخلوص جذبات کا بھی شکریہ! انشاءاللہ .... اپنی دیگر مصنفات کے ساتھ بھی ہم یہ محفل سجاتے رہیں گے...... تو مہناز عرفان سے مزید گفتگو کا آغاز اپنے وطن کے حوالے سے کرتے ہیں۔

پاکیزہ ✧...... اچھا کچھ اپنے ملک پاکستان کی بات ہوجائے، کیا کہیں گی آپ کی نظر میں آپ کا وطن کیا ہے اس کی خوبیاں، خامیاں؟

مہناز عرفان ❖...... میرا وطن میرا پاکستان میری نظر میں تو سب سے اچھا ہے، کیا نہیں ہے اس میں، فلک بوس پہاڑ، جنت نظیر نظارے، بہتے دریا، گنگناتے آبشار، ترنم آمیز جھرنے، سر سبز کھلیان، دلفریب مرغزار معدنیات سے لبریز چوٹیاں، قدیم تاریخی خطے موئن جوڈرو، ٹیکسلا، ہڑپا وغیرہ...... اور بہت کچھ۔ یہ تو تھیں اس کی خوبیاں اور اس کی خامیاں ہیں ہم لوگ جی ہاں...... ہم جیتے جاگتے اس دھرتی پر رہنے والے... بدصورت لوگ...... (بدسیرت کہیے)

پاکیزہ ✧...... ہاں ظاہر ہے خوبیاں خامیاں تو انسانوں سے وابستہ ہوتی ہیں، اپنے ہم وطنوں کی کچھ بات ہوجائے؟

مہناز عرفان ❖...... جی ہاں بدصورتی محض شکل صورت کی نہیں ہوتی بدصورتی کردار کی بھی ہوتی ہے اور جو آج ہمارا کردار ہے وہ واضح ہے ہم انسان ہوں یا ہمارے ادارے تمام ہی بدصورتی کا استعارہ ہیں کیونکہ ہم نے ٹھیکا لے رکھا ہے کہ دنیا بھر کی ہر برائی ہر خرابی کو اپنے اندر سمونا ہے تاکہ بری اقوام میں ہم پہلا نمبر لے سکیں۔ سب اس دوڑ میں لگے ہیں چاہے وہ عوام ہوں یا اقتدار والے...... اب سمجھ نہیں آتا کہ ان اقتدار والوں کی وجہ سے عوام برے بن رہے ہیں یا برے عوام کی وجہ سے برے لوگ ہم پر مسلط ہوجاتے ہیں جو بھی ہو لیکن اگر دیکھا جائے تو ہر ایک اپنی جگہ قصوروار ہے اور اپنے وطن کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا اگر آج ہر شخص اپنا، اپنا جائزہ لے اور اپنی خرابیوں کو دور کرے، دوسروں کو بھی برائی سے دور کرنے کی کوشش کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ سدھر نہ سکے...... لیکن ہم ایک ہوں کیسے؟ ہمیں قوم سے ہجوم بنا دیا گیا ہے اور ہجوم میں سب اپنی ڈفلی اپنا راگ الاپ رہے ہیں، جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل پیرا ہیں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا تفرقہ اور تعصب کی وجہ سے فساد اور خون ریزی کرنا وغیرہ، وغیرہ...... لکھنے کو تو بہت کچھ ہے صفحات بھر جائیں گے لیکن اس کی گنجائش نہیں ہے۔ (بس دعا گو رہیے اور اپنا مثبت کردار ادا کرتے رہیے)

پاکیزہ ✧...... لکھنے لکھانے کے علاوہ اور کیا مشاغل زندگی میں شامل رہے؟

مہناز عرفان ❖...... لکھنے لکھانے کے علاوہ مجھے میوزک سے بہت دلچسپی رہی یہ حال تھا صبح میوزک اور رات میوزک۔ اسکول کے دور میں کمرا بند کر کے ٹیپ ریکارڈر پر اپنے پسندیدہ گانے لگائے نیم دراز ہوکر آنکھیں بند کرلیں اور اماں سمجھتیں پڑھاکو بیٹی پڑھائی کررہی ہے شکر یہ ہوتا تھا کہ رزلٹ پھر بھی اچھا آتا تھا۔ یونیورسٹی میں تو دوستوں کے ساتھ محفل جمتی، وہ لوگ مجھ سے گانے سنا کرتیں انسٹرومینٹ سے بھی دلچسپی تھی ابو جی باہر ہوتے تھے ایک بار وہ میرے لیے چھوٹا سا پیانو لے آئے۔ لیکن امی نے ابو جی پر غصہ کیا کہ یہی کسر رہ گئی تھی! امی کے غصے سے جان جاتی تھی آج بھی وہ پیانو موجود ہے۔ پڑھنے کا تو شروع سے بے حد شوق تھا آج بھی برقرار ہے۔ دوستوں کے ساتھ خط کتابت کا بھی اپنا مزہ تھا آج بھی ڈھیروں خطوط محفوظ ہیں۔

قلبی دوستیاں بھی کیں ملک سے باہر بھی...... خطوط آتے تو کزنز مل کر ساتھ پڑھتے، انجوائے کرتے یہ تو گزرے وقت کی باتیں تھیں فی الحال تو وقت گھر داری، ٹی وی ڈرامے، شادی بیاہ کی کالز اور میچنگ (جی ہاں میں یہ فریضہ بھی انجام دے رہی ہوں) میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس میں میری بھی پکڑ ہوتی ہے
بہت رومیٹک ڈائیلاگ
مناظر قربتیں (بذریعہ تحریر)
نوعمری میں یہ سب پڑھنا
اور بے خود ہو کر خود کو
کردار کی جگہ سمجھنا، بہت
مزہ دیتا ہے لیکن اسی
میں بگاڑ بھی ہے۔

پاکیزہ ✧......کیا ہماری معاشرتی اقدار بدل رہی ہیں۔ اگر ہاں تو کیوں؟

مہناز عرفان ❖......بالکل بدل رہی ہیں بلکہ بہت حد تک بدل چکی ہیں گھر کے اندر دیکھیں تو ماں، باپ کی عزت نہیں، وہ رعب و خوف نہیں جو پہلے ہوتا تھا اور بچے ایک حد میں رہتے تھے۔ اب دو بدو جواب دینا اپنا حق سمجھتے ہیں، پہلے تربیت کو تعلیم پر ترجیح تھی اب تعلیم کے لیے بڑے سے بڑے ادارے میں داخلے کے لیے ذہنی، جسمانی اور معاشی جدو جہد کی جاتی ہے اور تربیت مفقود ہے۔ استاد کی عزت تھی، بچہ ادارے سے تربیت یافتہ ہو کر نکلتا تھا۔ اب استاد کی عزت ہے نہ استاد کو ہی اپنے فرائض یاد ہیں، خاندانی روایات کا پاس ہوتا تھا اب مذاق اڑایا جاتا ہے، بزرگوں کی اہمیت تھی اب بوجھ سمجھا جاتا ہے، دوپٹے غائب ہوگئے ہیں، دوپٹا ایک بھرم تھا چاہے گلے میں ہی کیوں نہ پڑا ہو حیا کا سمبل تھا۔ بوقتِ ضرورت سر پر بھی ڈال لیا جاتا تھا، طلاقیں عام ہوگئی ہیں۔ آپس میں خلوص، محبت، سادگی تھی اب لوگ اپنے سگے کی ترقی پر بھی حسد کرتے ہیں، اسے نقصان پہنچانے کے لیے کمر بستہ رہتے ہیں، پہلے گلی کے تمام لوگ ایک دوسرے سے ملنا ملانا رکھتے تھے آج یہی نہیں پتا برابر گزرتا ہے۔ اور بھی دلچسپیاں بھی ہیں...... میوزک سے اب اتنی دلچسپی نہیں رہی ہاں میرے میاں کو ہے، پرانے پاکستانی گانے ڈاؤن لوڈ کر کے دیکھتے ہیں۔

پاکیزہ ✧......اسلام فہمی اور اسلامی نظریات کس حد تک آپ کی روزمرہ زندگی میں اجاگر ہیں؟

مہناز عرفان ❖......بدقسمتی سے پوری طرح اسلام پر عمل پیرا نہیں، کچھ دنیاداری بھی ہے تاہم کوشش ہوتی ہے جو بنیادی باتیں ہیں ان پر عمل کریں جان بوجھ کر کسی برائی میں ملوث نہ ہوں امر بالمعروف نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہونے کی کوشش، خود کو برائیوں سے دور رکھنے کی کوشش اللہ تعالیٰ ہم سب کو مکمل اسلام سمجھنے اور دین پر مکمل چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین...... انہی نظریات کے تحت اپنی کہانیوں میں کوشش کی کہ کوئی ایسی بات نہ لکھوں جو نوعمر لڑکیوں کو غلط راہ دکھائے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں کون رہتا ہے۔ پہلے لڑکا، لڑکی کی معصوم سی محبت خط کتابت یا ایک دوسرے کی جھلک دیکھ کر خوش ہو لینے تک محدود تھی، آج محبت کے نام پر سب کچھ جائز ہے۔ سب سے بڑا ہاتھ ان خرابیوں میں الیکٹرانک میڈیا کا ہے پھر بگڑی ہوئی بے پرواماؤں کا جنہوں نے تربیت کو پسِ پشت ڈال دیا ہے ورنہ اصلاح اور اچھائی، برائی کے فرق کی پہچان کا پہلا مرحلہ گھر سے ہی ہوتا ہے پھر اوپر سے موبائل کے پیکجز جنہوں نے معاشرے کے بگاڑ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

پاکیزہ ✧...... بیرون ملک کے سفر کا اگر اتفاق ہوا تو وہاں کی کیا چیز اچھی لگی کہ اپنے ہاں بھی ہو؟

مہناز عرفان ❖...... کچھ ملکوں میں سفر کے مواقع ملے ہیں سعودیہ، انڈیا، سری لنکا، ملائشیا، سنگاپور، یو اے ای اور یو کے وغیرہ ہر ملک میں جا کے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، موازنہ کرنے پر احساس ہوتا ہے کہ ہم اس اکیسویں صدی میں بھی کتنا پیچھے ہیں دنیا کتنی آگے جا رہی ہے اور ہمارا سفر پیچھے کی طرف جاری ہے۔ ہم ابھی تک اپنے چھوٹے، چھوٹے مسئلوں میں ہی الجھے ہیں، ملائشیا میں تین اقوام ہیں ملائی مسلم، چائنیز اور بدھسٹ لیکن کوئی کسی سے متصادم نہیں سب اپنے، اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں وہاں قانونی طور پر پابندی ہے کہ کوئی مذہبی طور پر کسی سے نہیں الجھے گا اور ہمارے یہاں کیا ہے؟ آپ سب جانتے ہیں۔ یہاں پاکستانیت کہیں نظر نہیں آتی تو دل چاہتا ہے کہ ہمارے یہاں بھی سب ایک ہو جائیں۔ مختصر واقعہ بتاتی ہوں۔ لندن سے ہڈرفیلڈ جانا تھا بہنوئی حیدر نے بکنگ کرادی تھی بس کے ذریعے سفر تھا۔ مانچسٹر سے کچھ پہلے سڑک بلاک تھی پتلی سی پہاڑی سڑک تھی اور بس خاصی بڑی تھی اتنی جگہ نہیں تھی کہ مڑ کر واپس لے لیں اس لیے رکنا ہی پڑا ٹریفک کافی تھا آگے ٹرالر کا حادثہ ہو گیا تھا تنگ روڈ تھا تو بڑے منظم انداز میں پہلے آنے والے چند گاڑیوں کو گزارتے، پھر روک کر جانے والی چند گاڑیوں کو گزارتے نہ افراتفری نہ ہنگامہ، ایک ہمارے یہاں کی حالت، اچھے خاصے چوڑے روڈ پر مصنوعی ٹریفک جام کر دیا جاتا ہے۔ تقریباً ایک گھنٹا ہمیں رکنا پڑا لیکن کوفت بالکل نہیں ہوئی ایک تو یہ احساس کہ کام ہو رہا ہے راستہ صاف ہو ہی جائے گا دوسرے اردگرد کے مناظر ہی اتنے خوب صورت تھے کہ بوریت بالکل نہیں ہوئی لیکن دو دن بعد واپسی پر جب حیدر کو بتایا تو انہوں نے کمپنی کو فون کر دیا، اب یہ ان کی دیانت داری تھی کہ انہوں نے فون

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

کر کے پہلے تو بہت معذرت کی کہ ان کی سروس میں ہمارا وقت ضائع ہوا (جبکہ ان کا کوئی قصور بھی نہیں تھا) پھر جو کرایہ ہم نے ادا کیا تھا وہ انہوں نے لوٹا دیا محض اس لیے کہ وہ اپنے مسافروں کو سفر میں سہولت نہیں دے سکے تھے یہ دیانت داری تھی جو ہم مسلمانوں کا وصف ہونا چاہیے اسی طرح ملائشیا میں ایک ٹیکسی ڈرائیور کی ایمانداری نے متاثر کیا۔ بڑا اچھا لگا یہ غیر مسلم سری لنکن تھا۔ دوسرے ملکوں میں گاڑیاں ہارن نہیں بجاتیں، ہمارے یہاں گاڑیاں ہجوم کی وجہ سے رکنے لگیں تو بھانت، بھانت کے ہارن کان کے پردے پھاڑنے لگتے ہیں وہاں گاڑیوں سے دھواں نہیں نکلتا ہم روزانہ کتنا دھواں نگلتے ہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔

باہر ملکوں میں قانون کا نفاذ ہے احترام ہے لوگ عمل بھی کرتے ہیں اسی لیے بے ترتیبی، بدنظمی، افراتفری انتشار یہ چیزیں دیکھنے کو نہیں ملتیں۔ پھر صفائی، سکون، کتنا دل چاہتا ہے کہ سب کچھ ایسا ہی ہو، ہمارے یہاں بھی اپنے ائرپورٹ پر آتے ہی گندگی کا احساس ہونے لگتا ہے اگر ہم ملک سے باہر نہ نکلیں تو شاید اتنا احساس نہ ہو کہ آگہی عذاب ہوتی ہے۔

پاکیزہ ✧......اچھا کچھ پسند ناپسند کے بارے میں بھی آگاہ کریں کہ نہایت خوشگوار موڈ میں کیا کرتی ہیں، اداسی کیا اثر ڈالتی ہے مزاج پر؟

مہناز عرفان ✣......کچھ باتیں اچھی لگیں تو دل بہت خوش بھی ہوتا ہے اور کچھ باتیں دکھی بھی کر جاتی ہیں خوشگوار موڈ ہو تو کچھ نہیں کرتی فیلنگز انجوائے کرتی ہوں۔ پہلے اچھے، اچھے گانے سن لیا کرتی تھی۔ ہاں اداسی پر پھیلائے تو بڑا ڈپریشن سا ہوتا ہے، رونا آتا ہے اور گزری زندگی کے تمام دکھ بھرے لمحات یکے بعد دیگرے نازل ہونے لگتے ہیں تو مزید اداسی ہوتی ہے لیکن خیر یہ فیز بھی گزر ہی جاتا ہے دکھ اور خوشی کی دھوپ چھاؤں سے ہی زندگی کی رونق ہے۔

پاکیزہ ✧......اس کے علاوہ اپنی مرغوب غذا، خوشبو، ذائقہ، موسم، وقت، کتاب، رشتہ، شخصیت، لباس، کوئی تفریحی مقام، کوئی یادگار لمحہ؟

مہناز عرفان ✣......کوئی ایسی ڈش نہیں جس کی بہت زیادہ طلب ہو، ہاں پائے اچھے لگتے ہیں (اپنے ہاتھ کے) جو سال میں ایک آدھ بار ہی بنتے ہیں...... پلاؤ بھی رغبت سے کھالیتی ہوں اچھا بنا ہو تو...... خوشبوئیں دلفریب ہوں تو بھلی لگتی ہیں ہاں دیسی خوشبو، موتیا کی خوشبو مجھے ہمیشہ مرغوب رہی ...... ہر موسم کا اپنا مزہ ہے اور پریشانی بھی، موسم سرما میں گرم انڈے مونگ پھلیاں گرم، گرم چائے، کافی اور دبیز کمبل کی گرمائی لیکن قباحت یہ ہے کہ پھر بستر سے نکلنے کو جی ہی نہیں کرتا تو کاروبارِ زندگی کیسے چلے......موسم گرما سے کی ٹھنڈک سے لطف اندوز ہوں تو ساتھ ہی اس کے نقصانات بھی سمیٹو رہے خزاں بہار......تو اپنے کراچی میں تو کسی موسم کا عموماً پتا ہی نہیں چلتا سوائے ظالم گرما کے، وقت مجھے صبح سویرے کا سہانا لگتا ہے، میں بالکنی میں کھڑی ہوتی ہوں سامنے درختوں پر مختلف آوازوں والے پرندے چہچہا رہے، شور مچا رہے ہوتے ہیں تو اچھا لگتا ہے لیکن اس سے بھی اچھا......مخصوص ہوا کے وہ دلفریب جھونکے جب چہرے سے ٹکراتے ہیں تو جتنا سکون اور فرحت محسوس ہوتی ہے وہ بہت دل خوش کرتی ہے یادگار لمحات بھی آتے رہے ہیں زندگی میں مثلاً میٹرک کے رزلٹ پر اسکول اونر ہیڈ مسٹریس، ٹیچرز اور میری کلاس فیلوز سے پزیرائی، بہن، بھائیوں کی شادیوں پر خاص کر بھائی اسلم کی شادی کے یادگار لمحات، گھر میں پہلا بچہ یعنی بھتیجا طٰہ کی دنیا میں آمد کا خوشگوار، یادگار لمحہ......اپنی کوششوں سے پہلا رشتہ طے ہونے کی اطلاع پر جو دلی خوشی کا احساس تھا وہ یادگار لمحہ اور سب سے بڑھ کر اپنے شریکِ زندگی خالد کا ساتھ......لباس تو قمیص شلوار ہی سب سے آرام دہ ہے لیکن مجھے چوڑی دار پاجامہ بھی بہت پسند ہے...... جہاں تک تفریحی مقام کی بات ہے تو دور کے مقامات کو چھوڑ کر صرف اپنے کراچی کی بات کرتے ہیں تو سمندر کنارے کا وہ دور افتادہ گوشہ مجھے بہت پسند ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جہاں سکون ہے تنہائی ہے دھیمے سر بکھیرتی موجیں ہیں دور ساحل کے اس پار دو دریا کی منعکس ہوتی روشنیاں ہیں کبھی کبھی کروز سے آتی موسیقی کی صدائیں بھی، تخت پر گاؤ تکیے پر نیم دراز بھی ہوجاتی ہوں کیونکہ ورکنگ ڈے میں یہاں پر شور نہیں ہوتا گھر سے نکل کر یہاں کا ماحول ہی الگ ہوجاتا ہے ہم ڈھیروں باتیں کرتے ہیں مجھے کچھ شکایتیں کرنا ہوتی ہیں تو یہاں پر ہی

کرتی ہوں کیونکہ میاں یہاں پر شوہر نہیں محبوبانہ انداز لیے ہوتے ہیں، شکایتوں پر چڑتے نہیں ہیں تو میں اکثر وہاں جانا پسند کرتی ہوں بھی، کبھی ہنسی بھی آتی ہے کہ ویٹر کیا سوچتے ہوں گے کہ یہاں بیٹھے ہیں میاں، بیوی ہیں یا...... خیر ازدواجی زندگی میں تازگی قائم رکھنے کے لیے میاں، بیوی کو کچھ وقت باہر بھی گزارنا چاہیے یکسانیت نہیں رہتی۔

پاکیزہ ✧......شعر و شاعری سے کس حد تک شغف ہے کوئی شعر جو اکثر زیرِ لب پڑھتی ہوں؟

مہناز عرفان ❖......ایک وقت تھا جب ڈھیروں اشعار یاد تھے جب بھی کوئی شعر اچھا لگا ڈائری میں اتار لیا پھر خود بھی تھوڑی بہت شاعری کی، چھپوائی بھی (افسوس کتاب کسی نے پڑھنے کے لیے لی آج تک واپس نہیں کی جس کا مجھے افسوس ہے کیونکہ مجھے خود بھی مکمل اشعار یاد نہیں رہتے) اب اتنی دلچسپی نہیں تاہم اگر کوئی شعر دل پر اثر کرے تو دہرا لیتی ہوں۔

پاکیزہ ✧......کس طرح کی تقریبات میں جانے کو ہر وقت تیار رہتی ہیں؟

مہناز عرفان ❖......کوئی بھی نہیں، آنے جانے کی بہت چور ہوں۔

پاکیزہ ✧......رشتے داروں کے علاوہ اپنے ملنے جلنے والوں اور دوست احباب سے کیسے تعلقات ہیں۔ کس حد تک خوشی غمی نبھاتی ہیں؟

مہناز عرفان ❖......آنا جانا بہت کم رہتا ہے تو بذریعہ فون خیر و عافیت لے لی جاتی ہے۔ ہاں البتہ خوشی، غمی کے موقعوں پر تو پھر شرکت کرنا ضروری ہوتا ہے۔

پاکیزہ ✧......والدین کی کس نصیحت کو پلّو سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

باندھا ہوا ہے؟

مہناز عرفان ❖......والدین کی تو ہر بات ہی نصیحت ہوتی ہے، ہر بات پر عمل کرنا اچھا رہتا ہے ابو جی تو زیادہ تر بیرون ملک ہی رہے البتہ امی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ جو نصیحتیں کرتی تھیں وہی آج تک کام آرہی ہیں۔

پاکیزہ ✧......ازدواجی زندگی کیسی گزر رہی ہے۔

مہناز عرفان ❖......الحمدللہ اچھی گزر رہی ہے ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں (بس حاسدوں کی نظر نہ لگے) خالد بہت اچھے ہیں، میرا بہت خیال رکھتے ہیں میرے اوپر کسی قسم کی کوئی ذمے داری نہیں، مہمانداری ہو تو کھانے پر باہر لے جاتے ہیں کہ بقول ان کے میں تھک جاؤں گی۔ (ویسے انہیں باہر جا کر کھانا، کھانا بہت پسند ہے یہی ان کی تفریح ہے) ہمارے درمیان اختلاف بھی ہوتا ہے کہ ہمارے مزاج ایک دوسرے کے مخالف ہیں، لڑائی بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کوئی بات بری لگ جائے تو بات نہیں کرتے چاہے ہفتہ گزر جائے جب میں اس خاموشی سے گھبرا جاتی ہوں تو منا لیتی ہوں بھئی غلطی ان کی ہو یا میری عموماً مجھے ہی منانا پڑتا ہے۔ ہر ویڈنگ اینورسری پر ایک دن کے لیے ہوٹل روم بک کرا لیتے ہیں کراچی میں ہی رہتے ہوئے روم بک کروانا، یہ مجھے فضول لگتا ہے ایک بار پی سی بھوربن میں روم بک کرایا تھا ورنہ یہاں کراچی میں ہی لیتے ہیں میری شادی کی وہی تاریخ ہے جو میری تاریخ پیدائش ہے...... اسی طرح انہیں باہر جانے کا شوق ہے لیکن جب کہیں باہر جانے کا ہو تو سفر کے نام سے مجھے ڈپریشن شروع ہو جاتا ہے۔ میری خواہش ہوتی ہے نہ جائیں، بیرون ملک جانے کے حوالے سے ہی کافی نقصان اور پریشانی دیتی رہی ہوں خیر صفحات میں گنجائش نہیں ہے بتانے کی...... حرف آخر، میرے لیے ان کی بہترین رفاقت ہے مجھے اپنی رفاقت اور اپنے رفیقِ زندگی پر فخر ہے۔ (ماشاءاللہ)

پاکیزہ ✧......کیا ہمارے ہاں لڑکی، لڑکے کی پسند کو اولین اہمیت دی جاتی ہے یا پھر ماں باپ کی پسند پر فیصلے ہوتے ہیں آپ کا کیا مشاہدہ ہے؟

مہناز عرفان ❖......آج کے دور میں پہلے کی طرح تو نہیں رہا کہ جس کھونٹے سے باندھا بندھ گئے آج کی لڑکیاں بولڈ ہوگئی ہیں عموماً قابو میں نہیں آتیں، انہیں پسند کا مسئلہ آئے تو کورٹ میرج بھی کر لیتی ہیں شہر کو چھوڑیں گاؤں گوٹھوں میں بھی یہ سلسلہ چل پڑا ہے کہ آئے دن اخبار میں نظر آتا ہے فلاں علاقے میں پسند کی شادی پر فلاں جوڑے نے تحفظ مانگا ہے تو آج کچھ لوگ ہیں جو زبردستی کی شادی کرواتے ہیں ورنہ عموماً پسند کا خیال بھی رکھا جاتا ہے بلکہ یہ کہیں کہ ایک دوسرے کو پسند کر لیا جاتا ہے کچھ والدین مجبوراً ہی سہی یہ شادی کروا لیتے ہیں۔ کہیں ہنسی خوشی بھی معاملہ ہو جاتا ہے۔

پاکیزہ ✧......ویسے کس حد تک آپ آزادی کی قائل ہیں۔ مطلب کہ لڑکا لڑکی سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد خود مختار ہیں یا قدم، قدم پر والدین اور بزرگوں کے محتاج؟

مہناز عرفان ❖......والدین اور بزرگوں کے محتاج رہنے میں ایسی کوئی برائی نہیں کہ بزرگ تجربے کار ہوتے ہیں سیکھے ہوئے ہوتے ہیں، ناتجربہ کاری کے فیصلے اور باتیں بعد میں پچھتاوا بھی بن جاتے ہیں (بے شک) اسی لیے بزرگوں کی رہنمائی لینا برائی ہے نہ ہی غلط، خود مختاری اور مکمل خود مختاری ہمارے معاشرے کے لیے بھی پسندیدہ ہے نہ سود مند، آزادی کی میں قائل ہوں مگر ایک حد تک مثلاً بچیوں کا فیشن کرنے کا دل چاہتا ہے بننا سنورنا چاہتی ہیں جس فیشن میں عریانیت اور بے حیائی نہ ہو اس کی انہیں اجازت دے دینی چاہیے ہر بات میں بلاوجہ کی قدغن مناسب بھی نہیں، اپنی دوستوں سے ملنا چاہتی ہیں، اسکول، کالج کے ساتھ پکنک پر جانا چاہتی ہیں تو کچھ نصیحتوں کے ساتھ اجازت دے دینی چاہیے۔ بچے کو جس فیلڈ سے دلچسپی ہو اس کو اختیار کرنے اس میں آگے بڑھنے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آزادی ہو۔ آج کی نسل ہر طرح کی آزادی چاہتی ہے شادی بیاہ کی آزادی یہ ہے کہ اگر دوسرے نکات نہ آئیں تو پسندیدگی کی شادی میں کوئی حرج نہیں آخر مذہب نے بھی اجازت دے دی ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ پسند اور آزادی کے نام پر پارکوں اور ویرانوں میں محفلیں سجائیں اور اگر کسی تضاد کے سبب والدین راضی نہ ہوں تو والدین کی عزت روند کر کورٹ میرج کرلیں...... آج کا معاشرہ جتنا بگڑ گیا ہے یہ اچھی علامت نہیں لبرل کہلانے والا ایک طبقہ آزادی کے نام پر معاشرے میں بہت بگاڑ پیدا کرنا چاہتا ہے اور میڈیا ان کی خواہشات بڑی خوش اسلوبی سے پوری کروا رہا ہے، معاشرے پر میڈیا کے بہت گہرے اثرات ہوتے ہیں، بچے بہت جلد اس سے متاثر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آزادی کے نام پر ہم نے اپنی شناخت ہی کھودی ہے نہ ہماری اب کوئی قومیت رہی ہے نہ تہذیب نہ ہم تیتر ہیں نہ بٹیر......

پاکیزہ ✧...... آج معاشرتی اقدار ہر گھر کی الگ، الگ ہیں یہی محسوس ہوتا ہے کہ معاشرے میں طبقاتی اور نظریاتی بہت فرق ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گی؟

مہناز عرفان ❖...... ہاں یہ تو ہو گیا ہے اور مزید ہوتا جائے گا جب تک کہ پورے ملک میں نظام تعلیم ایک جیسا نہ ہو جائے، ہر قسم کے تعصب کو چھوڑ کر ہم ایک قوم میں نہ ڈھل جائیں۔ معاشی اور سماجی انصاف کا بول بالا نہ ہو جائے تب تک ہم بٹے رہیں گے ہمارے ہر گھر کی کہانی الگ ہی ہوگی۔

پاکیزہ ✧...... کافی دنوں بعد آپ قارئین سے مخاطب ہیں اس لیے مختلف پہلوؤں سے سوالات ہو رہے ہیں تاکہ آپ کے زیادہ سے زیادہ خیالات سے سب آگاہ ہوں، بور تو نہیں ہو رہی ناں؟

مہناز عرفان ❖...... بور تو نہیں ہو رہی، ہاں آپ بتائیں جواب کی طوالت دیکھ کر گھبرا تو نہیں گئیں؟ بھئی کیا کروں سوالات ہی ایسے ہیں کہ جن کے جوابات صفحات مانگتے ہیں کوشش کی ہے کہ مختصر جواب دوں اسی لیے جوابات میں تشنگی محسوس ہو رہی ہے۔ ویسے بھی اتنے عرصے بعد شریک ہو رہی ہوں تو بھئی نزہت آپ یہ سمجھ لینا کہ میرا افسانہ ہے اور اس میں کوئی قید نہیں ہوتی کہ طویل ہو یا چھوٹا...... (ہاں بہن ہماری بھی کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں، بہرحال نفسِ مضمون واضح ہو بس یہی کوشش ہوتی ہے)

پاکیزہ ✧...... اپنی ہم عصروں سے کتنے رابطے میں رہیں؟

مہناز عرفان ❖...... میں ذرا فطرتاً تنہائی پسند ہوں، میرا سوشل سرکل بہت مختصر رہا ہے، رابطہ میرے بہن بھائی یا پھر کچھ رشتے دار سے رہا کیونکہ ملنا ملانا نہ ہونے کے برابر ہے تو رائٹرز بہنوں سے کبھی کبھار ملاقات رہی کسی تقریب میں اور اب تو لکھنا بھی چھوڑا ہوا تھا تو نہ کسی سے ملاقات ہے نہ ٹیلی فونک رابطہ......

پاکیزہ ✧...... یہ بتائیں آپ اپنی نئی تحریر کب پاکیزہ میں دے رہی ہیں؟

مہناز عرفان ❖...... خواہش تو پاکیزہ میں دوبارہ آنے کی کافی عرصے سے ہے بس ارادہ ہی رہ گیا تکمیل نہیں ہوئی...... لیکن اب قلم پکڑ لیا ہے امید ہے اللہ تعالیٰ آگے لکھنے کی توفیق دے تو شاید جلد ہی یہ کام ہو جائے انشاءاللہ...... (جی ضرور)

پاکیزہ ✧...... نئے قلم کاروں کو کیا کہیں گی کہ وہ کن باتوں کا خیال رکھیں؟

مہناز عرفان ❖...... نئے قلم کاروں کو آہستہ، آہستہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ انہیں کیا اور کیسے لکھنا ہے لیکن میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ ڈائجسٹ کچے ذہن والی چھوٹی عمر کی بچیاں بھی پڑھتی ہیں تو ایسی باتیں لکھنے سے گریز کریں جو اُن کو غلط راہ دکھائے بڑے، بڑے خواب نہ دکھائیں آج کا دور ویسے بھی مادیت پرستی کا دور ہے تاہم کم وسائل میں بھی خوش رہا جا سکتا ہے ایسے کردار پیش کریں جو ان کی تربیت کرسکیں نہ کہ انہیں بھٹکا دیں کیونکہ بچیوں پر تحریر کا، میڈیا کا بہت اثر ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے آپ کا قلم امانت ہے اس قلم سے آپ ان کی تربیت اوران کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ (جی بالکل)

پاکیزہ ✧......فلم بینی اور ٹی وی بینی یا پھر مطالعہ کس میں وقت زیادہ گزرتا ہے؟

مہناز عرفان ❖......فلم سے تو شوق نہیں ہاں مطالعہ اور ٹی وی برابر وقت لے لیتے ہیں۔

پاکیزہ ✧......انٹرنیٹ سے کس حد تک دوستی ہے اب تو سب کمپیوٹر اسکرین پر جمع ہو گئے۔ آپ کی دلچسپی کتنی ہے؟

مہناز عرفان ❖......انٹرنیٹ استعمال نہیں کرتی استعمال میں نہیں تو آتا بھی کچھ نہیں...... پچھلے سال عید پر میں بھائی کے پاس ابوظہبی میں تھی میرے میاں یہاں کراچی میں تھے تو تب میں نے وہاں اپنے بھتیجوں سے whats app سیکھا تھا۔ اب آہستہ، آہستہ تھوڑا سا فیس بک دیکھنا آ گیا ہے صرف دیکھنا۔ دو دن تک موبائل آف رہتا ہے میرا، کال کے لیے تو میں اپنا چھوٹا سا موبائل استعمال کرتی ہوں۔

پاکیزہ ✧......کیا آن لائن چیزیں پڑھتی ہیں یا کتاب، رسالہ ہاتھ میں لے کر پڑھنا پسند کرتی ہیں؟

مہناز عرفان ❖......مجھے کتاب سے پڑھنا پسند ہے میں لیپ ٹاپ، موبائل سے ذرا دور ہی رہتی ہوں۔

پاکیزہ ✧......ہماری پاکیزہ بہنوں کے لیے کوئی پیغام کوئی اچھی بات......؟

مہناز عرفان ❖......پیاری پاکیزہ بہنوں کو سلام دعا کے بعد عرض ہے آپ میں سے کچھ تو مجھے پہچانتی ہی نہیں ہوں گی۔ لیکن خیر پہچان لیں گی پاکیزہ کے لیے ہمیشہ دعا گو ہوں اور آپ بھی اچھا اور معیاری لکھیں چاہے تبصرے ہوں، چاہے کہانیاں کہ معیار ہی اہم چیز ہے... ورنہ قلم تو ہر کوئی چلا لیتا ہے۔ خیر بھئی میں آپ لوگوں کے لیے دوبارہ سے لکھنا چاہتی ہوں، آپ لوگ دعا کریں کہ اپنے اس پلان پر عمل کر ہی لوں تو جلدی سے آمین کہیں، خدا آپ لوگوں کو ہمیشہ خوش و آباد رکھے، آمین......

پاکیزہ ✧......اس بزم میں آمد پر آپ کے کیا تاثرات ہیں کیسا لگا یہاں آنا؟

مہناز عرفان ❖......اتنے عرصے بعد قلم اٹھانا اور پاکیزہ کے لیے بیٹھ کر لکھنا، یوں لگ رہا ہے کہ جیسے میں یہاں سے کبھی گئی ہی نہیں تھی یوں جیسے کوئی لوٹ کر اپنے گھر آ جائے کافی دنوں بعد جب گھر واپس آؤ تو در و دیوار سے ایک اجنبیت سی محسوس ہوتی ہے مجھے تو یہ اجنبیت بھی نہیں لگ رہی، مجھے شروع سے پاکیزہ کی یہ بات پسند رہی کہ یہاں بہت اپنائیت تھی اور آج بھی ہے، اجنبیت محسوس نہیں ہوتی وہ چاہے عذرا رسول ہوں، انجم انصار، نزہت اصغر آپ یا دوسرے لوگ، سب اپنے، اپنے سے لگتے ہیں اور اپنوں کو چھوڑ کر جانے کو دل کب چاہتا ہے انشاءاللہ میں بھی چھوڑنا نہیں چاہوں گی۔ (ہم آپ کو جانے بھی نہیں دیں گے ڈیئر......)

☆☆☆

عزیز قارئین......ہمیں پوری امید ہے کہ آپ کو آج کی یہ نشست بھی بہت پسند آئی ہوگی...... اگرچہ ایک ماہ کا وقفہ آ گیا تھا مگر ہم نے بھی رابطہ وہیں سے جوڑا......ہم مہناز عرفان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہماری خواہش پر انہوں نے مکمل تعاون کیا اور ہماری بزم کو رونق بخشی۔ آپ کی آرا، تجاویز، تنقید اور تبصرے سر آنکھوں پر کہ یہی ہمیں مزید بہتری کی راہ سجھاتے ہیں۔ آخر میں وہی چھوٹی سی پیاری سی دعا کہ پروردگار آپ کو سدا خوش رکھے، سکون و اطمینان سے رکھے اور آپ بھی اپنے اردگرد بسنے والوں کے لیے سکون و اطمینان کا باعث بنے رہیں......اللہ نگہبان......!

جنوں کے راستے یوں تو کٹھن سے لگتے ہیں
مگر یہ راستے منزل تلک نکلتے ہیں
زمانہ ہر قدم پہ راہ روکنے والا
عزائم پختہ ہوں جن کے وہ کب بھٹکتے ہیں

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاکیزہ اور پاکیزہ کی قلمکار

شائستہ زریں

قارئینِ کرام! السلام علیکم

یہ سروے سالگرہ نمبر 1 کا تسلسل ہے۔ فرق ہے تو بس اتنا کہ سالگرہ نمبر ایک میں شامل تمام مصنفات کی پاکیزہ سے دیرینہ وابستگی ہے جبکہ زیرِنظر شمارے میں پاکیزہ کی دو دیرینہ مصنفات کے علاوہ باقی جونیئر مصنفات شامل ہیں جنہوں نے چند برس قبل پاکیزہ میں لکھنا شروع کیا۔ آج کے بھی سوالات وہی ہیں جو سالگرہ نمبر ایک کے تھے یعنی......

سوال ۱: آپ کو لکھنے کی تحریک کیسے ملی؟ کس کی حوصلہ افزائی نے آپ کے قلم کو اعتماد بخشا؟

سوال ۲: پاکیزہ میں پہلی تحریر کب شائع ہوئی؟ پاکیزہ میں اپنی پہلی تحریر دیکھ کر آپ کے کیا تاثرات تھے؟

سوال ۳: پاکیزہ کے موجودہ سلسلوں میں آپ کے پسندیدہ سلسلے کون، کون سے ہیں؟ اور ان میں آپ کیا تبدیلی اور بہتری دیکھنا چاہتی ہیں؟

نگہت سیما

۱: تحریک تو گھر سے ہی ملی۔ گھر میں سب ادبی ذوق رکھتے تھے، بچوں کے رسالے سے لکھنا شروع کیا۔ گھر میں امی ابو بھائیوں نے حوصلہ افزائی کی اور پھر لکھتی چلی گئی۔

۲: انجم انصار نے پاکیزہ کی ادارت سنبھالی تب انہوں نے مجھ سے لکھنے کو کہا تو میں نے لکھا اور پاکیزہ میں اپنا پہلا افسانہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ گھر والوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔

۳: مجھے تقریباً سب ہی سلسلے پسند ہیں۔ ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی، قیصرہ حیات، اختر شجاعت، انجم انصار کے سلسلے بہت پسند ہیں۔ میرے ذہن میں نہیں کہ کوئی تبدیلی ہو۔

سکینہ فرخ

۱: لکھنے کی تحریک اپنے ارد گرد چلتے پھرتے لوگوں سے ملی کہ میرے خیال میں ہر شخص ایک چلتی پھرتی داستان ہوتا ہے اور الحمدللہ میرے سارے خاندان نے میری حوصلہ افزائی کی

۲: پاکیزہ میں پہلی تحریر ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی اور بہت اچھا لگا تھا اپنی تحریر دیکھ کر۔

۳: سارے سلسلے ہی اچھے ہیں اور پاکیزہ کے ادارے کی تمام اراکین اپنی اس محنت اور لگن پر تعریف کے لائق ہیں۔

سعدیہ رئیس

۱: مجھ میں لکھنے کی صلاحیت خداداد ہے۔ یہ تحریک کب ملی اور ابھری مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اتنا جانتی ہوں کہ کہانیاں لکھنے اور پڑھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا سب سے پہلے میری حوصلہ افزائی میرے اسکول سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئی ۔اسکول میگزین میں میرا ایک چھوٹا سا مضمون شائع ہوا تو خوشی کی انتہا نہ رہی اس کے بعد بچوں کے رسالے میں دو تین کہانیاں شائع ہوئیں تو اس کے ایڈیٹر نے میری بہت حوصلہ افزائی کی اور سال بھر رسالے کی اعزازی کاپی بھیجی۔افسانہ نگاری کی ابتدا جنگ ڈائجسٹ سے کی جس میں میری کئی کہانیاں بنا ردو بدل کے شائع ہوئیں۔کالج میگزین کی ایڈیٹر کے طور پر بھی میرے اس شوق کو تسکین ملی۔

۲:پاکیزہ میں میرا پہلا افسانہ ''چھاجو چھاج برسی لاج'' شائع ہوا۔اور اس کی اشاعت پر بہت خوشی ہوئی تھی۔

۳:پاکیزہ کا سب سے بہترین سلسلہ بہنوں کی محفل ہے جو بے حد دلچسپ ہے اس سے قارئین اور مصنفات کا احوال معلوم ہو جاتا ہے۔اس کے علاوہ پاکیزہ سروے، نزہت اصغر کے لیے گئے انٹرویوز بھی بہت عمدہ اور دلچسپ ہوتے ہیں۔عظمیٰ آفاق کے سفرنامے بہت اچھے ہوتے ہیں۔کوئی ایسا سلسلہ شروع کریں جس میں عظمیٰ کی تحریر ہر ماہ پڑھنے کو ملے۔

عظمیٰ آفاق سعید

۱:اس سوال کا جواب بہت ہی آسان اور سادہ ہے۔جب گھر میں انجم انصار جیسی والدہ ماجدہ اپنے قلم سے دنیائے ادب میں جلوے بکھیر رہی ہوں اور دنیا میں ان کی قابلیت کا ڈنکا بج رہا ہو تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اس سایہ دار درخت سے تھوڑے بہت وٹامنز اور منرلز مجھ میں نہ آتے۔آج میں عام سی لڑکی سے عظمیٰ آفاق سعید اپنی والدہ کی بدولت ہوں۔ان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی سب لوگوں کی طرح میرے بھی کام آتی ہے۔میری امی میرا فخر اور غرور ہیں۔اپنے تعارف سے پہلے ہم ان کا تعارف کرانا اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں۔اللہ انہیں اپنی امان میں رکھے، آمین۔

۲:یہ شاید چھ یا سات سال پرانی بات ہے میرا ایک افسانہ پاکیزہ کے صفحات کی زینت بنا تھا اور اس پر مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ رات کو بھی رسالہ اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سوئی تھی۔اس کے بعد سروے، سفرنامے اور رپورٹنگ وغیرہ کا سلسلہ چل پڑا۔

۳: موجودہ سلسلوں میں میرا پسندیدہ سلسلہ بہنوں کی محفل ہے۔یہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا نام ہے۔یہاں اس جگہ میں اپنی تمام قارئین بہنوں کی خوشیاں، تکلیفیں، پریشانیاں اور حتیٰ کہ ان کے حل تک مل جاتے ہیں۔صفحات کی کچھ کمی لگتی ہے کہ کاش اور بڑھ جائیں تو محفل سے اور لطف اندوز ہو سکیں۔اس کے بعد عظمیٰ آفاق سعید کے سفرنامے ہیں جن کو تھوڑے، تھوڑے دنوں پر آنا چاہیے (ویسے قارئین خوش ہو جائیں کہ ایک سفر کی تیاری ہے)

نایاب جیلانی

۱:مجھے لکھنے کی تحریک بہت سے لکھاریوں کو دیکھ کر ملی۔یوں سمجھیں کہ آتشِ شوق کو جلا ملی۔ویسے تو میں پیدائشی لکھاری ہوں یہ شوق والدہ سے وراثت میں ملا ہے۔ماما نے ہی لکھنے کے معاملے میں حوصلہ افزائی کی تھی اور ہمیشہ کی ہے۔میں نے آج تک جو بھی لکھا جتنا بھی لکھا ماما نے میرے قلم کو چلانے میں بہت ساتھ دیا۔وہ میری ہمت ہیں میرے شوق کی راہ کا ایسا پل جو مجھے قرینے سے آگے بڑھا رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صبح کی سیر

بچپن میں صبح کی سیر کے موضوع پر کیسے، کیسے مضمون لکھا کرتے تھے، ہمیں کیا پتا تھا یہ اتنی بھیانک چیز ہے، اس کے لیے علی الصباح کارپوریشن کے عملے کے ساتھ بیدار ہونا پڑتا ہے۔ ٹونٹیوں میں اتنی جلدی پانی نہیں آتا، جتنی جلدی سیر کے لیے کسی قریبی گراؤنڈ میں پہنچنا پڑتا ہے۔ جو دس میل کے فاصلے پر بھی ہو سکتا ہے۔ معاملہ یہیں تک محدود ہو تو بھی خیر ہے، صبح صبح ایک دو نہیں، بیسیوں توندیں بیک وقت دیکھنا پڑتی ہیں۔ جنہیں ڈاکٹروں نے سیر پر لگا رکھا ہے اور خود ڈاکٹر ان سے مشورہ فیس بٹورنے پر لگے ہوئے ہیں، صبح کی سیر کو نکلیں تو لگتا ہے اسپتال کا راؤنڈ لگا رہے ہیں، نہار منہ شوگر کے مریض، بلڈ پریشر کے مریض اور بڑی، بڑی، گوگڑوں والے تاجروں سے مڈبھیڑ ہوتی ہے، گنجے ان کے علاوہ ہیں جن کا خیال ہے کہ سیر سے سر پر بال اگ سکتے ہیں ان سب کے خیال میں سیر کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان میں سے کچھ کے بارے میں تو سیر سور والی ترکیب کو الٹا کر دیا جائے تو مطالب زیادہ بہتر طور پر واضح ہوتے ہیں۔

میرا سیر کا تجربہ کچھ زیادہ نہیں ہے، بس یوں سمجھیں کہ رنگروٹ بھرتی ہوا ہوں چنانچہ جب کوئی صاحب پارک میں اچانک نظر پڑتے ہیں اور اس عالم میں کہ ان کی ٹانگیں اوپر اور سر نیچے ہے اور وہ لمبی، لمبی سانسیں لے رہے ہیں تو میں دب سا جاتا ہوں۔ اخباروں کی وہ سرخیاں یاد آجاتی ہیں جو ٹارچر سیلوں کے بارے میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

اقتباس از: ہنسا رونا منع ہے۔ تحریر: عطاالحق قاسمی

پسند: ماہ نور خان، بہارہ کہو

ہالہ احمد

ا: مجھے خود یقین نہیں تھا کہ میں لکھ سکتی ہوں، کسی سے گفتگو کرتے ہوئے، ٹی وی دیکھتے ہوئے حتیٰ کہ مارکیٹ میں گھومتے پھرتے کوئی معمولی سا واقعہ یا کوئی چھوٹی سی بات میرے ذہن میں خود بخود کہانی کا تانا بانا بُن دیتی تھی۔ بس تھوڑی سی جھجک تھی کہ اگر پاکیزہ کے معیار پر پوری نہ اتر سکی تو کیسے لکھ پاؤں گی۔ لیکن میں ہمیشہ انجم آنٹی کی شکر گزار رہوں گی کہ بلا شبہ ان کی حوصلہ افزائی نے میرے قلم کو اعتماد بخشا اور مجھے ہالہ احمد

۲: پاکیزہ میں پہلی تحریر تقریباً دو سال پہلے لگی تھی۔ انجم آنٹی اور نزہت آپی جیسے عظیم لوگ ہوں تو انتظار کی کوفت بھی بری نہیں لگتی۔ مجھے پاکیزہ نے بہت پزیرائی دی۔ بہت اچھے قارئین ملے۔ جب میرا طویل ناول ترکِ وفا چھپا تو بہت خوش کُن لمحات تھے وہ۔ پہلی تحریر ہی طویل تھی اور بنا انتظار کی کوفت کے لگ گئی تھی تو پھر اس خوشی کا احساس بہت دلنشیں تھا۔

۳: پاکیزہ کے سب ہی سلسلے پسند ہیں مگر جو سلسلہ قارئین اور مصنفات کو جوڑے رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ پسند ہے۔ انجم باجی کے خطوط کے جوابات، قاری اور قلم کار بہنوں کی سرگرمیاں اور مصروفیات، سروے رپورٹس، وہ آئے بزم میں جس کے ذریعے پاکیزہ کی لکھاری بہنوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ قابلِ تحسین ہیں۔ اور ان سلسلوں میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

غزالہ جلیل راؤ

ا: قلم کاغذ سے ناتا تو جنم، جنم کا ہے۔ ذہن کہانیاں بُنتا تھا سوچتی تھی کہ کبھی میں بھی ایسا لکھ پاؤں گی؟ پہلی تحریر ایک ڈائجسٹ میں چھپی اس کے مدیرِ اعلیٰ نے بہت حوصلہ افزائی کی۔

۲: تقریباً چار پانچ سال پہلے پاکیزہ میں میرا پہلا افسانہ شائع ہوا تھا۔ بہت خوشی ہوئی تھی۔

۳: روحانی سلسلہ انجم آپی کا جلترنگ اور آپی کا خوش اخلاقی سے خطوں کے جواب دینا۔ ان سلسلوں میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں سب ہی اچھے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بنایا جسے آج چار لوگ جانتے اور قارئین جو میری تحریریں پسند کرتے ہیں۔

۲: پاکیزہ میں میری پہلی تحریر ''حسب نسب'' مارچ ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی اور جناب تاثرات تو اس وقت قابلِ دید تھے جب فون پر انجم آنٹی نے میری تحریر قابلِ اشاعت ہونے کی نوید سنائی تھی۔خوشی کی وہ کیفیت شاید اب بیان نہ کر پاؤں۔بس اتنا یاد ہے کہ اچھے بھلے بات کرتے، کرتے اچانک جذباتی ہو کر چلا اٹھی تھی اور شائع شدہ کہانی کے ساتھ اپنا نام دیکھا تو عجب سا سکون ملا کہ الحمدللہ میں بھی لکھنے والوں میں شامل ہو گئی۔

۳: میرا سب سے زیادہ پسندیدہ سلسلہ بہنوں کی محفل ہے اور سب سے پہلے میں یہی پڑھتی ہوں۔ میں اکثر گنگناتی ہوں یکسانیت لیے ہوئے ہے۔ ہر ماہ نہیں تو کبھی کبھار ایک یا دو مکمل آزاد نظموں کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ سلسلہ مزید دلچسپ ہو سکتا ہے۔

طیبہ عنصر مغل

۱: ہمارے گھر میں ہماری امی کا خزانہ پاکیزہ اور چند دیگر رسائل ہوتے تھے۔ان کو چھپ، چھپ کر پڑھنا ہی تحریک کا باعث بنا۔

ابو کو پتا چلا تو وہ ہمارے لیے بچوں کے ماہانہ رسائل الگ سے منگوانے لگے۔ہم نے وہ بھی پڑھے۔لکھنا تو بچوں کے رسائل سے تیسری جماعت سے ہی شروع کر دیا تھا میری اصلی حوصلہ افزائی اور بہترین رہنمائی انجم انصار آپی نے کی۔جہاں تک ابتدائی دور کی بات ہے تو میرے ابو نے بہت زیادہ ہمت اور حوصلہ دیا۔اور اب میرا حوصلہ اللہ کے بعد میرے شوہر اور انجم آپی کی وجہ سے قائم ہے۔

۲: پاکیزہ میں پہلی تحریر شاید تین سال پہلے شائع ہوئی تھی۔پہلے میں صرف تبصرہ لکھتی تھی۔جب پاکیزہ میں میرا پہلا افسانہ شائع ہوا تو میں نے خود تو پاکیزہ کے اکٹھے بارہ پرچے لیے ہی تھے فیملی والوں نے بھی دو، دو پاکیزہ لیے، دعوت بھی کی اور دعوتیں کھائیں بھی۔ہماری تحریر جو پاکیزہ میں شائع ہوئی تھی تو لگتا تھا ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔

۳: مجھے تو پاکیزہ سرورق سے آخری صفحے تک بالکل مکمل لگتا ہے۔کچھ سلسلے جو دل سے زیادہ قریب ہیں ان میں نمبر ون تو بہنوں کی محفل جو میرا میکا ہے اور دوسرے جلترنگ یہ دو سلسلے پاکیزہ کی جان ہیں۔بہتری کا مشورہ تو میں کیا دے سکتی ہوں کہ میری استاد انجم انصار آپی اس کی مدیرہ ہیں۔میری تو خود شخصیت کی تعمیر میں انجم آپی جو تبدیلی لاتی ہیں ہمیشہ بہترین ہوتی ہے۔بس یہ خواہش ہے کہ بہنوں کی محفل کے صفحات کم نہیں کیا کریں اور پاکیزہ کے تمام اسٹاف ممبرز کا انٹرویو لازمی باری، باری لگائیں اور عظمیٰ آفاق سے کوئی ناول لکھوائیں۔جس طرح انجم آپی ہم سے مخاطب ہوتی ہیں بہنوں کی محفل میں۔عذرا رسول جی بھی ہمارے ساتھ کبھی کبھی گپ شپ لگا لیا کریں اس محفل میں۔

دُرِ ثمن بلال

۱: بچپن ہی سے مصوری کا جنون تھا اور میری خواہش تھی کہ مغل

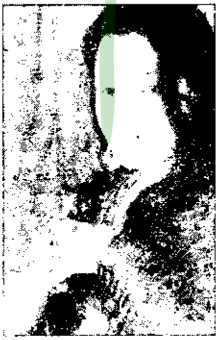

آرٹ میں نام پیدا کروں ابھی اسکول کی طالبہ ہی تھی کہ امی کو کینسر ہو گیا امی کی تیمارداری کے لیے اسکول کو خیر باد کہنا پڑا۔ایک دن ثمرہ بھابی نے ایک ڈائجسٹ پڑھنے کو دیا۔ ابتدا میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہانیوں پر تبصرے لکھتی۔اس زمانے میں، میں نے ڈائری لکھنی شروع کی تب انہوں نے میری توجہ اس طرف دلائی کہ جب تم ڈائری لکھ سکتی ہو تو کہانیاں کیوں نہیں لکھتیں، ایک رسالے کی مدیرہ نے میرے اندر کی قلم کار کو پہچان کر مجھے لکھنے کی طرف مائل کیا یوں لکھنے کی تحریک ملی میں نے ناول لکھ کر بھیجا جو اگلے ہی ماہ چھپ گیا۔امی نے بہت دعائیں دیں جو آج تک میرے ساتھ ہیں امی اور انجم آپی نے بہت حوصلہ افزائی کی اسی نے میرے قلم کو اعتماد بخشا۔

۲: پاکیزہ میں میرا پہلا قسط وار ناول ۲۰۱۵ء میں چھپا۔جسے دیکھ کر از حد خوشی ہوئی کہ پہلے ہی ناول کو اتنی پزیرائی ملی۔انجم باجی، نزہت اصغر اور آمنہ حماد نے بہت عزت اور محبت دی۔اور اپنے پہلے ناول کی اشاعت کے ساتھ، ساتھ پاکیزہ کے اسٹاف کے بے لوث رویّے نے بھی بہت خوشی دی۔

۳: سب سے پہلے اداریہ مجھے کچھ کہنا ہے پڑھتی ہوں، انجم آپی کی باتیں دل کو چھو جاتی ہیں۔اس کے بعد وہ آئے بزم میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔قارئین کے خطوط بھی دلچسپی سے پڑھتی ہوں۔پاکیزہ کی ڈائری، میں اکثر گنگناتی ہوں اچھے سلسلے ہیں اس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

نفیسہ سعید

۱: یہ صلاحیت خداداد ہوتی ہے۔اس حساب سے میں

بچپن ہی سے لکھ رہی تھی کیونکہ تانا بانا ہمیشہ میرے دماغ میں چلتا رہتا ہے۔جو بالآخر قلم کے ذریعے صفحات پر بکھرنے لگا اور یوں میں ایک رائٹر بن گئی۔مجھ سے منسلک ہر فرد نے میری حوصلہ افزائی کی۔

۲: ''ابھی امید باقی ہے'' کے نام سے چھپا۔ ایک دن بے دھیانی میں پاکیزہ کی فہرست دیکھ رہی تھی کہ اپنے نام پر نظر پڑی تو یقین کیجیے اتنی خوشی ہوئی کہ جتنی بعد میں شائع ہونے والی تحریروں کی بھی نہیں ہوئی۔

۳: بہنوں کی محفل کے ذریعے ہم دوسروں سے بھی رابطے میں رہتے ہیں۔اس کے علاوہ اداریہ جس میں انجم آپا کی خوب صورت باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔بزم پاکیزہ، میں اکثر گنگناتی ہوں پاکیزہ کے وہ سلسلے ہیں جو میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔باقی پورا رسالہ ہی بہترین کاوش ہے۔

☆☆☆

معزز قارئین! سالگرہ نمبر 1 اور 2 دونوں کے سروے میں شریک مصنفات کی رائے کے مطابق سب سے زیادہ پسند کیا جانے والا پاکیزہ کا سلسلہ بہنوں کی محفل ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قارئین کے خطوط کے جوابات تو دیگر رسائل میں بھی دیے جاتے ہیں لیکن انجم باجی نے ''بہنوں کی محفل'' میں اخلاص و محبت کے ایسے رنگ بکھیرے کہ پاکیزہ بہنوں کو ایک مرکز پر لا کھڑا کیا گویا یک جہتِ نسواں میں اپنا کردار بحسن و خوبی ادا کیا جس کا نتیجہ ہے کہ بنا کسی غرض اور ذاتی مفاد کے تمام پاکیزہ بہنیں بے لوث جذبے کے تحت ایک دوسرے کے کام آنے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔اور اس کا اعزاز انجم باجی کو جاتا ہے۔سالگرہ 1 میں اپنا پیغام دیتے ہوئے جہاں گروپ ایڈیٹر عذرا باجی نے پاکیزہ میں شائع ہونے والی تحریروں کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی وہاں پاکیزہ کی مصنفات اور مدیرہ کی کاوشوں کو بھی خلوصِ دل سے سراہا۔

ہماری دلی دعا ہے کہ پاکیزہ بہنوں کی محفل میں ہمیشہ رونق رہے اور پاکیزہ اپنے قارئین کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو۔آمین

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میری باجی، ماں جیسی

سلمیٰ غزل

میری باجی رضیہ زمان، میرے لیے کیا تھیں! وہ صرف میری بڑی بہن ہی نہیں میری ماں، میری دوست، میری غمگسار، میری رازدار اور میری رفیق تھیں۔ ان کے یوں اچانک چلے جانے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ٹھٹہ سندھ میں جب ان کی شادی ہوئی تو میں دو تین سال کی سب سے چھوٹی ان کی رخصتی پر اتنا روئی کہ بہنوئی (سگے تایازاد) کو گود میں لے جانا پڑا، بڑے ہونے پر مذاق کرتے تھے۔

''یار تو، تو جہیز میں ہمیں ساتھ ہی ملی تھی۔'' ان کے تین بیٹوں پر سب نے کہنا شروع کیا کہ ''بیٹی ہونی چاہیے۔'' ان کا ایک ہی جواب تھا سلمیٰ ہے ناں ہماری بیٹی...... بیٹی بھی ہوئی بے حد لاڈلی تب بھی میرا تعلق ویسا ہی رہا۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے شاگرد تھے، ان کے کہنے پر سیاست میں چلے گئے اور چاروں بچے ہمارے پاس رہے۔ میری شادی تک انہیں فکر ہی نہیں تھی کہ ان کے چار بچے بھی ہیں۔ اباجان مرحوم نے انہیں نچلی منزل میں رکھا ہوا تھا اور ہم اوپر بہت بڑا گھر۔ کیونکہ میری باجی خاندان بھر کی لاڈلی اور شوہر کی چہیتی اور اس کی وجہ تھی انڈیا پارٹیشن سے پہلے چھ سالہ، چار سالہ اور دو سالہ کے بھائیوں کی وفات کے بعد جب وہ پیدا ہوئیں تو اباجان ان کو اجمیر شریف، داتا دربار اور نہ جانے کہاں، کہاں لیے گھومتے تھے کہ وہ زندہ رہیں۔ ہم آٹھ بھائی اور چار بہنیں، پاکستان میں صرف پانچ رہ گئے تھے۔ وہ بڑی تھیں اور میں سب سے چھوٹی اور درمیان میں تین بھائی مگر میں ان کے لیے ہمیشہ بچہ ہی رہی۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی انہوں نے میری بات ٹالی ہو یا میں نے حکم عدولی کی ہو اکثر کہتی تھیں۔ ''بہن کے لیے بہن ضرور ہونی چاہیے۔'' کیونکہ ان کی بھی اکلوتی بیٹی اور میری بھی اکلوتی ہے۔ میری باجی بے حد خوش مزاج، زندہ دل اور ہنسوڑ تھیں۔ ان کی شخصیت بہت سے پہلو سے بے حد اسٹرانگ تھی۔ شادی کے وقت آٹھویں پاس تھیں مگر میرے ساتھ انہوں نے میٹرک پھر انٹر کیا پرائیویٹ پھر ہمت جواب دے گئی کہ تینوں بیٹے چھوٹے تھے مگر بہترین مصنفہ اور نمبرون شاعرہ اردو میں قابلیت کا یہ حال تھا کہ دولھا بھائی ایم اے اردو گولڈ میڈلسٹ مگر ان کی غلطیاں باجی نکالتی تھیں، سچ پوچھیں تو میں ان کی شاعری، تحریروں اور رائٹنگ سے بے حد متاثر تھی درحقیقت مجھے لکھنے کی تحریک ہی ان سے ملی وہ بیسویں صدی اور شمع دہلی، میں لکھتی تھیں میں نے بھی بڑے ہو کر ان کی دیکھا دیکھی حور اور زیب النسا میں لکھنا شروع کیا...... پھر مصروفیات کی وجہ سے اور شادی کے بعد لکھنا چھوڑ دیا۔

کراچی شفٹ ہونے پر انہوں نے دوبارہ لکھنا شروع کیا۔ فروری کے مختلف شمارے دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے انہوں نے کھولے تک نہیں تھے۔ 2009ء میں جوان بیٹے کی حادثاتی موت نے میری بہن، بہنوئی سے جینے کی امنگ چھین لی تھی۔ پھر 2012ء اگست میں اچانک میرے بڑے بھائی جو ان کے بعد کے تھے ان کی بھی وفات ہو گئی لندن میں...... اوپر تلے ہونے کی وجہ سے وہ بھائی کو بے حد چاہتی تھیں۔ ابھی وہ اس صدمے سے سنبھلی بھی نہیں تھیں کہ دولھا بھائی بھی 8 دسمبر 2012ء کو ساتھ چھوڑ گئے جس نے انہیں بالکل ہی توڑ کر رکھ دیا کیونکہ ایسی محبت ایسا اتفاق کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ میرے بہنوئی کو کبھی کوئی بات باجی سے منوانا ہوتی تھی تو سیدھا میرے پاس آتے تھے۔ ''یار اپنی باجی کو تو ہی سمجھا سکتی ہے تیری وہ بہت مانتی ہیں۔''

مجھے ہنسی آجاتی۔ ''دولھا بھائی آخر آپ باجی سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں خود کیوں نہیں کہتے۔ میرے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں چلاتے ہیں۔'' ان کا جواب ہوتا۔ ''تیری باجی کو میں نے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہے اس لیے میں کہہ نہیں سکتا......'' میرے میاں اس کے گواہ ہیں بلکہ وہ تو باقاعدہ مذاق کرتے تھے کہ تمہارے بہنوئی کس قدر ڈرپوک ہیں پیٹ پکڑے، پکڑے تمہارے پاس آجاتے ہیں باجی سے کہنے کی ہمت نہیں ہوتی...... ماشاءاللہ ان کے بیٹے بہت سب بے حد لائق، فرمانبردار مگر باجی نے ان کی وفات کے بعد میرے میاں کے سامنے کہا۔ تیرے دولھا بھائی کو تو تجھ پر اتنا اعتماد تھا کہ ایک دن بیماری کے دوران کہنے لگے۔ بچے تمہارے بہت لائق ہیں مگر کبھی کوئی شکایت ہو تو سیدھی سلمیٰ کے پاس چلی جانا...... اور پھر میرے آخری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بڑے بھائی پچھلے سال چھ جنوری کو اجل کو پیارے ہوگئے ہم دونوں بہنیں تنہا رہ گئیں اب ہم دونوں میں قربت اور بھی زیادہ ہوگئی تھی کہ بھائی تو کوئی رہا ہی نہیں۔ دن میں لازمی ایک مرتبہ ان کا فون آجاتا تھا یا میں کر لیتی تھی۔

30 جنوری وہ تکلیف دہ دن تھا جب ہم دونوں میاں بیوی کو ڈیفنس ایک دعوت میں جانا تھا سوچا پہلے باجی سے مل لیتے ہیں کیونکہ 19 جنوری کو سب سے چھوٹے بیٹے کی بیٹی کی شادی پر بے حد خوش تھیں ہر تقریب میں شریک۔ امریکا سے نواسی پھر پنجاب سے بیٹی اور دونوں نواسیاں سب شریک ہوئیں اور 24 جنوری تک سب چلے گئے۔ بے حد خوش بار، بار گلے لگا رہی تھیں۔ ''تو اپنا خیال نہیں رکھتی کتنی دبلی ہوگئی ہے میرے لیے تو آج بھی بچی ہی ہے۔'' مجھے ہنسی آگئی۔ ''نانی، دادی بن گئی ہوں ابھی تک آپ کو بچی نظر آتی ہوں۔''

''ہاں تو مجھ سے اتنی چھوٹی جو ہے۔ بہن تو اب تو ایک ہی ہے......'' میں سوچتی ہوں تو کلیجا منہ کو آتا ہے کہ یہ میری ان سے آخری ملاقات اور گفتگو تھی۔ بڑی مشکل سے اٹھے اس وعدے پر کہ اگلی مرتبہ پورے دن کے لیے آؤں گی۔

31 جنوری کو میری بیٹی کا جناح اسپتال سے فون آیا۔ (کول ریزیڈنسی کررہی ہے) ''امی آنٹی کو اسٹروک ہوا ہے۔'' میری چیخ نکل گئی ان کا سیدھا حصہ پیرالائز ہوگیا تھا اور قوت گویائی بند......9 دن آئی سی یو میں رہیں ان کی بیٹی فوراً اسلام آباد سے آگئی۔ تینوں بچے ڈاکٹر ہیں۔ اس لیے آئی سی یو میں بھی اسپیشل کیئر ہوتی رہی سب کو پہچان رہی تھیں مگر بول نہیں پاتی تھیں پھر اُن کے چہرے پر جو کرب اور بے بسی ہوتی تھی وہ ہم سب کے لیے ناقابلِ برداشت تھی کیونکہ میری بہن کو بولنے کا فن آتا تھا محفل کی جان ہوا کرتی تھیں ان کی صحبت میں کبھی کوئی بچہ بوڑھا جوان بور نہیں ہوا اور اب میری ماں جیسی بہن سب کو ٹکر، ٹکر دیکھ رہی تھی۔ پھر سارے ٹیسٹ ہوئے رپورٹ دیکھ کر ڈاکٹر نے گھر لے جانے کی اجازت دے دی کہ حیرت انگیز طور پر Improve کررہی ہیں۔'' اسپیچ تھراپی اور فزیوتھراپی شروع ہوگئی لاڈلی بیٹی نے خدمت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی بہوؤں، بیٹوں نے پورا ساتھ دیا......13 فروری اور 14 کی درمیانی رات میرا موبائل بجا دل اچھل کر حلق میں آگیا، کان سے موبائل لگایا بڑی بہو عظمیٰ کی آواز۔ آنٹی، آجائیں سب کچھ ختم ہوگیا۔'' مجھے لگتا تھا کہ میری سانس رک جائے گی دل بند ہوجائے گا میری باجی مجھے تنہا چھوڑ کر جاچکی تھیں۔ عموماً میں رات کو گاڑی اب نہیں چلاتی مگر میں شوہر کے ساتھ فوراً روتے ہوئے روانہ ہوگئی کس طرح پہنچی، اللہ ہی جانتا ہے ماں کی لاڈلی بھائیوں کی چہیتی اکلوتی میری بھانجی افشاں، خالہ کو دیکھ کر پھٹ پڑی، کتنا سکون تھا میری بہن کے چہرے پر وہ ہمیشہ مجھے کہتی تھیں۔ ''سلمیٰ تو دعا کیا کر اللہ کبھی میری اولاد کو آزمائش میں نہ ڈالے میں بھی ذہنی جسمانی بیمار نہ ہوں۔'' اور اللہ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کردی۔ پندرہ دن میں پوری کہانی ختم ہوگئی انہوں نے اپنی زندگی میں ہی دونوں بیٹے کو وصیت کی تھی۔

''مجھے سرد خانے میں نہ رکھنا۔'' کیونکہ بیٹی کے انتظار میں باپ اور بھائی کو ایک رات رکھنا پڑا تھا۔

''نمبر دو مجھے گھر میں نہلانا......نمبر تین۔ مجھے اللہ کے گھر پہنچانے میں دیر نہ کرنا۔'' اور اللہ نے ان کی ہر وصیت پوری کی بچوں نے ان کی ہر خواہش کا احترام کیا نواسوں، نواسیوں کی تو تنا میں جان تھی مگر اتنے چاہنے والے پوتا، پوتی بھی میں نے کم ہی دیکھے ہیں۔ پھر ان کی محبت شوہر کے پہلو میں جگہ ملی دونوں کی برابر، برابر قبریں ہیں جو سب کے لیے حیرت کا باعث ہیں وہ۔ پورے محلے دکانداروں، کیمسٹ اور درزیوں سبھی کی دادی تھیں ہر آنکھ پُرنم تھی ہر دل اداس......

میں کبھی، کبھی سوچتی ہوں خون کے رشتے کیسے ہوتے ہیں اللہ رکھے میرے شوہر ہیں، تین اولادیں نواسہ، نواسی، پوتا پوتی سب ہیں مگر دل کا ایک گوشہ خالی ہوگیا ہے کیونکہ میرا میکا ختم ہوگیا ہے میں اپنے خاندان کی آخری کھرچن رہ گئی ہوں۔

اب نہ کوئی بہن ہے نہ بھائی ہے
میں ہوں بس اور میری تنہائی ہے

آپ سب بہنوں سے درخواست ہے کہ میری باجی کی مغفرت اور بلند درجات کی دعا ضرور کیجیے گا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بہنوں کی محفل

مدیرہ

عزیز از جان بہنو! السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ

حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا اللہ پاک ہم سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور اپنے خزانہ غیب سے وہ سب کچھ عطا فرمائے جو ہمارے حق میں بہتر ہو یاالٰہی دونوں جہاں میں ازل سے ابد تک سب کی خیر ہو اور تو ہم سب سے ہمیشہ راضی رہے الٰہی آمین......

☆☆☆

پیاری بہنو مئی کے شمارے کے ساتھ حاضر ہوں سالگرہ نمبر ایک آپ کو پسند آیا بہت نوازش۔ بہت ساری تبصرہ نگار بہنوں کا تذکرہ رہ گیا۔ انشاء اللہ پھر کسی موقع پر شامل کرلیا جائے گا۔ نیکیوں کا موسم بہار یعنی رمضان آنے کو ہے اور میں ہمیشہ کی طرح اپنی پرانی بات دُہراؤں گی اپنی الماریاں ہلکی کریں، پرانے بیگ، شوز، سوکھی ہوئی چپلیں بانٹ دیں۔ وہ کپڑے جو دو سالوں میں آپ کے استعمال میں نہیں آئے وہ آئندہ بھی نہیں آئیں گے ان کو کسی کو دے کر دلی طمانیت حاصل کریں اللہ اور دے گا۔ (انشاء اللہ) ایک ضروری بات مجھے اپنی ماؤں سے کرنی ہے میں نے نوٹ کی ہے، آپ نے بھی ضرور کی ہوگی کہ کوئی تلخ، ترش بات کسی کو کہنی ہو تو آج کی مائیں وہ بات اپنی بیٹیوں سے کہلوا دیتی ہیں اور خود خاموش بن کر اپنے آپ کو اچھا ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ لڑکیوں کی تربیت کا بدترین طریقہ ہے کہ اپنی بیٹیوں کو منہ پھٹ، بدتمیز اور بدلحاظ خود ہی ثابت کیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ بعض مرتبہ لوگوں کی غلط باتیں برداشت کرنا بہت مشکل ہوا کرتا ہے مگر اپنے معاملات آپ خود ہینڈل کریں اپنی لڑکیوں کو اس میں شامل نہ کریں۔ جس کے اثرات ان کے آئندہ زندگیوں پر منفی بھی ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆

اور اب بات ہو جائے اپنے ناول گم شدہ محبت کی جس کی اس ماہ آپ آخری قسط پڑھیں گی۔ ناول شروع کرنے سے پہلے ہی میں نے کہہ دیا تھا کہ اس کی زیادہ سے زیادہ پندرہ اقساط ہوں گی اور اب یہ سولھویں قسط میں اپنے اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ اگر میں اس کو بلاوجہ بڑھانا چاہتی تو آٹھ دس قسطیں اور کھینچ لیتی مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ چند دن قبل میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ رہی تھی تو ایک بہت اچھا اور نیا موضوع میرے ذہن میں آیا ہے جب اللہ نے توفیق اور ہمت دی تو انشاء اللہ اس موضوع پر ضرور ناول لکھوں گی۔ اس وقت تک آپ ہماری مایہ ناز مصنفات کے ناول پڑھتے رہیے۔

پیاری بہنو! آج میں آپ سے چند ذاتی باتیں بھی کرنا چاہتی ہوں میں نے 1988ء سے پاکیزہ میں لکھنا شروع کیا۔ ابھی میرے چند افسانے ہی شائع ہوئے تھے کہ مجھے پاکیزہ کی ایڈیٹرشپ کی آفر ہوئی۔ میں نے کہا میں آفس نہیں آسکتی۔ جناب معراج رسول صاحب نے کہا اگر آپ یہ کام اپنے گھر سے بیٹھ کر کریں تو کر سکتی ہیں۔ آج سے اٹھائیس سال پہلے گھر میں بیٹھ کر جاب کرنے کا سلسلہ مجھے بے حد آرام دہ اور بہت اچھا لگا۔ اس وقت میرے چاروں بچے بہت چھوٹے تھے۔ عمیر تو نرسری میں جاتا تھا۔ میں نے پہلے دن سے ہی پاکیزہ کو اپنا پرچا سمجھ کر کام کرنا شروع کیا اور اس میں بالکل شک نہیں کہ میرے اس کام میں نہ تو معراج رسول صاحب نے اور نہ ہی عذرا رسول صاحبہ نے کسی قسم کی کوئی مداخلت کی۔ مجھے اس تمام عرصے میں یہ لگا ہی نہیں کہ میں کسی غیر کے ہاں جاب کر رہی ہوں آفس چونکہ جاتی ہی نہیں تھی اس لیے ہر قسم کے روزانہ آنے جانے کے جیسے مسائل سے بھی دور رہی۔ الحمدللہ سب کچھ بہت اچھا چل رہا تھا اور یوں برسوں بیت گئے۔ دو سال قبل میں بیمار ہوئی اور میں بستر پر آگئی تب مجھے یہ کام کرنا قدرے مشکل لگا مگر آپ کی دعاؤں سے میں جلد صحت مند ہوگئی اور میں بھول گئی کہ میں بیمار بھی ہوئی تھی...... مگر اب فروری، مارچ میں میں پھر بیمار ہوگئی مجھے دراصل گردن کے مہروں میں شدید تکلیف ہوگئی تھی یعنی سروائیکل جس کے باعث گردن جھکا کر مجھے لکھنے اور پڑھنے کے کام میں مشکل پیش آرہی تھی۔ میرے دونوں بچے بھی باہر سے آگئے جو میرے بارے میں خاصے فکر مند ہو گئے تھے...... (آپ کی دعاؤں کے طفیل میں اب ٹھیک بھی ہوگئی ہوں) مگر اب ڈاکٹرز سے مشورے کے بعد میرے بچوں کا یہ فیصلہ تھا کہ اب مجھے یہ جاب چھوڑ دینی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاہیے اور آرام کرنا چاہیے..... عذرا رسول مجھے پاکیزہ کی کیپٹن کہا کرتی ہیں تو ایک اچھا کیپٹن..... اچھی سیریز کھیلنے کے بعد ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا کرتا ہے..... یہی سب کچھ سوچ کر میں اب پاکیزہ سے بطور مدیرہ علیحدگی اختیار کر رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں پاکیزہ پہلے سے بھی زیادہ اچھا ہو..... آپ لوگ اچھے، اچھے مشورے دیجیے..... تاکہ اس میں مزید تنوع اور ندرت نظر آئے، اس کو بہت آگے بڑھتا دیکھنا چاہتی ہوں۔

بلاشبہ پاکیزہ کے پلیٹ فارم سے مجھے بہت محبتیں اور عزتیں ملی ہیں..... جن کے لیے شکریے کا لفظ تو ادا ہو ہی نہیں سکتا، میں دو نسلوں سے رابطے میں رہی ہوں۔ میرے فینز دنیا میں ہر جگہ ہیں اور یہ سب مجھ پر اللہ کا خصوصی کرم رہا ہے کہ میں نے چاہے اداریہ لکھا، ناول، افسانہ یا روحانی مشورے..... آپ سب نے بے حد پسند کیے..... حد تو یہ ہے کہ بہنوں کی محفل جس میں خطوط کا جواب دیا کرتی ہوں..... اسے بھی سراہا جاتا رہا ہے بشریٰ رحمٰن ایک مرتبہ سعدیہ راشد کے ہاں ڈنر میں ملی تو بولیں..... "میں سب سے پہلے بہنوں کی محفل پڑھتی ہوں۔" تو میں واقعی ششدر سی رہ گئی تھی۔

پیاری بہنو..... مجھے نہیں معلوم آپ نے میری سیدھی سادی باتوں سے کچھ سیکھا یا نہیں مگر میں نے آپ سب سے بہت کچھ سیکھا ہے اور آپ کی باتوں پر یہاں تک عمل کیا کہ یہ ناول..... گم شدہ محبت..... ثمینہ وحید کی بتائی ہوئی کہانی پر لکھا ہے۔ وہ چونکہ قلمی نام سے تبصرہ لکھتی ہیں اس لیے میں نے یہ بتا دیا ہے ورنہ محبت ہم سفر میری کی کہانی کی طرح یہ راز میں رکھتی کہ وہ کہانی کس کی تھی اور کس نے مجھ سے لکھوائی تھی..... یہ تو خیر پرانی باتیں تھیں..... اب نئی یہ کہ میں پاکیزہ سے کہیں دور نہیں جا رہی ہوں..... اپنے گھر میں ہی ہوں اس سال تو بچوں کے پاس باہر جانے کا بھی ارادہ نہیں (ابھی تو وہ مل کر گئے ہیں) آپ جب چاہے مجھ سے رابطہ کر سکتی ہیں۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی..... اگر میری کسی بات، میرے کسی لفظ سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہو یا ناگوار گزری ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔

اور ہاں آپ سب سے ایک استدعا ضرور ہے..... اپنی دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھیے گا..... کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ہمیشہ راضی رہے اور اپنی مخلوق کے بجائے صرف اپنا محتاج رکھے۔ آمین ثم آمین۔ اللہ آپ کا ہمیشہ حامی و مددگار رہے۔ آمین۔

☆☆☆

آئیے اب سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالنے سے پہلے صرف ایک بار درود ابراہیمیؑ پڑھتے ہیں جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد صرف تین بار آیت کریمہ پڑھ کر اپنے لیے، اپنے ملک کے لیے اور عالم اسلام کی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے ضرور دعا مانگیں۔

مصنفات، شاعرات اور قارئین پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں

☆ مصنفہ رخ چوہدری کے بہنوئی کرنل محمد امین کو ستارۂ امتیاز ملا ہے اور بریگیڈیئر محمد آصف اختر کو بھی یہ اعزاز مل چکا ہے۔ (ماشاء اللہ بہت ساری مبارکاں)

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار صبا نور، لیہ لائبریری بنا رہی ہیں۔ (ماشاء اللہ)

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار سمیرا حمید فاروق، کراچی ان دنوں اپنی بیٹی کے پاس راول پنڈی گئی ہوئی ہیں۔ اور اس سے قبل وہ اپنی دوسری بیٹی کے پاس دبئی گئی ہوئی تھیں..... اپنے ننھے منے نواسے کو دیکھنے۔ (ماشاء اللہ)

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری، مسز مخدوم، راول پنڈی کے بیٹے کی پروموشن ہوئی ہے۔ اب وہ ماشاء اللہ کرنل بن گیا ہے۔ (مبارک باد)

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار سنبل، لاہور عمرے کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب گئی ہوئی ہیں۔ (مبارک باد)

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری فوزیہ خان، رحیم یار خان کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔ (مبارک باد)

☆ مصنفہ ریحانہ حسن کے افسانوی مجموعے گردش میں ہیں سات آسمان کی تقریب رونمائی نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی میں منعقد کی گئی جس میں ادیبہ و سابقہ وزیر برائے ثقافت ڈاکٹر عالیہ امام نے صدارت کی۔ تقریب میں ادب کے پرستاروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆ مصنفہ رفاقت جاوید ...... کی نئی کتاب آیت عشق شائع ہوگئی ہے۔ یہ تصوف پر لکھی گئی ایسی کتاب ہے جو بے حد عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے اور اس میں بیان کردہ کہانی سچائی پر مبنی ہے۔ اس قسم کی کتب عموماً سنجیدہ انداز تحریر کی حامل ہوتی ہیں مگر یہ کتاب اپنے اندر ایک ایسی دلچسپی بھی لیے ہوئے ہے جو آپ اس کو مکمل پڑھے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ کتاب کی قیمت صرف چار سو روپے ہے اور منگوانے کا ایڈریس ہے القریش پبلی کیشنز، سرکلر روڈ چوک اردو بازار، لاہور۔

☆ مصنفہ عظمٰی آفاق کا پُرمزاح سفرنامہ ذرا سا گھوم لوں میں کتابی شکل میں شائع ہوگیا ہے۔ جس کی قیمت صرف تین سو روپے ہے۔ کتاب گھر بیٹھے منگوانے کے لیے آپ محمد علی قریشی کو لاہور فون کرسکتی ہیں۔ (042.37652546)(0300-4183997) اگر آپ کو اپنی باجی انجم انصار کی کوئی کتاب، ناول، افسانے یا طنز و مزاح کی چاہیے تو آپ صرف محمد علی قریشی کو فون کردیں۔ وہ آپ کو بذریعہ وی پی کتاب آپ کے بتائے ہوئے ایڈریس پر ارسال کردیں گے۔

☆ گزشتہ دنوں محمد رمضان خان کی بیٹی تسمیہ خان کی شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی جس میں ان کے احباب کے ساتھ، ساتھ جاسوسی پبلی کیشنز کے اراکین کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ (ماشاء اللہ، مبارک باد)

☆ اللہ کے فضل و کرم سے میری نواسی اجیہ آفاق کا ایڈمیشن آئی بی اے یونیورسٹی میں ہوگیا ہے۔ (ماشاء اللہ)

☆ مصنفہ سیما مناف نے ٹی وی کے بہت سے چینلز پر اپنی تحریر کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں۔ ان دنوں ان کے کئی ڈرامے دکھائے جارہے ہیں۔ (مبارک باد)

☆ مصنفہ، شاعرہ فصیحہ آصف خان، ملتان گزشتہ دنوں لاہور گئی ہوئی تھیں جہاں انہیں ان کی شاعری کے حوالے سے ایوارڈ بھی ملا۔

☆ فرخندہ جعفری، گجرات کی اس ماہ سالگرہ ہے۔

دعائے صحت کے لیے التماس ہے

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار فرخندہ جعفری، گجرات، مدینہ سیداں کی آنکھ کا آپریشن ہوا ہے۔

☆ مسز ستارہ شیخ، کراچی کی شوگر بہت بڑھ گئی ہے۔

☆ مستقل تبصرہ نگار ذکیہ ایوب، کراچی ہنوز بسترِ علالت پر ہیں۔ ان کی آنکھوں کی روشنی آجانے کی ضرور دعا کریں۔

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار ظل شاہین، رحیم یار خان کی طبیعت ناساز ہے۔

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری ڈاکٹر میمونہ غوری، کراچی کے گھٹنوں میں سخت تکلیف ہے۔

☆ مصنفہ صائمہ سید، کراچی کے والد کو آپ کی دعاؤں کی ابھی بہت ضرورت ہے۔

☆ ہم سب کی لاڈلی تبصرہ نگار اور شاعرہ امینہ عندلیب، سلانوالی کی طبیعت ناساز ہے۔

☆ شاعرہ یاسمین اقبال، لاہور ان دنوں اپنے پیارے بھتیجے کی شادی میں بے حد مصروف ہیں۔ (مبارک باد)

انتقالِ پُرملال

☆ مصنفہ تسنیم منیر علوی، دبئی کے والد صاحب کراچی میں انتقال کرگئے۔

☆ اس ماہ ڈاکٹر آرزو عظیم کے والد سید خالد جیلانی کی برسی ہے۔

☆ تبصرہ نگار صبا آصف، کراچی کی بہن کوثر جہاں بنت نور جہاں انتقال کرگئیں۔

☆ اس ماہ ناظم آباد کراچی کی رہائشی محترمہ بسم اللہ بیگم المعروف نانی اماں کی برسی ہے۔

☆ تبصرہ نگار شاہینہ مبارک، ہالہ کے ماموں کا انتقال ہوگیا ہے۔

☆ مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ امینہ عندلیب، سلانوالی کی والدہ جینا بی بی، شریفہ بیگم کی اس ماہ برسی ہے۔

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری امبر مسرت، دبئی کے شوہر مسرت کی اس ماہ پہلی برسی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆اس ماہ مصنفہ افسر سلطانہ، کراچی کی والدہ اور بھائی کی برسی ہے۔
☆نوٹ: تمام مرحومین۔ کے بلندیٔ درجات کے لیے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

☆☆☆

یاسمین جاوید اقبال، منظور کالونی کراچی سے۔ ''انجم باجی پہلے میں بہت سے رسائل پڑھا کرتی تھی مگر اب صرف پاکیزہ پڑھتی ہوں، آپ کی باتوں سے بہت کچھ سیکھتی ہوں۔ ذکیہ بلگرامی کا انٹرویو جب سے پڑھا ہے، میں نے بھی ہر جمعرات کو قرآن پاک ایک ہفتے میں مکمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس ہفتے میرا 41واں قرآن پاک مکمل ہوا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا اور پھر اپنی بہنوں کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ قرآن پاک سے دل سے رشتہ جوڑنے سے زندگی بہت ہلکی پھلکی سی ہو جاتی ہے اور سارے مسائل اڑن چھو ہو جاتے ہیں۔ آپ بہنیں بھی باقاعدگی سے قرآن پاک پڑھیں آپ کو دلی سکون حاصل ہوگا۔'' (پیاری بیٹی تمہاری خوب صورت ترین باتوں پر مجھ سمیت ہر ایک کو عمل کرنے کی توفیق ہو، آمین۔)

شاہینہ مبارک، ہالہ سے۔ ''ماموں کے انتقال کے باعث پاکیزہ تفصیلی طور پر نہیں پڑھ سکی مگر جتنا بھی پڑھا سب اچھا لگا۔ بہنوں کی محفل مختصر لگی یہ بڑی ہونی چاہیے..... شیریں حیدر کے ناول کی قسط اچھی لگی اور گم شدہ محبت تو ہر ماہ سسپنس میں رکھے ہوئے ہے۔ صبا کی شادی کس سے ہوگی آپ ہمیں یہ کب بتائیں گی۔'' (اسی ماہ آپ کو قسط پڑھنے پر سب پتا چل جائے گا..... شیریں حیدر شکریہ کہتی ہیں)

ثمینہ وحید، پنجاب سے۔ ''سب سے پہلے گم شدہ محبت کی قسط پڑھی..... ایسی لڑکیاں اپنی زندگی میں ضرور سبق حاصل کیا کرتی ہیں جنہیں اپنے قریب منزل نظر آتی ہے اور وہ پھر دور چلی جاتی ہے..... دراصل ہر چیز پر اللہ قادر ہے..... کسی کو کچھ پتا نہیں ہوتا..... کہ اس کی زندگی میں کل کیا ہوگا..... (بے شک) ذکیہ بلگرامی کی تحریر پڑھ کر ان کے ہاتھوں کو چومنے کو دل چاہتا ہے۔ بے حد اچھی تحریر ہے۔ جلترنگ ہمارا بھی پسندیدہ سلسلہ ہے۔ آپ نے خواتین کے مسائل پر ان کی زندگی پر باریک بینی سے لکھا جبکہ مرد مزاح نگار، مرد حضرات کے اوپر لکھنے کے بجائے خواتین پر لکھنا پسند کرتے ہیں اور ان کا انداز مزاح مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔'' (بیٹا ہر شخص اپنے، اپنے انداز سے لکھا کرتا ہے، میں نے مرد حضرات پر بھی لکھا ہے بلکہ جو بھی انٹ شنٹ لکھا ہے آپ لوگوں نے بے حد پسند کیا ہے اور یہ اللہ کا کرم ہے)

سمیرا حمید فاروق، راولپنڈی سے۔ ''بیٹی نے پاکیزہ لا کر دیا تو سکون سا آیا، اس کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتی ..... گم شدہ محبت کی کہانی تیزی سے اختتام کی جانب جا رہی ہے..... شیریں حیدر کا ناول اس دفعہ بے حد سادہ انداز میں چل رہا ہے۔ پرانی رائٹرز تو پتا نہیں کہاں غائب ہوتی جا رہی ہیں مگر نئی رائٹرز نے بھی مایوس نہیں کیا ہے..... انجم آپ کا جلترنگ پڑھ کر ہمیشہ ایک خوشی سی ہوتی ہے۔'' (پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں)

پروفیسر شیریں سلیم، لاہور سے۔ ''عذرا رسول کا بیٹا نام پڑھ کر میں تو پریشان ہو گئی..... انجم تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ (اب ٹھیک ہوں میں) پاکیزہ باقاعدگی سے پڑھ رہی ہوں، بہنوں کی محفل، جلترنگ کے ساتھ اب ذکیہ بلگرامی کا سلسلہ بہت شوق سے پڑھ رہی ہوں۔'' (شیریں بہت ہی لمبی غیر حاضری کے بعد اس محفل میں آئی ہو، اب غائب مت ہونا، مجھے آپ کا بھرپور تبصرہ ہر ماہ چاہیے)

آسیہ عامر، گلشن اقبال، کراچی سے۔ ''میں انٹرویوز بہت شوق سے پڑھتی ہوں، مہناز عرفان کا بے حد تفصیلی انٹرویو پڑھا مگر ان کو تو ہم جانتے ہی نہیں ان کا افسانہ گزشتہ پندرہ سالوں میں ایک مرتبہ بھی نہیں پڑھا۔'' (مہناز عرفان اب پاکیزہ کے لیے دوبارہ سے افسانے لکھیں گی۔ ان کا انٹرویو پڑھنے کے بعد آپ کو ان کے افسانوں میں کچھ زیادہ لطف آئے گا)

صبا نور، لیہ سے۔ ''سب سے پہلے اداریہ پڑھا۔ باجی آپ کی باتوں پر عمل کیا کرتی ہوں اور آج میری زندگی میں سب مثبت تبدیلیاں آپ کی وجہ سے آئی ہیں اور میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔ (گڑیا، مجھے اندازہ ہے) اس ماہ سارے ناول، ناولٹ اور کہانیاں بہت شاندار رہے۔ بہنوں کی محفل، بزم پاکیزہ اور جلترنگ کیوں کم لگے..... (ایسا بحالت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مجبوری کیا جاتا ہے...... جب صفحات کم پڑ جائیں تو میٹر کو مختصر کرنا پڑ جاتا ہے)

☒ فصیحہ آصف خان، ملتان۔ پیاری بیٹی اس سے قبل مجھے تمہارا کوئی تبصرہ نہیں ملا ورنہ میں تو تمہارے ایوارڈ کی نیوز ضرور لگاتی۔

✍ پروفیسر افسر سلطانہ، کراچی سے۔ ''میری طرف سے عذرا، آپ کو اور تمام اسٹاف کو دلی مبارک بادیں۔ یہ آپ سب کی مشترکہ کوششیں ہیں جو رنگ لا رہی ہیں۔ فروری میں آپ کی ناول کے قسط کے دو آخری صفحات اب تک کی اقساط پر بھاری ہیں۔ شاید ہی نئی نسل کو کسی نے اس طرح سمجھایا ہوگا۔ آپ کا قلم ہمیشہ سے زیرِ مطالعہ رہا ہے...... مزاحیہ تحریر ہو یا سنجیدہ اصلاحی پہلو نظر انداز نہیں ہوتا۔ جیتی رہیے لکھتی رہیے۔ ناہید سلطانہ اختر نے روحی بانو کی درد بھری کہانی اپنے انداز میں سنائی۔ مجھے یاد پڑتا ہے...... کسی اور نے بھی اسی طرح کا ایک افسانہ نما مضمون لکھا ہے اللہ تعالیٰ کسی ماں، باپ کو اولاد کا دکھ نہ دکھائے۔ میری اپنی والدہ تو بیٹے کے غم میں ہی دنیا چھوڑ گئیں۔ ماں، بیٹے کی قبریں ساتھ، ساتھ ہیں، شاید وہ اس سے جدا ہونا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ شیریں حیدر، ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی، اختر شجاعت، رفعت سراج، بڑی تحریریں...... بڑے، بڑے نام نگہت سیما، ثنا عمران، قانتہ رابعہ، ریحانہ زیدی کے افسانے اچھے لگے۔ سیما رضا کا ناول جاری ہے۔ تبصرہ اختتام پر...... مہناز کا ادھورا انٹرویو اچھا لگا۔ (بقیہ اس ماہ پڑھ لیں) پاکیزہ اور پاکیزہ کی قلم کار سر دے بہترین رہا...... محفل تو محفل ہے۔ اس کا کیا جواب...... جلترنگ دل کو شاد رکھتا ہے۔'' (نوازش)

✍ عائش انصاری، کراچی سے۔ ''ہمارا اور آپ کا ساتھ گزشتہ 30 سال سے ہے خط لکھنے کی ہمت اب کر رہی ہوں بچپن سے میری امی پاکیزہ پڑھتی تھیں اور میں چوری چھپے پڑھتی تھی، اجازت نہیں تھی۔ میرا پاکیزہ سے رشتہ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جا رہا ہے کہ جب تک زندہ ہیں، بچے جانتے ہیں جب امی کے ہاتھ میں پاکیزہ آتا ہے وہ دنیا بلکہ سارے کاموں سے بے خبر ہو جاتی ہیں، ان کو میری عادتوں کا پتا ہے کہ جب تک سارے سلسلے، کہانیاں نہ پڑھ لوں چین نہیں آتا۔ انجم آپ کی تحریروں کی میں دیوانی ہوں، جلترنگ، مجھے کچھ کہنا ہے...... آپ کا ناول انداز بیان اتنا دلنشین سادہ سے الفاظ سب سے پہلے یہی پڑھتی ہوں۔ بے انتہا خوش ہوتی ہوں کہاں سے اس قدر موضوعات لے آتی ہیں۔ زندگی پر اتنی کڑی نظر ہر رشتہ ناتا ہر خیال رشتوں میں اتار چڑھاؤ، لہجے میں مٹھاس تیکھا پن دل میں کیا ہے منہ پر کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا بعض کی نظریں کہ ایکسرے اتار لاتی ہیں یار انداز بیان قیامت سا ہے بے حد خوش رہو ہمارا دل یقین کرو تمہارے ساتھ دھڑکتا ہے۔ وہ الفاظ کہاں سے لاؤں کتنی خوشی ہوتی ہے جب تمہارا کالم پڑھتی ہوں، ہمیشہ گفٹ دیتی ہوں جلترنگ کی بک اب میرے حوالے سے سب ہی کہتے ہیں کہ یہ تو پاکیزہ کی دیوانی ہیں انجم انصار کی بک تو ہر گھر میں ہے یار، پہلی بار خط لکھ رہی ہوں اگر حوصلہ دو گی تو آئندہ بھی لکھوں گی میری طرف سے عذرا رسول اور میری بیٹی عظمیٰ آفاق کو پیار...... دعائیں تمہارے لیے ہی کہوں گی زورِ قلم اور زیادہ پروردگار تم کو ہر طرح کی پریشانیوں، بلاؤں سے آفتوں سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔'' (پیاری عائش اس محفل میں خوش آمدید انشاء اللہ آپ کا اور پاکیزہ کا ساتھ ہمیشہ رہے گا)

✍ فریدہ فری، لاہور سے۔ ''ٹائٹل دلکش تھا اب میری طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ سب سے پہلے سلسلے وار ناول گم شدہ محبت پڑھا۔ باجی کیا کمال کا لکھتی ہیں پڑھ کر مزہ آجاتا ہے۔ منی ناول، مکمل ناول دونوں بے حد پسند آئے۔ ناولٹ، جشنِ بہاراں اور من جاں بازم اچھے لگے۔ افسانے سب ہی بہترین تھے مگر طیبہ عنصر نے تو کمال کر دیا خوش رہو...... شیریں حیدر بھی خوب لکھ رہی ہیں۔ اللہ اور اس کا نور پڑھ کر روحانی خوشی حاصل ہوئی۔ جلترنگ پڑھ کر تو بے حد ہنسی آتی ہے۔ آپ نے سب کا ذکر کیا اور ہمارا بھی بے حد شکریہ......'' (تبصرے کا شکریہ، سب کا ذکر نہیں کر سکی صرف چند کا کیا تھا...... آپ کی نند پروین افضل شاہین کا خاصا غصے بھرا خط آیا ہے)

✍ یاسمین کنول، پسرور سے۔ ''مجھے کچھ کہنا ہے یعنی اداریے میں آپ نے پاکیزہ کے بارے میں قارئین کی بابت بات کر کے پاکیزہ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ بہت اچھا لگا۔ بلاشبہ مثبت سوچ ہی انسان کی ہستی کی تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ اللہ اور اس کا نور قابل تعریف رہا...... گم شدہ محبت اور امرت دلچسپی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ عالیہ حرا کا ناول میں تیری خوشبو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوں، اچھا لگا...... من جاں بازم، سحر ساجد اچھے انداز میں آگے بڑھا رہی ہیں۔ افسانوں میں کمی، قیمت اور میں ایک عورت ہوں اچھے لگے...... وہ آئے بزم میں، مہناز عرفان سے مل کر اچھا لگا تصاویر بڑی دلکش تھیں۔ سروے پسند آیا، شمع ہدایت قابل تعریف رہا۔ مستقل سلسلے تو ہوتے ہی اچھے ہیں خصوصاً جلترنگ اور پاکیزہ ڈائری کا تو جواب نہیں...... بہنوں کی محفل میں بڑی اپنائیت ہوتی ہے دکھ سکھ کا پتا چلتا ہے۔ نئی، نئی خبریں ملتی ہیں، سالگرہ نمبر میں آپ نے بہنوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے لکھنے والی بہنیں اور پڑھنے والی بہنیں دونوں کی آپ کے دل میں جگہ ہے۔'' (میری بہنیں اپنی پرسنل باتیں بھی مجھ سے شیئر کرتی ہیں اکثر تو اپنے الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ اپنی بہن کو بتانے سے پہلے مجھے بتاتی ہیں کہ بیٹا آرہا ہے یا بیٹی۔)

٭ تسنیم کوثر، کراچی سے۔ ''اپریل کا پاکیزہ پڑھا، ہمیشہ کی طرح دل کو بھایا۔ خاص طور پر عالیہ حرا کا ناول میں تیری خوشبو ہوں، ماشاء اللہ کیا کمال کا دلربا خوب صورت انداز میں لکھا۔ یہ دلکش ناول بہت پسند آیا ویلڈن رائٹر مبارک باد کی مستحق ہیں۔ یہ کہاں بچیں کہ دل ہے، رفعت سراج کے اس مسحور کُن ناول کی تو کیا بات ہے لگتا ہے ساری دلکشی اور رعنائی اس پر ختم ہے۔ نظر نہ لگے اس حسین ناول کو...... من جاں بازم کیا بتاؤں باجی اس سلسلے وار ناولٹ میں تو کوئی زیادہ چارم ہی نہیں ہے۔ (اپنی، اپنی پسند ہے بیشتر کو پسند آرہا ہے) گم شدہ محبت نہایت خوب صورتی سے خراماں، خراماں رواں دواں ہے۔ قصہ ایک کردار کی تلاش کا زبردست، یونیک سا اچھوتا سا معصومانہ انداز کا دلفریب ناول نگہت سیما نے واقعی بہت پیار سے لکھا ہے اور ہمیں بھی بہت اچھا لگا...... پاکیزہ کی ڈائری نہایت عمدہ ہوتی ہے اور جلترنگ تو پاکیزہ کی شان اور پہچان ہے روحانی مشورے سے بہت سی باتوں کا پتا چلتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ باقی افسانوں میں راز ہستی اور عشق ممنوع بہترین لگے اور بہنوں کی محفل میں تو سب سے زیادہ دل لگتا ہے۔'' (تبصرے کا شکریہ)

٭ ارم کمال، فیصل آباد سے۔ ''پاکیزہ کا سالگرہ نمبر پا کر دل کو بے پایاں مسرت ہوئی۔ بہنوں کی محفل کی جگمگاہٹ اور آب و تاب سے آنکھیں خیرہ ہوتی جا رہی تھیں۔ عذرا رسول کا پیغام دل میں اترتا چلا گیا، آپ نے میرا ذکر مستقل تبصرہ نگاروں میں کر کے بہت معتبر کر دیا ہے، اتنی خوشی ہوئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ سب سے پہلے گم شدہ محبت پڑھی۔ صبا پر تو مجھے ترس آتا ہے محبت اس کے لیے بھول بھلیاں بن گئی ہے۔ یہ کہاں بچیں کہ دل ہے۔ میں پرنس کی زندگی میں اک نئے موڑ کا آغاز ہوا چاہتا ہے، لیڈی صوفیہ کا کردار بہت ہی متاثر کن اور فیسی نیٹ کرتا ہے۔ شیریں حیدر کا امرت بھی اپنے اندر الجھانے میں کامیاب رہا ہے، ہم بھی کہانی کے تسلسل کے ساتھ ڈوب اور ابھر رہے ہیں، دیگر تحریروں راز ہستی، عشق ممنوع، قیمت خاصے کی چیزیں رہیں۔ میں تیری خوشبو ہوں نے دل کے تاروں کو چھیڑ کر لطف دوبالا کر دیا۔ قصہ ایک کردار کی تلاش کا، نگہت سیما کی تحریر نے واضح کیا کہ جاننا عذاب ہی لاتا ہے بے خبری خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ مہناز عرفان سے ملاقات ٹھنڈی ہوا کا پُرکیف جھونکا رہی۔ جلترنگ ہمیشہ کی طرح قہقہے بکھیرتا چلا گیا۔ بلاشبہ پاکیزہ کا سالگرہ نمبر لاجواب، باکمال رہا۔'' (آپ کا شکریہ بھی خوب کمال کا رہا)

٭ حافظہ ست النبات، تونسہ شریف سے۔ ''اداریہ تو میرے دل کی آواز تھا باجی سو فیصد درست فرمایا آپ نے واقعی خواتین بہت نازک مزاج ہوتی ہیں اور کچھ خواتین بے شعور بھی ہوتی ہیں۔ اک بار ہم کسی کے گھر گئے اس گھر کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی نے میرا موبائل اٹھالیا اور سارے موبائل کا چیک اپ کیا۔ باجی آپ کی باتیں میں ڈائری میں نوٹ کرتی رہتی ہوں جو کہ میرے بہت کام آتی ہیں۔ سب سے پہلے گم شدہ محبت کو پڑھا صبا تو مشکلات میں گھر گئی ہے۔ من جاں بازم موحی کامیاب ہوگئی آخر بھائی کو روکنے میں...... لڑکیاں اپنے باپ، بھائیوں کے لیے یونہی حساس ہوتی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں سعد نے بہت اچھا کیا ہے بہن کا کہنا مان کر...... امرت، ناول کا نام اور ناول نگار کا نام ایک ہی مطلب والے ہیں۔ (میٹھے) بہت ہی زبردست کہانی ہے زیبا چچی جیسا کردار میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں کہ بہو سسر کی فوتگی پر منفرد انداز میں بازو سینے پر باندھے کھڑی تھیں الگ تھلگ اور ساتھ دو بیٹیاں سادہ قیمتی سوٹ جالی کے دوپٹے اور ہم رنگ سینڈل پہنے کھڑی تھیں، میں جب ملنے کے لیے آگے بڑھی تو ان محترمہ نے بھی دور سے ہی ہاتھ بڑھا کر سلام کیا۔ باجی لوگ دولت پا کر مغرور کیوں ہو جاتے ہیں۔ رفعت سراج صاحبہ اللہ تعالیٰ آپ کے والد محترم کو جنت الفردوس میں گھر عطا فرمائے اور آپ کو ان کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صدقۂ جاریہ بنائے...... بہت ہی پیارا انداز ہے آپ کے لکھنے کا اور بہت ہی زبردست مطالعہ ہے آپ کا، میں تو خود کو ہر جگہ ساتھ، ساتھ محسوس کرتی ہوں کبھی پرنس اور دادی کے تو کبھی تاجور جیسی باوقار خاتون کے 'ماہر نفسیات تنویر عشرت ماشاءاللہ بہت پیاری خاتون ہیں، اسٹوڈنٹس کے ہمراہ اسٹوڈنٹ ہی لگ رہی تھیں۔ باجی بہنوں کی محفل میں بہت ہی محبت بھرے جوابات تھے آپ نے جس طرح بہنا ثنا کنول کو سراہا اس کی حوصلہ افزائی کی اچھا لگا۔ آپ کے پاس بلاشبہ بہترین لکھنے والیوں کی کمی نہیں ہے لیکن نئی آنے والیوں کو آپ جس طرح خوش آمدید کہہ رہی ہیں وہ قابل داد ہے۔ جب نئی، نئی مصنفات کو پڑھتی ہوں تو دل میں خواہش انگڑائیاں لیتی ہے کہ کاش...... ہم؟'' (انشاءاللہ آپ بھی پاکیزہ میں ہر ماہ اپنی تحریروں کے ساتھ جگمگایا کریں گی)

﷽ فرخندہ جعفری، گجرات سے۔ ''عذرا آفتاب نے بہت سبق آموز کہانی لکھی ہے۔ اس طرح کی حرکتیں کرنے والے لوگ یہ نہیں جانتے کہ ہماری اس حرکت کا رزلٹ کیا نکلے گا......سب کو ڈاکٹر رحیمہ جیسی ماں تو نہیں ملتی بہرحال کہانی اچھا پیغام دے رہی ہے۔ تمام کہانیاں بہت عمدگی سے سنواری گئی ہیں۔ جلترنگ پڑھ کر ساری بوریت ختم ہوجاتی ہے۔ باقی تمام سلسلے اچھے جارہے ہیں، خوش ذائقہ میں آج کل اچھی ترکیبیں آرہی ہیں۔ بزم پاکیزہ اگر ختم کردیں اس کی جگہ سب بہنوں کے مشورے پر کوئی اچھی تحریر لگادیں تو مہربانی ہوگی۔'' (بہنیں ہی کوئی رائے دے سکتی ہیں)

﷽ ساجدہ ظفر، کمالیہ سے۔ ''ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی صاحبہ کو اعلیٰ اعزاز حاصل ہونے پر مبارک باد کہ ان کے ہاتھوں کا لکھا قرآن مجید کا نسخہ مسجد نبوی میں رکھا گیا ہے...... بانو قدسیہ کے حالاتِ زندگی پر نزہت اصغر کا مضمون پڑھ کر معلومات میں قدرے اضافہ ہوا۔ سلسلہ باتیں بہار وخزاں کی میں یاسمین اقبال کے خیالات نے بہت متاثر کیا۔ ان کے حوصلے اور عزم پر بے اختیار داد دینا پڑی۔ اختر شجاعت صاحبہ نے تحمل عفوو درگزر بہت خوب صورت انداز میں لکھا۔ ان کو مبارک باد قبول ہو، روحانی مشورے میں گھروں میں اثرات سے متعلق روحانی مشورے دے کر آپ نے سیکڑوں بہنوں کا مسئلہ حل کردیا... رب العزت آپ کو جزائے خیر دے۔ نورین شہزاد نے عجیب وغریب قسم کا مشورہ دیا ہے کہ بزم پاکیزہ کا سلسلہ ختم کردیا جائے حالانکہ بزم پاکیزہ تو بہنوں کے بے حد اصرار اور فرمائشوں کے بعد دوبارہ شروع کیا گیا تھا۔ (آپ کے تبصرے اور تجاویز کے لیے ممنون ہوں) اپریل کا شمارہ سالگرہ نمبر کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ ماشاءاللہ ہر تحریر انگوٹھی میں نگینے کی طرح فٹ ہے۔ ہردلعزیز رائٹر مہناز عرفان کا انٹرویو شائع کرکے آپ نے ہماری دیرینہ خواہش پوری کردی۔ مہناز آپی کی باتوں نے بہت متاثر کیا۔ علاوہ پاکیزہ کی چند قلمکار بہنوں کے خیالات بھی اچھے لگے۔ جلترنگ میں اس بار صرف ایک ہی تحریر شائع کی گئی مگر وہ خوب تھی۔ بزم پاکیزہ میں شامل سوالات سالگرہ کے موضوع پر تھے مگر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ کم از کم دو صفحات بزم پاکیزہ کے لیے ضرور مخصوص کریں۔ میں اکثر گنگناتی ہوں میں بہت معیاری اشعار تھے۔ اشعار پر انعام دینے کا آپ کا سیاسی وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ جھوٹ پر اختر شجاعت صاحبہ کا مضمون سیر حاصل تھا۔ مصنفہ نہایت محنت اور عرق ریزی سے ہر موضوع پر طبع آزمائی کرتی ہیں۔ انہیں ہماری جانب سے مبارک باد قبول ہو۔ بہنوں کی محفل میں قارئین اور تبصرہ نگار بہنوں کے متعلق آپ کا تجزیہ اور تبصرہ دلچسپ تھا۔ آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے مجھے بھی اس صف میں شامل کیا۔ یہ جان کر مجھے حیرت ہوئی کہ آپ مجھے ظفر بھائی سمجھتی رہیں، حالانکہ میں ایک طویل عرصے سے پاکیزہ کے قافلے میں شریک ہوکر آپ کی ہم سفر ہوں۔ دراصل میرے میاں ظفر اللہ ضیا بھی ادبی ذوق رکھتے ہیں اور بعض رسائل میں قلم آرائی کرتے رہتے ہیں مگر کیا میاں، بیوی دونوں ادبی ذوق والے نہیں ہوسکتے؟ (ہوسکتے ہیں) آپ نے میری ہینڈ رائٹنگ کی تعریف کی۔ اس کے لیے آپ کا شکریہ، دراصل ہمارے تعلیمی زمانے میں بچوں سے تختیاں لکھوائی جاتی تھیں اور اب بچے کو اسکول میں پہلے دن پین اور کاپی تھمادیے جاتے ہیں۔ اسکول کے زمانے میں اپنی کئی دوستوں اور کلاس فیلوز کو پریکٹیکل کی کاپیاں بھی بنادیتی تھی۔ بہرکیف پاکیزہ ہمارا فیملی میگزین ہے۔ میری نندیں جو بیاہ کر لاہور جاچکی ہیں اب بھی پاکیزہ پڑھتی ہیں جن میں فردوس، شازیہ اور خدیجہ جمیل شامل ہیں اور میری ایک بھانجی لائبہ کائنات لاہور کا گزشتہ ماہ بزم پاکیزہ میں سوال انعامی قرار پاچکا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔" (ماشاءاللہ)

٭ راحت وفا راجپوت، لاہور سے پاکیزہ سے میرا رشتہ بہت سال سے ہے...... یہ ان دنوں کی بات ہے جب پاکیزہ میں تین عورتیں، تین کہانیاں والا سلسلہ چلتا تھا۔ تب میں نے اس سلسلے کی بہت سی کہانیاں لکھی تھیں اور انہی دنوں مجھے پاکیزہ کی طرف سے کہانی کا معاوضہ بھیجا گیا تو کتنی ہی دیر یقین نہیں آیا کہ پاکیزہ میں تو چھپنا ہی میرے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ آج بھی میں نے وہ منی آرڈر سلپ سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔ پاکیزہ میں چھپنا تو میرے لیے قابلِ فخر تھا ہی اس پر میڈم انجم انصار کا ہم کلام ہونا سونے پر سہاگا تھا...... اتنی خوب صورت بزم اور محبتوں سے گندھی ہوئی آواز اتنے سالوں بعد آج بھی ایسے ہی کانوں میں رس گھولتی ہے...... انہوں نے کہا۔ "راحت آپ بہت اچھی شاعری کرتی ہو...... بہت اچھا لکھتی ہو۔" میرا تو سیروں خون بڑھ گیا پھر گاہے گاہے میری کہانیاں اور شاعری شائع ہوتی رہی۔ اپنے قارئین کو یہ بھی بتاؤں کہ 26 جنوری 2016ء کو مجھے رائٹرز ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ رائٹرز ایوارڈ ملنا تو خوشی کا باعث تھا ہی مگر جن رائٹرز کے نام اتنے عرصے سے پڑھ رہی تھی ان سے ملنا بہت خوب صورت احساس تھا...... انہیں دیکھ کر تو آنکھوں کو یقین ہی نہیں آیا...... تسنیم نیازی دلکش مسکراہٹ والی خاتون ہیں۔ سادہ مزاج اور بے نیاز...... ہر بات کا جواب مسکرا کر دیتی ہیں اور یہ بھی الگ بات ہے کہ وہ جب مسکراتی ہیں تو آنکھیں بھی مسکرانے لگتی ہیں۔ زمر نعیم...... نازک اور دلکش خاتون رعب حسن سے میں تو زیادہ بات ہی نہیں کر سکی...... دونوں ہاتھوں میں انگوٹھیاں ان کے گلابی ہاتھوں کو اور حسین بنا رہی تھیں...... میں تو چپکے، چپکے ان کے ہاتھ دیکھتی رہی، دلشاد نسیم کو اسٹیج پر ہی دیکھا...... مائیک ان کے ہاتھ میں آیا تو جیسے لفظ بول اٹھے...... سوبر، باوقار اور معتبر سی شخصیت اپنے لفظوں کی طرح شاندار...... ایک بہت عرصے سے نام پڑھ رہی تھی فصیحہ آصف، تحریر سے وہ کوئی نوجوان لڑکی لگتی تھیں جب پتا چلا کہ وہ آئی ہیں تو ان سے خاص طور پر ملی...... وہ اتنی ہنس مکھ ہیں کہ پہلی ملاقات میں لگا کر برسوں کی شناسائی ہے۔ ان کے علاوہ سکینہ صدف جو کہانیاں اور تبصرہ لکھنے میں مشہور ہیں۔ ان سے مل کر بہت اچھا لگا۔ پاکیزہ کی شاعرہ فریدہ فری ہنستی مسکراتی بلکہ کھلکھلاتی ہوئی ملیں...... مختلف رسائل میں لکھنے والے لوگوں سے ملاقات ہوئی تو لگا برسوں کی تھکاوٹ اتر گئی...... تقریب میں فلم اسٹار، ماڈلز اور ٹیلی ویژن رائٹرز بھی شریک تھے۔ مشہور اداکار اور رنگ زیب لغاری اور سینئر آرٹسٹ راشد محمود نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھنے والوں کو بے حد سراہا اور ان کے الفاظ...... "ان تمام رائٹرز کے سامنے آ کر بولنا بہت مشکل ہے، ہم تو ان کے لکھے ہوئے کو بولتے ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہے یہ قلم کے مالک عظیم لوگ ہیں۔" ان کا رائٹرز کو اس طرح کا خراج تحسین پیش کرنا سیروں خون بڑھا گیا۔ آج ٹی وی پر رسالوں میں لکھنے والے ہی چھائے ہوئے ہیں...... پاکیزہ کے لیے ڈھیروں دعائیں اور آپ سب کے لیے خوشیوں کی دعا...... (بہت مبارک ہو، دعاؤں کے لیے شکریہ)

٭ طیبہ عنصر مغل، راول پنڈی سے۔ "پاکیزہ کے مارچ کے مکمل پرچے کے لیے یہی کہوں گی کہ بے مثال رہا لاجواب افسانے، بہترین ناول ہر چیز پرفیکٹ' اب آتی ہوں اپنے افسانے خواہشوں کے دریا کی جانب تو میری محترم بہنوں کی تعریف وتنقید دونوں سر آنکھوں پر، کچھ چیزیں ہیں جو وضاحت طلب ہیں جو میں یہاں ابہام دور کرنے کے لیے بتا رہی ہوں، میری بہن سلمیٰ غزل جی آپ نے لکھا کہ افسانے کا اینڈ اچھا نہیں لگا۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ ہر دفعہ اینڈ ہنسی خوشی پہ ہو لیکن دراصل کبھی ہم کہانی سچ سے جوڑتے ہیں اور حقیقی زندگی اتنی تلخ ہے کہ اب تو لوگ اپنی اولادیں کوڑے پر بھی پھینک رہے ہیں تو جب کوئی ببول بوئے تو گلاب کیسے اگنے کی امید رکھے۔ پہلی بات تو یہ کہ میں نے کہانی میں وضاحت دی تھی کہ جب علیشہ نے شوہر کو بتانا چاہا تب دیر ہو چکی تھی اور اگر وہ معافی مانگ بھی لیتی تو بھی ایک انا پرست مرد بھی اس کے اس عمل پر معافی نہیں دیتا۔ رہی بات عزت کی تو میری بہنو، ہم شاید اپنے شوہر کے مزاج پر ہر مرد کی سوچ کو نہیں پرکھ سکتے کہ وہ جھٹ میاں کو اعتماد میں لیتی اور وہ آ بھی جاتا ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا، پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی ہیں اور نہ ہی علیشہ کے دماغ میں یہ بات آ سکتی تھی کہ اس کا شوہر کچھ ایسا بھی سوچ رہا ہوگا کہ جو اس کی عزت پر حرف لائے۔ امید ہے پیاری بہنیں مطمئن ہو گئی ہوں گی...... بہت ہی پیاری ہستی فریدہ جاوید فری جی نے افسانے کی تعریف کی، بہت شکریہ فریدہ جی مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ایوارڈ مل گیا۔ انجم آپی بہت شکریہ کہ آپ نے میرے جیٹھ کے انتقال کی اطلاع بہنوں کو دی سب نے ان کی مغفرت کی دعا یقیناً کی ہوگی۔ پاکیزہ کی سالگرہ کی بہت مبارک باد، میں نے تو گھر میں کیک بھی کاٹ لیا اور موم بتی بھی پھونک سے بجھائی بھئی کیوں نہیں کرتے میرے پیارے پاکیزہ کی سالگرہ ہے ڈائجسٹوں کا راجا.....'' (ہاں، یہ تو ہے)

نگینہ ضیا بلوچ، کراچی سے۔ ''پیاری باجی سب سے پہلے تو آپ کو اور عذرا باجی، نزہت صاحبہ، آمنہ صاحبہ بلکہ پاکیزہ کے پورے اسٹاف کو پاکیزہ کی سالگرہ بہت، بہت مبارک ہو اور اللہ پاک پاکیزہ اور پاکیزہ سے وابستہ لوگوں کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے، آمین۔ پاکیزہ سالگرہ نمبر بہت زبردست رہا، تمام تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، باجی آپ کا ناول تو پاکیزہ کی جان ہے، باقی ناول بھی اے ون جا رہے ہیں، نزہت صاحبہ میری پسندیدہ رائٹر مہناز عرفان کے انٹرویو کرنے کا بہت، بہت شکریہ...... مکمل تبصرہ اگلے ماہ۔ شائستہ زریں کا سروے ہمیشہ کی طرح ٹھاہ کر کے دل پہ لگا وہ بہت محنت کرتی ہیں اپنی تحریروں پر ویل ڈن باقی تمام مستقل سلسلے زبردست جا رہے ہیں، آپ سے ایک گلہ ہے کہ آپ پاکیزہ کی سالگرہ کے موقع پر مجھے بھول گئیں۔'' (ارے نگینہ تم تو ہمارے دل کے بہت قریب ہو، بس اس دفعہ بہت سی بہنوں کے نام رہ گئے ویسے تمہارے مراسلات تو لگتے رہتے ہیں)

✉ ایس پروین، سندھ۔ آپ کی طویل باتوں کے جواب میں آپ کو صرف یہی سمجھانا چاہوں گی بولنا سب کو آتا ہے بس کسی کا دماغ بولتا ہے، کسی کا اخلاق بولتا ہے اور کسی کی زبان...... کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اگر ہماری زبان سے کسی کو کوئی خوشی نہ پہنچے تو اسے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچے...... اور آپ کو یہ بات لازمی یاد رکھنی چاہیے۔ ماشاءاللہ آپ کی سسرال بہت بڑی ہے۔

✉ فردوس، کراچی۔ گڑیا میرے پسندیدہ اشعار بہت سے ہیں..... اس وقت مجھے تازہ، تازہ آفتاب اقبال کا یہ شعر بہت پسند آیا ہے۔

بتا بھی سکتا ہوں کب تک بھلا سکوں گا اسے
مگر یہ بات اسے دیکھ کر ہی ممکن ہے

سلمیٰ غزل، کراچی سے۔ ''اپریل میں سلسلے وار گم شدہ محبت کو پڑھ لیا اور مزہ بھی آ گیا ویسے جو کچھ صبا کے ساتھ ہو رہا ہے اس کا اندازہ تو تھا نمرہ ملک کی میں ایک عورت ہوں بھی اچھا لگا ایسے پر لعنت بھیجنے کے جملے نے کہانی کا مزہ دوبالا کر دیا۔ فرحین اظفر بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن اس مرتبہ کچھ مزہ نہیں آیا۔ قانتہ رابعہ کا کوئی بھی افسانہ بے مقصد نہیں ہوتا اور یہی ان کی خوبی ہے۔ کی بہت اچھا لگا، ایسا کب سوچا تھا وہ بھی خوب لگا۔ ذکیہ بلگرامی صاحبہ کے لیے تو تعریف کے لیے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں۔ محترمہ اختر شجاعت نے بھی جھوٹ کی خوب خبر لی۔ مہناز عرفان کا انٹرویو اچھا لگا کیونکہ بہت پہلے بھی لکھتی تھیں یادداشت کو کھنگالنا پڑا ایسا تو ہوتا ہی ہے ایسے کاموں میں جب آپ اتنے عرصے غائب رہیں گی تو بیچارے پڑھنے والے کیا کریں کہ ایک بیچارہ پاکیزہ اور نئے، نئے بہت اچھا لکھنے والوں کی بھرمار...... آپ نے جو نئے پرانے لکھنے والوں کی فہرست لگائی اس میں، میں اپنا نام ڈھونڈتی ہی رہی مگر پھر یہ سوچ کر صبر آ گیا کہ کتنوں کا نام لگائیں کیونکہ لکھنے والوں کی فہرست واقعی بہت طویل ہے۔ بہرحال مجموعی طور پر سالگرہ نمبر بہت اچھا تھا۔'' (نوازش)

فوزیہ شفیع، ہارون آباد سے۔ ''پاکیزہ کو بچپن سے پڑھتی آ رہی ہوں، میرے گھر والے اور ہمارا پورا محلہ آپ کا رسالہ بہت شوق اور لگن سے پڑھتے ہیں، عرصہ دراز سے کہانیاں پڑھ کے مجھے بھی لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور اک چھوٹی سی کاوش کہانی کی صورت میں آپ کو لکھ کے بھیج رہی ہوں۔ آپ کی بہنوں کی بزم میں آج تک اسی لیے شرکت نہ کر سکی کہ میں گاؤں میں رہتی ہوں اور ہم عورتوں کو مارکیٹ اکیلے نہیں جانے دیتے گھر والے لیکن آپ کی محبت بہت دنوں سے تھی دل میں سو آج پوری کر رہی ہوں اگر آپ میری اس کہانی کو اپنے رسالے میں جگہ عطا کر دیں گی تو میں آپ کی بہت مشکور رہوں گی پہلی بار لکھ رہی ہوں۔ بہت سی غلطیاں بھی ہوں گی معاف کر دیجیے گا۔'' (پیاری فوزیہ اس محفل میں خوش آمدید ہم آپ کی حوصلہ افزائی کرنے کی پوری کوشش کریں گے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☜ نرگس نسیم، صوابہ موہڑہ سے۔ ''میں بہنوں کی محفل کے لیے کچھ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ پاکیزہ کی جان ہے اس کے بغیر پاکیزہ ادھورا سا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے تو بہت سی خواتین کو صرف بہنوں کی محفل کی وجہ سے پاکیزہ پڑھتے دیکھا ہے۔ مگر کچھ عرصے سے میں یہ محسوس کررہی ہوں کہ آہستہ آہستہ غیر محسوس انداز میں بہنوں کی محفل کا کوٹا کم ہوتا جارہا ہے۔ بہنوں کی محفل کے صفحات بڑھا دیں۔ میں غیر حاضر تو ضرور رہی مگر اس دوران بہت کچھ پڑھنے کو ملا۔ شمع ہدایت ایسا سحر انگیز مضمون کہ سیدھا دل میں اتر گیا ویلڈن بہت ہی اچھا لکھا... طرز تحریر نے بہت متاثر کیا۔ اختر شجاعت میں آپ کے ہاتھ چومتی، جن ہاتھوں سے آپ نے ہمارے لیے اتنی پیاری تحریر لکھی۔ اس کا صلہ آپ کو اللہ دے گا، آمین۔ یہ تحریر لکھ کر آپ نے اپنے قلم کا حق ادا کردیا۔'' (میں بھی آپ کی رائے سے متفق ہوں، آپ کے تازہ خط میں ساری باتیں صرف میری ذات کے گرد گھوم رہی ہیں، پیاری بیٹی میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے۔ بس میں ذرا آرام کررہی ہوں)

☜ صبا آصف، گلشن حدید سے۔ ''میں دل کی گہرائیوں سے پوری ٹیم کو تمام قارئین کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ پاکیزہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ اس میں آپ سب کی محنت نظر آتی ہے۔ انجم باجی وہ آپ کا ناول ہو، مزاحیہ جلترنگ، شاعری یا کھانوں کی ترکیبیں...... اس کے علاوہ رفعت سراج اور شیریں حیدر کی تحریریں بہترین ہیں بہت خوب صورت انداز میں دونوں اپنی کہانی آگے بڑھا رہی ہیں، دوسرے میں انٹرویوز کا بھی ذکر کروں گی کہ بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ کہانیوں کے ساتھ، ساتھ مصنفات کی باتیں بھی کافی سبق لیے ہوتی ہیں۔ اختر شجاعت اور ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کے مضمون کی تو جتنی تعریف کریں کم ہے۔'' (شکریہ)

☜ انجم طاہر، کراچی سے۔ ''پاکیزہ کی سالگرہ آپ سب کو مبارک ہو، آپ کا شکریہ کہ ہمارے لیے اتنی محنت کرتے ہیں اور ایک سے ایک تحریر، کہانی ہمارے لیے لاتے ہیں اور آپ کی مزاحیہ تحریریں بھی بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ دینی مضامین اور کبھی، کبھی کسی تقریب کا حال' ہم سب چیزیں ہی شوق سے پڑھتے ہیں اور یقین کریں بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں، تمام مصنفات کو بھی مبارک باد۔'' (آپ کو بھی مبارک ہو)

☜ فائزہ فاروق سحر، لاہور سے۔ ''منتخب غزلیں خوب تھیں غالب اور پروین لازوال شاعر ہیں اور ہر عہد میں زندہ رہیں گے۔ اپنی حسین شاعری کے ساتھ حنا نقوی سے گفتگو خوب رہی۔ یہ کہاں بچیں کہ دل ہے، رفعت سراج کا ناول بہت خوب صورت جارہا ہے سب سے پہلے تو گم شدہ محبت پڑھتی ہوں جو ہر قسط کے بعد دل کرتا ہے فوراً ہی دوسری مل جائے۔'' (پسندیدگی کے لیے احسان مند ہیں)

☜ صدف نورین، لاہور کینٹ سے۔ ''آنٹی آپ کی دعاؤں سے میں نے پڑھائی کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم اے ایجوکیشن کررہی ہوں، ایڈمیشن بھیجا ہے۔ پاکیزہ کے تمام سلسلے بہت عمدہ ہیں۔ پاکیزہ پڑھا ماشاء اللہ بہت، بہت اچھا لگا۔ شیریں حیدر کا ناول امرت اچھا لگا۔ رضوانہ آنٹی کا افسانہ بہت پسند آیا۔ رضوانہ آنٹی سے جب آپ کی ملاقات ہو تو میری طرف سے افسوس ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھائی جان کو جوار رحمت میں جگہ دے اس کے علاوہ بہنوں کی محفل بہت ہی لاجواب ہے۔ شائستہ زریں کا سروے اچھا رہا۔ گم شدہ محبت بہت اچھے انداز میں آگے بڑھ رہا ہے۔ جلترنگ پڑھ کر مزہ آیا۔ تمام رائٹرز کو میرا بہت، بہت سلام، آنٹی اپنا خیال رکھیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔'' (اللہ آپ کو خوش رکھے آپ کی رائے پہنچائی جارہی ہے)

☜ ثمینہ کوکب، جہلم سے۔ ''بہنوں کی محفل میں پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں، پاکیزہ کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ پاکیزہ کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ بہت کم ہیں۔ اس کی معیاری تحریروں نے نوجوان بچیوں کی تعلیم و تربیت میں وہ کردار ادا کیا ہے جو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے اور اس رسالے سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اس رسالے نے اچھے اخلاق کا سبق دیا ہے، پیار و محبت کا درس دیا ہے جو کہ ایک ماں اپنی بچیوں کو سکھاتی ہے۔ پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں۔ غلطیاں معاف کردیں۔ تمام پاکیزہ بہنیں جو بیمار ہیں ان کی صحت و تندرستی کے لیے بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے لیے دامن پھیلا دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ عروج زمانے میں ہو تجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نصیب ایسا کہ آسماں بھی تیری رفعتوں پر ناز کرے۔'' (پیاری بہن کو کب اس محفل میں خوش آمدید پیاری، پیاری دعاؤں کے لیے احسان مند ہوں)

٭ ہادیہ احمد، میرپور خاص سے۔'' میں پہلی بار آپ کی محفل میں حاضری دے رہی ہوں۔ میرا نام ہادیہ احمد ہے، میں جنت نظیر کشمیر کی وادی کی رہائشی ہوں، اکثر سوچا لکھنے کا پر کبھی، کبھی مصروفیت آڑے آگئی۔ میں جرنلزم کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میں لکھنے اور پڑھنے دونوں کی بہت شوقین ہوں اس لیے آپ کی محفل سے آغاز کا سوچا ہے۔'' (پیاری ہادیہ اس محفل میں خوش آمدید...... امید ہے کہ آئندہ اپنے بھرپور تبصرے کے ساتھ شرکت کروگی)

٭ آسیہ شاہین، چکوال سے۔'' پاکیزہ کا ٹائٹل دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ پھر اداریہ پڑھا میں آپی کی بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ ہماری زندگی میں ناراضی کا موسم سالہا سال چلتا ہے اور اگر ہم یہ انرجی جو دوسروں سے نالاں اور ناراض رہنے میں لگاتے ہیں اپنے رب کو راضی کرنے میں لگائیں تو ہماری زندگی سے ٹینشن اور ڈپریشن کا خاتمہ یقینی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی پڑھ کر دل کو روحانی تسکین ملی۔ انجم انصار جی کے ناول گم شدہ محبت کی یہ قسط بہت دلچسپ رہی۔ عامر کا ندیم سے التجا کرنا اور محبت کی بھیک مانگنا بہت عمدہ آپی۔ رضوانہ پرنس صاحبہ کا افسانہ کہہ رہی ہے زندگی ساس بہو کی جھڑپ پر بہت اچھی تحریر...... واقعی میں مختصر سی زندگی میں محبت بانٹنا اور دوسروں کی خوشیوں پر اپنی خوشی کو وار دینا ہی اصل زندگی ہے۔ من جاں بازم بہت ہی خوب صورت ناول میرا پسندیدہ ناول ہے۔ باپ کی شہادت پر موی کا ردعمل اور خاص طور پر جہاز کو پتھر مارنا۔ دل دکھی کر گیا۔ اور مجیب عالم کے جہاز کے ساتھ ہی موی کا حوصلہ اس کی توانائی اور کچھ کر دکھانے کا جذبہ یہ سب نکل گیا تھا۔ ناول امرت بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس ناول میں کہانی کار کا کردار بہت مضبوط اور دلچسپ ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام افسانے بھی بہت اچھے تھے۔ وطن سے محبت اور قیام امن میں خواتین کا کردار کے متعلق سروے پڑھا۔ یہ سلسلہ چلتے رہنا چاہیے۔ پاکیزہ بہت کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ آپ کو اس کامیابی پر بہت مبارک باد۔'' (تبصرے کا شکریہ اور خط کے آخر میں میرے لیے جو نظم لکھی ہے...... وہ تو مجھے بہت ہی پسند آئی ہے۔ شکریہ)

بہنوں کی محفل کے صفحات کا کوٹا ختم ہوا...... زندگی رہی تو آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔ (انشاء اللہ) اس سے قبل کہ آپ سے اجازت لوں آئیں اب پہلے درود پاک پڑھتے ہیں اور پھر وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہیں...... اے میرے بلندیوں پر رہنے والے رب میں تجھ سے بہت راضی ہوں، میرے مالک تو بھی مجھ سے راضی ہوجا...... میرے مہربان خالق میری توبہ قبول کرلے اور مجھ کو معاف کردے...... یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم...... ہمارے اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کے سارے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہمارے تمام گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ اے پاک پروردگار موت سے پہلے ہماری مغفرت فرما اور موت کے وقت ہم پر رحم فرما اور موت کے بعد ہمیں عذاب نہ دینا اور قیامت کے روز بغیر حساب کتاب کے ہمارا نامہ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دینا...... بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے...... ہمیشہ عافیت دینے والی زندگی عطا فرمانا تاکہ ہم تیرے دین کو ساری دنیا میں پہنچا سکیں اور تو ہم سے ہمیشہ، ہمیشہ راضی رہے۔ (آمین ثم آمین)

یا مجیب، یا مجیب، یا مجیب آخر میں ایک بار پھر درود ابراہیمی پڑھ لیں۔

دعاگو

آپ کی اپنی باجی

انجم انصار

پاکیزہ میں خط لکھنے کا پتا

مدیرہ ماہنامہ پاکیزہ۔ 63.c فیز III ایکسٹینشن، ڈیفنس۔ مین کورنگی روڈ۔ کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75500

فون نمبر 021-35804200 , 021-35386783,021-35802552 EXT 107,118

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاکیزہ ڈائری
عظمیٰ آفاق سعید

حمد باری تعالیٰ

اس جہاں کا پالنے والا خدا تو ہی تو ہے
رزق، پانی اور ہوا جس نے دیا تو ہی تو ہے
تیری رحمت بے کراں ہے تیری بخشش بے حساب
در گزر کرتا ہے جو ہر اک خطا تو ہی تو ہے
ہر مصیبت، ہر گھڑی میں آسرا تو نے دیا
بے کسوں کی، بے نواؤں کی نوا تو ہی تو ہے
مانگنے والے نے جو مانگا اسے وہ مل گیا
اور بن مانگے بھی جو کردے عطا تو ہی تو ہے
یہ زمین و آسماں، صحرا، سمندر اور پہاڑ
جس نے ان سب کو بنایا اے خدا! تو ہی تو ہے
لہلہاتے پیڑ، پودے، یہ مہکتی سر زمیں
جس کی رحمت سے ہوئی ہم کو عطا تو ہی تو ہے
زندگی کی ناؤ جب پھنس جائے گی گرداب میں
جو نکالے گا بھنور سے، ناخدا تو ہی تو ہے
تو ہے واحد، تو احد، تیرے سوا کوئی نہیں
کیوں میں مانگوں غیر سے میرا خدا تو ہی تو ہے

کلام: ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی، کراچی

نعتِ رسول مقبولؐ

یا محمد مصطفیٰؐ اتنا کرم فرمایئے
خواب کی دُنیا سجی ہے اک دفعہ تو آیئے
آپؐ کا دیدار ہوجائے تو بیڑا پار ہو
ایک ضد عاصی کی ہے کچھ بھی نہیں بس آیئے
کون سی دنیا ہے وہ سر بستہ جس کے راز ہیں
یا محمدؐ! اپنی دنیا مجھ کو بھی دکھلایئے
روزِ محشر جس جگہ ہوں گے جمع اہلِ بہشت
کیا میرا بھی اس جگہ ہوگا گزر فرمایئے
ساری دنیا کے مسلماں خون میں ڈوبے ہوئے
کون سی دنیا میں جائیں آپؐ ہی بتلایئے
درد میں ڈوبے ہوئے جائیں کہاں رستہ نہیں
حق کا رستہ ہم جو بھولے آپؐ پھر بتلایئے
آزمائش کی گھڑی ہے وقت اب کتنا نہیں
آپؐ ہی للّٰلہ کچھ اپنا کرم فرمایئے
ہے یقیں مل جائیں گے اِک روز ہم سب آپؐ سے
ہاں شفاعت شرط ہے فرمائیں گے، فرمایئے
محسنِ انسانیت ہیں نور کا پیکر ہیں آپ
دیکھ کر جلوہ نبیؐ کا دیکھتے رہ جایئے

کلام: ذکیہ بلگرامی
مرسلہ: عالیہ ضیا، کراچی

باتوں سے خوشبو آئے

☆حسد کرنے والا موت سے پہلے مر جاتا ہے۔
☆محبت کرنے والا اس لیے بھی، کبھی ناکام ہو جاتا ہے کیونکہ ہم محبت کو غلط ہاتھوں میں سونپ دیتے ہیں۔
☆محنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔
☆والدین کو بوجھ نہ سمجھو ورنہ تمہاری اولاد تمہیں بوجھ سمجھے گی۔

مرسلہ: سمیرا بنت یوسف، کراچی

فرق

عزتِ نفس اور انا میں وہی فرق ہے جو فخر اور غرور میں ہوتا ہے۔ عزتِ نفس اور فخر کہتا ہے میں بھی ہوں اور انا اور غرور کہتا ہے کہ صرف میں ہی ہوں۔ اور محبت اس باریک فرق کو الگ ناپنے کا طریقہ ہے۔

از: ساجد ظفر، کمالیہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com

تیرے بغیر

نوید زندگی تیرا ساتھ تھا
بچھڑنا وبال جاں ہوا
پیغام اجل ہر سانس ہے
جینا بہت مشکل ہوا
دیکھ بے بسی کی انتہا
ہر اشک قطرۂ خوں ہوا
انجام بے نام رشتے کا
بنا کہے سنے، تمام ہوا
مجھے جان کہنے والا
لمحہ لگا، انجان ہوا
دردِ دل کی خبر نہ ہوئی
دھڑکن رکی خاموش ہوا
آنکھوں میں آئے اشکوں کو
نہ بہنے دیا نہ رکنے دیا
انگارہ بنا کے اندر رکھا
جلنے دیا، بجھنے نہ دیا
محبت کے بچھڑنے کا
بس اتنا ہی ماتم کیا
نہ جی سکے نہ مر ہی سکے
سکرات کا عالم رہا

شاعرہ: خالدہ نسیم، انگلینڈ

ضمیر کی آواز

سنو!
کسی کا حق مت مارنا، ورنہ
جرمانہ تیری اولاد بھرے گی

از: صائمہ سجاد بنگش، کوہاٹ

وٹامن شی (she)

مریض ڈاکٹر سے ”ڈاکٹر صاحب میں بہت خوش رہتا ہوں، نیند سکون سے آتی ہے، زندگی میں امن ہی امن ہے کوئی پریشانی نہیں ہے مگر پھر بھی کچھ کمی ہے..... آخر وہ کیا ہے؟“

ڈاکٹر ”میں آپ کی بیماری سمجھ گیا..... آپ کی زندگی میں وٹامن شی (she) کی کمی ہے۔“

از: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

ماں

میں شب و روز پکارا جاتا ہوں مگر
مجھ کو ملتا نہیں انداز تیری صداؤں جیسا
تیرے پاؤں میں رکھی ہے خدا نے جنت
ماں کوئی پاؤں نہیں تیرے پاؤں جیسا
تیرا پیار تو پھر پیار ہے ماں
تیرا غصہ بھی لگے ہے دعاؤں جیسا
مجھ کو تپتی ہوئی دھوپ میں راحت بخشے
ماں تیرا آنچل تو ہے گھنی چھاؤں جیسا
کہنے کو تو دنیا میں رشتے ہیں ہزاروں
یا سر کوئی رشتہ نہیں لیکن ماؤں جیسا

مرسلہ: فرح ناز، ملکوال

ایسا کیا ہے؟

جانے کیا بات ہے کیوں تم سے محبت ہے مجھے
چاند سورج سے ستاروں سے حسیں لگتے ہو
زندگانی کی بہاروں سے حسیں لگتے ہو
ایسا کیا ہے کہ ہزاروں سے حسیں لگتے ہو

از: توقیر ہاشمی، منڈی بہاؤ الدین

چالاک شوہر

صبح صبح بیوی نے شوہر سے اخبار مانگا۔
شوہر: ”تم کتنی بیک ورڈ ہو، بھلا اس دور میں بھی کوئی اخبار مانگتا ہے؟ میرا I pad لے لو۔“
بیوی نے I pad لے کر کاکروچ مار دیا۔ شوہر صدمے سے بے ہوش ہو گیا۔
کہانی کا سبق: بیوی جو بھی مانگے بغیر بحث کے دے دیں..... اپنی چالاکیاں صرف دفتر تک محدود رکھیں۔

اعتدال و میانہ روی

☆ قناعت اور میانہ روی انبیائے کرام اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اولیائے کاملین کا خصوصی وصف ہے۔ پس جو شخص قناعت اور میانہ روی اختیار کرتا ہے تو وہ نیکو کاروں اور سچے لوگوں میں شمار کیا جائے گا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے پیارے صحابہ کرامؓ ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار فرماتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''خوش حالی میں میانہ روی کیا ہی خوب ہے، ناداری میں اعتدال کی روش کیا ہی اچھی چیز ہے اور عبادت میں درمیانی راہ کیا ہی بہتر ہے۔''

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہر روز ایک فرشتہ یہ پکارتا ہے۔ ''اے ابنِ آدم! تجھے جس تھوڑے مال سے کفایت ہو، وہ اس مال سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس (کی زیادتی کی وجہ) سے بہت زیادہ خوشی اور غفلت حاصل ہو۔''

از: نازنین آفریدی، پشاور

غزل

میرے حق میں دعا نہیں کرتا
میرا اتنا بھلا نہیں کرتا
دلِ ناداں تمہارے در کے بغیر
کسی در پر صدا نہیں کرتا
جو لہو سے چراغ روشن ہو
وہ ہوا میں بجھا نہیں کرتا
وہ پشیمان جو نہیں تو پھر
کیوں مرا سامنا نہیں کرتا
ہر کسی کو خدا زمانے میں
درد سے آشنا نہیں کرتا
اچھا ہوتا ہے جو بھی تمثیلہ
وہ کسی سے برا نہیں کرتا

شاعرہ: تمثیلہ لطیف، پسرور

اچھی بات

ایک عادت انسان کو بہت سا اندرونی حوصلہ بخشتی ہے وہ ہے ''اللہ'' کے ہاں ہمیشہ نیک گمان

رہنا، کڑے امتحانوں سے گزرنا، ٹوٹنا، بکھرنا اور اس کے باوجود ہر مرتبہ نیلگوں آسمان کی وسعتوں میں پھر اسی سے رجوع کرنا، اس ایمان کے ساتھ کہ جس نے امتحان کے لیے منتخب کیا ہے اس میں سے پار گزرنے کا حوصلہ بھی وہی عطا فرماتا ہے۔

مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

ماں کا رشتہ

☆ ماں مٹھاس سے گوندھا رشتہ ہے۔
☆ ماں انمول اور اخلاص بھرا رشتہ ہے۔
☆ ماں چاہت کی چاشنی میں پکا رشتہ ہے۔
☆ ماں اور جنت کا گہرا رشتہ ہے۔
☆ ماں، ممتا کے مخصوص خزانوں سے بھرا رشتہ ہے۔
☆ ماں اور دعا کا بڑا پیارا رشتہ ہے۔
☆ ماں اور اعتبار کا بے عیب رشتہ ہے۔
☆ ماں محبت اور چھاؤں کا بڑا انوکھا رشتہ ہے۔
☆ ماں کی مثل دنیا میں کوئی رشتہ نہیں۔

از: عظمیٰ زہری، اوستہ محمد صوبہ بلوچستان

سلامی

پاکستان کی ایک شادی میں شرکت کا اتفاق ہوا...... بڑی پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تاہم میں نے دیکھا کھانے سے قبل مہمان ایک، ایک کر کے دولھا کے پاس جاتے تھے۔ اور اسے کچھ روپے پیش کرتے تھے۔ دولھا کے ساتھ ایک شخص بیٹھا تھا جو یہ رقم گنتا اور ایک کاپی میں درج کرتا چلا جاتا۔ مجھے یہ رسم بہت اچھی لگی کہ ہر کوئی کھانے کا بل خود ادا کرتا ہے، ہمارے ہاں اسے ڈچ سسٹم کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہاں کے لوگ اسے ''سلامی'' کہتے ہیں۔

انتخاب: یاسمین اقبال، لاہور

غزل

محبت زندگی کا استعارہ ہے
زندگی کی جانب اشارہ ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بجھی لکڑیوں کے اندر بھی
انگڑائی لیتا اِک شرارہ ہے
اتنی طاقت کہاں ہر جاں میں
ہم سہہ گئے یہ حوصلہ ہمارا ہے
تیرا سرد لہجہ اور نشتر نگاہیں
سنو! یہ وار بہت کارا ہے
چھوڑو تم بھلے ہم برے سہی
ہم جانتے ہیں ہمیں گوارا ہے
عجب یہ سلسلے ہیں مات کے
جو عشق میں جیتا وہی ہارا ہے
چاہتے ہیں بس خوش رہے تو
یہ خسارے کا سودا سراسر ہمارا ہے

شاعرہ: فصیحہ آصف خان، ملتان

رقم کروں گی مسلسل ستم کی تحریریں
تمام ظلم سہوں کی سحر ہونے تک
تو آئینہ نہ سہی آئینے سے کم بھی نہیں
میں تیرا عکس پڑھوں گی سحر ہونے تک
جلے چراغ تو سوچوں گی روشنی کیا ہے
کسی سے کچھ نہ کہوں گی سحر ہونے تک
ہوائیں تیز چلیں یا چمن میں پھول کھلیں
میں اپنے گھر میں رہوں گی سحر ہونے تک
چراغ کے جلنے کے بعد میں آئینہ دیکھوں گی
فری میں سب کی سنوں گی سحر ہونے تک

شاعرہ: فریدہ فری، لاہور

مرسلہ: ناظمہ شاہین اعوان، واہ کینٹ

عجب تہذیب کے لوگ

آج کے دور میں لوگ اپناتے ہیں ایک تہذیب کو
لیکن ''مزہ'' دوسری ''تہذیب'' کا لینا چاہتے ہیں۔
ماڈرن عورت پردہ نہیں کرتی اور چاہتی ہے..... کوئی اس کی طرف بری نگاہ نہ ڈالے۔
لوگ اپنی بیٹی کا رشتہ اسے دیتے ہیں جو محض امیر کبیر ہو اور چاہتے ہیں کہ نکاح پڑھانے والا کوئی فقیر ہو۔
ساری زندگی حرام کی کمائی سے مال جمع کرتے ہیں اور محل بنا کر لکھتے ہیں۔
ھٰذا من فضل ربی......
ماں، باپ کو ستا کر چپ کروا دیتے ہیں اور گاڑی پر لکھتے ہیں یہ سب میرے ماں، باپ کی دعا ہے۔
تعلیم ''انگریزی''، نوکری، ''یورپ'' کی سیر ''پیرس'' کی اور دیکھنا ''برج الخلیفہ'' چاہتے ہیں لیکن مرنا ''گنبدِ خضرا'' کے سائے میں اور دفن ''جنت البقیع'' میں ہونا چاہتے ہیں۔

از: ہادیہ احمد، آزاد کشمیر

غزل

میں انتظار کروں گی سحر ہونے تک
میں سانس بھی نہیں لوں گی سحر ہونے تک

بینڈ بج گیا

عارف کراچوی ایک نہایت چوکنا اور ذہین نوجوان تھا۔ جس کا تکیہ کلام بینڈ بج گیا تھا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔
تارڑ صاحب کسی زمانے میں ڈیٹرائٹ پوری دنیا کو کاریں سپلائی کرتا تھا۔ پھر جاپان والے آگئے تو اس کا بینڈ بج گیا۔ تارڑ صاحب میں نے ایک گیس اسٹیشن خریدا لیکن وہ اتنے خسارے میں چلا گیا کہ میرا بینڈ بج گیا۔
تارڑ صاحب میری ایک گوری سے ملاقات ہوئی وہ مائل تو تھی پر...... میرا بینڈ بج گیا اور بجتا ہی رہا...... یہ نوجوان مجھے ایک عرب ریستوران میں لے گیا۔ میں نے جی بھر کے کھانا کھایا عربی کھانا کھانے سے ثواب بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ میرا بھی بینڈ بج گیا۔

کتاب، کارواں سرائے
از: مستنصر حسین تارڑ
انتخاب: یاسمین اقبال، لاہور

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نصیب کی بات

''ارے انتظار تو وہ کریں جن کے لیے رشتوں کی کمی ہو......'' سائرہ نے ایک فلمی سی انگڑائی لے کر ہاتھ نچا کر کہا۔

''اچھا......! کیا تمہارے لیے قطاریں لگی ہوئی تھیں؟'' غصہ تو مجھے آنا ہی تھا۔ جو لڑکی ہر معاملے میں مجھ سے پیچھے ہو اتنے خاص معاملے میں آگے کیسے ہوگی۔

''ہاں ایسا ہی ہوا ہے میرے ساتھ۔'' وہ دل کھول کر ہنسی......اور پھر بڑے مغرور سے لہجے میں بولی۔

''سن سکتی ہو تو سن لو......میرا پہلا رشتہ حیات جاوید کا آیا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کا پروفیسر اور دو باغات کا مالک......خوب صورت ایسا کہ رتیک روشن بھی اس کے آگے شرما کر ہٹ جائے اگر میں اس کا رشتہ قبول کر لیتی تو مجھے ساری زندگی آم اور مالٹوں کی کمی نہ رہتی......مگر میں نے انکار کر دیا۔

دوسرا رشتہ عائش کا آیا......نہ صرف ٹی وی کا ہیرو بلکہ پرائیویٹ پروڈکشن کا بہت بڑا پروڈیوسر، اس نے میرا انکار سن کر زہر کھا لیا۔ بڑی مشکلوں سے اس کی جان بچی تو وہ کینیڈا کا امیگریشن لے کر وہیں مستقلاً چلا گیا۔ تیسرا رشتہ عبداللہ کا آیا......اتنا ہینڈسم اور ملک کا اتنا بڑا اصحافی، جو میرے عشق میں یکطرفہ ہی گوڈے، گوڈے ڈوب گیا...... بیچارہ ان دنوں کارٹون بناتا پھرتا ہے۔ ہانی اتنا بڑا گلوکار ہے، وہ کہتا ہے کہ اس کی آواز کا تمام تر سوز صرف میری وجہ سے ہے۔ میں نے منع کر کے اس کو ہمیشہ کے لیے دکھ دے دیے ہیں اور اب وہ سوائے المیہ گیت کے کچھ نہیں گا سکتا۔ میرے انکار نے اس کا دل توڑ دیا ہے۔ سچی سب پر رحم آتا ہے مجھ کو......''

''مگر تم نے واجد سے کیوں شادی کر لی؟ ایسی کیا خاص بات تھی ان میں جو تم نے نامی گرامی ہیروز کو انکار کر دیا......'' میں نے پوچھا۔

''ارے......! ان میں وہ خوبیاں ہیں جو کسی لڑکی میں بھی یکجا نہ ہوں گی۔ اچھے قسم کا کھانا پکانا وہ جانتے ہیں، لیڈیز کپڑے سینا وہ جانتے ہیں، بیوٹی سیلون میں بھی کام کر چکے ہیں۔ میرا فیشل، پیڈی کیور، مینی کیور، ہر ہفتے وہ باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ اور میرا میک اپ وہ جس نفاست سے کرتے ہیں اتنی عمدگی سے کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میری خوب صورتی اور میری خوش لباسی کا راز میرے واجد ہیں تو کوئی غلط بات تو نہیں کہتی۔ اور اس کے ساتھ، ساتھ وہ بجلی کا کام بھی جانتے ہیں۔ اے سی ہمارے گھر کا چلتا ہے اور بل ہمارے دونوں پڑوسیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ رازق تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا کیا ہے وہ کھانے کو بھی دیتا ہے۔ مگر کسی کی بیوی کو اس کا شوہر اتنا آرام ہرگز نہیں پہنچا سکتا جتنا کہ میرے واجد مجھے پہنچاتے ہیں۔ وہ تو آل راؤنڈر ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا ہے۔

سائرہ......! تم کبھی پریشان مت ہونا...... میں گھر بھی سنبھالوں گا اور بچے بھی پالوں گا......تم اپنی جاب بس جاری رکھنا۔ اور گورنمنٹ اسکول کی جاب بھی کوئی جاب ہوتی ہے اپنے شہر میں تو کبھی کبھار ہی اسکول باقاعدگی سے کھلتے ہیں۔'' وہ طولانی سا قہقہہ لگا کر بولی۔

میں ہونق سی بنی اس کو دیکھتی ہی رہی کہ کسی لڑکی کا نصیب ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہمنوا

''اُف آپ نے تو آج شرمندہ ہی کروا دیا...... کوئی ایسے کھاتا ہے جیسے آپ کھا رہے تھے؟'' فرحانہ، رضی سے غصے میں بول رہی تھی۔

''دیکھو فرحانہ، تمہاری بہن نے ہماری دعوت کی تھی ناں......؟''

''ہاں کی تھی۔''

''ہمیں کھانے کے لیے ہی بلایا تھا ناں......؟''

''مگر یہ تھوڑی کہا تھا کہ آپ مُوشوں کی طرح کھائیں۔'' وہ تپ کر بولی۔

''اگر میں نہ کھاتا تو وہ سمجھتیں رضی آج ناراض ہے، ہم نے دعوت کی مگر اس نے کھایا نہیں اور اب کھا کر آیا ہوں تو تم ناراض......''

''آپ نے تو پزا ہٹ جا کر وہاں کا ماحول ہی تبدیل کر دیا، ہر شخص آپ کو دیکھ رہا تھا۔ حد تو یہ تھی کہ وہاں کے بیرے تک آپ کو مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔''

''کیوں بھئی! کیا میری چار آنکھیں تھیں یا چار کان تھے جو وہ سب مجھے دیکھ رہے تھے؟''

''آپ کے دو ہاتھوں کا کمال دیکھ رہے تھے۔''

''ایک تو تمہاری بہن رات کے بارہ بجے کے بعد پزا ہٹ کھلانے کے لیے لے کر گئیں کہ آدھی قیمت میں ملے گا، میں جو رات کو نو بجے کھانا کھا لینے والا بارہ بجے تک سوکھتا رہا اور اس کا تمہیں کوئی صدمہ نہیں۔''

''آپ کا کیا صدمہ آپ تو خود صدمے پہنچانے میں ماہر ہیں۔''

''دیکھو فرحانہ مجھ سے زیادہ منہ ماری مت کرنا، تمہاری بہن نے ایسی عمدہ دعوت نہیں کی کہ اس کی تعظیم کے تحت میں تمہاری ٹلے نویسی کروں گا۔''

''رضی! میں آپ کو بارہا سمجھا چکی ہوں کہ کھانا کھاتے وقت یہ خیال ملحوظ رکھ لیا کریں کہ کوئی آپ کو دیکھ رہا ہے۔''

''کھانا کھاتے وقت سلام کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے، میں کیوں اِدھر اُدھر تانکا جھانکی کروں۔''

''میں نے تو پیشکش نہیں کی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ سلاد کے جو اضافی سو روپے بل میں شامل ہوں گے وہ سلاد چھوٹی سی پرچ پر رکھے ہوئے سوپ کے پیالے میں بھر کر لانی ہوگی۔''

''غلطی کی ناں آپا نے کہ آپ سے کہہ دیا، خاور بھائی سے کہتیں تو وہ اسی طرح سلاد لاتے جیسے سب لوگ لا رہے تھے۔''

''سو روپے کی سلاد اور اتنی سی تو کون جی بھر کر کھا سکتا تھا۔'' میرا تمسخر سے بھرا لہجہ حق پر تھا۔ ''تمہارا پیٹ بھرتا، ہمارا تو پزا کھا کر نہیں بھرا۔''

''جس کا پیٹ ہی بارہ بجے پھیلا ہو تو کیا کر سکتے ہیں۔''

''اپنا منہ بند رکھو اگر میں نے کچھ کہہ دیا تو چار دن روتی پھروگی۔''

''میں بات کا تسلسل وہیں لے کر آتی ہوں جہاں سے منقطع ہوا ہے۔ بیکار کی باتوں میں بریک آ گیا تھا۔ آپ کو کس نے کہا تھا کہ سلاد ایسے بھرنی چاہیے، لگ رہا تھا کہ پانچ سو روپے کی سلاد اٹھا لائے ہوں۔''

''میرے دماغ نے کہا تھا کہ پاگلوں کی طرح سو روپے کی تھوڑی سی سلاد نکالنے کے بجائے عقل مندوں کی طرح نکالنی چاہیے۔''

''اس کا مطلب ہوا کہ سب خباثت آپ کی اپنی ذاتی تھی۔''

''یہ تمہاری بہن نے کی تھی جو ساڑھے بارہ سو والا پزا چھ سو پچیس روپے میں انہوں نے کھلایا تھا۔''

''میں بات کر رہی ہوں ڈھیر سارا سلاد اٹھا لانے کے مضحکہ خیز انداز کی جس میں آپ ملوث ہوئے۔''

''عجیب لوگ ہو تم بھی، اس وقت خوب بھر بھر کر کھایا اور بعد میں باتیں بنا رہے ہو۔''

''اگر میں بریانی کی پلیٹ میں سلاد بھر کر پھر اس کے اوپر سوپ کا پیالہ رکھ کر بقیہ سلاد کی چیزیں اس میں ڈال کر نہ لاتا تو وہ چھ سو پچیس کا پزا اتنا جہازی سائز کا نہیں تھا جو چار لوگوں کا پیٹ بھر سکتا۔''

''آپ نے مجھے نہیں دیکھا تھا کہ میں پزا کس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طرح کھا رہی تھی۔'' فرحانہ نے اترا کر کہا۔

''ہاں! دیکھا تھا نفاست سے چھری سے کاٹتی تھیں اور پھر کانٹے میں اٹکا کر نفاست سے منہ میں ڈالتی تھیں۔'' میں نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

''ایک تو تم گھر سے، کھانا کھا کر گئی تھیں، دوسرے تمہیں اپنی لپ اسٹک کا خیال ہمہ وقت رہتا ہے وہ خراب نہ ہونے پائے پھر تمہارے دانت اتنے بڑے، بڑے ہیں کہ اگر تم اپنا پورا منہ کھول کر وہاں کچھ کھاتیں تو ہم نہ سہی (ہم تو عادی ہیں) مگر ارد گرد کی میز پر بیٹھنے والوں میں سے ایک دو تو ضرور بے ہوش ہو جاتے۔''

''جس طرح تم پزا کے لقمے توڑ، توڑ کر کھا رہے تھے اس کو دیکھ کر لوگ مرتے، مرتے رہ گئے۔'' وہ کلس کر بولی۔

''غلط کہہ رہی ہو تم۔'' رضی زور سے ہنس کر بولا۔

''کیا غلط کہہ رہی ہوں؟'' بھنائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

''ہال میں بیٹھی ہوئی چھ لڑکیاں تو میری شاندار پرسنالٹی پر مر گئیں، چار لڑکیاں تو کارڈ پر اپنا موبائل نمبر لکھ کر قصداً میرے پاس پھینکتی ہوئی گزریں۔''

''وہ کارڈ نہیں تھا، گندا ٹشو تھا جس پر انہوں نے اپنا بہتا ہوا مسکارا پونچھا تھا۔''

''پھر بریک لے آئی ہو تم جب میں کہہ رہا ہوں کہ وہ لڑکیاں مجھ پر مری تھیں تو مری تھیں، تم اتنی حجت کیوں کر رہی ہو؟''

''مجھے حجت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے تو شرم آ رہی ہے جب آپا نے فون کر کے میرا مذاق اڑایا کہ رضی کیسے کھا رہا تھا۔''

''تمہاری آپا کا کیا مطلب ہے ان سب باتوں سے؟'' راضی نے غصے میں تنک کر کہا۔

''لو آپا کا مطلب یہی تھا کہ آپ کو بھی بہت تمیز سے بہت تہذیب سے پزا کھانا چاہیے تھا۔''

''مثلاً کیسے کھانا چاہیے تھا''

''آہستہ، آہستہ کھاتے انتہائی نفاست سے چھری سے پزا کاٹتے پھر اس کا چھوٹا سا ٹکڑا کانٹے میں چبھو کر چھوٹا سا منہ کھول کر شائستگی سے منہ میں رکھتے۔ کبھی پزا کا ٹکڑا کھاتے تو کبھی چمچے سے سلاد کے دو پتے منہ میں ڈالتے۔''

''میں پاگل تھا جو ایسا کرتا ہے۔''

''اس اثنا میں تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی سارا پزا ہڑپ کر جاتے اور میں کانٹے اور چھری سے کھیلتا رہ جاتا۔ دعوت بھی وہی کرتے اور کھا کر بھی وہی جاتے۔ فرحانہ بیگم میں اتنا بے وقوف نہیں جتنا تمہاری بہن مجھے سمجھتی ہے۔''

''کیا واقعی ایسا ہوتا؟'' اب فرحانہ پہلی مرتبہ سکون سے رضی کی بات سمجھ رہی تھی۔

''خاور بھائی بے حد چالاک ہیں، وہ دعوت خود کرنے کے نہیں دوسروں کی دعوتیں کھانے کے عادی ہیں ان کی اس عادت کے بارے میں، میں کیا سارا خاندان ہی جانتا ہے۔''

''تمہاری آپا نے جو میرا مذاق اڑایا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ لوگ سارا پزا خود ہی کھانا چاہتے تھے ہم کو تو صرف انہوں نے ایسے ہی بلا لیا تھا۔ دل پشوری کرنے کے لیے۔''

''واقعی!'' فرحانہ اب منہ کھولے رضی کی بات توجہ سے سن رہی تھی۔

''ہاں، ہاں بالکل یہی.....'' رضی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ بات ہے ناں تو اب دیکھنا کہ میں ان کی آئندہ کسی دعوت میں ان کا کیا حشر کرتی ہوں۔'' فرحانہ نے زعم بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہاری آپا اب پزا کب کھلائیں گی؟''

''جب رات کے بارہ بجے آدھی سے بھی کم قیمت پر پیزا ملے گا''، فرحانہ ہنستے ہوئے بولی اور اس کو اپنا ہمنوا دیکھ کر رضی بھی ہنس دیا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں اکثر گنگناتی ہوں

صغریٰ زیدی

☆عرشیہ جنید......کراچی

سینے میں نہیں دل مرا یثرب میں ہے ہر دم
ہوں دور پر دل میرا مدینہ میں مکیں ہے

☆ثمینہ کوکب......جہلم

شب بھر تھا انتظار کہ پھوٹے گی روشنی
جاگے تو روشنی کو اندھیرے نگل گئے
شیشہ گروں کے شہر میں گزری تمام عمر
پھر بھی یہ پوچھتے ہو کیونکر پگھل گئے

☆سمیرا بنت یوسف......کراچی

کاش وہ میرے پاس آکر کہے
خوش تو میں بھی نہیں ہوں تیرے بنا

☆شازیہ ہاشم......کھڈیاں قصور

کیوں گم ہو غم یاراں میں اے شازؔ
ہوش میں آ یہ دنیا بڑی ظالم ہے

☆ناعمہ تحریم......ملیر

سالگرہ پر تیری کروں میں نذر
نیک دعائیں، وفائیں پاکیزہ

☆توقیر ہاشمی......منڈی بہاؤالدین

ہر کسی سے یوں رفاقت نہیں اچھی
دل کا بازار لگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
حال تم سے تو تمہارا ہی تھا پوچھا شاہ جی
تم بھی لوگوں کو سناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

☆ساجدہ ظفر......کمالیہ

میں اپنی ماں کی کہانی کو تب سمجھ پائی
جب اس کے لفظ مقدر نے مجھ پہ دُہرائے

☆زریں مشتاق......منڈی بہاؤالدین

تمہاری یاد کے لمحے بڑے دلچسپ ہوتے ہیں
کہ اتنی دیر تک احساسِ تنہائی نہیں ہوتا

☆رعنا مشتاق......سرگودھا

ہنستے ہوئے غنچے پہ مہکتے ہوئے رستے
سوئی ہوئی یادوں کو جگا دیتے رہیں گے
آہوں کے ترنم کبھی اشکوں کی زباں میں
ہم بھولنے والے کو صدا دیتے رہیں گے

☆نفیسہ آرا......راس الخیمہ

ہر مصیبت کا دیا ہم نے تبسم سے جواب
اس طرح گردشِ دوراں کو رلایا ہم نے

☆جبین نیاز......ملتان

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

☆پروین افضل شاہین......بہاول نگر

سرد گاؤں کی ناریوں تم
دیا جلاؤ کہ دیکھ پاؤ
اداس برفوں کے ٹھٹرتے ذرے
تمہارے گالوں پہ جم نہ جائیں

☆ناظمہ شاہین اعوان......واہ کینٹ

خاک کی صورت نہ بکھر جائے یہ پندارِ خلوص
دوستوں کو نہ کبھی اس لیے پرکھا میں نے

☆نرگس نسیم......صابہ موہڑہ

بچھڑ کر بھی ساتھ رہتا ہے
خیالِ یار یاد رہتا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆عروج فاطمہ......ملتان
وقت ہر زخم کا مرہم تو نہیں
غم جدائی کا ہر زخم ہرا رہتا ہے

☆ماہ نور خان......بہارہ کہو
خواہش کے اظہار سے ڈرنا سیکھ لیا ہے
دل نے یوں سمجھوتا کرنا سیکھ لیا ہے
عشق کہاں ہے، پیار محبت سب بیکار
عاشق کے انجام سے ڈرنا سیکھ لیا ہے

☆صبا نور......لیہ
رقصِ بسمل دیکھنے کو یوں تو سب ہیں دیکھتے
کون سمجھے موجزن کیا، کیا دلِ بسمل میں ہے

☆کائنات عبدالحلیم......میرپور خاص
تپتے ہوئے صحرائے محبت کے سفر میں
مجھ کو تو تری یاد کی چھایا بھی بہت ہے

☆ماہ نور ارسلان......لاہور
جل کے بجھ جائے، بجھ کے جو نہ جلے
زندگی کا چراغ ہوتا ہے

☆ایمان چوہدری......فیصل آباد
دل کو میں اور مجھے دل، محوِ وفا رکھتا ہے
کس قدر ذوقِ گرفتاریِ ہم ہے ہم کو
تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

☆ایمن رانی......کمالیہ
اے جاں اسی امید پہ زندہ ہوں ابھی تک
اِک دن شبِ ظلمت کی سحر ہو کے رہے گی

☆رابعہ عمران......رحیم یار خان
کوئی اٹھتا ہے شرارہ نہ دھواں ہوتا ہے
دل کے جلنے کا اِک ایسا بھی سماں ہوتا ہے
ہر موئے تن ہے مرا شکر گزارِ غم عشق
کیا بتاؤں کہ میرے درد کہاں ہوتا ہے

☆نگینہ بنگش......کیماڑی
شامِ غم کا مجھے احساس نہیں کچھ بھی نظیر
گردشِ چرخ سلامت تو سحر بھی ہوگی

☆تسنیم کوثر......کراچی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

☆فرحت احمد......گلشن حدید
اپنی تو عادت ہے، یہ بری ہے کہ بھلی ہے
ہنستے ہوئے ہر بات زمانے کی سہی ہے

☆بشریٰ رضوی......کراچی
اِک اِک پل لیک لیک برس ہے روٹھ کے ان کے جانے سے
ہم لمحوں کو ناپ رہے ہیں صدیوں کے پیمانے سے

☆یاسمین کنول......پسرور
بھول جاتی ہیں اپنی ہستی کو
ساری مائیں عجیب ہوتی ہیں

☆صالحہ بانو......راولپنڈی
محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

☆حمنیٰ قندیل......کمالیہ
جلا کے راکھ کیے تم نے سارے کھیت میرے
یہ میرا ظرف ہے پھر بھی لگان دیتا ہوں

☆فرح طاہر......ملتان
پھر بانسری بجی ہے کہیں درد سے بھری
پھر رو پڑی ہیں میرے خیالوں کی شوخیاں

☆ماہ نور خان......بہارہ کہو
ہم امیدِ سحر میں بیٹھے ہیں
کس نے سورج چرا لیا یارو

☆ایلیا شیراز......لاہور
رنج طاقت سے سوا ہو تو نہ پیٹوں کیوں سر
ذہن میں خوبیِ تسلیم و رضا ہے تو سہی
کبھی آجائے گی، کیوں کرتے ہو جلدی غالب
شہرۂ تیزیِ شمشیرِ قضا ہے تو سہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

منتخب غزلیں

ماہ مئی دو عظیم شاعر مولانا حسرت موہانی اور عبیداللہ علیم کا ماہِ وفات ہے۔ اسی مناسبت سے ان معروف شعراء کا کلام آپ کے ذوق کی نذر

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے

ہر نغمے نے انہیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزہ مجھے

رکھیے نہ مجھ پہ ترکِ محبت کی تہمتیں
جس کا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے

کافی ہے ان کے پائے حنابستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوزِ جگر کی دوا مجھے

کیا کہتے ہو کہ اور لگا لو کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

بیگانۂ ادب کیے دیتی ہے کیا کروں
اس محوِ ناز کی نگہِ آشنا مجھے

اس بے نشاں کے ملنے کی حسرتؔ ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھ کے ہے زہرِ فنا مجھے

کلام: مولانا حسرت موہانی

ہجر کرتے یا کوئی وصل گوارا کرتے
ہم بہرحال بسر خواب تمہارا کرتے

ایک ایسی بھی گھڑی عشق میں آئی تھی کہ ہم
خاک کو ہاتھ لگاتے تو ستارہ کرتے

اب تو مل جاؤ ہمیں تم کہ تمہاری خاطر
اتنی دُور آ گئے دُنیا سے کنارہ کرتے

محوِ آرائشِ رُخ ہے وہ قیامت سرِ بام
آنکھ اگر آئینہ ہوتی تو نظارہ کرتے

ایک چہرے میں تو ممکن نہیں اتنے چہرے
کس سے کرتے جو کوئی عشق دوبارہ کرتے

جب ہے یہ خانۂ دل آپ کی خلوت کے لیے
پھر کوئی آئے یہاں کیسے گوارا کرتے

کون رکھتا ہے اندھیرے میں دیا، آنکھ میں خواب
تیری جانب ہی ترے لوگ اشارہ کرتے

ظرفِ آئینہ کہاں اور ترا حُسن کہاں
ہم ترے چہرے سے آئینہ سنوارا کرتے

کلام: عبیداللہ علیم

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گرمی کا توڑ

غیر معیاری کولڈ ڈرنکس مصنوعی جوسز اور رنگ برنگے شربت سے بہتر گھر پر صفائی ستھرائی سے بنا ہوا سادہ سا شربت زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ چاہے املی کا ہو، کیری کا، ستو یا پھر آلو بخارے اور فالسے کا...... یہ رمضان المبارک میں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

اشیا: املی کا گودا آدھا کلو۔ چینی، ایک گلاس یا حسب ذائقہ۔ نمک، ایک چھوٹا چمچ۔ چاٹ مسالا، آدھا چمچ۔ برف خوب کچلی ہوئی۔

ترکیب: املی کا صاف کیا ہوا گودا، چینی نمک اور چاٹ مسالا گرائنڈر جگ میں پانی کے ساتھ خوب بلینڈ کریں پھر اس میں کچلی برف ڈال کر مکس کریں۔ برف ڈالنے سے پہلے ذائقہ چکھ لیں۔ نمک، چینی کی کمی بیشی ہو تو اضافہ کرلیں۔ دھوپ میں جاتے وقت اور آکر اسے ضرور پئیں۔ اسی طرح کیری اور آلو بخارے ابال کر گودا نکال کر ان کا بھی شربت بنایا جاسکتا ہے۔

مرسلہ: عرشیہ جنید، کراچی

مائی فروٹ کیک

اشیا: میدہ، آٹھ اونس (کھانے کے آٹھ بڑے چمچ)۔ بیکنگ پاؤڈر، ایک چائے کا چمچ۔ مکھن، چھ اونس۔ انڈے، تین عدد۔ چینی، چھ اونس یا حسب ذائقہ۔ نمک، دو چٹکی۔ دودھ، حسب ضرورت۔ فروٹ مکسڈ، آڑو، خوبانی، اناناس، کیلا، خربوزہ وغیرہ سب ایک سائز کے چھوٹے ٹکڑے ملا کر دو کپ ہوجائیں (چیکو، آم وغیرہ بھی لے سکتی ہیں)

ترکیب: مکھن میں چینی ملا کر بیٹر سے خوب پھینٹیں کہ (فلافی) جھاگ کی طرح ہوجائے۔ اب اس میں بیکنگ پاؤڈر، میدہ،، انڈے اور نمک ڈال کر پھر خوب پھینٹیں کہ آمیزہ ہموار بن جائے۔ آمیزہ گاڑھا ہوگا اس لیے اب دودھ تھوڑا، تھوڑا کر کے ڈالیں اور پھینٹیں کہ آمیزہ بالکل پتلا نہ ہو بلکہ مرکب اور پتلے کے درمیان گاڑھا رہے۔ اب اس آمیزے کو کیک سانچے میں ڈال دیں (سانچہ اندر سے گریس کرلیں) اور فروٹس بھی اس میں شامل کردیں۔ اوون کو پہلے 350 ڈگری پر گرم کریں پھر کیک سانچہ بیکنگ ٹرے پر رکھ کر اوون میں رکھ کر ایک سے ڈیڑھ گھنٹے بیک کریں۔ چیک کرتی رہیں کہ کیک جلے نہیں جیسے ہی کیک کی رنگت براؤن ہوا اور وہ سیٹ ہوکر خوشبو دے تو اوون بند کرکے کیک نکال لیں۔

پہلے سانچے کو ٹھنڈا ہونے دیں پھر کیک کو ایک خوب صورت سرونگ پلیٹ میں رکھ کر ڈیکوریٹ کریں۔

مرسلہ: تہمینہ مختار، حیدرآباد

تکے

اشیا: گوشت، ایک کلو۔ (پتلے، پتلے مختصر پارچوں کی شکل میں) نوشادر، چھ ماشے۔ سوکھی کچری، دو عدد۔ پیاز، چار عدد (درمیانی) دہی، ایک پاؤ۔ گرم مسالا پاؤڈر، آدھا چائے کا چمچ۔ ثابت سرخ مرچ، دس سے پندرہ عدد۔ سوکھا دھنیا، دو چمچ۔ خشک انجیر، دو عدد۔ گھی، حسب ضرورت۔

ترکیب: پیاز کو باریک کتریں۔ لال مرچوں کو ہاون دستہ میں موٹا، موٹا کوٹ لیں۔ دھنیا بھی پیس لیں۔ سوکھی کچریوں کو چھل لیں۔ نوشادر پیس کر خوب باریک کرلیں۔ انجیروں کو کچل کر پھیلائیں پھر ان سب کو ملا کر پیس لیں۔ گوشت کے پارچوں کو نمکین پانی میں دھولیں اور کسی سایہ دار جگہ میں خشک کریں۔ اب پسی ہوئی سب چیزیں دہی میں ملادیں اور خشک کیے ہوئے گوشت کے پارچوں پر لگادیں۔ انہیں چار گھنٹے تک اسی حالت میں پڑا رہنے دیں پھر ان پر گھی ملیں اور سیخوں پر چڑھا کر کوئلے کی آگ پر پختہ کریں یا کڑاہی میں آئل ڈال کر ڈیپ فرائی کرلیں۔ ہری چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

مرسلہ: زرمینہ خان، بہارہ کہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میمنی بریانی

اشیا: چکن، آدھا کلو۔ ٹماٹر پانچ عدد۔ نمک، حسب ضرورت۔ ہلدی، ایک چائے کا چمچ۔ پیاز، باریک کٹی ہوئی، ایک کپ (پیاز گولڈن کر لیں آدھی پکتے وقت اور آدھی دم دیتے وقت استعمال ہوگی)۔ آلو، آدھا کلو۔ (کاٹ کر فرائی کر لیں) دہی، ایک پاؤ۔ چاول، 750 گرام (تین پاؤ) لہسن، ادرک، دو کھانے کے چمچ۔ لیمن کا رس، ایک عدد۔ گرم مسالا، ایک چائے کا چمچ۔ تیل، حسب ضرورت۔

ترکیب: تیل میں چکن فرائی کر کے لہسن، ادرک ڈال دیں۔ چکن کو بھون لیں پھر اس میں مسالے اور ٹماٹر شامل کر کے بھونیں اور چکن گلنے تک پکائیں۔ پھر اس میں آلو، دہی اور پسی پیاز ڈالیں اور بھون لیں۔ چاول کو بھگا دے کر عام چاول کی طرح پکا لیں۔ پھر پتیلے میں چاول کی تہ لگائیں اور چکن پھیلا کر پھر سے چاول کی تہ لگائیں اور چکن پھیلا کر پھر سے چاول کی تہ بنا کر اس پر تلی پیاز اور پیلا رنگ چھڑک کر دم دے دیجیے۔ لیجیے جناب مزیدار میمنی بریانی تیار ہے۔

مرسلہ: سنبل ملک، شاہدرہ

فرائیڈ بیف

اشیاء: پسندے، آدھا کلو۔ کالی مرچ، ایک چائے کا چمچ۔ کٹی لال مرچ، ایک چائے کا چمچ۔ نمک، حسب ضرورت۔ سرکہ، ایک چائے کا چمچ۔ سویا ساس، ایک چائے کا چمچ۔ انڈا، ایک عدد۔ چائنیز نمک، آدھا چائے کا چمچ۔ کارن فلور، پانچ بڑے چائے کے چمچے۔ تیل، فرائی کے لیے۔

ترکیب: تیل کے سوا باقی اشیا مکس کر لیں پھر پسندوں میں تمام مسالا لگا کر تین گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ پھر گرم تیل میں فرائی کر لیں۔ کیچپ یا ہری چٹنی کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔ شام کی چائے میں بھی پیش کیے جا سکتے ہیں۔

مرسلہ: عالیہ آغا، یو کے

چکن چاؤ من

چکن بوٹی، ایک پیالی ابلی ہوئی۔ ایگ نوڈلز، آدھا پیکٹ۔ ہری پیاز، دو سے تین عدد۔ (لمبائی میں کاٹ

کار آمد نسخے

☆ پان کے پتوں کا عرق نکال کر زخموں پر لگانے سے وہ جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

☆ رائی کے تیل کو ایک ساس پین میں ڈال کر دو پتے پان کے ڈال دیں بھر دمے کے مریض کے سینے پر ملیں اس سے افاقہ ہوگا۔

☆ آج کل خربوزوں کی بہار ہے۔ یہ گردوں کی صفائی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ نہار منہ خربوزہ کھانے سے پرہیز کریں۔ خربوزہ کھانے کے بعد شربت، پانی یا کولڈ ڈرنک سے اجتناب برتیں۔ گلے سڑے پھل مضر صحت ہیں جبکہ کچے پھل بھی مفید نہیں اس لیے دیکھ بھال کر لیں۔

☆ پودینہ ایک بہترین نعمت خداوندی ہے اس کا عرق پیٹ کے امراض میں مفید ہے......نرم ڈنڈی سمیت پودینہ پانی میں ابال کر اور چھان کر پانی رکھ لیں۔ نہار منہ آدھا کپ پی لیں۔ سلاد اور کھانوں میں تازہ پودینے کے پتے ضرور شامل کریں۔ خشک کیا ہوا پودینہ، دال، بھجیا میں چھڑک کر کھائیں۔

لیں) شملہ مرچ، ایک سے دو عدد۔ (لمبائی میں کاٹ لیں) بند گوبھی، آدھی۔ (لمبائی میں کاٹ لیں) پیاز، ایک عدد۔ (لمبائی میں کاٹ لیں) کالی مرچ، ایک چائے کا چمچ۔ سفید مرچ، ایک چائے کا چمچ۔ سرکہ، ایک چائے کا چمچ۔ سویا سوس، ڈیڑھ چائے کا چمچ۔ چلی سوس، ڈیڑھ چائے کا چمچ۔ نمک، حسب ضرورت۔ چائنیز نمک، ایک چائے کا چمچ۔ چینی، ایک چائے کا چمچ۔ آئل، تین سے چار کھانے کے چمچ۔ کیچپ، تین کھانے کے چمچ۔

ترکیب: نوڈلز ابال لیں۔ اب ایک دیگچی میں تیل ڈالیں اور پھر تمام سبزیاں فرائی کر لیں۔ دو منٹ تک پکائیں اس کے بعد چینی ڈال دیں اور ایک منٹ تک پکائیں اور پھر اس کے بعد ابلی مرغی ڈال دیں اور ایک منٹ تک پکائیں اب نوڈلز ڈال دیں۔ نوڈلز ڈالنے کے بعد تمام مسالے ڈال دیں۔ دو منٹ تک پکائیں اس کے بعد چولہا بند کر دیں اور ڈش میں نکال کر سرو کریں۔

مرسلہ: بینا عباس، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بزمِ پاکیزہ   پاکیزہ بہنیں

پہلا انعام یافتہ سوال

☆ صبا نور......لیہ

سوال ﴾ بات کرتے ہوئے میرا منہ زیادہ کھلتا ہے، کیوں......؟

جواب ﴾ آپ یقیناً کسی ٹی وی چینل کی اینکر بننے والی ہیں۔

دوسرا انعام یافتہ سوال

☆ رفیعہ ابدالی......کراچی

سوال ﴾ اگر کوئی دل کو بھا جائے تو......؟

جواب ﴾ تو اسے بتا دیں کہ آپ کو ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔

☆ نجمہ اصغر......کراچی

سوال ﴾ مجھے بچپن کے وہ دن کیوں نہیں بھولتے جب رات بھر ہونے والی بارش صبح اسکول ٹائم پر رک جاتی تھی؟

جواب ﴾ ارے بھئی، ان سنہری اور میٹھی یادوں کو کوئی نہیں بھول پاتا......اور آج بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر میں اپنی پوتیوں کے ساتھ بارش کی دعا مانگتی ہوں تاکہ اسکول کی چھٹی ہو جائے۔

☆ انعم......لاہور

سوال......ان کی اماں جس لڑکی والے کے گھر جاتی ہیں......خوب نخرے دکھاتی ہیں وجہ......؟

جواب ﴾ آج کل قابل بیٹوں کی مائیں اسی طرح ادائیں دکھایا کرتی ہیں۔

☆ ارم کمال......فیصل آباد

سوال ﴾ باجی یہ آنکھوں ہی آنکھوں میں کس قسم کی باتیں ہوتی ہیں؟

جواب ﴾ زیادہ تر ہاں یا نہیں......کسی کے ہاں سے اٹھنا ہے تو آنکھوں میں پوچھ لیا۔ انہوں نے روکنا چاہا تو آنکھوں سے رائے لے لی۔ اس سے زیادہ تفصیلی باتیں کون کرتا ہے اس سے واقعی لاعلم ہوں کہ وہ زبان کو کیوں نہیں استعمال کرتے۔

☆ گڑیا......کراچی

سوال ﴾ آپا......کیا چل رہا ہے؟

جواب ﴾ بس وہی جو پہلے چل رہا تھا۔

☆ شہلا نواز......لاہور

سوال ﴾ مگرمچھ کے آنسو کیسے ہوتے ہیں؟

جواب ﴾ جھوٹے آنسوؤں کو مگرمچھ کے آنسو کہا جاتا ہے مگر بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے بہت زیادہ رونے دھونے کو مگرمچھ کے آنسوؤں کا نام دے دیا کرتے ہیں......جیسے ایک مرتبہ ٹی وی کے ایک پروگرام میں ایک مایہ ناز گلوکارہ نے کسی فوتگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ......میں نے مگرمچھ کے آنسو بہائے تھے۔ (ہاہاہا)

☆ صائمہ سجاد بنگش......کوہاٹ

سوال ﴾ ان کو پتا چل گیا ہے کہ......؟

جواب ﴾ یہی کہ آپ تھوڑی سی توتلی ہیں......تو کیا ہوا......؟ آج جو لڑکیاں اترا، اترا کر انگریزی بولتی ہیں وہ بھی تو توتلی ہی لگتی ہیں۔

☆ نسرین ناز......حیدرآباد

سوال ﴾ اگر دنیا میں ساس نہ ہوا کرتی تو زندگی کیسی ہوتی؟

جواب ﴾ مسکینوں، لیٹروں کی مائیں نہیں ہوتیں......اور ان کی بیویاں دعاؤں کے لیے ترستی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہتی ہیں۔

☆ ربیب...... چونیاں

سوال ﴿ ہمارے معاشرے میں بیٹوں کو خوش بختی اور بیٹیوں کو بوجھ اور بدنصیبی کیوں سمجھا جاتا ہے۔

جواب ﴿ یہ ہماری جہالت ہے اور دینِ اسلام سے دوری......

☆ پروین...... بہاول نگر

سوال ﴿ وہ شادی سے پہلے ہمارے گھر جوکر بن کر کیوں آئے تھے؟

جواب ﴿ تاکہ آپ انہیں دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس دیں۔

☆ ایس رانی...... سندھ

سوال ﴿ میری منگنی پر انہوں نے گھڑی تحفے میں کیوں دی تھی؟

جواب ﴿ تاکہ آپ وقت کے ساتھ، ساتھ گھومتی رہیں۔

☆ نایاب کرن...... کمالیہ

سوال ﴿ قسمت کی دیوی مہربان کرنے کے لیے کس کے پاس جانا ضروری ہے نجومی یا؟

جواب ﴿ صرف اور صرف اللہ سے لو لگائیں، اللہ آپ پر مہربان رہے گا۔

☆ ساجدہ ظفر...... کمالیہ

سوال ﴿ محبت کا سرٹیفکیٹ کہاں سے ملتا ہے؟

جواب ﴿ یوں تو اس کی بہت جگہ برانچز ہیں مگر مخلوط تعلیمی اداروں، فلیٹوں، بس اسٹاپس اور جن علاقوں میں بجلی زیادہ جاتی ہو...... وہاں آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے۔

☆ پروین افضل شاہین...... بہاول نگر

سوال ﴿ مورے سیاں موسے بولے نہ......؟

جواب ﴿ بیچارے کس، کس سے بولیں۔

☆ ایمن رانی...... کمالیہ

سوال ﴿ بچپن کی پسند اور پچپن کی پسند میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب ﴿ کوئی خاص فرق نہیں پڑتا...... چغل خور چغل خور ہی رہتے ہیں۔ نیت خراب، نیت خراب ہی

اور بدتمیز...... مہا بدتمیز ہو جاتے ہیں۔

☆ کرن کمال...... فیصل آباد

سوال ﴿ یہ گھڑی کی ٹک، ٹک ہم سے کیا کہہ رہی ہے؟

جواب ﴿ سدھر جاؤ، ورنہ زندگی کی یہ ٹک، ٹک تھم جائے گی۔

☆ فرح ناز...... ملکوال

سوال ﴿ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں اگر ہم پر برا وقت نہ آئے تو؟

جواب ﴿ ہاں اچھے وقت کے سب ساتھی ہوتے ہیں۔

☆ ماہ رخ...... حیدر آباد

سوال ﴿ لوگ اپنی تعریفیں تو خوشی سے سن لیتے ہیں مگر اپنی خامیاں سننے کا حوصلہ کیوں نہیں رکھتے؟

جواب ﴿ ہم سب اپنے آپ کو بہت اچھا اور بہت اعلیٰ سمجھتے ہیں تو پھر چھوٹی باتوں پر غصہ تو آتا ہی ہے ناں۔

☆ ناعمہ تحریم...... کراچی

سوال ﴿ دماغی کیڑا کیسا ہوتا ہے؟

جواب ﴿ نہیں...... دیکھا ہاں دماغی کیڑے والے اشخاص ضرور دیکھے ہیں...... جن کی ہر بات صحیح ہوتی ہے اور دوسرے سب بالکل غلط......

نصرت بانو...... کراچی

[illegible] دل والے ہی دلہنیا لے جایا کرتے ہیں؟

جواب ﴿ جو دماغ کی پسند سے شادی کرتے ہیں وہ بھی دلہنیا چھوڑ کر تو نہیں جایا کرتے۔

نگینہ ضیا بنگش...... کراچی

سوال ﴿ آخر یہ وٹے سٹے کی شادیاں کب ختم ہوں گی؟

جواب ﴿ پاکستان میں تو یہ آئندہ، پچاس سال بھی ختم ہوتی نظر نہیں آرہی ہیں کہ لڑکیاں ہوش بعد میں سنبھالتی ہیں اور ان کے رشتے پہلے طے ہو جاتے ہیں۔

نادیہ...... دبئی

سوال ﴿ باجی کل میں نے ریس دیکھی، بتایئے کیسی لگی؟

جواب ﴿ تمہارا تو پتا نہیں...... مگر میں تو اکثر ریس دیکھتی ہوں جو مجھے اکثر تو بہت غریب سے لگا کرتے ہیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حسن نکھاریئے

مہ جبیں

بے شک، آنکھیں بڑی نعمت ہیں اور اس نعمت کی حفاظت ہم سب کا فرض ہے کہ بینائی کی دولت سے بڑھ کر کوئی ... نہیں...... آنکھیں جو بینائی کے پیالے ہیں ان کی حفاظت ہر آن ہر لحظہ کرنی چاہیے اگرچہ قدرت نے خود پپوٹوں، پلکوں اور بھوؤں کی صورت آنکھوں کو محفوظ رکھا ہے...... بہرحال آج ہم آپ کو چند نسخے بتائیں گے ہوسکتا ہے کہ آپ ان سے پہلے ہی سے واقف ہوں۔

☆ کھیرا جہاں بہترین فیشل ماسک ہے وہیں اس کے قتلے آنکھوں کو ٹھنڈک بھی بخشتے ہیں، تھکن سے نجات دلاتے ہیں اور تازگی بخش ہوتے ہیں۔

☆ اسی طرح آلو کے قتلے بھی یہی کام انجام دیتے ہیں۔ گرمی سے آکر...... سو کر اٹھ کر یا زیادہ پڑھنے لکھنے اور کمپیوٹر، ٹی وی اسکرین دیکھنے کے بعد عرقِ گلاب ملے پانی سے آنکھوں پر چھینٹے ماریں...... اور کچے آلو کے قتلے بھی آنکھوں کو سکون دیتے ہیں۔

☆ ناریل کھانا جہاں دیگر فوائد کا حامل ہے وہیں آنکھوں کی خوب صورتی اور بینائی کے لیے بھی مفید ہے اسی لیے حاملہ خواتین کو آنے والے بچے کے لیے تازہ ناریل کھانے اور اس کا پانی پینے کو کہا جاتا ہے۔

☆ پانچ بادام کی گری رات کو تھوڑے پانی میں بھگو کر رکھیں اور صبح یہ بادام کھالیں، دماغی قوت کے ساتھ بینائی بھی تیز ہوگی...... طالب علموں کو ضرور بادام کھانے چاہئیں۔

☆ ناریل کا تیل پلکوں، بھوؤں پر لگا کر ملیں (نرمی سے) اس سے پلکیں، بھویں چمکیلی، گھنی اور خوب صورت ہوجاتی ہیں۔

☆ ناریل کا پانی چھوٹے، چھوٹے گھونٹ میں پینا چاہیے۔

☆ منہ کے اندرونی چھالوں اور خراش کے لیے بھی ناریل کا برادہ فائدہ مند ہے۔ ناریل چونکہ چکنا ہوتا ہے، اسے کھانے کے بعد ٹھنڈا پانی نہ پئیں......

☆ آنکھیں دُکھنے آجائیں، جاگنے سے یا سخت گرمی سے جل رہی ہوں تو ململ کے کپڑے میں برف کی ڈلی رکھ کر آنکھوں پر نرمی سے پھیریں افاقہ ہوگا۔

☆ چائے کی استعمال شدہ پتی ململ کے کپڑے میں پوٹلی سی بنائیں کچھ دیر فریزر میں رکھیں پھر پپوٹوں پر رکھیں تو آنکھوں کی تھکن دور ہوگی۔

☆ گلاب کی تازہ پتیاں، آنکھوں پر رکھیں...... ان کا پیسٹ بنا کر ماسک کی صورت چہرے پر لگائیں، نہایت تازگی محسوس کریں گی۔

☆ آنکھوں کی بینائی کی حفاظت کے لیے غیر معیاری، عینکوں، چشموں، دھوپ کے ہوں یا نظر کے، ان سے پرہیز کریں۔ کسی دوسرے کا چشمہ چاہے دھوپ کا ہو استعمال نہ کریں۔ اپنا رومال، تولیا، صابن چشمہ، کنگھا اور گلاس ہمیشہ الگ رکھیں...... ہر کپڑے سے آنکھیں نہ پونچھیں، نہ ملیں...... ہمیشہ معیاری ٹشو استعمال کریں بلکہ کوشش کریں کہ ٹشو کے استعمال کرنے کے بجائے نرم کپڑے کا رومال رکھیں اور اسے صاف رکھیں۔ چشمہ صاف کرنے کا نرم کپڑا بھی دھو کر صاف رکھیں۔

☆ کچھ دیر آنکھوں کے دیدوں کی ورزش بھی کرنی چاہیے یعنی پانچ دفعہ دیدے انتہائی بائیں سے دائیں اور اسی طرح دائیں سے بائیں ان کو مکمل گولائی کی صورت گھمائیں۔ یاد رہے چہرہ آپ کا سامنے کی طرف ہی رہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

روحانی مشورے

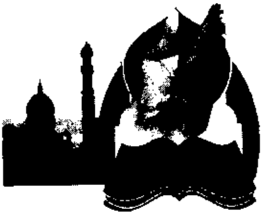

ادارہ

اذیت رساں شوہر

ہر بیوی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے محبت کرے اور زندگی کے مسائل وہ اس کے ساتھ خوش اسلوبی سے حل کرے۔ مگر اکثر شوہر اپنی بیوی سے نہ محبت کرتے ہیں بلکہ اس کی قدر کرنے کے بجائے اس پر طنز و تشنع کے تیر برساتے رہتے ہیں۔ انہیں برے القابات سے نوازتے ہیں اور آئے گئے کے سامنے بھی بیوی کو ذلیل کر کے خوش ہوتے ہیں۔ یہ حالات صرف نوجوان بیویوں کے نہیں ہیں۔ یعنی بیچاری بیویاں یہ بے عزتی پیرانہ سال میں بھی برداشت کررہی ہیں۔

ایسی تمام بیویاں جو ان حالات سے گزر رہی ہیں، سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رات کو سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ نحل کی آیت نمبر 119 اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے شوہر، اپنے والد یا اپنے بھائی (جو بھی اذیت پسند ہو) کا تصور کر کے دم کردیں اور دعا کریں کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں اور ان کی عزت کریں۔ ان سے محبت کریں۔ یہ عمل چالیس روز جاری رکھیں۔ ناغے کے دن نکال کر دن پورے کریں۔ وہ شوہر جو بے بات جھگڑتے ہیں، ان کی بیویوں کو چاہیے کہ وہ جھگڑے کے دوران خاموش رہیں اور دل میں درود شریف پڑھتی رہیں۔ اس سے لڑائی بڑھے گی نہیں یاد رکھیے کبھی تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجا کرتی۔

جب فیصلہ کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ سی لگے

ہمارے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی مرحلے پر کشمکش میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اب کریں تو کیا کریں...... جب بھی ایسی کوئی صورتِ حال درپیش ہو تو استخارہ کرنا چاہیے لیکن اگر باقاعدہ استخارہ کرنے کا وقت نہ ہو یا جلدی فیصلہ کرنا ہو تو یہ دعائیں کثرت سے پڑھیں۔

1۔ اللھم خرلی واخترلی

یا اللہ میرے لیے (صحیح راستہ) پسند کر اور میرے لیے بہتر انتخاب کر......

2۔ اللھم اھدنی و سددنی وقنی شر نفسی

یا اللہ مجھے ہدایت دے اور سیدھے راستے پر اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا۔

3۔ اللھم الھمنی رشدی واعذم لی علی رشد امری۔

یا اللہ میرے دل میں وہ بات ڈال دے جس میں میری بہتری اور میرے کام کے صحیح طریقے کا میرے لیے فیصلہ کر۔

مرگی کا علاج

مریض کو باقاعدگی سے سورۂ فاتحہ کا پانی پلائیں۔

سورۂ رحمان کا کیسٹ کمرے میں مستقلاً چلا کر رکھیں۔

سورۂ مومنون کی آخری چار آیتیں روزانہ طاق اعداد میں پڑھ کر مریض کے کان میں پھونکیں......

یاسین شریف روزانہ بلند آواز میں پڑھیں۔ اول وآخر درود شریف ضرور پڑھا کریں۔

ایسے مریض کو اگر شوگر نہیں ہے تو صبح نہار منہ اور رات کو سوتے وقت ایک چمچ شہد، درودِ ابراہیمیؑ پڑھ کر کھلائیں انشاء اللہ مرگی کا مرض جڑ سے ختم ہو جائے گا۔ عمل کی مدت ایک سال ہے۔

اپنے میں تبدیلی لائیں......

آج کل بیوی کو یہ شکایت ہے کہ شوہر اچھا نہیں ہے ان کے حساب سے نہیں چلتا...... دوسری جانب شوہر کو اپنی بیوی سے یہ شکایت ہے کہ وہ ان کی بات سمجھتی نہیں ہے۔ اپنی چلاتی ہے۔

اس ضمن میں آج مجھے آپ دونوں سے یہی کہنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے کہ ایک دوسرے میں تبدیلیاں لانے کے بجائے آپ اپنے آپ میں تبدیلیاں لائیں...... نہ بیوی کی ہر بات درست ہوسکتی ہے اور نہ ہی شوہر کی...... اس لیے غلط بات کو غلط ہی سمجھیں اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائیں بیوی کو یہ مشورہ دوں گی...... کہ جب شوہر کو غصہ آئے تو آپ درودِ ابراہیمی پڑھا کریں۔

غصہ آگ ہوتا ہے، اگر میاں، بیوی ترکی بہ ترکی ایک دوسرے کو جواب دیں گے تو خاک ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ غصے پر قابو پائیں...... اپنے معاملات خوش اسلوبی سے سلجھائیں...... روزانہ کسی بھی وقت سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے لازمی پیا کریں۔ چلتے پھرتے استغفار کا ورد کریں۔

مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے

مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے آپ کسی مدرسے میں پانی کا الیکٹرک کولر، پنکھے، اے سی لگوا سکتے ہیں۔ کسی بیوہ کا ماہانہ راشن باندھ سکتے ہیں۔ کسی غریب بچے کی پڑھائی کا ذمّہ خود اٹھا سکتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے اولاد نہیں ہے یا وہ اپنے بچوں کی شادیوں سے فارغ ہوچکے ہیں...... وہ کسی یتیم کی کفالت لے سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ، ساتھ آپ پہلا کلمہ، تیسرا کلمہ اور سورہ اخلاص زیادہ سے زیادہ پڑھ کر بخشا کیجیے...... اپنے مرحومین کے نام سے ایک خرما صدقہ بھی بے حد اجر و ثواب کا باعث ہے۔

برکت کے لیے......

جب ظلم بڑھ جائے، لوگ کم تولنے لگیں...... اور بے حیائی حد سے زیادہ بڑھ جائے تو بے برکتی چھا جاتی ہے...... یہی وجہ ہے کہ آج ہر گھر میں یہی شکایت ہے کہ ہمارے ہاں برکت نہیں رہی...... کتنا ہی مال گھر میں آجائے...... کس طرح ختم ہوجاتا ہے، پتا ہی نہیں لگتا...... اس ضمن میں، میں اپنے قارئین سے یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں۔ روزانہ دو نفل شکرانے کے ادا کرنا کوئی ایسا محنت طلب کام تو نہیں ہے جب کہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنے والوں کو زیادہ عطا کرتا ہے ہر کام کرنے سے پہلے پوری بسم اللہ...... پڑھا کریں۔ گھر میں سلام کو پھیلائیں بلکہ سلام کرنے میں سبقت حاصل کیا کریں۔ رزق کی بے حرمتی سے بچیں۔

سکون اور اطمینان کے لیے

مثبت اندازِ فکر اپنائیں...... لوگوں کی ٹوہ میں رہنا چھوڑ دیں۔ حسد سے بچیں، چغلی کرنے سے اجتناب کریں۔ نماز کی باقاعدگی کریں...... اگر آپ نماز نہیں پڑھتے تو کم از کم اتنا تو کریں کہ آپ کا کوئی دن بغیر کسی نماز کے نہ گزرے...... اس کے ساتھ، ساتھ آیات حرز پڑھنا (صبح شام) اپنے معمولات میں شامل کرلیں۔ کسی یتیم کی باقاعدگی سے مدد کریں۔ پروردگار کا صفاتی اسم مبارک الشکور کا ورد کیا کریں۔

ہچکی بند کرنے کے لیے

اکثر افراد کو ہچکی اگر شروع ہوجائے تو وہ بند ہونے کا نام نہیں لیتی...... اس کو بند کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو غور سے دیکھنا شروع کردیں یہ ایک آزمودہ ٹوٹکا ہے۔ ذرا سی چینی منہ میں رکھ لینے سے بھی افاقہ ہوتا ہے۔

پانی پر ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اور ایک مرتبہ یا مانع دم کرکے پی لیں۔ زیادہ سے زیادہ تین بار یہ دم شدہ پانی پیتے ہی ہچکی بند ہوجائے گی۔

بے خوابی کی شکایت

اکثر لوگ پوری، پوری رات جاگتے ہیں۔ بڑے شہروں میں تو راتوں کو جاگنا اور دن میں سونا ایک فیشن ہوگیا ہے مگر رات سونے کے لیے ہے۔ اگر آپ کو نیند نہیں آتی تو سونے سے قبل غسل کریں۔ نمازِ شکرانہ ادا کریں اور بستر پر لیٹ کر کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کردیں۔ چند بار پڑھنے سے ہی آپ کو نیند آنا شروع ہوجائے گی۔ ہاتھ میں تسبیح لے کر لیٹیں اور استغفار پڑھتی رہیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شوابے ہومیو کلینک

SCHWABE

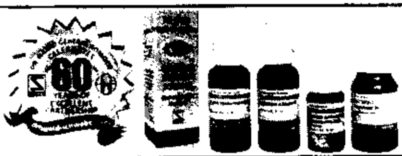

اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جا رہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہٰذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹرز کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیار صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں، ڈاکٹر حامد جنرل ہومیو پرائیویٹ لمیٹڈ آرام باغ روڈ کراچی 74200۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑھنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جا سکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔ (اپنے علاقے میں دوا نہ ملنے کی صورت میں ہم سے رجوع کریں)

اپنے ماحول کو تبدیل کریں

سیدہ مبشر سبطین......کراچی

مجھے قبض کی بیماری کافی عرصے سے ہے۔ پہلے پہل سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن اب احساس پیدا ہوا کہ مجھے قبض ہے۔ کچھ عرصے سے روزانہ اسپغول کی بھوسی رات کو سوتے وقت لیتی ہوں تب صبح اجابت ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح سے نہیں۔ سدے جمع رہتے ہیں۔ سر کے پچھلے حصے میں ہلکا، ہلکا درد ہر وقت رہتا ہے۔ پیٹ میں درد دھن رہتی ہے۔ حکیم اور ڈاکٹر کو دکھایا لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوا۔ معدے اور آنتوں میں السر بتاتے ہیں، ناف سے کچھ اوپر معدے کے اردگرد بہت سوجن واضح محسوس ہوتی ہے۔ پیٹ بڑھ رہا ہے۔ تھوڑا سا بھی زیادہ کھاؤں تو پیٹ پھول جاتا ہے۔ اسپغول / پھل کھانے سے کچھ اسٹول پاس ہوتا ہے۔ لیکن آنتیں بالکل صاف نہیں ہوتیں۔

رات کو ٹھیک سے نیند بھی نہیں آتی ہے۔ جس دن کچھ ... اجابت ہو جائے تو نیند آتی ہے اس کی وجہ سے مجھے غصہ بھی زیادہ آتا ہے۔ میرے بال بھی گر رہے ہیں اور گنج پن خاص طور پر سامنے سے پیدا ہو رہا ہے۔ مجھے اسکن پرابلم بھی ہے، آج کل دونوں گھٹنوں میں درد رہتا

ٹوکن
برائے شوابے ہومیو کلینک
جون 2017ء

اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔

نام: ____________________

پتا: ____________________

____

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔ چہرے کا رنگ کم ہو گیا ہے، چھائیاں بھی ہو گئی ہیں اور چھوٹے چھوٹے مسے بھی ہو گئے ہیں۔ نیز مجھے لگتا ہے بواسیر بھی ہے بادی صرف ایک ہی مسا ہے چھالے کی طرح کا۔

جواب: محترمہ، قبض، بواسیر، منہ میں چھالے، درد، بے خوابی، آنتوں کی دکھن، غصہ، سانس پھولتا ہو اور چھائیاں زنگت ان سب کے پیچھے سارا کردار آپ کے ذہن کا ہے۔ اپنے ذہن کو پریشانی سے بچایئے اس کے لیے نماز کی پابندی کیجیے، قرآن پڑھا کیجیے اور ترجمہ کے ساتھ پڑھیے۔ ہر وقت درود شریف اور استغفار پڑھتی رہیے، بے حساب کوشش کیجیے کہ گھر کے سارے کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ صبح شام پیدل چلیں جتنا بھی آسانی سے چل سکیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Asafoetida Pentarkan Ptk-12 10 قطرے ایک گھونٹ پانی میں دن میں 3 مرتبہ اور Carbo Vege Pentarkarn Ptk-22 ایک گولی 3 مرتبہ سادے پانی کے ساتھ لیں، اور اللہ کا نام لے کر سب کچھ کھائیں۔ لیکن...... کھانے کو آہستہ آہستہ چبا کر کھائیں، کھانے کے ساتھ اور بعد فوراً پانی نہ پیئیں، کھانے سے پہلے پانی پی لیں کم از کم 15 منٹ پہلے اور پھر 2 گھنٹے بعد پانی پیئیں۔ ایک ماہ بعد حال بتائیں۔

بزرگ والدہ کو قبض

سیدہ مبشر سبطین......کراچی

میری والدہ کو بہت قبض رہتا ہے۔ آنتوں میں مسئلہ رہتا ہے اور بہت تکلیف رہتی ہے، دو سال سے انہیں شوگر بھی ہے حکیم کہتے ہیں کہ شوگر کی وجہ سے قبض اور پیٹ سخت ہوتا ہے، شوگر بہت زیادہ نہیں ہے لیکن جب شوگر نہیں ہوتی تب بھی قبض ہوتا ہے۔ اس قبض کی وجہ سے رانوں تک درد اور کھنچاؤ رہتا ہے۔ نیز کمر کے آخری سرے پر بھی درد رہتا ہے۔

جواب: والدہ سے کہیں کہ چلا پھرا کریں۔ یاد رکھیں چلنے پھرنے سے صحت ہے۔ بیٹھے یا لیٹے رہنا بیماری ہے۔ جتنا آسانی سے چل سکتی ہیں ٹہلیں۔ کھانے کو چبا کر کھائیں اور پانی کھانے سے 15 منٹ پہلے پیئیں، کھانے کے درمیان اور بعد میں نہ لیں۔ ولمار شوابے جرمنی کی Nux vomica 30 اور Baryta Carb 30 کے سات، سات قطرے آدھا کپ پانی میں جبکہ Syzyjium jamboQ کے 10 قطرے آدھے کپ پانی کے ساتھ دن میں 3 مرتبہ لیں۔

لیکوریا

ثنا جبیں......راولپنڈی

مجھے کافی عرصے سے لیکوریا کی پرابلم ہے جس کی وجہ سے مجھے بہت کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ بال بھی بہت گر رہے ہیں، لمبے ہو جاتے ہیں مگر گرتے بہت ہیں۔ مہربانی فرما کر کوئی دوا تجویز فرمائیں۔ اس سے پہلے کوئی دوا استعمال نہیں کی۔

جواب: ماہانہ ایام کے متعلق نہیں لکھا کہ اس میں تو کوئی پرابلم نہیں ہے؟ لیکوریا کی زیادتی مینسز کے بعد یا زیادہ چلنے پھرنے کے بعد تو نہیں ہوتی؟ ایک ماہ تک ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ پھر تفصیل سے بتائیں Magnesium Phosphoricum Pentakarn Ptk-60 ایک گولی دن میں 3 مرتبہ اور Naturm Mur 30 کے 7,7 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ لیں۔

بستر پر پیشاب

ثنا جبیں......راولپنڈی

میرے بیٹے کو پیشاب بہت زیادہ آتا ہے۔ سوتے وقت بھی دو تین دفعہ کرتا ہے۔ اگر کروا کر بھی سلاؤ تو پھر بھی کر دیتا ہے۔ ویسے ٹھیک ہے مگر پھر بھی کمزور لگتا ہے، کھاتا پیتا ٹھیک ہے۔ ہر چیز کھالیتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

From Nature. For Health.

جواب: سونے سے ایک گھنٹا پہلے پانی نہ پلائیں، سونے سے پہلے پیشاب کر کے سلائیں، قبض کی شکایت نہ ہونے دیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Equisetum 30 کے 5,5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ دیں۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

نفسیاتی مسئلہ

ناصر شیخ...... وہاڑی

میری صحت بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے۔ عمر سے بہت زیادہ بوڑھا لگتا ہوں۔ کمزوری بہت زیادہ ہے۔ مقروض بھی ہوں۔ گھر میں بھی ناکام ہوں۔ اپنا خود ہی مذاق بنالیا خود پر کنٹرول نہیں۔ ذہن ہر وقت پراگندہ اور پریشان رہتا ہے۔ حد سے زیادہ حساسیت، جذباتی اور جنونی پن رہتا ہے۔ رات کو صحیح طور پر نیند نہیں آتی۔ اعصابی اور... جسمانی کمزوری بہت زیادہ ہے۔ تھوڑا سا کام کرلوں تو تھک بہت جلد جاتا ہوں۔ بہت جلد پریشان ہوجاتا ہوں۔ دماغ اور کندھوں پر بوجھ رہتا ہے۔ خون کی کمی بہت زیادہ ہے۔ نظر بھی کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ سوچوں کے دریا میں ہر وقت غرق رہتا ہوں۔ میرے اندر ایک اچھا انسان، اچھا بیٹا، اچھا خاوند، اچھا باپ بننے کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ مجھے زندگی گزارنے کا سلیقہ نہیں آیا۔ قطروں کی شکایت بھی ہے، بال بہت جلد سفید ہوگئے ہیں۔ اپنے اوپر اعتماد نہیں، چہرہ پُر رونق نہیں، لوگوں سے میل ملاپ سے گھبراتا ہوں، والدین کی ناچاقی نے بزدل، کم ہمت، فکر مند، بہت زیادہ غصہ ور، ضدی اور حیوان نما انسان بنادیا، میں سزا کاٹ رہا ہوں اپنے کیے کی۔ ڈاکٹر صاحب بہت زیادہ مہربانی ہوگی کہ میرے ساتھ تعاون کریں۔ اچھی دوائیں لکھ دیں تاکہ میں صحت مند انسان بن جاؤں، میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مثبت ہوجائے، گھر میں سکون پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ قرضہ اتارنا چاہتا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں بھی کچھ کرسکتا ہوں۔

جواب: آپ کے اندر ایک بہت اچھی بات ہے کہ آپ خود احتسابی کے عمل سے گزرنا چاہتے ہیں...... آپ جانتے ہیں کہ آپ کے اندر خامیاں... اور خرابیاں کیوں ہیں؟ جب انسان خود انالیسس کر سکتا ہے اور دوسری اچھی بات آپ ان کمزوریوں اور خامیوں سے بے زار بھی ہیں اور ان سے نجات بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں، اب حل آسان ہے، سب سے پہلے پانچ وقت کی نماز پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں ترجمے کے ساتھ، استغفار ہر وقت پڑھیں۔ متوازن غذا کھائیں، ورزش کریں۔ اپنی زندگی کے ٹارگٹ بنائیں اور محنت و لگن سے کام کریں۔ انشاء اللہ بہت جلد آپ ٹھیک ہوجائیں گے۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Damiana Pentarkan Ptk-40 کے 15 قطرے ایک گھونٹ پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد حالات سے آگاہ کریں۔

جسم کا کانپنا

شمائلہ ناز...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

محترم جناب ڈاکٹر صاحب میرا مسئلہ بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ صحت بھی ٹھیک ہے اور وزن بھی ٹھیک ہے، سات، آٹھ سال سے میرا جسم بہت کانپتا ہے، پہلے تو صرف ہاتھ پاؤں کانپتے تھے مگر ایک سال سے میرا پورا جسم کانپتا ہے جس کی وجہ سے میں بہت احساسِ کمتری کا شکار ہوگئی ہوں۔ کیونکہ لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں جس کی وجہ سے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ اس مسئلے کی وجہ سے میرے دل کی دھڑکن تیز رہنے لگی ہے۔ میری خوراک بھی ٹھیک ہے اللہ کے فضل سے پھل فروٹ بھی کھاتی ہوں۔ دودھ بھی پیتی ہوں۔ پلیز آپ مجھے کوئی دوا تجویز کردیں، میں عمر بھر آپ کی احسان مند رہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی دے (آمین) میری بہن نے بھی آپ کو خط لکھا تھا۔ آپ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دوا تجویز کی آپ کا بہت شکریہ۔

جواب: ایسی کیا بات ہوئی کہ آپ۔ کے جسم نے کانپنا شروع کر دیا۔ بخار، چوٹ، صدمہ یا کوئی اور بیماری؟ یہ کیفیت مستقل رہتی ہے؟ کسی خاص وقت پر سونے / جاگنے پر وغیرہ، کسی کے سامنے اور جب یہ ہوتا ہے تو آپ کی اور کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ ساری سچویشن کتنی دیر رہتی ہے۔ اب تک آپ نے کیا علاج کیا اور کیا ٹیسٹ کرائے ہیں؟ تفصیل سے لکھیں یا آ کر ملیں۔

ہڈیاں کمزور ہیں

مریم......سرگودھا

میرے بھائی کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ دودھ بھی لیتا ہے اور اس کی خوراک بھی بہت اچھی ہے مگر اس کی ہڈیاں کمزور ہیں، اٹھتے بیٹھتے چٹخنے کی آواز آتی ہے۔ کمر میں بازو میں درد بھی رہتا ہے۔ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ حل کر دیں۔

جواب: کولڈ ڈرنکس اور بازاری شربتوں سے ہڈیاں کمزور ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کو نہ لیا کریں۔ ستو، لسی، تازہ پھلوں کے جوس/شیک استعمال کریں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی صبح اور شام Calc Fluor 30 اور دوپہر و رات Calc Phos 30 کے 7,7 قطرے آدھا کپ پانی ڈال کر استعمال کریں۔ 3 ماہ بعد حالت بتائیں۔

زبان میں لکنت

ولید علی......سعید آباد، کراچی

میرے بیٹے کی زبان میں لکنت ہے، وہ ٹھیک طرح بول نہیں پاتا، جب بات کرتا ہے تو ہکلاتا ہے۔ بچپن میں بالکل ٹھیک تھا۔ پانچ سال کی عمر میں اس کو زبان کا مسئلہ ہوا۔ پڑھائی میں بہت اچھا ہے۔ نیوی کے کالج میں پڑھتا ہے، ڈاکٹر سے بھی علاج کروا رہے ہیں۔ فزیوتھراپی کی ہفتے میں 3 دن کلاس ہوتی ہے۔ 5 ماہ ہو گئے ہیں لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ آپ مہربانی فرما کر میرے بیٹے کا مسئلہ حل کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔

جواب: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي* وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي* وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي * يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ یہ دعا بچے کو بار بار پڑھائیں اور پڑھنے کو کہیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Stramonium 30 کے 5,5 قطرے دن میں 3 مرتبہ آدھے کپ پانی میں ڈال کر دیں اور ایک ماہ بعد حالات بتائیں۔

دانتوں کا اینیمل

مریم......سرگودھا

میرا مسئلہ یہ ہے کہ دانت پیلاہٹ کا شکار ہیں۔ میں باقاعدگی سے صاف کرتی ہوں مگر دانتوں کا رنگ ہلکا پیلا ہے۔ مجھے ڈر ہے یہ پیلاہٹ بڑھ نہ جائے۔ مہربانی فرما کر ایسی دوا تجویز کریں جو مجھے اس مسئلے سے نجات دلائے۔

جواب: اپنے دانتوں کی احتیاط کریں۔ ہر کھانے کے بعد کسی اچھے ہربل / ہومیو ٹوتھ پیسٹ پاؤڈر سے برش کریں۔ کم از کم 3 منٹ۔ ہر 3 ماہ بعد برش تبدیل کریں اور ایک مخصوص طریقے سے برش کریں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Staphysagria 30 کے 5,5 قطرے دن میں ایک مرتبہ لیا کریں۔

نظر کی کمزوری

نام شائع نہ کریں......سرگودھا

میرا مسئلہ نظر کی کمزوری ہے، کنپٹیوں اور بھنوؤں کی ہڈی میں درد رہتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ مہربانی فرما کر کوئی حل بتائیں، عینک استعمال نہیں کرنا چاہتی۔ میری آنکھوں کے نیچے حلقے بھی ہیں۔ سر! مجھے آپ سے بہت امید ہے، میں آپ کی بہت مشکور ہوں گی۔

جواب: ۔ ہم اپنے آپ پر ظلم کیوں کرتے ہیں؟ اگر نظر کمزور ہے تو پہلے یہ دیکھیں کہ کتنی کمزور ہے اور کیوں ہے؟ کم روشنی / اندھیرے میں پڑھنا، لیٹ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد، صائمہ اکرام، عُشنا کوثر سردار، اشفاق احمد
نمرہ احمد، سعدیہ عابد، نبیلہ عزیز، نسیم حجازی
فرحت اشتیاق، عفت سحر طاہر، فائزہ افتخار، عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو، تنزیلہ ریاض، نبیلہ ابر راجہ، ہاشم ندیم
نگہت سیما، فائزہ افتخار، آمنہ ریاض، مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ، سباس گُل، عنیزہ سید، مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ، رُخسانہ نگار عدنان، اقراء صغیر احمد، علیم الحق
رفعت سراج، اُمِ مریم، نایاب جیلانی، ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

پڑھنا یا موبائل کا استعمال کرنا، متوازن غذا کا استعمال نہ کرنا، دیر تک جاگنا۔ رات جلد سو جائیں۔ صبح سویرے جب سورج نکل رہا ہو تو سورج کی طرف دیکھیں 30 سیکنڈ تک، گھانس پر ننگے پیر چلیں صبح کے وقت۔ بادام مصری سونف کو صبح نہار منہ دودھ میں بلینڈ کر کے پییں، گاجر سیب کا استعمال کریں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Calc. Fluor 30 Calc. Phos 30, Physostigma 30 اور Ruta 30 کے 7,7 قطرے آدھے گلاس پانی میں ڈال کر دن میں تین مرتبہ پییں۔ 3 ماہ بعد حالات بتائیں۔

بے اولادی میں شوہر کا کردار

فائزہ علی کیانی......راولپنڈی

ہماری شادی کو چھ سال ہو گئے ہیں۔ اولاد نہیں ہے۔ ہماری رپورٹس کلیئر ہیں، کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں الحمدللہ۔ رپورٹ ساتھ منسلک ہے۔ 3 دفعہ ٹیسٹ کرائے ہر بار ایک ہی رزلٹ آیا۔ ڈاکٹر نے جواب دے دیا کہ اولاد نہیں ہو سکتی۔ حکمت میں کافی علاج کروایا لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔ گھر میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتے۔ زیادہ تر وقت باہر گزارتے ہیں۔ جنوری 2016ء میں لبلبے کا انفیکشن ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری زندگی دی۔ سگریٹ بھی پیتے ہیں۔ خراٹے بھی بہت لیتے ہیں۔ پیٹ بھی بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ ان سب بیماریوں کا علاج بتائیں اور اولاد کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

جواب:۔ مایوسی کفر ہے۔ چاہت ہو تو سب کچھ مل جاتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھیں، اللہ کا ذکر کریں اور اس سے اچھی امید رکھیں۔ سگریٹ اور کسی بھی قسم کا نشہ نہ کریں، ورزش کیا کریں، غذا متوازن استعمال کریں گھر کا ماحول اچھا بنائیں۔ ولمار شوابے جرمنی کی روزانہ رات کو سونے سے پہلے Nux Vomica 30 کی ایک خوراک 5 قطرے تھوڑے پانی میں لیں جبکہ دن میں 3 مرتبہ 15 قطرے آدھے کپ پانی میں Damiana Pentarkan Ptk 40 کے لیں۔ 2 ماہ بعد رپورٹ بھیجیں۔ باقی یہ بھی بتائیں کہ بچپن میں کن پھیپھڑے تو نہیں ہوئے تھے؟

بواسیر و لیکوریا

فائزہ علی کیانی......راولپنڈی

میرا مسئلہ یہ ہے کہ تقریباً سات سال سے بواسیر کی صورت میں قبض کا سیرپ لیتی ہوں۔ لیکوریا کی بھی شکایت پہلے بہت زیادہ تھی اب کبھی کبھار ہوتا ہے۔ ماہانہ ایام بھی اب پہلے سے کم ہیں، آنکھوں کے گرد حلقے ہیں۔ دانے بھی نکل آتے ہیں۔ ان سب بیماریوں کا حکمت میں بہت علاج کرایا پرہیز بھی کیے۔ بواسیر کو تو کوئی فرق نہیں پڑا قبض کچھ بہتر ہوا۔ جب میں گھر کی صفائیاں کروں، پوچا لگاؤں یا کپڑے دھوؤں میرے Hips میں شدید درد ہوتا ہے، کبھی اتنا ہوتا ہے چلا بھی نہیں جاتا۔ کچھ دیر رہتا ہے پھر خود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ رات کو نیند بھی جلدی نہیں آتی۔ بواسیر کے مسوں سے بہت الجھن محسوس ہوتی ہے، کوئی ایسی دوا بتائیں کہ یہ جڑ سے ختم ہو جائیں۔ میں نے سب مسئلے آپ کے سامنے رکھ دیے۔ ڈاکٹرز کے بورڈ سے مشورہ کر کے ان سب بیماریوں کے حل تجویز فرمائیں۔ چہرے پر تل بھی بہت ہیں۔

جواب: متوازن غذا کا استعمال کریں۔ واک پر جائیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Aesculus Pentarkan Ptk-3 کے 10 قطرے ایک گھونٹ پانی میں دن میں 3 مرتبہ جبکہ Magnesium Ptk-60 Phosphoricum کی ایک ایک گولی دن میں 3 مرتبہ لیں۔ دو ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

Dr.Willmar Schwabe Germany
SCHWABE
Available at All Medical & Homoeopathic Stores
شوابے سنگل ریمیڈیز گھر بھر کی صحت کے لیے کلاسیکل ہومیوپیتھی

WWW.PAKSOCIETY.COM